چودہ ستارے
مصنف
علامہ نجم الحسن کراروی

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آنحضرت کی ولادت باسعادت

آپ کے نور وجود کی خلقت ایک روایت کی بنیاد پر حضرت آدم کی تخلیق سے ۹ لاکھ برس پہلے اور دوسری روایت کی بنیاد پر ۴ ۔ ۵ لاکھ سال قبل ہوئی تھی، آپ کا نور اقدس اصلاب طاہرہ، اورارحام مطہرہ میں ہوتا ہوا جب صلب جناب عبداللہ بن عبدالمطلب تک پہنچا تو آپ کا ظہور وشہود بشکل انسانی میں بطن جناب ”آمنہ بنت وہب“ سے مکہ معظّمہ میں ہوا۔

آنحضرت کی ولادت کے وقت حیرت انگیزواقعات کاظہور

آپ کی ولادت سے متعلق بہت سے ایسے امور رونما ہوئے جو حیرت انگیز ہیں۔ مثلاً آپ کی والدہ ماجدہ کو بار حمل محسوس نہیں ہوا اور وہ تولید کے وقت کثافتون سے پاک تھیں، آپ مختون اورناف بریدہ تھے آپ کے ظہور فرماتے ہی آپ کے جسم سے ایک ایسا نور ساطع ہوا جس سے ساری دنیا روشن ہوگئی، آپ نے پیدا ہوتے ہی دونوں ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر سجدہ خالق ادا کیا۔ پھر آسمان کی طرف سر بلند کر کے تکبیر کہی اور لا الہ الا اللہ انا رسول اللہ زبان

پر جاری کیا۔

بروایت ابن واضح المتوفی ۲۹۲ ھ ء شیطان کو رجم کیا گیا اور اس کا آسمان پر جانا بند ہو گیا، ستارے مسلسل ٹوٹنے لگے تمام دنیا میں ایسا زلزلہ آیا کہ تمام دنیا کے کینسے اور دیگر غیر اللہ کی عبادت کرنے کے مقامات منہدم ہو گئے، جادو اور کہانت کے ماہر اپنی عقلیں کھو بیٹھے اور ان کے موکل محبوس ہو گئے ایسے ستارے آسمان پر نکل آئے جنہیں کسی کبھی کسی نے دیکھا نہ تھا۔ ساوہ کی وہ جھیل جس کی پرستش کی جاتی تھی جو کاشان میں ہے وہ خشک ہو گئی۔ وادی سماوہ جو شام میں ہے اور ہزار سال سے خشک پڑی تھی اس میں پانی جاری ہو گیا، دجلہ میں اس قدر طغیانی ہوئی کہ اس کا پانی تمام علاقوں میں پھیل گیا محل کسری میں پانی بھر گیا اور ایسا زلزلہ آیا کہ ایوان کسری کے ۱۴ کنگرے زمین پر گر پڑے اور طاق کسری شگافتہ ہو گیا، اور فارس کی وہ آگ جو ایک ہزار سال سے مسلسل روشن تھی، فورا بجھ گئی۔ (تاریخ اشاعت اسلام دیوبندی ۲۱۸ طبع لاہور)

اسی رات کو فارس کے عظیم عالم نے جسے (موبذان موبذ) کہتے تھے، خواب میں دیکھا کہ تندوسرکش اور وحشی اونٹ، عربی گھوڑوں کو کھینچ رہے ہیں اور انہیں بلاد فارس میں متفرق کر رہے ہیں، اس نے اس خواب کا بادشاہ سے ذکر کیا۔ بادشاہ نوشیرواں کسری نے ایک قاصد کے ذریعہ سے اپنے حیرہ کے گورنر نعمان بن منذر کو کہلا بھیجا کہ ہمارے عالم نے ایک عجیب وغریب خواب دیکھا ہے تو کسی ایسے عقلمند اور ہوشیار شخص کو میرے پاس بھیج دے جو اس کی اطمینان بخش تعبیر دے کر مجھے مطمئن کر سکے۔ نعمان بن منذر نے عبدالمسیح بن عمر الغسانی

کوجو بہت لائق تھا بادشاہ کے پاس بھیج دیا نوشیروان نے عبدالمسیح سے تمام واقعات بیان کئے اور اس سے تعبیر کی خواہش کی اس نے بڑے غور وخوض کے بعد عرض کی" اے بادشاہ شام میں میرا ماموں "سطیح کاہن" رہتا ہے وہ اس فن کا بہت بڑا عالم ہے وہ صحیح جواب دے سکتا ہے اور اس خواب کی تعبیر بتا سکتا ہے نوشیرواں نے عبدالمسیح کو حکم دیا کہ فوراً شام چلا جائے چنانچہ روانہ ہو کر دمشق پہنچا اور بروایت ابن واضح "باب جابیہ" میں اس سے اس وقت ملا جب کہ وہ عالم احتضار میں تھا، عبدالمسیح نے کان میں چیخ کر اپنا مدعا بیان کیا۔ اس نے کہا کہ ایک عظیم ہستی دنیا میں آچکی ہے جب نوشیرواں کونسل کے ۱۴ مرد وزن حکمران کنگروں کے عدد کے مطابق حکومت کر چکیں گے تو یہ ملک اس خاندان سے نکل جائے گا ثم "فاضت نفسہ" یہ کہہ کر وہ مر گیا۔ (روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۵۶، سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۸۳، حیات القلوب ج ۲ ص ۴۶، الیعقوبی ص ۹)۔

آپ کی تاریخ ولادت

آپ کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے بعض مسلمان ۲ ربیع الاول بعض ۶ ربیع الاول اہل تسنن ۱۷ ربیع الاول ۱ عام الفیل مطابق ۵۷۰ کو صحیح سمجھتے ہیں۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ حیات القلوب ج ۲ ص ۴۴ میں تحریر فرماتے ہیں کہ علماء امامیہ کا اس پر اجماع واتفاق ہے کہ آپ ۱۷ ربیع الاول ۱ عام الفیل یوم جمعہ بوقت شب یا بوقت صبح صادق "شعب ابی طالب" میں پیدا ہوئے ہیں، اس وقت انوشیرواں کسریٰ کی حکومت

کا بیالیسواں سال تھا۔

آپ کی پرورش و پرداخت اور آپ کا بچپنا

مورخ ذاکر حسین لکھتے ہیں کہ بروایتے آپ کے پیدا ہونے سے پہلے اور بروایتے آپ دو ماہ کے بھی نہ ہونے پائے تھے کہ آپ کے والد "عبداللہ" کا انتقال بمقام مدینہ ہوگیا کیونکہ وہیں تجارت کے لئے گئے تھے انھوں نے سوئے پانچ اونٹ اور چند بھیڑوں اور ایک حبشی کنیز برکت (ام ایمن) کے اور کچھ ورثہ میں نہ چھوڑا۔ حضرت آمنہ کو حضرت عبداللہ کی وفات کا اتنا صدمہ ہوا کہ دودھ خشک ہوگیا۔ چونکہ مکہ کی آب وہوا بچوں کے چنداں موافق نہ تھی اس واسطے نواح کی بدوعورتوں میں سے دودھ پلانے کے واسطے تلاش کی گئی انا کے دستیاب ہونے تک ابولہب کی کنیزک، ثوبیہ نے آنحضرت کو تین چار مہینے تک دودھ پلایا اقوام بدو کی عادت تھی کہ سال میں دومرتبہ بہار اور موسم خزاں میں دودھ پلانے اور بچے پالنے کی نوکری کی تلاش میں آیا کرتی تھیں آخر حلیمہ سعدیہ کے نصیبہ نے زور کیا اور وہ آپ کو اپنے گھر لے گئیں اور آپ حلیمہ کے پاس پرورش پانے لگے۔ (تاریخ اسلام ج ۲ ص ۳۲، تاریخ ابوالفداء ج ۲ ص ۲۰)۔

مجھے اس تحریر کے اس جزء سے کہ رسول خدا کو ثوبیہ اور حلیمہ نے دودھ پلایا، اتفاق نہیں ہے۔ مورخین کا بیان ہے کہ آپ میں نموکی قوت اپنے سن کو اعتبار سے بہت زیادہ تھی جب تین ماہ کے ہوئے تو کھڑے ہونے لگے اور جب سات ماہ کے ہوئے تو چلنے لگے، آٹھویں مہینے اچھی

طرح بولنے لگے،نویں مہینے اس فصاحت سے کلام کرنے لگے کہ سننے والوں کی حیرت ہوتی تھی۔

آپ کی سایہ رحمت مادری سے محرومی

آپ کی عمر جب چھ سال کی ہوئی تو سایہ مادرس سے محروم ہوگئے آپ کی والدہ جناب آمنہ بنت وہب حضرت عبداللہ کی قبر کی زیارت کے لئے مدینہ گئی تھیں وہاں انھوں نے ایک ماہ قیام کیا، جب واپس آنے لگیں تو بمقام ابواء (جو کہ مدینہ سے ۲۲ میل دور مکہ کی جانب واقع ہے) انتقال فرما گئیں اور وہیں دفن ہوئیں آپ کی خادمہ ام ایمن، آپ کو لے کر مکہ آئیں۔ (روضۃ الاحباب ا ص ۶۷)۔

جب آپ کی عمر ۸ سال کی ہوئی تو آپ کے دادا "عبدالمطلب" کا ۱۲۰ سال کی عمر میں انتقال ہوگیا۔عبدالمطلب کی وفات کے بعد آپ کے بڑے چچا جناب ابوطالب اورآپ کی چچی جناب فاطمہ بنت اسد نے فرائض تربیت اپنے اوپر عائد کئے۔اوراس شان سے تربیت کی کہ دنیا نے آپکی ہمدردی اور خلوص کا لوہامان لیا عبدالمطلب کے بعد ابوطالب بھی خانہ کعبہ کے محافظ اورمتولی اورسردارقریش تھے حضرت علی فرماتے ہیں کہ کوئی غریب اس شان کا سردارنہیں ہوا جس شان وشوکت کی سرداری میرے پدرمحترم کوخدانے دی تھی (الیعقوبی ج ۲ ص ۱۱)۔

حضرت ابوطالب کو حضرت عبد المطلب کی وصیت وہدایت

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب حضرت عبد المطلب کا وقت وفات قریب پہنچا تو انہوں نے آنحضرت کو اپنے سینے سے لگایا اور سخت گریہ کیا اور اپنے فرزند ابوطالب کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ "اے ابوطالب یہ تیرے حقیقی بھائی کا بیٹا ہے اس در یگانہ کی حفاظت کرنا، اسے اپنا نور نظر اور لخت جگر سمجھنا، اس کے تفقد وخبر گیری میں کوتاہی نہ کرنا اور دست وزبان اور جان ومال سے اس کی اعانت کرتے رہنا" روضۃ الاحباب)

حضرت ابوطالب کے تجارتی سفر شام میں آنحضرت کی ہمراہی اور بحیرئہ راہب کا واقعہ

حضرت ابوطالب جو تجارتی سفر میں اکثر جایا کرتے تھے جب ایک دن روانہ ہونے لگے، تو آنحضرت کو جن کی عمر اس وقت بروایت طبری وابن اثیر ۹ سال اور بروایت ابوالفداء وابن خلدون ۱۳ سال کی تھی، اپنے بال بچوں میں چھوڑ دیا۔ اور چاہا کہ روانہ ہو جائیں یہ دیکھ کر آنحضرت نے اصرار کیا کہ مجھے اپنے ہمراہ لیتے چلئے آپ نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ میرے بھتیجے یتیم ہے انہیں اپنے ہمراہ لے لیا اور چلتے چلتے جب شہر بصرہ کے قریہ کفر پہنچے جو کہ شام کی سرحد پر ٦ میل کے فاصلہ پر واقع ہے جو اس وقت بہت بڑی منڈی تھی اور وہاں نسطوری عیسائی رہتے تھے وہاں ان کے ایک نسطوری راہبوں کے معبد کے پاس قیام کیا راہبوں نے آنحضرت اور ابوطالب کی بڑی خاطرداری کی پھر ان میں سے ایک نے جس کا نام جرجیس

اور کنیت "ابوعداس" اور لقب بحیرا راہب" تھا آپ کے چہرہ مبارک سے آثار عظمت وجلالت اوراعلی درجے کے کمالات عقلی اور محامد اخلاق نمایاں دیکھ کر اوران صفات سے موصوف پاکر جواس نے توریت اورانجیل اوردیگر کتب سماوی میں پڑھی تھیں، پہچان لیا کہ یہی پیغمبر آخرالزمان ہیں، ابھی اس نے اظہار خیال نہ کیا تھا کہ ناگاہ لکئہ ابرکوسایہ فگنی کرتے ہوئے دیکھا، پھر شانہ کھلواکر مہر نبوت پر نگاہ کی، اس کے بعد فورا مہر نبوت کا بوسہ لیا اور نبوت کی تصدیق کر کے ابوطالب سے کہا کہ اس فرزندارجمند کا دین تمام عرب وعجم میں پھیلے گا اور یہ دنیا کے بہت سے حصے کا مالک بن جائے گا یہ اپنے ملک کو آزاد کرائے گا اوراپنے اہل وطن کو نجات دلائے گا اے ابوطالب اس کی بڑی حفاظت کرنا اوراس کو اعداء کے شر سے بچانے کی پوری کوشش کرنا، دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ یہودیوں کے ہاتھ لگ جائے پھر اس نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ تم شام نہ جاؤ اوراپنا مال یہیں فروخت کر کے مکہ واپس چلے جاؤ چنانچہ ابوطالب نے اپنا مال باہر نکالا وہ حضرت کی برکت سے آنافانا بہت زیادہ نفع پر فروخت ہو گیا اور حضرت ابوطالب واپس مکہ چلے گئے۔(روضۃ الاحباب ج ۱ ص ۷۱، تنقید الکلام ص ۳۰)ایرونگ ص ۲۴، تفریح الاذکار وغیرہ۔

جناب خدیجہ کے ساتھ آپ کی شادی خانہ آبادی

جب آپ کی عمر پچس سال کی ہوئی اورآپ کے حسن سیرت، آپ کی راستبازی، صدق اوردیانت کی عام شہرت ہوگئی اورآپ کو صادق وامین کا خطاب دیا جاچکا تو جناب خدیجہ بنت

خویلد نے جوانتہائی پاکیزہ نفس، خوش اخلاق اورخاندان قریش میں سب سے زیادہ دولت مند تھیں ایسے حال میں اپنی شادی کا پیغام پہنچایا جب کہ ان کی عمر چالیس سال کی تھی پیغام عقد منظور ہوااورحضرت ابوطالب نے نکاح پڑھا(تلخیص سیرت النبی علامہ شبلی ص ۹۹ طبع لاہور ۱۹۶۵ءء۔مورخ ابن واضح المتوفی ۲۹۲ء کا بیان ہے کہ حضرت ابوطالب نے جوخطبہ نکاح پڑھا تھا اس کی ابتداء اس طرح تھی۔ الحمدللہ الذی جعلنا من زرع ابراہیم وذریۃ اسماعیل الخ تمام تعرفیں اس خدائے واحد کے لئے ہیں جس نے ہمیں نسل ابراہیم اورذریت اسماعیل سے قراردیاہے(یعقوبی ج ۲ ص ۱۶ طبع نجف اشرف)

مؤرخین کا بیان ہے کہ حضرت خدیجہ کا مہر بارہ اونس سونا اور ۲۵ اونٹ مقرر ہوا جسے حضرت ابوطالب نے اسی وقت ادا کردیا۔(مسلمان عالم ص ۳۸ طبع لاہور) تواریخ میں ہے کہ جناب خدیجہ کی طرف سے عقد پڑھنے والے ان کے چچا عمروابن اسداورحضرت رسول خدا کی طرف سے جناب ابوطالب تھے۔(تاریخ اسلام ج ۲ ص ۸۷ طبع لاہور ۱۹۶۲ء۔

ایک روایت میں ہے کہ شادی کے وقت جناب خدیجہ باکرہ تھیں یہ واقعہ نکاح ۵۹۵ کا ہے۔ مناقب ابن شہرآشوب میں ہے کہ رسول خدا کے ساتھ خدیجہ کا یہ پہلا عقد تھا۔سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۱۹ میں ہے کہ جب تک خدیجہ زندہ رہیں رسول کریم نے کوئی عقد نہیں کیا۔

کوہ حرامیں آنحضرت کی عبادت گذاری

تواریخ میں ہے کہ آپ نے ۳۸ سال کی عمر میں ”کوہ حرا“ جسے جبل ثور بھی کہتے ہیں کواپنی

عبادت گذاری کی منزل قرار دیا اور اس کے ایک غار میں بیٹھ کر جس کی لمبائی چار ہاتھ اور چوڑائی ڈیڑھ ہاتھ تھی عبادت کرتے تھے اور خانہ کعبہ کو دیکھ کر لذت محسوس کرتے تھے یوں تو دودو، چار چار شبانہ روز وہاں رہا کرتے تھے لیکن ماہ رمضان سارے کا سارا وہیں گزراتے تھے۔

آپ کی بعثت

مورخین کا بیان ہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی عالم تنہائی میں مشغول عبادت تھے کہ آپ کے کانوں میں آواز آئی "یا محمدؐ" آپ نے ادھرادھر دیکھا کوئی دکھائی نہ دیا۔ پھر آواز آئی پھر آپ نے ادھرادھر دیکھا ناگاہ آپ کی نظر ایک نورانی مخلوق پر پڑی وہ جناب جبرائیل تھے انہوں نے کہا کہ "اقرا" پڑھو، حضور نے ارشاد فرمایا "مااقراء" کیا پڑھوں انہوں نے عرض کی کہ "اقراء باسم ربک الذی خلق الخ" پھر آپ نے سب کچھ پڑھ دیا۔
کیونکہ آپ کو علم قرآن پہلے سے حاصل تھا جبرئیل کے اس تحریک اقراء کا مقصد یہ تھا کہ نزول قرآن کی ابتداء ہو جائے اس وقت آپ کی عمر چالیس سال ایک یوم تھی اس کے بعد جبرئیل نے وضو اور نماز کی طرف اشارہ کیا اور اس کی تعداد رکعات کی طرف بھی حضور کو متوجہ کیا چنانچہ حضور والا نے وضو کیا اور نماز پڑھی آپ نے سب سے پہلے جو نماز پڑھی وہ ظہر کی تھی پھر حضرت وہاں سے اپنے گھر تشریف لائے اور خدیجۃ الکبری اور علی ابن ابی طالب سے واقعہ بیان فرمایا۔ ان دونوں نے اظہار ایمان کیا اور نماز عصر ان دونوں نے بجماعت ادا کی

یہ اسلام کی پہلی نماز جماعت تھی جس میں رسول کریم امام اور خدیجہ اور علی ماموم تھے۔
آپ درجہ نبوت پر بدو فطرت ہی سے فائز تھے، ۲۷ رجب کو مبعوث برسالت ہوئے حیات القلوب کتاب المنتقی ،مواہب اللدنیہ) اسی تاریخ کو نزول قرآن کی ابتداء ہوئی۔

دعوت ذوالعشیرہ کا واقعہ اور اعلان رسالت و وزارت

بعثت کے بعد آپ نے تین سال تک نہایت رازداری اور پوشیدگی کے ساتھ فرائض کی ادائیگی فرمائی اس کے بعد کھلے بندوں تبلیغ کا حکم آگیا" فاصدع بما تومر" جو حکم دیا گیا ہے اس کی تکمیل کرو میں اس مقام پر" تاریخ ابوالفداء کے اس ترجمہ کی لفظ بہ لفظ عبارت نقل کرتا ہوں جسے مولانا کریم الدین حنفی انسپکٹر مدارس پنجاب نے ۱۸۴۶ء میں کیا تھا۔
"واضح ہو کہ تین برس تک پیغمبر خدا دعوت فطرت اسلام خفیہ کرتے رہے مگر جب کہ یہ آیت نازل ہوئی" وانذر عشیرتک الاقربین" یعنی ڈرا اپنے کنبے والوں کو جو قریب رشتہ کے ہیں اس وقت حضرت نے بموجب حکم خدا کے اظہار کرنا دعوت کا شروع کیا بعد میں نازل ہونے سے اس آیت کے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی سے ارشاد فرمایا کہ" اے علی ایک پیمانہ کھانے کا میرے واسطے تیار کرو اور ایک بکری کا پیراس پر چھوا لے اور ایک بڑا کانسہ دودھ کا میرے واسطے لا اور عبدالمطلب کی اولاد کو میرے پاس بلا کر لا تا کہ میں اس سے کلام کروں اور سناؤں ان کو وہ حکم کہ جس پر جناب باری سے مامور ہوا ہوں چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے وہ کھانا ایک پیمانہ بموجب حکم تیار کر کے اولاد عبدالمطلب کو جو قریب چالیس آدمی کے

تھے بلایا، ان آدمیوں میں حضرت کے چچا ابوطالب اور حضرت حمزہ اور حضرت عباس بھی تھے اس وقت جضرت علی نے وہ کھانا جو تیار کیا تھا لاکر حاضر کیا۔

سب کھا پی کر سیر ہو گئے حضرت علی نے ارشاد کیا کہ جو کھانا ان سب آدمیوں نے کھایا ہے وہ ایک آدمی کی بھوک کے موافق تھا اس اثناء میں حضرت چاہتے تھے کہ کچھ ارشاد کریں کہ ابولہب جلد بول اٹھا اور یہ کہا کہ محمد نے بڑا جادو کیا یہ سنتے ہی تمام آدمی الگ الگ ہو گئے تھے ، چلے گئے پیغمبر خدا کچھ کہنے نہ پائے تھے یہ حال دیکھ کر جناب رسالتماب نے ارشاد کیا کہ اے علی دیکھا تو نے اس شخص نے کیسی سبقت کی مجھ کو بولنے ہی نہ دیا اب پھر کل کو تیار کر جیسا کہ آج کیا تھا اور پھر ان کو بلا کر جمع کرنا

چنانچہ حضرت علی نے دوسرے روز پھر موافق ارشاد آنحضرت کے وہ کھانا تیار کر کے سب لوگوں کو جمع کیا، جب وہ کھانے سے فراغت پا چکے اس وقت رسول اللہ نے ارشاد کیا کہ "تم لوگوں کی بہت اچھی قسمت اور نصیب ہے کیونکہ ایسی چیز میں اللہ کی طرف سے لایا ہوں کہ اس سے تم کو فضیلت حاصل ہوتی ہے اور لے آیا ہوں تمہارے پاس دنیا و آخرت میں اچھا۔ خدا تعالی نے مجھ کو تمہاری ہدایت کا حکم فرمایا ہے کوئی شخص تم میں سے اس امر کا اقتداء کر کے میرا بھائی اور وصی اور خلیفہ بننا چاہتا ہے اس وقت سب موجود تھے اور حضرت پر ایک ہجوم تھا اور حضرت علی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں آپ کے دشمنوں کو نیزہ ماروں گا اور آنکھیں ان کو پھوڑوں گا اور پیٹ چیروں گا اور ٹانگیں کاٹوں گا اور آپ کا وزیر ہوں گا حضرت نے اس وقت علی مرتضی کی گردن پر ہاتھ مبارک رکھ کر ارشاد کیا کہ یہ میرا بھائی ہے اور میرا وصی ہے

اور میرا خلیفہ ہے تمہارے درمیان اس کی سنو اور اطاعت قبول کرو۔ یہ سن کر سب قوم کے لوگ از روئے تمسخر ہنس کر کھڑے ہو گئے اور ابو طالب سے کہنے لگے کہ اپنے بیٹے کی بات سن اور اطاعت کر یہ تجھے حکم ہوا ہے الخ ص ۳۳ تا ص ۳۶ طبع لاہور۔

حضرت رسول کریم شعب ابی طالب میں (محرم ۷ بعثت)

مورخین کا بیان ہے کہ جب کفار قریش نے دیکھا کہ اسلام روز افزوں ترقی کرتا چلا جا رہا ہے تو سخت مضطرب ہوئے پہلے تو چند قریش دشمن تھے اب سب کے سب مخالف ہو گئے اور بروایت ابن ہشام وابن اثیر وطبری ابوجہل بن ہشام، شیبۃ، عتبہ بن ربیعۃ، نصر بن حارث، عاص بن وائل اور عقبہ بن ابی معیط ایک گروہ کے ساتھ رسول خدا کے قتل پر کمر باندھ کر حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور صاف لفظوں میں کہا کہ محمد نے ایک نئے مذہب کا اختراع کیا ہے اور وہ ہمارے خداوں کو ہمیشہ برا بھلا کہا کرتے ہیں لہذا انہیں ہمارے حوالے کردو ہم انہیں قتل کر دیں یا پھر آمادہ جنگ ہو جاؤ حضرت ابوطالب نے اس وقت انھیں ٹالدیا اور وہ لوگ واپس چلے گئے ورروسول کریم اپنا کام برابر کرتے رہے چند دنوں کے بعد دشمن پھر آئے اور انھوں نے آ کر شکایت کی اور حضرت کے قتل پر اصرار کیا حضرت ابوطالب نے آنحضرت سے واقعہ بیان کیا انہوں نے فرمایا کہ اے چچا میں جو کہتا ہوں ، کہتا رہوں گا میں کسی کی دھمکی سے مرعوب نہیں ہوسکتا اور نہ کسی لالچ میں پھنس سکتا ہوں

اگر میرے ایک ہاتھ پر آفتاب اور دوسے پر ماہتاب رکھ دیا جائے جب بھی میں تعمیل حکم خداوندی سے باز نہ آوں گا میں جو کرتا ہوں حکم خدا سے کرتا ہوں، وہ میرا محافظ ہے یہ سن کر حضرت ابوطالب نے فرمایا کہ "بیٹا تم جو کرتے ہو کرتے رہو، میں جب تک زندہ ہوں تمہاری طرف کوئی نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھوڑے عرصہ کے بعد بروایت ابن ہشام وابن اثیر، کفار نے ابوطالب سے کہا کہ تم اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کردو ہم اسے قتل کردیں اوراس کے بدلے میں ایک نوجوان ہم سے بنی مخزوم میں سے لےلو حضرت ابوطالب نے فرمایا کہ تم بعید از عقل باتیں کرتے ہو، یہ کبھی نہیں ہوسکتا یہ کیونکہ ممکن ہے کہ میں تمہارے لڑکے کو لے کر اس کی پرورش کروں اور تم ہمارے بیٹے کو لے کر قتل کردو۔ یہ سن کر ان کی آتش غضب اور برافروختہ ہوگئی اور وہ ان کے ستانے پر بھرپور تل گئے حضرت ابوطالب نے اس کے ردعمل میں بنی ہاشم اور بنی مطلب سے امداد چاہی اور دشمنوں سے کہلا بھیجا کہ کعبہ وحرم کی قسم اگر محمد کے پاؤں میں تمہاری طرف سے کانٹا بھی چبھا تو میں سب کو ہلاک کردوں گا حضرت ابوطالب کے اس کہنے پر دشمن کے دلوں میں آگ لگ گئی اور وہ آنحضرت کے قتل پر پوری طاقت سے تیار ہو گئے۔

حضرت ابوطالب نے جب آنحضرت کی جان کو غیر محفوظ دیکھا تو فوراان لوگوں کو لے جنہوں نے حمایت کا وعدہ کیا تھا جن کی تعداد بروایت حیات القلوب چالیس تھی۔ محرم ۷ بعثت میں "شعب ابی طالب" کے اندر چلے گئے اور اس کے اطراف کو محفوظ کر دیا۔

کفار قریش نے ابوطالب اس عمل سے متاثر ہوکر ایک عہد نامہ مرتب کیا جس میں بنی ہاشم

اور بنی مطلب سے مکمل بائیکاٹ کا فیصلہ تھا طبری میں ہے کہ اس عہد نامہ کو منصور بن عکرمہ بن ہاشم نے لکھا تھا جس کے بعد ہی اس کا ہاتھ شل ہو گیا تھا۔

تواریخ میں ہے کہ دشمنوں نے شعب کا چاروں طرف سے بھرپور محاصرہ کرلیا تھا اورانھیں مکمل قید میں مقید کر دیا تھا اس قید نے اہل شعب پر بڑی مصیبت ڈالی جسمانی اور روحانی تکلیف کے علاوہ رزق کی تنگی نے انہیں تباہی کے کنارے پر پہنچا دیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ دیندار درختوں کے پتے کھانے لگے ناتے، کنبے والے اگر چوری چھپے کچھ کھانے پینے کی چیز پہنچا دیتے اورانہیں معلوم ہوجاتا تو سخت سزائیں دیتے اسی حالت میں تین سال گزر گئے ایک روایت میں ہے کہ جب اہل شعب کے بچے بھوک سے بے چین ہو کر چیختے اور چلاتے تھے تو پڑسیوں کی نیند حرام ہوجاتی تھی اس حالت میں بھی آپ پر وحی نازل ہوتی رہی، اور آپ کاررسالت انجام دیتے رہے۔

تین سال کے بعد ہشام بن عمر بن حرث کے دل میں یہ خیال آیا کہ ہم اور ہمارے بچے کھاتے پیتے اورعیش کرتے ہیں اور بنی ہاشم اوران کے بچے فاقہ کشی کررہے ہیں، یہ ٹھیک نہیں ہے پھراس نے اور چند آدمیوں کوہم خیال بنا کر قریش کے اجتماع میں اس سوال کو اٹھایا۔ ابوجہل اوراسکی بیوی "ام جمیل" جسے بزبان قرآن "حمالۃ الحطب" کہا جاتا ہے نے مخالفت کی لیکن عوام کے دل پسیج اٹھے اسی دوران میں حضرت ابوطالب آ گئے اورانہوں نے کہا کہ "محمدؐ" نے بتایا ہے کہ تم نے جوعہد نامہ لکھا ہے اس دیمک چر گئی ہے اور کاغذ کے اس حصہ کے سوا جس پر اللہ کا نام ہے سب ختم ہو گیا ہے اے قریش بس ظلم کی حد ہو چکی تم اپنے

عہدنامہ کو دیکھو اگر محمد کا کہنا سچ ہوتو انصاف کرو اور اگر جھوٹ ہوتو جو چاہے کرو۔
حضرت ابوطالب کے اس کہنے پر عہد نامہ منگوایا گیا اور حضرت رسول کریم کا ارشاد اس کے بارے میں من وعن صحیح ثابت ہوا جس کے بعد قریش شرمندہ ہو گئے اور شعب کا حصار ٹوٹ گیا۔

اس کے بعد ہشام بن عمر بن حرث اور اس کے چار ساتھی، زبیر بن ابی امیہ مخزومی اور مطعم بن عدی ابوالبختر ی بن ہشام، زمعہ بن الاسود بن المطلب بن اسد شعب ابی طالب میں گئے اور ان تمام لوگوں کو جو اس میں محصور تھے ان کے گھروں میں پہنچادیا۔(تاریخ طبری، تاریخ کامل، روضۃ الاحباب)۔

مورخ ابن واضح المتوفی ۲۹۲ ء کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد" اسلم یومئذ خلق من الناس عظیم" بہت سے کافر مسلم ہو گئے۔(الیعقوبی ج ۲ ص ۲۵ طبع نجف ۱۳۸۴ھ ء)※

آپ کا معجزہ شق القمر (۹ بعثت)

ابن عباس، ابن مسعود، انس بن مالک، حذیفہ بن عمر، جبیر بن مطعم کا بیان ہے کہ شق القمر کا معجزہ کوہ ابوقبیس پر ظاہر ہوا تھا، جب کہ ابوجہل نے بہت سے یہودیوں کو ہمراہ لاکر حضرت سے چاند کو دو ٹکڑے کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی یہ واقعہ چودھویں رات کو ہوا تھا جبکہ آپ کو موسم حج میں شعب ابی طالب سے نکلنے کی اجازت مل گئی تھی اہل سیر لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ ۹ ء بعثت کا ہے، اس معجزہ کا ذکر" تاریخ فرشتہ میں بھی ہے حضرت امام

جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "مجب اعتقادوقوعہ" اس معجزہ کے واقع ہونے پر ایمان واجب ہے۔ (سفینۃ البحار ج ۱ ص ۷۰۹) اس معجزہ کا ذکر عزیز لکھنوی مرحوم نے کیا خوب کیا ہے

معجزہ شق القمر کا ہے "مدینہ" سے عیاں
مہ نے شق ہو کر لیا ہے دین کو آغوش میں

آنحضرت صلعم کی معراج جسمانی (۱۲ بعثت)

۲۷/ رجب ۱۲ بعثت کی رات کو خداوند عالم نے جبرئیل کو بھیج کر براق کے ذریعہ آنحضرت صلعم کو "قاب قوسین" کی منزل پر بلایا اور وہاں علی بن ابی طالب کی خلافت و امامت کے متعلق ہدایات دیں (تفسیر قمی) اسی مبارک سفر اور عروج کو "معراج" کہا جاتا ہے یہ سفر ام ہانی کے گھر سے شروع ہوا تھا پہلے آپ بیت المقدس تشریف لے گئے پھر وہاں سے آسمان پر روانہ ہوئے منازل آسمانی کو طے کرتے ہوئے ایک ایسی منزل پر پہنچے جس کے آگے جبرئیل کا جانا ممکن نہ ہوا جبرئیل نے عرض کی حضور لودنوت لیلۃ لاحترقت" اب اگر ایک انگل بھی آگے بڑھوں گا تو جل جاؤں گا۔

اگر یک سرموئے برتر روم
بنور تجلی بسوزد پرم

پھر آپ براق پر سوار آگے بڑھے ایک منزل پر براق رک گیا اور آپ "رفرف" پر بیٹھ کر آگے روانہ ہو گئے یہ ایک نوری تخت تھا جو نور کے دریا میں جا رہا تھا یہاں تک کہ منزل مقصود پر آپ پہنچ گئے آپ جسم سمیت گئے اور فوراً واپس آئے قرآن مجید میں "اسری بعبدہ" آیا ہے عبد کا لفظ اطلاق جسم اور روح دونوں پر ہوتا ہے وہ لوگ جو معراج روحانی کے قائل ہیں وہ غلطی پر ہیں (شرح عقائد نسفی ص ٦٨) معراج کا اقرار اور اس کا اعتقاد ضروریات دین میں سے ہے حضرت امام صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جو معراج کا منکر ہو اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں (سفینۃ البحار ج ٢ ص ١٧٤)
ایک روایت میں ہے کہ پہلے صرف دو نمازیں واجب تھیں معراج کے بعد پانچ وقت کی نمازیں مقرر ہوئیں۔

بیعت عقبہ اولی

اسی ١٢ بعثت کے موسم حج میں ان چھ آدمیوں میں سے جو سال گذشتہ مسلمان ہو کر مدینہ واپس گئے تھے پانچ آدمیوں کے ساتھ سات آدمی مدینہ والوں میں سے اور آ کر مشرف با اسلام ہوئے حضرت کی حمایت کا عہد کیا یہ بیعت بھی اسی مکان عقبہ میں ہوئی جو مکہ سے تھوڑے

فاصلہ پرشمال کی جانب واقع ہے، مورخ ابوالفداء لکھتا ہے کہ اس عہد پر بیعت ہوئی کہ خدا کا کوئی شریک نہ کرو چوری نہ کرو، زنا نہ کرو، اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، جب وہ بیعت کر چکے تو حضرت نے مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبدمناف ابن عبدالعلاء کو تعلیم قرآن اور طریقہ اسلام بتانے کے لیے مامور فرمایا الخ (تاریخ ابوالفداء ج ۲ ص ۵۲)۔

بیعت عقبہ ثانیہ ۱۳ بعثت

۱۳ بعثت کے ماہ ذی الحجہ میں مصعب بن عمیر، ۷۳ مرد اور دو عورتوں کو مدینہ سے لے کر مکہ آئے اور انہوں نے مقام عقبہ پر رسول کریم کی خدمت میں ان لوگوں کو پیش کیا وہ مسلمان ہو چکے تھے انہوں نے بھی حضرت کی حمایت کا عہد کیا اور آپ کے دست مبارک پر بیعت کی، ان میں اوس اور خزرج دونوں کے افراد شامل تھے۔

ہجرت مدینہ

۱۴ بعثت مطابق ۶۲۲ میں حکم رسول کے مطابق مسلمان چوری چھپے مدینہ کی طرف جانے لگے اور وہاں پہنچ کر انہوں نے اچھی منزل حاصل کر لی قریش کو جب معلوم ہوا کہ مدینہ میں اسلام زور پکڑ رہا ہے تو "دارالندوہ" میں جمع ہو کر یہ سوچنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہئے کسی نے کہا کہ محمد کو یہیں قتل کر دیا جائے تاکہ ان کا دین ہی ختم ہو جائے کسی نے کہا کہ جلاوطن کر دیا جائے ابوجہل نے رائے دی کہ مختلف قبائل کے لوگ جمع ہو کر بیک ساعت ان پر حملہ کر کے انہیں قتل

کر دیں تا کہ قریش خون بہانہ لے سکیں اسی رائے پر بات ٹھہر گئی، سب نے مل کر آنحضرت کے مکان کا محاصرہ کرلیا پروردگار کی ہدایت کے مطابق جو حضرت جبرئیل کے ذریعہ پہنچی آپ نے حضرت علی کو اپنے بستر پر لٹا دیا اور ایک مٹی دھول لے کر گھر سے باہر نکلے اور ان کی آنکھوں میں جھونکتے ہوئے اس طرح نکل گئے جیسے کفر سے ایمان نکل جائے علامہ شبلی لکھتے ہیں کہ یہ سخت خطرہ کا موقعہ تھا جناب امیر کو معلوم ہو چکا تھا کہ قریش آپ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں اور آج رسول اللہ کا بستر خواب گاہ قتل کی زمین ہے لیکن فاتح خیبر کے لیئے قتل گاہ فرش گل تھا (سیرۃ النبی و محسن اعظم ص ۱۶۵)۔

صبح ہوتے ہوتے دشمن دروازہ توڑ کر داخل خانہ ہوئے تو علی کو سوتا ہوا پایا پوچھا محمد کہاں ہیں؟ جواب دیا جہاں ہیں خدا کی امان ہیں طبری میں ہے کہ علی تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے اور سب گھر سے نکل بھاگے احیاء العلوم غزالی میں ہے کہ علی کی حفاظت کے لئے خدا نے جبرئیل اور میکائیل کو بھیج دیا تھا یہ دونوں ساری رات علی کی خواب گاہ کا پہرہ دیتے رہے حضرت علی کا فرمانا ہے کہ مجھے شب ہجرت جیسی نیند ساری عمر نہ آئی تھی۔ تفاسیر میں ہے کہ اس موقع کے لئے آیت " ومن الناس من یشری نفسہ مرضات اللہ" نازل ہوئی ہے الغرض آنحضرت کے روانہ ہوتے ہی حضرت ابوبکر نے ان کا پیچھا کیا آپ نے رات کے اندھیرے میں یہ سمجھ کر کوئی دشمن آ رہا ہے اپنے قدم تیز کر دیئے پاؤں میں ٹھوکر لگی خون جاری ہو گیا پھر آپ نے محسوس کیا کہ ابن ابی قحافہ آ رہے ہیں آپ کھڑے ہو گئے پاؤں صحیح بخاری ج ۱ حصہ ۳ ص ۶۹ میں ہے کہ رسول خدا نے ابوبکر بن ابی قحافہ سے یہ قیمت ناقہ خریدا۔

اورمدارج النبوت میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے دوسودرہم کی خریدی ہوئی اونٹنی آنحضرت کے ہاتھ نوسودرہم کی فروخت کی اس کے بعد یہ دونوں غارثور تک پہنچے یہ غارمدینہ کی طرف مکہ سے ایک گھنٹہ کی راہ پرڈھائی یا تین میل جنوب کی طرف واقع ہے اس پہاڑ کی چوٹی تقریباایک میل بلند ہے سمندروں وہاں سے دکھائی دیتا ہے(تلخیص سیرت النبی ص ۱۶۹ وزرقانی)۔

یہ حضرات غارمیں داخل ہوگئے خدانے ایسا کیا کہ غار کے منہ پر ببول کا درخت اگادیا مکڑی نے جالاتنا کبوتر نے انڈادیا،اورغارمیں داخلہ کا شبہ نہ رہا،جب دشمن اس غار پر پہنچے تو وہ یہی سب کچھ دیکھ کرواپس ہوگئے(عجائب القصص صفحہ ۲۵۷ میں ہے کہ اسی موقع پر حضرت نے کبوتر کوخانہ کعبہ پرآکر بسنے کی اجازت دی۔اس سے قبل دیگر پرندوں کی طرح کبوتر بھی اوپر سے گذرنہیں سکتا تھا۔

مختصر یہ کہ یکم ربیع الاول ۱۴ ء بعثت یوم پنجشنبہ بوقت شب قریش نے آنحضرت کے گھر کا محاصرہ کیا تھا صبح سے کچھ پہلے ۲ / ربیع الاول یوم جمعہ کوغارثورمیں پہنچے یوم یکشنبہ ۴ / ربیع الاول تک غارمیں رہے حضرت علی آپ لوگوں کے لئے رات میں کھانا پہنچاتے رہے اور یہ چاروں اشخاص معمولی راستہ چھوڑکر بحیرۂ قلزم کے کنارے مدینہ کی طرف روانہ ہوئے کفارمکہ نے انعام مقررکردیا تھا کہ جوشخص آپ کوزندہ پکڑکرلائے گا یا آپ کا سرکاٹ کرلائے گا توسواونٹ انعام میں دیئے جائیں گے اس پر سراقہ بن مالک آپ کی کھوج لگا تاہواغار تک پہنچا اسے دیکھ کرحضرت ابوبکررونے لگے۔توحضرت نے فرمایا روتے کیوں

ہو" خدا ہمارے ساتھ ہے" سراقہ قریب پہنچا ہی تھا کہ اس کا گھوڑا ابا بزانو زمین میں دھنس گیا اس وقت حضرت روانگی کے لیے برآمد ہو چکے تھے اس نے معافی مانگی حضرت نے معافی دیدی گھوڑا زمین سے نکل آیا وہ جان بچا کر بھاگا اور کافروں سے کہہ دیا کہ میں نے بہت تلاش کیا مگر محمد کا سراغ نہیں ملتا اب دو ہی صورتیں ہین ۔"یا زمین میں سما گئے یا آسمان پراڑ گئے ۔"

تحویل کعبہ

ماہ شعبان ۲ ہجری میں بیت المقدس کی طرف سے قبلہ کا رخ کعبہ کی طرف موڑ دیا گیا قبلہ چونکہ عالم نماز میں بدلا گیا اس لئے آنحضرت کا ساتھ حضرت علی کے علاوہ اور کسی نے نہیں دیا کیونکہ وہ آنحضرت کے ہر فعل وقول کو حکم خدا سمجھتے تھے اسی لیے آپ مقام فخر میں فرمایا کرتے تھے انا مصلی القبلتین میں ہی وہ ہوں جس نے ایک نماز بیک وقت دو قبلوں کی طرف پڑھی ۔

تبلیغی خطوط

حضرت کو ابھی صلح حدیبیہ کے ذریعہ سے سکون نصیب ہوا ہی تھا کہ آپ نے ۷ ہجری میں ایک مہر بنوائی جس پر" محمد رسول اللہ" کندہ کرایا اس کے بعد شاہان عالم کو خطوط لکھے ان دنوں عرب کے اردگرد چار بڑی سلطنتیں قائم تھیں : ۱ ۔حکومت ایران جس کا اثر وسط ایشیا سے عراق تک پھیلا ہوا تھا۔

۲۔حکومت روم جس میں ایشیائے کوچک، فلسطین،شام اور یورپ کے بعض حصے شامل تھے۔ ۳۔مصر۔ ۴۔حکومت حبش جو مصری حکومت کے جنوب سے لے کر بحیرۂ قلزم کے مغربی علاقوں پر تھا۔حضرت نے بادشاہ حبش نجاشی ،شاہ روم قیصر ہرقل، گورنرمصر جریح ابن مینا قبطی عرف مقوقش، بادشاہ ایران خسرو پرویز اور گورنر یمن باذان، والی دمشق حارث وغیرہ کے نام خطوط روانہ فرمائے۔

آپ کے خطوط کا مختلف بادشاہوں پر مختلف اثر ہوا، نجاشی نے اسلام قبول کرلیا،شاہ ایران نے آپ کا خط پڑھ کر غیظ وغضب کے تحت خط کے ٹکڑے اڑا دے قاصد کو نکال دیا ، اور گورنر یمن نے لکھا کہ مدینہ کے دیوانہ (آنحضرت) کو گرفتار کرکے میرے پاس بھیجدے اس نے دو سپاہی مدینہ بھیجے تا کہ حضور کو گرفتار کریں حضرت نے فرمایا، جاؤ تم کیا گرفتار کروگے تمہیں خبر بھی تمہارا بادشاہ انتقال کرگیا، سپاہی جو یمن پہنچے تو سنا کہ شاہ ایران داعی اجل کو لبیک کہہ چکا ہے آپ کی اس خبر دہی سے بہت سے کافر مسلمان ہوگئے۔قیصر روم نے آپ کے خط کی تعظیم کی گورنر مصر نے آپ کے قاصد کی بڑی مدارات کی اور بہت سے تحفوں سمیت اسے واپس کردیا۔ ان تحفوں میں ماریہ قبطیہ(زوجہ آنحضرت)اوران کی ہمشیرہ شیریں (زوجہ حسان بن ثابت) ایک دلدل نامی جانور برائے حضرت علی، یعفور نامی دراز گوش مابور نامی خواجہ سرا شامل تھے۔

اصحاب کا تاریخی اجتماع اور تبلیغ رسالت کی آخری منزل

حضرت علی کی خلافت کا اعلان

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ خلاق عالم نے انتخاب خلافت کو اپنے لیے مخصوص رکھا ہے اور اس میں لوگوں کا دسترس نہیں ہونے دیا۔ فرماتا ہے:

ربك يخلق ما يشاء و يختار ما كان لهم الخيرة سبحان الله تعالى عما يشركون۔
تمہارا رب ہی پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے (نبوت وخلافت) کے لیے منتخب کرتا ہے یادرہے کہ انسان کو نہ انتخاب کا کوئی حق ہے اور نہ وہ اس میں خدا کے شریک ہو سکتے ہیں (پ ۲۰ رکوع ۱۰) یہی وجہ ہے کہ اس نے اپنے تمام خلفاء آدم سے خاتم تک خود مقرر کئے ہیں اوران کا اعلان اپنے نبیوں کے ذریعہ سے کرایا ہے۔ (روضۃ الصفا، تاریخ کامل، تاریخ ابن الوری، عرائس ثعلبی وغیرہ) اور اس میں تمام انبیاء کے کردار کی موافقت کا اتنا لحاظ رکھا ہے کہ تاریخ اعلان تک میں فرق نہیں آنے دیا۔ علامہ مجلسی وعلامہ بہائی لکھتے ہیں کہ تمام انبیاء نے خلافت کا اعلان ۱۸ / ذی الحجہ کو کیا ہے (جامع عباسی واختیارات مجلسی) مورخین کا اتفاق ہے کہ آنحضرت صلعم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ۱۸ / ذی الحجہ کو بمقام غدیر خم حکم خدا سے حضرت علی کے جانشین ہونے کا اعلان فرمایا ہے۔

حجۃ الوداع

حضرت رسول کریم صلعم ۲۵ / ذی قعدہ ۱۰ ء ہجری کو حج آخر کے ارادہ سے روانہ ہوکر ۴ / ذی الحجہ کو مکہ معظّمہ پہنچے آپ کے ہمراہ آپ کی تمام بیبیاں اور حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا تھیں روانگی کے وقت ہزاروں صحابہ کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہوگئی حضرت علی یمن سے مکہ پہنچے حضور صلعم نے فرمایا کہ تم قربانی اور مناسک حج میں میرے شریک ہو۔اس حج کے موقع پر لوگوں نے اپنی آنکھوں سے آنحضرت صلعم کو مناسک حج ادا کرتے ہوئے دیکھا اور معرکتہ الاراء خطبے سنے جن میں بعض باتیں یہ تھیں۔

۱۔جاہلیت کے زمانہ کے دستور کچل ڈالنے کے قابل ہیں۔ ۲۔عربی کو عجمی اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں۔ ۳۔مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔ ۴۔غلاموں کا خیال ضروری ہے۔ ۵۔جاہلیت کے تمام خون معاف کردیئے گئے۔ ۶۔جاہلیت کے تمام واجب الاداسود باطل کردیئے گئے۔

غرضکہ حج سے فراغت کے بعد آپ مدینہ کے ارادہ سے ۱۴ / ذی الحجہ کو روانہ ہوئے ایک لاکھ چوبیس ہزار اصحاب آپ کے ہمراہ تھے جحفہ کے قریب مقام غدیر پر پہنچتے ہی آیہ بلغ کا نزول ہوا آپ نے پالان اشتر کا منبر بنایا اور بلا کو حکم دیا کہ "حی علی خیر العمل" کہہ کر آوازیں دیں مجمع سمٹ کر نقطہ اعتدال پر آ گیا آپ نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ فرمایا جس میں حمد و ثنا کے بعد اپنی افضلیت کا اقرار لیا اور فرمایا کہ میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک قرآن اور دوسرے میرے اہلبیت۔

اس کے بعد علی کو اپنے نزدیک بلا کر دونوں ہاتھوں سے اٹھایا اور اتنا بلند کیا کہ سفیدی زیر بغل

ظاہر ہوگئی پھر فرمایا "من کنت مولاہ فہذا علی مولاہ جس کا میں مولاہ ہوں اس کے یہ علی مولا ہیں خدایا علی جدھر مڑیں حق کو اسی طرف موڑ دینا پھر علی کے سر پر سیاہ عمامہ باندھا لوگوں نے مبارکبادیاں دینی شروع کیں سب آپ کی جانشینی سے مسرور ہوئے حضرت عمر نے بھی نمایاں الفاظ میں مبارکباد دی جبرئیل نے بھی بزبان قرآن اکمال دین اور اتمام نعمت کا مژدہ سنایا۔

سیرہ حلبیہ میں ہے کہ یہ جانشینی ۱۸ / ذی الحجہ کو واقع ہوئی ہے نورالابصار صفحہ ۷۸ میں ہے کہ ایک شخص حارث بن نعمان فہری نے حضرت کے عمل غدیر خم پر اعتراض کیا تو اسی وقت آسمان سے اس پر ایک پتھر گرا اور وہ مر گیا۔

واضح ہو کہ اس واقعہ غدیر کو امام المحدثین حافظ ابن عبدہ نے ایک سو صحابہ سے اس حدیث غدیر کی روایت کی ہے امام جزری وشافعی نے اسی صحابیوں سے امام احمد بن حنبل نے تیس صحابیوں سے اور طبری نے پچھتر صحابیوں سے روایت کی ہے علاوہ اس کے تمام اکابر اسلام مثلاً ذہبی صنعائی اور علی القاری وغیرہ اسے مشہور اور متواتر مانتے ہیں (منہج الوصول صدیق حسن ص ۱۳ تفسیر ثعلبی فتح البیان صدیق حسن جلد ا ص ۴۸)۔

واقعہ مباہلہ

نجران یمن میں ایک مقام ہے وہاں عیسائی رہتے تھے اور ہاں ایک بڑا کلیسا تھا آنحضرت صلعم نے انہیں بھی دعوت اسلام بھیجی، انھوں نے تحقیق حالات کے لئے ایک وفد زیر قیادت

عبدالمسیح عاقب مدینہ بھیجا وہ وفد مسجد نبوی کے صحن میں آ کر ٹھہرا حضرت سے مباحثہ ہوا مگر وہ قائل نہ ہوئے حکم خدا نازل ہوا "فقل تعالوا ندع ابناء نا" الخ اے پیغمبران سے کہدو کہ دونوں اپنے بیٹوں اپنی عورتوں اور اپنے نفسوں کو لاکر مباہلہ کریں۔ چنانچہ فیصلہ ہوگیا اور ۲۴/ ذی الحجہ ۱۰ کو پنجتن پاک جھوٹوں پر لعنت کرنے کے لئے نکلے نصاری کے سردار نے جونہی ان کی شکلیں دیکھیں کانپنے لگا اور مباہلہ سے باز آیا۔ خراج دینا منظور کیا جزیہ دے کر رعایا بننا قبول کرلیا (معراج العرفان ص ۱۳۵ تفسیر بیضاوی ص ۷۴)۔

سرور کائنات کے آخری لمحات زندگی

حجۃ الوداع سے واپسی کے بعد آپ کی وہ علالت جو بروایت مشکواۃ خیبر میں دئے ہوئے زہر کے کروٹ لینے سے ابھرا کرتی تھی مستمر ہوگئی آپ علیل رہنے لگے بیماری کی خبر کے عام ہوتے ہی جھوٹے مدعی نبوت پیدا ہونے لگے جن میں مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، طلیحہ، سجاح زیادہ نمایاں تھے لیکن خدا نے انہیں ذلیل کیا اسی دوران میں آپ کو اطلاع ملی کہ حکومت روم مسلمانوں کو تباہ کرنے کا منصوبہ تیار کررہی ہے آپ نے اس خطرہ کے پیش نظر کہ کہیں وہ حملہ نہ کردیں اسامہ بن زید کی سرکردگی میں ایک لشکر بھیجنے کا فیصلہ کیا اور حکم دیا کہ علی کے علاوہ اعیان مہاجر وانصار میں سے کوئی بھی مدینہ میں نہ رہے اور اس روانگی پر اتنا زور دیا کہ یہ تک فرمایا "لعن اللہ من تخلف عنہا" جو اس جنگ میں نہ جائے گا اس پر خدا کی لعنت ہوگی اس کے بعد آنحضرت نے اسامہ کو اپنے ہاتھوں سے تیار کر کے روانہ کیا انہوں نے تین میل کے فاصلہ

پر مقام جرف میں کیمپ لگایا اور اعیان صحابہ کا انتظار کرنے لگے لیکن وہ لوگ نہ آئے ۔ مدارج النبوت جلد ۲ ص ۴۸۸ و تاریخ کامل جلد ۲ ص ۱۲۰ و طبری جلد ۳ ص ۱۸۸ میں ہے کہ نہ جانے والوں میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر بھی تھے ۔ مدارج النبوت جلد ۲ ص ۴۹۴ میں ہے کہ آخر صفر میں جب کہ آپ کو شدید درد سر تھا آپ رات کے وقت اہل بقیع کے لئے دعا کی خاطر تشریف لے گئے حضرت عائشہ نے سمجھا کہ میری باری میں کسی اور بیوی کے وہاں چلے گئے ہیں ۔ اس پر وہ تلاش کے لیے نکلیں تو آپ کو بقیع میں محو دعا پایا ۔

اسی سلسہ میں آپ نے فرمایا کیا اچھا ہوتا اے عائشہ کہ تم مجھ سے پہلے مرجاتیں اور میں تمہاری اچھی طرح تجہیز و تکفین کرتا انہوں نے جواب دیا کہ آپ چاہتے ہیں میں مرجاؤں تو آپ دوسری شادی کرلیں ۔ اسی کتاب کے ص ۴۹۵ میں ہے کہ آنحضرت کی تیمارداری آپ کے اہل بیت کرتے تھے ۔

ایک روایت میں ہے کہ اہل بیت کو تیمارداری میں پیچھے رکھنے کی کوشش کی جاتی تھی ۔

واقعہ قرطاس

حجۃ الوداع سے واپسی پر بمقام غدیر خم اپنی جانشینی کا اعلان کر چکے تھے اب آخری وقت میں آپ نے یہ ضروری سمجھتے ہوئے کہ اسے دستاویزی شکل دیدوں اصحاب سے کہا کہ مجھے قلم و دوات اور کاغذ دیدو تا کہ میں تمہارے لیے ایک ایسا نوشتہ لکھ دوں جو تمہیں گمراہی سے ہمیشہ ہمیشہ بچانے کے لیے کافی ہو یہ سن کر اصحاب میں باہمی چہ می گوئیاں ہونے لگیں لوگوں کے

رجحانات قلم ودوات دے دینے کی طرف دیکھ کر حضرت عمر نے کہا "ان الرجل لیھجر حسبنا کتاب اللہ" یہ مرد ہذیان بک رہا ہے ہمارے لیے کتاب خدا کافی ہے صحیح بخاری پ ۳۰ ص ۸۴۲ علامہ شبلی لکھتے ہیں روایت میں ہجر کا لفظ ہے جس کے معنی ہذیان کے ہیں

حضرت عمر نے آنحضرت کے اس ارشاد کو ہذیان سے تعبیر کیا تھا (الفاروق ص ۶۱) لغت میں ہذیان کے معنی بیہودہ گفتن یعنی بکواس کے ہیں (صراح جلد ۲ ص ۱۲۳)

شمس العلماء مولوی نذیر احمد دہلوی لکھتے ہیں "جن کے دل میں تمنائے خلافت چٹکیاں لے رہی تھی انہوں نے تو دھینگا مستی سے منصوبہ ہی چٹکیوں میں اڑا دیا اور مزاحمت کی یہ تاویل کی کہ ہمارے ہدایت کے لیے قرآن بس کرتا ہے اور چونکہ اس وقت پیغمبر صاحب کے حواس برجانہیں ہیں۔

کاغذ، قلم ودوات کا لانا کچھ ضروری نہیں خدا جانے کیا کیا لکھوا دیں گے۔ (امہات الامۃ صفحہ ۹۲) اس واقعہ سے آنحضرت کو سخت صدمہ ہوا اور آپ نے جھنجلا کر فرمایا تو مواعنی میرے پاس سے ہٹ اٹھ کر چلے جاؤ نبی کے روبرو شوروغل انسانی ادب نہیں ہے علامہ طریحی لکھتے ہیں کہ خانہ کعبہ میں پانچ افراد نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، ابوعبیدہ، عبدالرحمن، سالم غلام حذیفہ نے متفقہ عہدو پیمان کیا تھا کہ "لانودہذہ الامر فی بنی ہاشم" پیغمبر کے بعد خلافت بنی ہاشم میں نہ جانے دیں گے (مجمع البحرین) میں کہتا ہوں کہ کون یقین کرسکتا ہے کہ جیش اسامہ میں رسول سے سرتابی کرنے والوں جس میں لعنت تک کی گئی ہے اور واقعہ قرطاس میں حکم کو بکواس

بتلانے والوں کو رسول خدا نے نماز کی امامت کا حکم دیدیا ہوگا میرے نزدیک امامت نماز کی حدیث ناقابل قبول ہے۔

وصیت اور احتضار

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آخری وقت آپ نے فرمایا میرے حبیب کو بلاؤ میں نے اپنے باپ ابوبکر پھر عمر کو بلایا انہوں نے پھر یہی فرمایا تو میں نے علی کو بلا بھیجا آپ نے علی کو چادر میں لے لیا اور آخر تک سینے سے لپٹائے رہے (ریاض النضرۃ ص ۱۸۰ مؤرخین لکھتے ہیں کہ جناب سیدہ اور حسنین کو طلب فرمایا اور حضرت علی کو بلا کر وصیت کی اکرہا جیش اسامہ کے لیے میں نے فلاں یہودی سے قرض لیا تھا اسے ادا کر دینا اور اے علی تمہیں میرے بعد سخت صدمات پہنچیں گے تم صبر کرنا اور دیکھو جب اہل دنیا دنیا پرستی کریں تو تم دین اختیار کئے رہنا (روضۃ الاحباب جلد ا ص ۵۵۹، مدارج النبوۃ جلد ۲ ص ۱۱۵، تاریخ بغداد ج ا ص ۲۱۹)۔

رسول کریم کی شہادت

حضرت علی علیہ السلام سے وصیت فرمانے کے بعد آپ کی حالت متغیر ہوگئی حضرت فاطمہ جن کے زانو پر سرمبارک رسالمآب تھا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ انتہائی پریشانی میں تھے کہ ناگاہ ایک شخص نے اذن حضوری چاہا میں نے داخلہ سے منع کر دیا، اور کہا اے شخص یہ وقت ملاقات

نہیں ہے اس وقت واپس چلا جا اس نے کہا میری واپسی ناممکن ہے مجھے اجازت دیجئے کہ میں حاضر ہوجاؤں آنحضرت کو جو قدرے افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا اے فاطمہ اجازت دے دو یہ ملک الموت ہیں فاطمہ نے اجازت دیدی اور وہ داخل خانہ ہوئے پیغمبر کی خدمت میں پہنچ کر عرض کی مولا یہ پہلا دروازہ ہے جس پر میں نے اجازت مانگی ہے اور اب آپ کے بعد کسی کے دروازے پر اجازت طلب نہ کروں گا (عجائب القصص علامہ عبدالواحد ص ۲۸۲ ،روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۲۱۶، انوار القلوب ص ۱۸۸)۔

الغرض ملک الموت نے اپنا کام شروع کیا اور حضور رسول کریم نے بتاریخ ۲۸ /صفر ۱۱ء ہجری یوم دوشنبہ بوقت دو پہر ظاہری خلعت حیات اتار دیا (مودۃ القربی ص ۴۹ م ۱۴ طبع بمبئی ۱۰ ۳۱ ہجری اہلبیت کرام میں رونے کا کہرام مچ گیا حضرت ابوبکر اس وقت اپنے گھر محلہ سخ گئے ہوئے تھے جو مدینہ سے ایک میل کے فاصلہ پر تھا حضرت عمر نے واقعہ وفات کو نشر ہونے سے روکا اور جب حضرت ابوبکر آ گئے تو دونوں سقیفہ بنی ساعدہ چلے گئے جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھا اور باطل پر مشوروں کے لیے بنایا گیا تھا (غیاث اللغات) اور انہیں کے ساتھ ابوعبیدہ بھی چلے گئے جو غسال تھے غرض کہ اکثر صحابہ رسول خدا کی لاش چھوڑ کر ہنگامہ خلافت میں جا شریک ہوئے اور حضرت علی نے غسل وکفن کا بندوبست کیا حضرت علی غسل دینے میں، فضل ابن عباس حضرت کا پیراہن اونچا کرنے میں، عباس اور قثم کروٹ بدلوانے میں اور اسامہ وشقران پانی ڈالنے میں مصروف ہوگئے اور انہیں چھ آدمیوں نے نماز جنازہ پڑھی اور اسی حجرہ میں آپ کے جسم اطہر کو دفن کر دیا گیا جہاں آپ

نے وفات پائی تھی ابوطلحہ نے قبر کھودی۔

حضرت ابوبکر وحضرت عمر آپ کے غسل وکفن اور نماز میں شریک نہ ہو سکے کیونکہ جب یہ حضرات سقیفہ سے واپس آئے تو آنحضرت کی لاش مطہر سپرد خاک کی جا چکی تھی (کنز العمال جلد ۳ ص ۱۴۰، ارجح المطالب ص ۶۷۰، المرتضی ص ۳۹، فتح الباری جلد ۶ ص ۴)۔

وفات کے وقت آپ کی عمر ۶۳ سال کی تھی (تاریخ ابوالفداء جلد ا ص ۱۵۲)۔

وفات اور شہادت کا اثر

سرور کائنات کی وفات کا اثر یوں تو تمام لوگوں پر ہوا، اصحاب بھی روئے اور حضرت عائشہ نے بھی ماتم کیا (مسند احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۲۷۴، تاریخ کامل جلد ۲ ص ۱۲۲، تاریخ طبری جلد ۳ ص ۱۹۷) لیکن جو صدمہ حضرت فاطمہ کو پہنچا اس میں وہ منفرد تھیں تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی وفات سے عالم علوی اور عالم سفلی بھی متاثر ہوئے اور ان میں جو چیزیں ہیں ان میں بھی اثرات ہویدا ہوئے علامہ زمخشری کا بیان ہے کہ ایک دن آنحضرت نے ام معبد کے وہاں قیام فرمایا آپ کے وضو کے پانی سے ایک درخت اگا، جو بہترین پھل لاتا رہا، ایک دن میں نے دیکھا کہ اس کے پتے جھڑ ہوئے ہیں اور میوے گرے ہوئے ہیں میں حیران ہوئی کہ ناگاہ خبر وفات سرور عالم پہنچی پھر تیس سال بعد دیکھا گیا کہ اس میں تمام کانٹے اگ آئے تھے بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت علی نے شہادت پائی پھر مدت مدید کے بعد اس کی جڑ سے خون تازہ ابلتا ہوا دیکھا گیا بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت امام حسین نے شہادت پائی

ہے اس کے بعد وہ خشک ہو گیا (عجائب القصص ص ۲۵۹ بحوالہ ربیع الابرار زمخشری)۔

آنحضرت کی شہادت کا سبب

یہ ظاہر ہے کہ حضرات چہاردہ معصومین علیہم السلام میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو درجہ شہادت پر فائز نہ ہوا ہو۔ حضرت رسول کریم سے لے کر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام تک سب ہی شہید ہوئے ہیں کوئی زہر سے شہید ہوا، کوئی تلوار سے شہید ہوا ان میں ایک خاتون تھیں حضرت فاطمہ بنت رسول اللہ وہ ضرب شدید سے شہید ہوئیں ان چودہ معصوموں میں تقریبا تمام کی شہادت کا سبب واضح ہے لیکن حضرت محمد مصطفی صلعم کی شہادت کے سبب سے اکثر حضرات ناواقف ہیں اس پر روشنی ڈالتا ہوں۔

حجۃ الاسلام امام ابوحامد محمد الغزالی کی کتاب سر العالمین کے ص ۷ طبع بمبئی ۱۳۱۴ ھ اور کتاب مشکواۃ شریف کے باب ۳ ص ۵۸ سے واضح ہے کہ آپ کی شہادت زہر کے ذریعہ ہوئی ہے اور بخاری شریف کی ج ۳ طبع مصر ۱۳۱۴ ء کے باب اللدو ص ۷ ۱۲ کتاب الطب سے مستفاد اور مستنبط ہوتا ہے کہ" آنحضرت کو دوا میں ملا کر زہر دیا گیا تھا۔

میرے نزدیک رسول کریم کے بستر علالت پر ہونے کے وقت کے واقعات وحالات کے پیش نظر دوا میں زہر ملا کر دیا جانا متوقع نہیں ہے علامہ محسن فیض "کتاب الوافی" کی جلد ا کے ۱۶۶ میں بحوالہ تہذیب الاحکام تحریر فرماتے ہیں کہ حضور مدینہ می ں زہر سے شہید ہوئے ہیں ۔الخ۔

مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خیبر میں میں زہر خورانی کی تشہیر اخفائے جرم کے لیے کی گئی ہے۔

ازواج

چند کنیزوں کے علاوہ جنہیں ماریہ اور ریحانہ بھی شامل تھیں آپ کے گیارہ بیویاں تھیں جن میں سے حضرت خدیجۃ اور زینب بنت خزیمہ نے آپ کی زندگی میں وفات پائی تھی اور نو بیویوں نے آپ کی وفات کے بعد انتقال فرمایا آنحضرت کی بیویوں کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔خدیجۃ الکبری ۲۔سودہ ۳۔عائشہ ۴۔حفصہ ۵۔زینب بنت خزیمہ ۶۔ام سلمہ ۷۔زینب بنت جحش ۸۔جزیریہ بنت حارث ۹۔ام حبیبہ ۱۰۔صفیہ ۱۱۔میمونہ

اولاد

آپ کے تین بیٹے تھے اور ایک بیٹی تھی جناب ابراہیم کے علاوہ جو ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے سب بچے حضرت خدیجۃ کے بطن سے تھے حضور کی اولاد کے نام حسب ذیل ہیں:

۱۔حضرت قاسم طیب: آپ بعثت سے قبل مکہ میں پیدا ہوئے اور دو سال کی عمر میں وفات پا گئے۔

۲۔جناب عبداللہ: جو طاہر کے نام سے مشہور تھے بعثت سے قبل مکہ میں پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔

۳۔جناب ابراہیم: ۸ ہجری میں پیدا ہوئے اور ۱۰ ہجری میں انتقال کر گئے۔
۴۔حضرت فاطمۃ الزہرا: آپ پیغمبر اسلام کی اکلوتی بیٹی تھیں آپ کے شوہر حضرت علی اور بیٹے حضرت امام حسن اور امام حسین تھے آں جناب کی نسل سے گیارہ امام پیدا ہوئے اور ان ہی کے ذریعہ سے رسول خدا کی نسل بڑھی اور آپ کی اولاد کا سیادت کا شرف نصیب ہوا اور وہ قیامت تک "سید" کہی جائے گی۔
حضرت رسول کریم ارشاد فرماتے ہیں کہ قیامت میں میرے سلسہ نسب کے علاوہ سارے سلسلے ٹوٹ جائیں گے اور کسی کا رشتہ کسی کے کام نہ آئے گا (صواعق محرقہ ص ۹۳)
علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ تمام انبیاء کی اولاد ہمیشہ قابل تعظیم سمجھی جاتی رہی ہے، ہمارے نبی اس سلسلہ میں سب سے زیادہ حق دار ہیں (روضۃ الشہداء ص ۴۰۴) امام المسلمین علامہ جلال الدین فرماتے ہیں کہ حضرات حسنین کی اولاد کے لیے سیادت مخصوص ہے مرد ہو یا عورت جو بھی ان کی نسل سے ہے وہ قیامت تک "سید" رہے گا "ویحبب علی اجمع الخلق تعظیمھم ابدا" اور ساری کائنات پر واجب ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ ان کی تعظیم کرتی رہے (لوامع التنزیل ج ۳ ص ۴، ۳، اسعاف الراغبین بر حاشیہ نوالابصار شبلنجی ص ۱۱۴ طبع مصر)۔

حضرت علی علیہ السّلام

نام

پیغمبر اسلام (ص) نے آپ کا نام اللہ کے نام پر علی رکھا۔ حضرت ابو طالب و فاطمہ بنت اسد نے پیغمبر اسلام (ص) سے عرض کیا کہ ہم نے ہاتف غیبی سے یہی نام سنا تھا۔

القاب

آپ کے مشہور القاب امیر المومنین، مرتضی، اسد اللہ، ید اللہ، نفس اللہ، حیدر، کرار، نفس رسول اور ساقی کوثر ہیں۔

کنیت

حضرت علی علیہ السّلام کی مشہور کنیت ابو الحسن و ابو تراب ہین۔

والدین

حضرت علی (ع) ھاشمی خاندان کے وہ پھلے فرزند ھیں جن کے والد اور والدہ دونوں ھاشمی

ھیں ۔آپ کے والد ابو طالب بن عبد المطلب بن ھاشم ھیں اور ماں فاطمہ بنت اسد بن ھاشم ھیں ۔

ھاشمی خاندان قبیلہ قریش میں اور قریش تمام عربوں میں اخلاقی فضائل کے لحاظ سے مشھور و معروف تھے۔

جواں مردی ، دلیری ،شجاعت اور بھت سے فضائل بنی ھاشم سے مخصوص تھے اور یہ تمام فضائل حضرت علی (ع) کی ذات مبارک میں بدرجہ اتم موجود تھے۔

ولادت

جت حضرت علی (ع) کی ولادت کا وقت قریب آیا تو فاطمہ بنت اسد کعبہ کے پاس ائیں اور آپنے جسم کو اس کی دیوار سے مس کر کے عرض کیا:

پروردگارا! میں تجھ پر، تیرے نبیوں پر، تیری طرف سے نازل شدہ کتابوں پر اور اس مکان کی تعمیر کرنے والے، آپنے جد ابراھیم (ع) کے کلام پر راسخ ایمان رکھتی ھوں۔

پروردگارا! تجھے اس ذات کے احترام کا واسطہ جس نے اس مکان مقدس کی تعمیر کی اور اس بچہ کے حق کا واسطہ جو میرے شکم میں موجود ھے، اس کی ولادت کو میرے لئے آسان فرما۔

ابھی ایک لمحہ بھی نھیں گزرا تھا کہ کعبہ کی جنوبی مشرقی دیوار، عباس بن عبد المطلب اور یزید بن تعف کی نظروں کے سامنے شگافتہ ھوئی، فاطمہ بنت اسد کعبہ میں داخل ھوئیں اور دیوار دوبارہ مل گئی ۔ فاطمہ بنت اسد تین دن تک روئے زمین کے اس سب سے مقدس مکان میں اللہ کی

مھمان رھیں اور تیرہ رجب سن ۳۰ / عام الفیل کو بچہ کی ولادت ھوئی۔ ولادت کے بعد جب فاطمہ بنت اسد نے کعبہ سے باھر آنا چاھا تو دیوار دو بارہ شگافتہ ھوئی، آپ کعبہ سے باھر تشریف لائیں اور فرمایا: "میں نے غیب سے یہ پیغام سنا ھے کہ اس بچے کا "نام علی" رکھنا"۔

بچپن اور تربیت

حضرت علی (ع) تین سال کی عمر تک آپنے والدین کے پاس رہے اور اس کے بعد پیغمبر اسلام (ص) کے پاس آ گئے۔ کیون کہ جب آپ تین سال کے تھے اس وقت مکہ میں بھت سخت قحط پڑا۔ جس کی وجہ سے رسول اللہ (ص) کے چچا ابو طالب کو اقتصادی مشکل کا بہت سخت سامنا کرنا پڑا۔ رسول اللہ (ص) نے آپنے دوسرے چچا عباس سے مشورہ کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ ھم میں سے ھر ایک، ابو طالب کے ایک ایک بچے کی کفالت آپنے ذمہ لے لے تا کہ ان کی مشکل آسان ھو جائے۔ اس طرح عباس نے جعفر اور رسول اللہ (ص) نے علی (ع) کی کفالت آپنے ذمہ لے لی۔

حضرت علی (ع) پوری طرح سے پیغمبر اکرم (ص) کی کفالت میں آ گئے اور حضرت علی علیہ السّلام کی پرورش براہِ راست حضرت محمد مصطفٰے کے زیر نظر ہونے لگی۔ آپ نے انتہائی محبت اور توجہ سے آپنا پورا وقت، اس چھوٹے بھائی کی علمی اور اخلاقی تربیت میں صرف کیا۔ کچھ تو حضرت علی (ع) کے ذاتی جوہر اور پھر اس پر رسول جیسے بلند مرتبہ مربّی کا فیض تربیت، چنانچہ علی علیہ السّلام دس برس کے سن میں ہی اتنی بلندی پر پہنچ گئے کہ جب پیغمبر اسلام (ص) نے

رسالت کا دعوی کیا،تو آپ نے ان کی تصدیق فرمائ۔آپ ھمیشہ رسول اللہ (ص) کے ساتھ رھتے تھے، یہاں تک کہ جب پیغمبر اکرم (ص) شھر سے باھر،کوہ و بیابان کی طرف جاتے تھےتو آپ کوآپنے ساتھ لے جاتے تھے۔

پیغمبر اکرم (ص) کی بعثت اور حضرت علی (ع)

جب حضرت محمد مصطفٰے (ص) چالیس سال کے ہوئے تو اللہ نے انہیں عملی طور پر آپنا پیغام پہنچانے کے لئۓ معین فرمایا۔اللہ کی طرف سے پیغمبر (ص) کو جو یہ ذمہ داری سونپی گئ،اسی کو بعثت کہتے ہیں.

حضرت محمد (ص) پر وحی الٰھی کے نزول و پیغمبری کے لئۓ انتخاب کے بعد کی تین سال کی مخفیانہ دعوت کے بعد بالاخر خدا کی طرف سے وحی نازل ھوئ اور رسول اللہ (ص) کو عمومی طور پر دعوت اسلام کا حکم دیا گیا۔

اس دوران پیغمبر اکرم (ص) کی الٰھی دعوت کے منصوبوں کو عملی جامہ پھنانے والے تنھا حضرت علی (ع) تھے۔جب رسول اللہ (ص) نے اپنے اعزاء واقرباء کے درمیان اسلام کی تبلیغ کے لئۓ انہیں دعوت دی تو آپ کے ھمدرد وھمدم،تنھا حضرت علی (ع) تھے۔

اس دعوت میں پیغمبر خدا (ص) نے حاضرین سے سوال کیا کہ آپ میں سے کون ہے جو اس راہ میں میری مدد کرے اور آپ کے درمیان میرا بھائی،وصی اور جانشین ھو؟

اس سوال کا جواب فقط حضرت علی (ع) نے دیا:"اے پیغمبر خدا! میں اس راہ میں آپ کی

نصرت کروں گا۔پیغمبر اکرم (ص) نے تین مرتبہ اسی سوال کی تکرار اور تینوں مرتبہ حضرت علی (ع) کا جواب سننے کے بعد فرمایا:

اے میرے خاندان والوں ! جان لو کہ علی میرا بھائی اور میرے بعد تمھارے درمیان میرا وصی وجانشین ھے۔

علی (ع) کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ھے کہ آپ (ع) رسول اللہ (ص) پر ایمان لانے والے سب سے پھلے شخص ھیں۔اس سلسلے میں ابن ابی الحدید لکھتے ھیں:

"بزرگ علماء اور گروہ معتزلہ کے متکلمین کے درمیان اس میں کوئی اختلاف نھیں ھے کہ علی بن ابی طالب (ع) وہ پھلے شخص ھیں جو پیغمبر اسلام پر ایمان لائے اور پیغمبر خدا (ص) کیتصدیق کی"۔

رسول اسلام کی بعثت، زمانہ ,ماحول※ شہراور آپنی قوم وخاندان کے خلاف ایک ایسی مہم تھی ، جس میں رسول کا ساتھ دینے والا کوئی نظر نہ ی اتا تھا۔بس ایک علی علیہ السّلام تھے کہ جب پیغمبر نے رسالت کا دعویٰ کیا تو انہوں نے سب سے پہلے ان کی تصدیق کی اور ان پر ایمان کا اقرار کیا. دوسری ذات جناب خدیج ۃ ال کبریٰ کی تھی، جنھوں نے خواتین کے طبقہ میں سبقتِ اسلام ک اشرف حاصل کیا۔

پیغمبر کا دعوائے رسالت کرنا تھا کہ مکہ کا ہر آدمی رسول کا دشمن نظر انے لگا. وہی لوگ جو کل تک آپ کی سچائی اور امانتداری کا دم بھرتے تھے اج آپ کو (معاذ اللہ (یوانہ، جادوگر اور نہ جانے کیا کیا کہنے لگے۔ اللہ کے رسول کے راستوں میں کانٹے بچھائے جاتے، انہیں پتھر

مارے جاتے اوران کے سر پر کوڑا کرکٹ پھینکا جا تا تھا.اس مصیبت کے وقت میں رسول ک
ے شریک صرفاورصرف حضرت علی علیہ السّلام تھے، جو بھائی کا ساتھ دینے میں کبھی بھی
ہمت نہیں ہارتے تھے۔ وہ ہمیشہ محبت ووفاداری کا دم بھرتے رہےاور ہرموقع پررسول کے
سینہ سپر رہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت بھی ایا جب مخالف گروہ نے انتہائی سختی کے ساتھ یہ طے
کرلیا کہ پیغمبراوران کے تمام گھر والوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔ حالات اتنے خراب تھے کہ
جانوں کے لالے پڑ گئے تھے .حضرت ابو طالب علیہ السّلام نے آپنے تمام ساتھیوں کو
حضرت محمد مصطفٰے سمیت ایک پہاڑ کے دامن میں محفوظ قلعہ میں بند کر دیا۔ وہان پر تین برس
تک قید و بند کی زندگی بسر کرنی پڑی.کیون کہ اس دوران ہر رات یہ خطرہ رہتا تھا کہ کہیں دشمن
شب خون نہ ماردے.اس لئے ابوطالب علیہ السّلام نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ وہ رات بھر
رسول کو ایک بستر پر نہیں رہنے دیتے تھے، بلکہ ک بھی رسول کے بستر پر جعفر کو اور جعفر کے
بستر پر رسول کو ک بھی عقیل کے بستر پر رسول کو اور رسول کے بستر پر عقیل کو ک بھی علی کے بستر
پر رسول کو اور رسول کے بستر پر علی علیہ السّلام کو لٹاتے رہتے تھے.مطلب یہ تھا کہ اگر دشمن
رسول کے بستر کا پتہ لگا کر حملہ کرنا چاہے تو میرا کوئ بیٹا قتل ہوجائے مگر رسول کا بال بیکا نہ
ہونے پائے.اس طرح علی علیہ السّلام بچپن سے ہی فدا کاری اور جان نثاری کے سبق کو عملی
طور پر دہراتے رہے.

رسول کی ہجرت اور حضرت علی (ع)

حضرت علی (ع) کے دیگر افتخارات میں سے ایک یہ ھے کہ جب شب ھجرت مشرک دشمنوں نے رسول اللہ (ص) کے قتل کی سازش رچی تو آپ (ع) نے پوری شجاعت کے ساتھ رسول اللہ (ص) کے بستر پر سو کر انکی سازش کو نا کام کر دیا۔

حضرت ابو طالب علیہ السّلام کی وفات سے پیغمبر کا دل ٹوٹ گیا اور آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کر لیا۔ دشمنوں نے یہ سازش رچی کہ ایک رات جمع ہو کر پیغمبر کے گھر کو گھیر لیں اور حضرت کو شہید کر ڈالیں۔ جب حضرت کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اپنے جاں نثار بھائی علی علیہ السّلام کو بلا کر اس سازش کے بارے میں اطلاع دی اور فرمایا کہ میری جان اس طرح بچ سکتی ہے اگر آج رات آپ میرے بستر پر میری چادر اوڑھ کر سو جاؤ اور میں مخفی طور پر مکہ سے روانہ ہو جاؤں. کوئی دوسرا ہوتا تو یہ پیغام سنتے ہی اس کا دل دہل جاتا، مگر علی علیہ السّلام نے یہ سن کر کہ میرے ذریعہ سے رسول کی جان کی حفاظت ہوگی، خدا کا شکر ادا کیا اور بہت خوش ہوئے کہ مجھے رسول کا فدیہ قرار دیا جا رہا ہے۔ یہی ہوا کہ رسالت ماب شب کے وقت مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے اور علی بن ابی طالب علیہ ماالسّلام رسول کے بستر پر سوئے۔ چاروں طرف خون کے پیاسے دشمن تلواریں کھینچے نیزے لئے ہوئے مکان کو گھیرے ہوئے تھے. بس اس بات کی دیر تھی کہ ذرا صبح ہو اور سب کے سب گھر میں داخل ہو کر رسالت مآب کو شہید کر ڈالیں. علی علیہ السّلام اطمینان کے ساتھ بستر پر ارام کرتے رہے اور اپنی جان کا ذرا بھی خیال نہ کیا۔ جب دشمنوں کو صبح کے وقت یہ معلوم ہوا کہ محمد نہیں

ہیں تو انھوں نے آپ پر یہ دباؤ ڈالا کہ آپ بتلا دیں کہ رسول کہاں گئے ہیں مگر علی علیہ السّلام نے بڑے بہادرانہ انداز میں یہ بتانے سے قطعیطور پر انکار کر دیا. اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رسول اللہ (ص) مکہ سے کافی دور تک بغیر کسی پریشانی اور رکاوٹ کے تشریف لے جاسکیں. علی علیہ السّلام تین روز تک مکہ میں رہے. جن لوگوں کی امانتیں رسول اللہ کے پاس تھیں ان کے سپرد کر کے خواتین بیتِ رسالت کو آپنے ساتھ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے. آپ کئ روز تک رات دن پیدل چلے کر اس حالت میں رسول کے پاس پہنچے کہ آپ کے پیروں سے خون بہ رہا تھا. اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ علی علیہ السّلام پر رسول کو سب سے زیادہ اعتماد تھا اور جس وفاداری, ہمت اور دلیری سے علی علیہ السّلام نے اس ذمہ داری کو پورا کیا ہے وہ بھی آپنی آپ میں ایک مثال ہے۔

شادی

جب رسول اکرم (ص) ہجرت کر کے مدینے گئے تو فاطمہ زہرا السّلام اللہ علیہا بالغ ہو چکی تھیں اور پیغمبر (ص) اپنی اکلوتی بیٹی فاطمہ زہرا السّلام اللہ علیہا ک ی شادی کی فکر میں تھے. کیوں کہ رسول (ص) اپنی بیٹی س ے بہت محبت کرتے تھے اور انہیں اتنی عزت دیتے تھے کہ جب فاطمہ زہرا السّلام اللہ علیہا ان کے پاس تشریف لاتی تھیں تو رسولا للہ (ص) ان کی تعظیم کے ل ئے کھڑے ہو جاتے تھے. اس لئے ہر شخص رسول کی اس معزز بیٹی کے ساتھ منسوب ہونے کا شرف حاصل کرنے کی تمنا میں تھا. کچھ لوگوں نے ہمت کر کے سول کو پیغام

بھی دیا مگر حضرت نے سب کی خواہشوں کو رد کر دیا اور فرمایا کہ فاطمہ کی شادی اللہ کے حکمِ بغیر نہیں ہوسکتی۔

عمر وابوبکر قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ سے مشورہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پھونچ چکے تھے کہ علی (ع) کے سوا کوئی بھی زھرا (س) کے ساتھ ازدواج کی لیاقت نھیں رکھتا۔ ایک دن جب حضرت علی (ع) انصار رسول (ص) میں سے کسی کے باغ میں آبیاری کر رھے تھے تو انھوں نے اس موضوع کو آپ (ع) کے سامنے چھیڑا اور آپ نے فرمایا:

"میں بھی دختر رسول (ص) سے شادی کا خواھاں ھوں، یہ کہہ کر آپ رسول اللہ (ص) کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب رسول اللہ (ص) کی خدمت میں پھونچے تو رسول اللہ (ص) کی عظمت اس بات میں مانع ھوئی کہ آپ (ع) کچھ عرض کریں۔ جب رسول اللہ (ص) نے آنے کی وجہ دریافت کی تو حضرت علی (ع) نے اپنے فضائل، تقویٰ اور اسلام کے لئے آپنے سابقہ کارناموں کی بنیاد پر عرض کیا: "آیا آپ فاطمہ کو میرے عقد میں دینا بہتر سمجھتے ہیں؟"

حضرت زھرا (س) کی رضامندی کے بعد رسول اللہ (ص) نے یہ رشتہ قبول کرلیا۔

ہجرت کا پہلا سال تھا کہ رسول نے علی علیہ السّلام کو اس عزت کے لئے منتخب کیا. یہ شادی نہایت سادگی کے ساتھ انجام دی گئ. حضرت فاطمہ (س) کا مہر حضرت علی علیہ السّلام سے لے کر اسی سے کُچھ گھر کا سامان خریدا گیا جسے جہیز طور پر دیا گیا۔ وہ سامان بھی کیا تھا؟ کچھ مٹی کے برتن، خرمے کی چھال کے تکیے، چمڑے کا بستر، چرخہ، چکی اور پانی بھرنے کی مشک.

حضرت زہرا (س) کا مہر ایک سوسترہ تولے چاندی قرار پایا، جسے حضرت علی علیہ السّلام نے آپنی زرہ فروخت کرکے ادا کیا۔

کتابت وحی

وحی الٰھی کی کتابت اور بھت سے تاریخی و سیاسی اسناد کی تنظیم اور دعوت الٰھی کے تبلیغی خطوط لکھنا،حضرت علی (ع) کے بھت اھم کاموں میں سے ایک ھے۔آپ (ع) قرآنی آیات کو لکھتے اور منظم وکرتے تھے اسی لئے آپ کو کاتبان وحی اور حافظان قرآن میں شمار کیا جاتا ھے۔

حضرت علیه ااسلام، پیغمبر اسلام (ص) کے بھای

پیغمبر اسلام (ص) نے مدینے پھنچ کر مسلمانوں کے درمیان بھائی کا رشتہ قائم کیا۔عمر کو ابوبکر کا بھائی بنا بنایا طلہ کو زبیر کا بھائی قرار دیا و۔۔۔۔۔اور حضرت علی (ع) کو رسول اللہ (ص) نے اپنا بھائی بنایا اور حضرت علی (ع) سے فرمایا:

”تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ھو،اس خدا کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔۔۔میں تمھیں آپنی اخوت کے لئے انتخاب کرتا ھوں ، ایک ایسی اخوت جو دونوں جھان میں برقرار رھے“۔

حضرت علی علیہ السلام اور اسلامی جہاد

اسلام کے دشمنوں نے پیغمبر اسال (ص) کو مدینہ میں چین سے نہ بیٹھنے دیا. جو مسلمان مکہ میں تھے انھیں طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں کچھ کو قتل کر دیا گیا، کچھ کو قیدی بنالیا گیا اور کچھ کو مارا پیٹا گیا. یہی نہیں بلکہ انہوں نے اسلحہ اور فوج جمع کر کے خود رسول کے خلاف مدینہ پر چڑھائی کر دی۔ اس موقع پر رسول اللہ (ص) کا اخلاقی فرض تھا کہ وہ مدینہ والوں کے گھروں کی حفاظت کریں، کیوں کہ انھوں نے آپ کو پریشانی کے عالم میں پناہ دی تھی اور آپ کی نصرت و مداد کا وعدہ کیا تھا، لہذا آپ نے یہ کسی طرح پسند نہ کیا کہ آپ شہر کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کریں اور دشمن کو مدینہ کی پر امن ابادی میں داخل ہونے اور عورتوں اور بچوں کو پریشان کرنے کا موقع دیں. آپ کے ساتھیوں تعداد بہت کم تھی۔ آپ کے پاس کل تین سو تیرہ آدمی تھے اور سب کے پاس ہتھیار بھی نہیں تھے، مگر آپ نے یہ طے کیا کہ ہم مدینے سے باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ کریں گے۔ چنانچہ یہ اسلام کی پہلی جنگ ہوئی جو آگے چل کر جنگِ بدر کے نام سے مشہور ہوئ. اس جنگ میں رسول اللہ (ص) نے آپنے عزیزوں کو زیادہ آگے رکھا، جس کی وجہ سے آپ کے چچا زاد بھائی عبید ابن حارث ابن عبدالمطلب اس جنگ میں شہید ہو گئے. علی علیہ السّلام ابن ابی طالب کو جنگ کا یہ پہلا تجربہ تھا۔ اس وقت ان کی عمر صرف ۲۵ برس تھی مگر جنگ کی فتح کا سہرا علی علیہ السّلام کے سر ہی بندھا۔ جتنے مشرکین قتل ہوئے ان میں سے ادھے حضرت علی علیہ السّلام کے ہاتھ سے اور ادھے، باقی مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ اس کے بعد، اُحد، خندق، خیبر اور اخر میں حنین یہ وہ بڑی جنگیں تھیں جن میں

حضرت علی علیہ السّلام نے رسول کے ساتھ رہ کر اپنی بہادری کے جوہر دکھائے۔تقریباً ان تمام جنگوں میں علی علیہ السّلام کو علمداری کا عہدہ بھی حاصل رہا.اس کے علاوہ بہت سی جنگیں ایسی تھیں جن میں رسول نے حضرت علی علیہ السّلام کو تنہا بھیجا اورانھوں نے اکیلے ہی بہادری اورثابت قدمی کے ساتھ فتح حاصل کی اوراستقلال، تحمّل اور شرافت نفس کا وہ مظاہرہ کیا کہ اس کا اقرار خود ان کے دشمن کو بھی کرنا پڑا۔جب خندق کی جنگ میں دشمن کے سب سے بڑے سورما عمرو بن عبدود کو آپ نے مغلوب کرلیا اوراس کا سر کاٹنے کے لیے اس کے سینے پر سوار ہوئے تو اس نے آپ کے چہرے پر لعب دہن پھینک دیا۔آپ کو غصہ آگیا اور آپ اس کے سینے سے اتر آئے .صرف اس خیال سے کہ اگر اس غصّے کی حالت میں اس کو قتل کیا تو یہ عمل خواہش نفس کے مطابق ہوگا،خدا کی راہ میں نہ ہوگا۔اسی لئے آپ نے اس کو کچھ دیر کے بعد قتل کیا۔اس زمانے میں دشمن کو ذلیل کرنے کے لیے اس کی لاش کو برہنہ کردیتے تھے،مگر حضرت علی علیہ السّلام نے اس کی زرہ نہیں اُتاری جبکہ وہ بہت قیمتی تھی. چنانچہ جب عمرو کی بہن آپنے بھائی کی لاش پر ائی تو اس نے کہا کہا گر علی کے علاوہ کسی اور نے میرے بھائی کو قتل کیا ہوتا تو میں عمر بھر روتی،مگر مجھے یہ دیکھ کر صبر اگیا کہ اس کا قاتل شریف انسان ہے جس نے آپنے دشمن کی لاش کی توہین گوارا نہیں کی۔آپ نے کبھی دشمن کی عورتوں یا بچّوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا اور نہ کبھی مالِ غنیمت کی طرف رخ کیا.

غدیر خم

پیغمبر اکرم (ص) آپنی پر برکت زندگی کے آخری سال میں حج کا فریضہ انجام دینے کے بعد مکہ سے مدینے کی طرف پلٹ رہے تھے، جس وقت آپ کا قافلہ جحفہ کے نزدیک غدیر خم نامی مقام پر پہنچا تو جبرئیل امین یہ آیہ بلغ لیکر نازل ہوئے، پیغمبر اسلام (ص) نے قافلے کو ٹھرنے کا حکم دیا۔

نماز ظھر کے بعد پیغمبر اکرم (ص) اونٹوں کے کجاوں سے بنے منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا:

"ایھا الناس! وہ وقت قریب ھے کہ میں دعوت حق پر لبیک کہتے ھوئے تمھارے درمیان سے چلا جاؤں، لہذا بتاو کہ میرے بارے میں تمہاری کیا رای ہے؟"

سب نے کہا: "ھم گواھی دیتے ھیں آپ نے الٰھی آئین وقوانین کی بہترین طریقے سے تبلیغ کی ھے" رسول اللہ (ص) نے فرمایا "کیا تم گواھی دیتے ہو کہ خدائے واحد کے علاوہ کوئی دوسرا خدا نھیں ھے اور محمد خدا کا بندہ اور اس کا رسول ھے"۔

پھر فرمایا: "ایھا الناس! مومنوں کے نزدیک خود ان سے بھتر اور سزاوار تر کون ھے؟"۔

لوگوں نے جواب دیا: "خدا اور اس کا رسول بھتر جانتے ھیں"۔

پھر رسول اللہ (ص) نے حضرت علی (ع) کے ھاتھ کو پکڑ کر بلند کیا اور فرمایا

: "ایھا الناس! من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ۔ جس جس کا میں مولا ہوں اس اس کے یہ علی مولا ہیں"۔

رسول اللہ (ص) نے اس جملے کی تین مرتبہ تکرار کی۔

اس کے بعد لوگوں نے حضرت علی (ع) کو اس منصب ولایت کے لئے مبارک باد دی اور آپ (ع) کے ھاتھوں پر بیعت کی۔

حضرت علی علیہ السلام، پیغمبر اسلام (ص) کی نظر میں

علی علیہ السّلام کے امتیازی صفات اور خدمات کی بنا پر رسول ان کی بہت عزت کرتے تھے او آپنے قول اور فعل سے ان کی خوبیوں کو ظاہر کرتے رہتے تھے کبھی یہ کہتے تھے کہ « علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں». کبھی یہ کہا کہ « میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے. کبھی یہ کہا « آپ سب میں بہترین فیصلہ کرنے والا علی ہے. کبھی یہ کہا« علی کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ علیہ السّلام سے تھی. کبھی یہ کہا« علی مجھ سے وہ تعلق رکھتے ہیں جو روح کو جسم سے یا سر کو بدن سے ہوتا ہےXXX

کبھی یہ کہ « وہ خدا اور رسول کے سب سے زیادہ محبوب ہیں XX یہاں تک کہ مباہلہ کے واقعہ میں علی علیہ السّلام کو نفسِ رسول کا خطاب ملا. عملی اعزاز یہ تھا کہ جب مسجد کے صحن میں کھلنے والے، سب کے دروازے بند ہوئے تو علی کا دروازہ کھلا رکھا گیا. جب مہاجرین وانصار میں بھائی کا رشتہ قائم کیا گیا تو علی علیہ السّلام کو پیغمبر نے آپنا بھائی قرار دیا۔ اور سب سے اخر میں غدیر خم کے میدان میں مسلمانوں کے مجمع میں علی علیہ السّلام کو اپنے ہاتھوں پر بلند کر کے یہ اعلان فرما دیا کہ جس طرح میں تم سب کا حاکم اور سر پرست ہوں اسی طرح علی علیہ

السّلام،تم سب کے سر پرست اور حاکم ہیں۔ یہ اتنا بڑا اعزاز ہے کہ تمام مسلمانوں نے علی علیہ السّلام کو مبارک باد دی اور سب نے سمجھ لیا کہ پیغمبر نے علی علیہ السّلام کی ولی عہدی اور جانشینی کا اعلان کر دیا ہے۔

رسول اللہ (ص) کی وفات اور حضرت علی علیہ السلام

ہجرت کا دسواں سال تھا کہ پیغمبر خدا (ص) ایک ایسے مرض میں مبتلا ہوئے، جو ان کے لئے مرض الموت ثابت ہوا۔ یہ خاندان رُسول کے لئے بڑی مصیبت کا وقت تھا۔ حضرت علی علیہ السّلام رسول کی بیماری میں آپ کے پاس موجود رہ کر تیمارداری کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ اور رسول اللہ (ص) بھی آپنے پاس سے ایک لمحہ کے لئے بھی حضرت علی علیہ السّلام کا جدا ہونا گوارا نہیں کرتے تھے. پیغمبر اسلام (ص) نے علی علیہ السّلام کو آپنے پاس بلایا اور سینے سے لگا کر بہت دیر تک باتیں کرتے رہے اور ضروری وصیتیں فرمائیں.اس گفتگو کے بعد بھی حضرت علی علیہ السّلام کو آپنے سے جدا نہ ہونے دیا اور ان کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھ لیا.جس وقت رسول اللہ (ص) کی روح جسم سے جدا ہوئی،اس وقت بھی حضرت علی علیہ السّلام کا ہاتھ رسول کے سینے پر رکھا ہوا تھا۔

جس نے زندگی بھر پیغمبر کا ساتھ دیا ہو، وہ بعد رسول ان کی لاش کو کس طرح چھوڑ سکتا تھا،لہذا رسول کی تجہیز وتکفین اور غسل کا تمام کام علی علیہ السّلام نے اپنے ہاتھوں سے انجام دیا اور رسول اللہ (ص) کو اپنے ھاتھوں سے قبر میں رکھ کر دفن کر دیا۔

حضرت علی علیہ السلام کی ظاہری خلافت

رسول اللہ (ص) کے بعد حضرت علی علیہ السّلام نے پچیس برس خانہ نشینی میں بسر کئے۔ جب سن ۳۵ ھجری قمری میں مسلمانوں نے خلافتُ اسلامی کا منصب حضرت علی علیہ السّلام کے سامنے پیش کیا تو پہلے تو آپ نے انکار کردیا، لیکن جب مسلمانوں کا اصرار بہت بڑھا تو آپ نے اس شرط سے منظور کرلیا کہ میں قران اور سنت پیغمبر (ص) کے مطابق حکومت کروں گا اور کسی رورعایت سے کام نہ لوں گا۔ جب مسلمانوں نے اس شرط کو منظور کرلیا تو آپ نے خلافت کی ذمہ داری قبول کی۔ مگر زمانہ آپ کی خالص دینی حکومت کو برداشت نہ کرسکا، لہذا بنی امیہ اور بہت سے وہ لوگ، جنھیں آپ کی دینی حکومت کی وجہ سے آپنے اقتدار کے ختم ہوجانے کا خطرہ محسوس ہوگیا تھا، وہ آپ کے خلاف کھڑے ہوگئے۔ آپ نے ان سب سے مقابلہ کرنا اپنا فرض سمجھا، جس کے نتیجے میں جمل، صفین، اور نہروان کی جنگیں ہوئیں. ان جنگوں میں حضرت علی بن ابی طالب علیہما السّلام نے اس شجاعت اور بہادری سے جنگ کی جو بدر، احد، خندق، وخیبر میں کسی وقت دیکھی جاچکی تھی اور زمانہ کو یاد تھی. ان جنگوں کی وجہ سے آپ کو اتنا موقع نہ مل سکا کہ آپ اس طرح اصلاح فرماتے جیسا کہ آپ کا دل چاہتا تھا. پھر بھی آپ نے اس مختصری مدّت میں، سادہ اسلامی زندگی، مساوات اور نیک کمائی کے لیے محنت ومزدوری کی تعلیم کے نقش تازہ کردئے۔ آپ شہنشاہُ اسلام ہونے کے باوجود کھجوروں کی دکان پر بیٹھنا اور آپنے ہاتھ سے کھجوریں بیچنا بُرا نہیں سمجھتے تھے۔ پیوند لگے ہوئے کپڑے

پہنتے تھے،غریبوں کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھا لیتے تھے.جو مال بیت المال میں اتا تھا اسے تمام حقداروں کے درمیان برابر تقسیم کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کے سگے بھائی عقیل نے جب یہ چاہا کہ انہیں، دوسرے مسلمانوں سے کچھ زیادہ مل جائے،تو آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ اگر میرا ذاتی مال ہوتا تو یہ ممکن تھا،مگر یہ تمام مسلمانوں کا مال ہے،لہذا مجھے حق نہیں ہے کہ میں اس میں سے اپنے کسی عزیز کو دوسروں سے زیادہ حصہ دوں۔انتہا یہ ہے کہ اگر آپ کبھی رات کے وقت بیت المال میں حساب وکتاب میں مصروف ہوتے اور کوئی ملاقات کے لیے آجاتا اور غیر متعلق باتیں کرنے لگتا تو آپ چراغ کو بجھا دیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بیت المال کے چراغ کو میرے ذاتی کام میں صرف نہیں ہونا چاہیے.آپ کی کوشش یہ رہتی تھی کہ جو کچھ بیت المال میں ائے وہ جلد سے جلد حق داروں تک پہنچ جائے. آپ اسلامی خزانے میں مال کو جمع کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام کی شہادت

جنگ نھروان کے بعد خوارج میں سے کچھ لوگ جیسے عبد الرحمن بن ملجم مرادی، ومبرک بن عبد اللہ تمیمی اور عمرو بن بکر تمیمی ایک رات میں ایک جگہ جمع ہوئے اور نھروان میں مارے گئے اپنے ساتھیوں کو یاد کیا کرتے ہوئے ان دنوں کے حالات اور داخلی جنگوں کے بارے میں تبادلہ خیال کرنے لگے۔ بالآخر وہ اس نتیجہ پر پھونچے کہ اس قتل و غارت کی وجہ حضرت علی (ع) معاویہ اور عمرو عاص ھیں اور اگر ان تینوں افراد کو قتل کر دیا جائے تو مسلمان اپنے

مسائل کوخود حل کرلیں گے۔لھذا انھوں نے آپس میں طے کیا کہ ھم میں سے ھر ایک آدمی ان میں سے ایک ایک کو قتل کرے گا۔

ابن ملجم نے حضرت علی (ع) کے قتل کا عھد کیا اور سن ۴۰ ہجری قمری میں انیسویں رمضان المبارک کی شب کو کچھ لوگوں کے ساتھ مسجد کوفہ میں آکر بیٹھ گیا۔اس شب حضرت علی (ع) اپنی بیٹی کے گھر مھمان تھے اور صبح کو واقع ھونے والے حادثہ سے باخبر تھے۔لھذا جب اس مسئلہ کو اپنی بیٹی کے سامنے بیان کیا تو ام کلثوم نے کہا کہ کل صبح آپ ۔۔۔کو مسجد میں بھیج دیجئے ۔

حضرت علی (ع) نے فرمایا: قضائے الٰھی سے فرار نھیں کیا جاسکتا۔پھر آپنے کمر کے پٹکے کو کس کر باندھا اور اس شعر کو گنگناتے ہوئے مسجد کی طرف روانہ ھوگئے۔

"اپنی کمر کو موت کے لئے کس لو،اس لئے کہ موت تم سے ملاقات کرے گی۔

اور جب موت تمھاری تلاش میں آئے تو موت کے ڈر سے نالہ وفریاد نہ کرو"۔

حضرت علی (ع) سجدہ میں تھے کہ ابن ملجم نے آپ کے فرق مبارک پر تلوار کا وار کیا۔آپ کے سر سے خون جاری ھوا آپ کی داڑھی اور محراب خون سے رنگین ہوگئ۔اس حالت میں حضرت علی (ع) نے فرمایا: "فزت ورب الکعبۃ" کعبہ کے رب کی قسم میں کامیاب ھوگیا۔پھر سورہ طہ کی اس آیت کی تلاوت فرمائی:

"ھم نے تم کو خاک سے پیدا کیا ھے اور اسی خاک میں واپس پلٹا دیں گے اور پھر اسی خاک تمھیں دوبارہ اٹھائیں گے"۔

حضرت علی (ع) اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بھی لوگوں کی اصلاح وسعادت کی طرف متوجہ تھے۔انہوں نے اپنے بیٹوں،عزیزوں اور تمام مسلمانوں سے اس طرح وصیت فرمائی :

"میں تمہیں پرھیز گاری کی وصیت کرتا ھوں اور وصیت کرتا ھوں کہ تم اپنے تمام امور کومنظم کرو اور ھمیشہ مسلمانوں کے درمیان اصلاح کی فکر کرتے رھو۔ یتیموں کو فراموش نہ کرو۔ پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت کرو۔قرآن کو اپنا عملی نصاب قرار دو،نماز کی بہت زیادہ قدر کرو،کیوں کہ یہ تمھارے دین کا ستون ھے"۔

آپ کے رحم وکرم اور مساوات پسندی کا عالم یہ تھا کہ جب آپ کے قاتل کو گرفتار کرکے آپ کے سامنے لایا گیا،اورآپ نے دیکھا کہ اس کا چہرہ زرد ہے اور انکھوں سے انسو جاری ہیں،تو آپ کو اس پر بھی رحم اگیا۔آپنے اپنے دونوں بیٹوں امام حسن علیہ السّلام وامام حسین علیہ السّلام کو ہدایت فرمائی کہ یہ ہمارا قیدی ہے اس کے ساتھ کوئی سختی نہ کرنا، جو کچھ خود کھانا وہ اسے کھلانا، اگر میں صحتیاب ہو گیا تو مجھے اختیار ہے کہ چاہے اسے سزا دوں یا معاف کردوں اور اگر میں دنیا میں نہ رہا اور آپ نے اس سے انتقام لینا چاہا تو اسے ایک ہی ضربت لگانا کیونکہ اس نے مجھے ایک ہی ضربت لگائی ہے۔اور ہرگز اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ قطع نہ کرنا کیوں کہ یہ اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔

حضرت علی علیہ السّلام دو روز تک بستر بیماری پر کرب وبےچینی کے ساتھ کروٹیں بدلتے رہے۔ اخرکار زہر کا اثر جسم میں پھیل گیا اور ۲۱ رمضان کو نمازِ صبح کے وقت آپ کی روح جسم سے

پرواز کر گئی۔ حضرت امام حسن و امام حسین علیہما السّلام نے تجہیز و تکفین کے بعد آپ کے جسم اطہر کو نجف میں دفن کر دیا۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

نام، القاب وکنیت

نام فاطمہ اور مشہور لقب زہرا، سیدۃ النساء العلمین ، راضیۃ ، مرضیۃ ،شافعۃ،صدیقہ، طاھرہ، زکیہ، خیرالنساء اور بتول ہیں۔اور آپ کی مشہور کنیت ام الآئمۃ ، ام الحسنین، ام السبطین اور امِ ابیہا ہے۔ان تمام کنیتوں میں سب سے زیادہ حیرت انگیز ام ابیھا ھے،یعنی اپنے باپ کی ماں ، یہ لقب اس بات کا ترجمان ھے کہ آپ اپنے والد بزرگوار کو بے حد چاھتی تھیں اور کمسنی کے باوجود اپنے بابا کی روحی اور معنوی پناہ گاہ تھیں۔

پیغمبر اسلام (ص) نے آپ کو ام ابیھا کا لقب اس لئے دیا۔کیونکہ عربی میں اس لفظ کے معنی، ماں کے علاوہ اصل اور مبداء کے بھی ھیں یعنی جڑ اور بنیاد۔لھذا اس لقب (ام ابیھا) کا ایک مطلب نبوت اور ولایت کی بنیاد اور مبدا بھی ہے۔کیونکر یہ آپ ھی کا وجود تھا،جس کی برکت سے شجرۂ امامت اور ولایت نے رشد پایا،جس نے نبوت کو نابودی اور نبی خدا کو ابتریت کے طعنہ سے بچایا۔

والدین

آآپ کے والد ماجد ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفی (ص) اور والدہ ماجدہ حضرت خدیجہ بنت خولد ہیں۔ھم اس باپ کی تعریف میں کیا کھیں، جو ختم المرسلین، حبیب خدااور منجی بشریت ھو؟ کیا لکھیں اس باپ کی تعریف میں جسکے تمام اوصاف وکمالات لکھنے سے قلم عاجز ہو؟ فصحاء وبلغاء عالم، جس کے محاسن کی توصیف سے ششدر ہوں؟ اور آپ کی والدہ ماجدہ، جناب خدیجہ بنت خویلد جو قبل از اسلام قریش کی سب سے زیادہ باعفت اور نیک خاتون تھیں۔وہ عالم اسلام کی سب سے پھلی خاتون تھیں، جو خورشید اسلام کے طلوع کے بعد حضرت محمد مصطفی (ص) پر ایمان لائیں اور اپنا تمام مال دنیا اسلام کو پروان چڑھانے کے لئے اپنے شوھر کے اختیار میں دے دیا۔تاریخ اسلام، حضرت خدیجہ (س) کی پیغمبر اسلام (ص) کے ساتھ وفاداری اور جان و مال کی فداکاری کو ھرگز نھیں بھلاسکتی۔جیسا کہ خود پیغمبر اسلام (ص) کے کردار سے ظاھر ھوتا ھے کہ جب تک آپ زندہ تھیں کوئی دوسری شادی نھیں کی اور ھمیشہ آپ کی عظمت کا قصیدہ پڑھا، عائشہ زوجہ پیغمبر (ص) فرماتی ھیں:

ازواج رسول (ص) میں کوئی بھی حضرت خدیجہ کے مقام واحترام تک نھیں پھونچ پائی۔ پیغمبر اسلام (ص) ھمیشہ انکا ذکر خیر کیا کرتے تھے اور اتنا احترام کہ گویا ازواج میں سے کوئی بھی ان جیسی نھیں تھی۔

پھر عائشہ کھتی ھیں: میں نے ایک دن پیغمبر اسلام (ص) سے کہا: وہ محض ایک بیوہ عورت تھیں، تو یہ سن کر پیغمبر اسلام (ص) اس قدر ناراض ھوئے کہ آپ کی پیشانی پر بل پڑ گئے اور

پھر فرمایا: خدا کی قسم میرے لئے خدیجہ سے بھتر کوئی نھیں تھا۔

جب سب لوگ کافر تھے تو وہ مجھ پر ایمان لائیں، جب سب لوگ مجھ سے رخ پھیر چکے تھے تو انہون نے اپنی ساری دولت میرے حوالے کر دی۔ خدا نے مجھے اس سے ایک ایسی بیٹی عطا کی کہ جو تقویٰ، عفت و طھارت کا نمونہ ھے۔

پھر عائشہ کہتی ھیں: میں یہ بات کہہ کر بہت ارمندہ ھوئی اور میں نے پیغمبر اسلام (ص) سے عرض کیا: اس بات سے میرا کوئی غلط مقصد نھیں تھا۔

حضرت فاطمہ زھراء (س) ایسی والدہ اور والد کی آغوش پروردہ ھیں۔

ولادت

حضرت فاطمہ زھرا (ع) کیتاریخ ولادت کے سلسلہ میں علماء اسلام کے درمیان اختیاف ہے۔ لیکن اہج بیت عصمت و طہارت کی روایات کی بنیاد پر آپ کی ولادت بعثت کے پانچویں سال ۲۰ جمادی الثانی، بروز جمعہ مکہ معظّمہ میں ھوئی۔

بچپن اور تربیت

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پانچ برس تک اپنی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبری کے زیر سایہ رہیں اور جب بعثت کے دسویں برس خدیجۃ الکبریٰ علیہا السّلا مکا انتقال ہوگیا ماں کی اغوش سے جدائی کے بعد، ان کا گہوارہ تربیت صرف باپ کا سایہ رحمت تھا اور پیغمبر اسلام کی

اخلاقی تربیت کا افتاب تھا جس کی شعاعیں براہِ راست اس بے نظیر گوہر کی اب وتاب میں اضافہ کررہی تھیں.

جناب سیّدہ سلام اللہ علیہاک واپنے بچپن میں بہت سے نا گوار حالات کا سامنا کرنا پڑا۔ پانچ سال کے سن میں سر سے ماں کا سایہ اٹھ گیا۔ اب باپ کے زیر سایہ زندگی شروع ہوئ تو اسلام کے دشمنوں کی طرف سے رسول کو دی جانے والی اذیتین سامنے تھیں کبھی اپنے بابا کے جسم مبارک کو پتھرون سے لہولہان دیکھتیں تو کبھی سنتی کے مشرکوں نے بابا کے س پر کوڑا اڈال دیا۔ کبھی سنتیں کہ دشمن بابا کے قتل کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔ مگر اس کم سنی کے عالم میں بھی سیّدہ عالم نہ ڈریں نہ سہمیں نہ گھبرائیں بلکہ اس ننھی سی عمر میں اپنے بزرگ مرتبہ باپ کی مددگار بنی رہیں

.حضرت فاطمہ (س) کی شادی

یہ بات شروع سے ہی سب پر عیاں تھی کہ علی (ع) کے علاوہ کوئی دوسرا دختر رسول (ص) کا کفو و ہمتا نھیں ہے۔ اس کے باوجود بھی بہت سے ایسے لوگ، جو اپنے آپ کو پیغمبر (ص) سے نزدیک سمجھتے تھے اپنے دلوں میں دختر رسول (ص) سے شادی کی امید لگائے بیٹھے تھے

۔

مورخین نے لکھا ھے: جب سب لوگوں نے قسمت آزمائی کر لی تو حضرت علی (ع) سے کہنا شروع کر دیا: اے علی (ع) آپ دختر پیغمبر (ص) سے شادی کے لئے نسبت کیوں نہیں

دیتے ۔حضرت علی (ع) فرماتے تھے: میرے پاس ایسا کچھ بھی نھیں ھے جس کی بنا پر میں اس راہ میں قدم بڑھاؤں ۔وہ لوگ کہتے تھے: پیغمبر (ص) تم سے کچھ نہیں مانگیں گے ۔

آخر کار حضرت علی (ع) نے اس پیغام کے لئے اپنے آپ کو آمادہ کیا۔اور ایک دن رسول اکرم (ص) کے بیت الشرف میں تشریف لے گئے لیکن شرم وحیا کی وجہ سے آپ اپنا مقصد ظاھر نہیں کر پارہے تھے۔

مورخین لکھتے ھیں کہ: آپ اسی طرح دو تین مرتبہ رسول اکرم (ص) کے گھر گئے لیکن اپنی بات نہ کہہ سکے۔آخر کار تیسری مرتبہ پیغمبر اکرم (ص) نے پوچھ ہی لیا: اے علی کیا کوئی کام ھے؟

حضرت امیر (ع) نے جواب دیا: جی، رسول اکرم (ص) نے فرمایا: شاید زھراء سے شادی کی نسبت لے کر آئے ھو؟ حضرت علی (ع) نے جواب دیا، جی۔ چونکہ مشیت الٰھی بھی یہی چاہ رہی تھی کہ یہ عظیم رشتہ برقرار ھو لھذا حضرت علی (ع) کے آنے سے پہلے ہی رسول اکرم (ص) کو وحی کے ذریعہ اس بات سے آگاہ کیا جا چکا تھا۔ بہتر تھا کہ پیغمبر (ص) اس نسبت کا تذکرہ زھراء سے بھی کرتے لھذا آپ نے اپنی صاحب زادی سے فرمایا: آپ، علی (ع) کو بہت اچھی طرح جانتیں ھیں، وہ مجھ سے سب سے زیادہ نزدیک ھیں، علی (ع) اسلام سابق خدمت گذاروں اور با فضیلت افراد میں سے ھیں، میں نے خدا سے یہ چاہا تھا کہ وہ تمھارے لئے بھترین شوھر کا انتخاب کرے۔

اور خدا نے مجھے یہ حکم دیا کہ میں آپ کی شادی علی (ع) سے کردوں آپ کی کیا رائے ھے؟

حضرت زھراء (س) خاموش رھیں، پیغمبر اسلام (ص) نے آپ کی خاموشی کو آپ کی رضا مندی سمجھا اور خوشی کے ساتھ تکبیر کہتے ھوئے وھاں سے اٹھ کھڑے ھوئے۔ پھر حضرت امیر (ع) کو شادی کی بشارت دی۔ حضرت فاطمہ زھرا (س) کا مھر ۴۰۰ مثقال چاندی قرار پایا اور اصحاب کے ایک مجمع میں خطبہ نکاح پڑھا دیا گیا۔ قابل غور بات یہ ھے کہ شادی کے وقت حضرت علی (ع) کے پاس ایک تلوار، ایک ذرہ اور پانی بھرنے کے لئے ایک اونٹ کے علاوہ کچہ بھی نہیں تھا، پیغمبر اسلام (ص) نے فرمایا: تلوار کو جھاد کے لئے رکھو، اونٹ کو سفر اور پانی بھرنے کے لئے رکھو لیکن اپنی زرہ کو بیچ ڈالو تا کہ شادی کے وسائل خرید سکو۔ رسول اکرم (ص) نے جناب سلمان فارسی سے کھا: اس زرہ کو بیچ دو جناب سلمان نے اس زرہ کو پانچ سو درھم میں بیچا۔ پھر ایک بھیڑ ذبح کی گئ اور اس شادی کا ولیمہ ھوا۔ جھیز کا وہ سامان جو دختر رسول اکرم (ص) کے گھر لایا گیا تھا، اس میں چودہ چیزیں تھی۔

شھزادی عالم، زوجہ علی (ع)، فاطمہ زھراء (ع) کا بس یہی مختصر سا جہیز تھا۔ رسول اکرم (ص) اپنے چند باوفا مھاجر اور انصار اصحاب کے ساتھ اس شادی کے جشن میں شریک تھے۔ تکبیروں اور تہلیوں کی آوازوں سے مدینہ کی گلیوں اور کوچوں میں ایک خاص روحانیت پیدا ھو گئی تھی اور دلوں میں سرور و مسرت کی لہریں موج زن تھیں۔ پیغمبر اسلام (ص) اپنی صاحب زادی کا ہاتھ حضرت علی (ع) کے ھاتھوں میں دے کر اس مبارک جوڑے کے حق میں دعا کی اور انھیں خدا کے حوالے کر دیا۔ اس طرح کائنات کے سب سے بہتر جوڑے کی شادی کے مراسم نہایت سادگی سے انجام پائے۔

حضرت فاطمہ (س) کا اخلاق و کردار

حضرت فاطمہ زھرا اپنی والدہ گرامی حضرت خدیجہ کی والا صفات کا واضح نمونہ تھیں جود وسخا، اعلیٰ فکری اور نیکی میں اپنی والدہ کی وارث اور ملکوتی صفات و اخلاق میں اپنے پدر بزرگوار کی جانشین تھیں۔ وہ اپنے شوھر حضرت علی (ع) کے لئے ایک دلسوز، مھربان اور فدا کار زوجہ تھیں۔ آپ کے قلب مبارک میں اللہ کی عبادت اور پیغمبر کی محبت کے علاوہ اور کوئی تیسرا نقش نہ تھا۔ زمانہ جاھلیت کی بت پرستی سے آپ کوسوں دور تھیں۔ آپ نے شادی سے پہلے کی ۹ سال کی زندگی کے پانچ سال اپنی والدہ اور والد بزرگوار کے ساتھ اور ۴ سال اپنے بابا کے زیر سایہ بسر کئے اور شادی کے بعد کے دوسرے نو سال اپنے شوھر بزرگوار علی مرتضیٰ (ع) کے شانہ بہ شانہ اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت، اجتماعی خدمات اور خانہ داری میں گذارے۔ آپ کا وقت بچوں کی تربیت گھر کی صفائی اور ذکر و عبادت خدا میں گذرتا تھا۔ فاطمہ (س) اس خاتون کا نام ھے جس نے اسلام کے مکتب تربیت میں پرورش پائی تھی اور ایمان وتقویٰ آپ کے وجود کے ذرات میں گھل مل چکا تھا۔

فاطمہ زھرا (س) نے اپنے ماں باپ کی آغوش میں تربیت پائی اور معارف وعلوم الٰھی کو، سر چشمہ نبوت سے کسب کیا۔ انھوں نے جو کچھ بھی ازدواجی زندگی سے پھلے سیکھا تھا اسے شادی کے بعد اپنے شوھر کے گھر میں عملی جامہ پھنا یا۔ وہ ایک ایسی مسن و سمجھدار خاتون کی طرح جس نے زندگی کے تمام مراحل طے کر لئے ھوں اپنے اپنے گھر کے امور اور تربیت اولاد سے

متعلق مسائل پر توجہ دیتی تھیں اور جو کچھ گھر سے باہر ہوتا تھا اس سے بھی باخبر رہتی تھیں اور اپنے اور اپنے شوھر کے حق کا دفاع کرتی تھیں۔

حضرت فاطمہ (س) کا نظام عمل

حضرت فاطمہ زہرا نے شادی کے بعد جس نظام زندگی کا نمونہ پیش کیا وہ طبقہ نسواں کے لئے ایک مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ گھر کا تمام کام اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں۔ جھاڑو دینا، کھانا پکانا، چرخہ چلانا، چکی پیسنا اور بچوں کی تربیت کرنا۔ یہ سب کام اور ایک اکیلی سیدہ لیکن نہ تو کبھی تیوریوں پر بل پڑے اور نہ کبھی اپنے شوہر حضرت علی علیہ السّلام سے اپنے لیے کسی مددگار یا خادمہ کے انتظام کی فرمائش کی۔ ایک مرتبہ اپنے پدر بزرگوار حضرت رسولِ خدا سے ایک کنیز عطا کرنے کی خواہش کی تو رسول نے بجائے کنیز عطا کرنے کے وہ تسبیح تعلیم فرمائی جو تسبیح فاطمہ زہرا کے نام سے مشہور ہے۔ ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر، 33 مرتبہ الحمد اللہ اور 33 مرتبہ سبحان اللہ۔ حضرت فاطمہ اس تسبیح کی تعلیم سے اتنی خوش ہوئی کہ کنیز کی خواہش ترک کر دی۔ بعد میں رسول نے بلا طلب ایک کنیز عطا فرمائی جو فضہ کے نام سے مشہور ہے۔ جناب سیّدہ اپنی کنیز فضہ کے ساتھ کنیز جیسا برتاؤ نہیں کرتی تھیں بلکہ اس سے ایک برابر کے دوست جیسا سلوک کرتی تھیں. وہ ایک دن گھر کا کام خود کرتیں اور ایک دن فضہ سے کراتیں۔ اسلام کی تعلیم یقیناً یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں زندگی کے جہاد میں مشترک طور پر حصہ لیں اور کام کریں. بیکار نہ بیٹھیں مگر ان دونوں میں صنف کے اختلاف کے لحاظ سے تقسیم عمل ہے. اس تقسیم کار کو

علی علیہ السّلام اور فاطمہ نے مکمل طریقہ پر دُنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ گھر سے باہر کے تمام کام اور اپنی قوت ُبازو سے اپنے اور اپنے گھر والوں کی زندگی کے حرج کا سامان مہیا کرنا علی علیہ السّلام کے ذمہ تھے اور گھر کے اندر کے تمام کام حضرت فاطمہ زہرا انجام دیتی تھیں۔

حضرت زہرا سلام اللہ کا پردہ

سیدہ عالم نہ صرف اپنی سیرت زندگی بلکہ اقوال سے بھی خواتین کے لیے پردہ کی اہمیت پر بہت زور دیتی تھیں. آپ کا مکان مسجدِ رسولِ سے بالکل متصل تھا۔ لیکن آپ کبھی برقع و چادر میں نہاں ہوکر بھی اپنے والدِ بزرگوار کے پیچھے نماز جماعت پڑھنے یا اپ کا وعظ سننے کے لیے مسجد میں تشریف نہیں لائیں بلکہ اپنے فرزند امام حسن علیہ السّلام سے جب وہ مسجد سے واپس جاتے تھے اکثر رسول کے خطبے کے مضامین سن لیا کرتی تھیں. ایک مرتبہ پیغمبر نے منبر پر یہ سوال پیش کر دیا کہ عورت کے لیے سب سے بہتر کیا چیز ہے یہ بات سیدہ کو معلوم ہوئ تو آپ نے جواب دیا عورت کے لئے سب سے بہتر بات یہ ہے کہ نہ اس کی نظر کسی غیر مرد پر پڑے اور نہ کسی غیر مرد کی نظر اس پر پڑے. رسول کے سامنے یہ جواب پیش ہوا تو حضرت نے فرمایا.

" کیوں نہ ہو فاطمہ میرا ہی ایک ٹکڑا ہے۔"

حضرت زہرا (س) اور جہاد

اسلام میں عورتوں کا جہاد، مردوں کے جہاد سے مختلف ہے۔ لہذا حضرت فاطمہ زہرا نے کبھی

میدانِ جنگ میں قدم نہیں رکھا۔لیکن جب کبھی پیغمبر میدان جنگ سے زخمی ہوکر پلٹتے تو سیدہ عالم ان کے زخموں کو دھوتیں تھیں .اور جب علی علیہ السّلام خون آلود تلوار لے کر آتے تو فاطمہ اسے دھوکر پاک کرتی تھیں ۔وہ اچھی طرح سمجھتی تھیں کہ ان کا جہاد یہی ہے جسے وہ اپنے گھر کی چار دیواری میں رہ کے کرتی ہیں. ہاں صرف ایک موقع پر حضرت زہرا نصرت اسلام کے لئے گھر سے باہر آئیں اور وہ تھا مباہلے کا موقع ۔کیوں کہ یہ ایک پر امن مقابلہ تھا اوراس میں صرف روحانی فتح کا سوال تھا۔یعنی صرف مباہلہ کا میدان ایسا تھا جہاں سیدہ عالم خدا کے حکم سے برقع و چادر میں نہاں ہوکر اپنے باپ اور شوہر کے ساتھ گھر سے باہر نکلیں جس کا واقعہ یہ تھا کہ یمن سے عیسائ علماء کا ایک وفد رسول کے پاس بحث ومباحثہ کے لیے ایا اور کئ دن تک ان سے بحث ہوتی رہی جس سے حقیقت ان پر روشن تو ہوگئ مگر سخن پروری کی بنا پر وہ قائل نہ ہونا تھے نہ ہوئے .اس وقت قران کی یہ ایت نازل ہوئ کہ اے رسول اتنے سچے دلائل کے بعد بھی یہ نہیں مانتے توان سے کہو کہ پھر جاؤ« ہم اپنے بیٹوں کو لائیں تم اپنے بیٹوں کو لاو،ہم اپنی عورتوں کو لائیں تم اپنی عورتوں کو لاو،ہم اپنے نفسوں کو لائیں تم اپنے نفسوں کو اور اللہ کی طرف رجوع کریں اوراور جھوٹوں کے لیے اللہ کی لعنت یعنی عذاب کی بد دعا کریں.« عیسائی علماء پہلے تواس کے لیے تیار ہو گئے مگر جب رسول اللہ اس شان سے تشریف لے گئے کہ حسن علیہ السّلام اور حسین علیہ السّلام جیسے بیٹے فاطمہ زہرا جیسی خاتون اور علی علیہ السّلام جیسے نفس ان کے ساتھ تھے تو عیسائیوں نے مباہلہ سے انکار کر دیا اور مخصوص شرائط پر صلح کر کے واپس ہو گئے.

فاطمہ زہرا (س) اور پیغمبر اسلام

حضرت فاطمہ زہرا (س) کے اوصاف وکمالات اتنے بلند تھے کہ ان کی بنا پر رسول (ص) فاطمہ زہرا (س) سے محبت بھی کرتے تھے اور عزت بھی۔ محبت کا ایک نمونہ یہ ہے کہ جب آپ کسی غزوہ پر تشریف لے جاتے تھے تو سب سے اخر میں فاطمہ زہرا سے رخصت ہونے تھے اور جب واپس تشریف لاتے تھے تو سب سے پہلے فاطمہ زہرا سے ملنے کے لئے جاتے تھے.

اورعزت و احترام کا نمونہ یہ ہے کہ جب فاطمہ(س) ان کے پاس اتی تھیں تو اپ تعظیم کو کھڑے ہوجاتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے .رسول کا یہ برتاؤ فاطمہ زہرا کے علاوہ کسی دوسرے شخص کے ساتھ نہ تھا.

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پیغمبر (ص) کی نظر میں

سیدہ عالم کی فضیلت میں پیغمبر کی اتنی حدیثیں وارد ہوئی ہیں کہ جتنی حضرت علی علیہ السّلام کے سوا کسی دوسری شخصیت کے لیے نہیں ملتیں.

ان میں سے اکثر علماء اسلام میں متفقہ حیثیت رکھتی ہیں .مثلاً " اپ بہشت میں جانے والی عورتوں کی سردار ہیں.ْ

ٔ ایمان لانے والی عوتوں کی سردار ہیں ٭٭٭ تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہیں ٭٭

«اپ کی رضا سے اللہ راضی ہوتا ہے اور اپ کی ناراضگی سے اللہ ناراض ہوتا ہے ⁙⁙» جس نے اپ کو ایذا دی اس نے رسول کو ایذا دی⁙⁙ اس طرح کی بہت سی حدیثیں ہیں جو معتبر کتابوں میں درج ہیں.

فاطمہ زہرا (س) پر پڑنے والی مصیبتیں

افسوس ہے کہ وہ فاطمہ (س) جن کی تعظیم کو رسول کھڑے ہو جاتے تھے بعدِ رسول اہل زمانہ کا رخ ان کی طرف سے پھر گیا۔ ان پر طرح طرح کے ظلم ہونے لگے۔علی علیہ السّلام سے خلافت چھین لی گئ۔ پھر اپ سے بیعت کا سوال بھی کیا جانے لگا اور صرف سوال ہی پر اکتفا نہیں بلکہ جبر وتشدّد سے کام لیا جانے لگا.انتہا یہ کہ سیّدہ عالم کے گھر پر لکڑیاں جمع کر دیں گئیں اور آگ لگائی جانے لگی.اس وقت آپ کو وہ جسمانی صدمہ پہنچا، جسے آپ برداشت نہ کر سکیں اور وہی آپ کی وفات کا سبب بنا۔ان صدموں اور مصیبتوں کا اندازہ سیّدہ عالم کی زبان پر جاری ہونے والے اس شعر سے لگایا جاسکتا ہے کہ

صُبَّت علیَّ مصائبُ لو انّھا صبّت علی الایّام صرن لیالیا

یعنی مجھ پر اتنی مصیبتیں پڑیں کہ اگر وہ دِنوں پر پڑتیں تو وہ رات میں تبدیل ہو جاتے۔

سیدہ عالم کو جو جسمانی وروحانی صدمے پہنچے ان میں سے ایک، فدک کی جائداد کا چھن جانا بھی ہے جو رسول نے سیدہ عالم کو مرحمت فرمائی تھی۔ جائیداد کا چلا جانا سیدہ کے لئے اتنا تکلیف دہ نہ تھا جتنا صدمہ اپ کو حکومت کی طرف سے آپ کے دعوے کو جھٹلانے کا ہوا. یہ وہ

صدمہ تھا جس کا اثر سیّدہ کے دل میں مرتے دم تکباقی رہا.

حضرت فاطمہ زہرا (س) کی وصیتیں

حضرت فاطمہ زہرا (س) نے خواتین کے لیے پردے کی اہمیت کو اس وقت بھی ظاہر کیا جب اپ دنیا سے رخصت ہونے والی تھیں. اس طرح کہ اپ ایک دن غیر معمولی طور فکر مند نظر ائیں. اپ کی چچی (جعفر طیار (رض) کی بیوہ) اسماءبنتِ عمیس نے سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے جنازہ کے اٹھانے کا یہ دستور اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ عورت کی میّت کو بھی تختہ پر اٹھایا جاتا ہے جس سے اس کا قدوقامت نظر اتا ہے. اسما (رض) نے کہا کہ میں نے ملک حبشہ میں ایک طریقہ جنازہ اٹھانے کا دیکھا ہے وہ غالباً اپ کو پسند ہو. اسکے بعد انھوں نے تابوت کی ایک شکل بنا کر دکھائی اس پر سیّدہ عالم بہت خوش ہوئیں

اور پیغمبر کے بعد صرف ایک موقع ایسا تھا کہ اپ کے لبوں پر مسکراہٹ اگئی چناچہ اپ نے وصیّت فرمائی کہ اپ کو اسی طرح کے تابوت میں اٹھایا جائے. مورخین تصریح کرتے ہیں کہ سب سے پہلی لاش جو تابوت میں اٹھی ہے وہ حضرت فاطمہ زہرا کی تھی۔ اسکے علاوہ اپ نے یہ وصیت بھی فرمائی تھی کہ اپ کا جنازہ شبکی تاریکی میں اٹھایا جائے اور ان لوگوں کو اطلاع نہ دی جائے جن کے طرزِ عمل نے میرے دل میں زخم پیدا کر دئے ہیں۔ سیدہ ان لوگوں سے انتہائی ناراضگی کے عالم میں اپ اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔

شہادت

سیدہ عالم نے اپنے والد بزرگوار رسولِ خدا کی وفات کے 3 مہینہ بعد تیسری جمادی الثانی سن ۱۱ ہجری قمری میں وفات پائی ۔ اپ کی وصیّت کے مطابق اپ کا جنازہ رات کو اٹھایا گیا حضرت علی علیہ السّلام نے تجہیز و تکفین کا انتظام کیا۔ صرف بنی ہاشم اور سلیمان فارسی (رض)، مقداد (رض) وعمار (رض) جیسے مخلص ووفادار اصحاب کے ساتھ نماز جنازہ پڑھ کر خاموشی کے ساتھ دفن کر دیا۔ اپ کے دفن کی اطلاع بھی عام طور پر سب لوگوں کو نہیں ہوئی، جس کی بنا پر یہ اختلاف رہ گیا کہ اپ جنت البقیع میں دفن ہیں یا اپنے ہی مکان میں جو بعد میں مسجد رسول کا جزو بن گیا۔ جنت البقیع میں جو آپ کا روضہ تھا وہ بھی باقی نہیں رہا۔ اس مبارک روضہ کو 8 شوال سن ۱۳۴۴ ھجری قمری میں ابن سعود لعنتی نے دوسرے مقابر اہلبیت علیہ السّلام کے ساتھ منہدم کرا دیا۔

اولاد

حضرت فاطمہ زہرا (س) کو اللہ نے پانچ اولاد عطا فرمائی جن میں سے تین لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ شادی کے بعد حضرت فاطمہ زہرا صرف نو برس زندہ رہیں۔ اس نو برس میں شادی کے دوسرے سال حضرت امام حسن علیہ السّلام پیدا ہوئے اور تیسرے سال حضرت امام حسین علیہ السّلام۔ پھر غالباً پانچویں سال حضرت زینب اور ساتویں سال حضرت امِ کلثوم ۔نویں سال جناب محسن علیہ السلام بطن میں تھے جبھی وہ نا گوار مصائب پیش اۓ جن کے

سبب سے وہ دنیا میں تشریف نہ لا سکے اور بطن مادر میں ہی شہید ہو گئے۔ اس جسمانی صدمہ سے حضرت سیّدہ بھی جانبر نہ ہو سکیں. لہذا وفات کے وقت آپ نے دو صاحبزادوں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السّلام اور دو صاحبزادیوں زینب کبریٰ وام کلثوم کو چھوڑا جو اپنے اوصاف کے لحاظ سے طبقہ خواتین میں اپنی ماں کی سچی جانشین ثابت ہوئیں.

حضرت امام حسن علیہ السلام

آپ کی ولادت

آپ ۱۵ / رمضان ۳ ہجری کی شب کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے ولادت سے قبل ام الفضل نے خواب میں دیکھا کہ رسول اکرم کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا میرے گھر میں آ پہنچا ہے خواب رسول کریم سے بیان کیا آپ نے فرمایا اس کی تعبیر یہ ہے کہ میری لخت جگر فاطمہ کے بطن سے عنقریب ایک بچہ پیدا ہوگا جس کی پرورش تم کروگی مورخین کا کہنا ہے کہ رسول کے گھر میں آپ کی پیدائش اپنی نوعیت کی پہلی خوشی تھی آپ کی ولادت نے رسول کے دامن سے مقطوع النسل ہونے کا دھبہ صاف کردیا اور دنیا کے سامنے سورۂ کوثر کی ایک عملی اور بنیادی تفسیر پیش کردی۔

آپ کا نام نامی

ولادت کے بعد اسم گرامی حمزہ تجویز ہورہا تھا لیکن سرور کائنات نے بحکم خدا، موسیٰ کے وزیر ہارون کے فرزندوں کے شبر وشبیر نام پر آپ کا نام حسن اور بعد میں آپ کے بھائی کا نام حسین رکھا، بحارالانوار میں ہے کہ امام حسن کی پیدائش کے بعد جبرئیل امین نے سرورکائنات کی خدمت میں ایک سفید ریشمی رومال پیش کیا جس پر حسن لکھا ہوا تھا ماہر علم

النسب علامہ ابوالحسین کا کہنا ہے کہ خداوند عالم نے فاطمہ کے دونوں شاہزادوں کا نام انظار عالم سے پوشیدہ رکھا تھا یعنی ان سے پہلے حسن وحسین نام سے کوئی موسوم نہیں ہوا تھا۔ کتاب اعلام الوریٰ کے مطابق یہ نام بھی لوح محفوظ میں پہلے سے لکھا ہوا تھا۔

زبان رسالت دہن امامت میں

علل الشرائع میں ہے کہ جب امام حسن کی ولادت ہوئی اور آپ سرورکائنات کی خدمت میں لائے گئے تو رسول کریم بے انتہا خوش ہوئے اور ان کے دہن مبارک میں اپنی زبان اقدس دیدی بحارالانوار میں ہے کہ آنحضرت نے نوزائیدہ بچے کو آغوش میں لے کر پیار کیا اور داہنے کان میں اذن میں اور بائیں کان میں اقامت فرمانے کے بعد اپنی زبان ان کے منہ میں دیدی، امام حسن اسے چوسنے لگے اس کے بعد آپ نے دعا کی خدایا اس کو اور اس کی اولاد کو اپنی پناہ میں رکھنا بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ امام حسن کو لعاب دہن رسول کم اور امام حسین کو زیادہ چوسنے کا موقع دستیاب ہوا تھا اسی لیے امامت نسل حسین میں مستقر ہوگئی۔

آپ کا عقیقہ

آپ کی ولادت کے ساتویں دن سرکار کائنات نے خود اپنے دست مبارک سے عقیقہ فرمایا اور بالوں کو منڈوا کر اس کے ہم وزن چاندی تصدق کی (اسدالغابۃ جلد ۳ ص ۱۳)۔ علامہ کمال الدین کا بیان ہے کہ عقیقہ کے سلسلے میں دنبہ ذبح کیا گیا تھا (مطالب السؤل ص

۲۲۰) کافی کلینی میں ہے کہ سرور کائنات نے عقیقہ کے وقت جو دعا پڑھی تھی اس میں یہ عبارت بھی تھی

"اللھم عظمھا بعظمه،لحمھا یلحمه دمھا بدمه وشعرھا بشعره اللھم اجعلھا وقاءلمحمد واله"

خدایا اس کی ہڈی مولود کی ہڈی کے عوض، اس کا گوشت اس کے گوشت کے عوض، اس کا خون اس کے خون کے عوض، اس کا بال اس کے بال کے عوض قرار دے اور اسے محمد وآل محمد کے لیے ہر بلا سے نجات کا ذریعہ بنا دے۔

امام شافعی کا کہنا ہے کہ آنحضرت نے امام حسن کا عقیقہ کر کے اس کے سنت ہونے کی دائمی بنیاد ڈل دی (مطالب السؤل ص ۲۲۰)۔

بعض معاصرین نے لکھا ہے کہ آنحضرت نے آپ کا ختنہ بھی کرایا تھا لیکن میرے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کیوں کہ امامت کی شان سے مختون پیدا ہونا بھی ہے۔

کنیت والقاب

آپ کی کنیت صرف ابو محمد تھی اور آپ کے القاب بہت کثیر ہیں: جن میں طیب، تقی، سبط اور سید زیادہ مشہور ہیں، محمد بن طلحہ شافعی کا بیان ہے کہ آپ کا "سید" لقب خود سرور کائنات کا عطا کردہ ہے (مطالب السؤل ص ۲۲۱)۔

زیارت عاشورہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا لقب ناصح اور امین بھی تھا۔

امام حسن پیغمبر اسلام کی نظر میں

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ امام حسن اسلام پیغمبر اسلام کے نواسے تھے لیکن قرآن نے انہیں فرزندرسول کادرجہ دیاہے اوراپنے دامن میں جابجا آپ کے تذکرہ کوجگہ دی ہے خودسرورکائنات نے بے شماراحادیث آپ کے متعلق ارشادفرمائی ہیں:

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت نے ارشادفرمایاکہ میں حسنین کودوست رکھتاہوں اورجوانہیں دوست رکھے اسے بھی قدرکی نگاہ سے دیکھتاہوں۔

ایک صحابی کابیان ہے کہ میں نے رسول کریم کواس حال میں دیکھاہے کہ وہ ایک کندھے پرامام حسن کواورایک کندھے پرامام حسین کوبٹھائے ہوئے لیے جارہے ہیں اورباری باری دونوں کامنہ چومتے جاتے ہیں ایک صحابی کابیان ہے کہ ایک دن آنحضرت نمازپڑھ رہے تھے اورحسنین آپ کی پشت پرسوارہوگئے کسی نے روکناچاہاتوحضرت نے اشارہ سے منع کردیا(اصابہ جلد ۲ ص ۱۲)۔

ایک صحابی کابیان ہے کہ میں اس دن سے امام حسن کوبہت زیادہ دوست رکھنے لگاہوں جس دن میں نے رسول کی آغوش میں بیٹھ کرانہیں ڈاڑھی سے کھیلتے دیکھا(نورالابصارص ۱۱۹)۔

ایک دن سرورکائنات امام حسن کوکاندھے پرسوارکئے ہوئے کہیں لیے جارہے تھے ایک صحابی نے کہاکہ اے صاحبزادے تمہاری سواری کس قدراچھی ہے یہ سن کرآنحضرت نے فرمایایہ کہوکہ کس قدراچھاسوارہے(اسدالغابۃ جلد ۳ ص ۱۵ بحوالہ ترمذی)۔

امام بخاری اور امام مسلم لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت رسول خدا امام حسن کو کندھے پر بٹھائے ہوئے فرمار ہے تھے خدایا میں اسے دوست رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔

حافظ ابونعیم ابوبکرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت نماز جماعت پڑھار ہے تھے کہ ناگاہ امام حسن آ گئے اور وہ دوڑ کر پشت رسول پرسوار ہو گئے یہ دیکھ کر رسول کریم نے نہایت نرمی کے ساتھ سر اٹھایا، اختتام نماز پر آپ سے اس کا تذکرہ کیا گیا تو فرمایا یہ میرا گل امید ہے"۔" ابنی ہذا سید" یہ میرا بیٹا سید ہے اور دیکھو یہ عنقریب دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔

امام نسائی عبداللہ ابن شداد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن نماز عشاء پڑھانے کے لیے آنحضرت تشریف لائے آپ کی آغوش میں امام حسن تھے آنحضرت نماز میں مشغول ہو گئے، جب سجدہ میں گئے تو اتنا طول دیا کہ میں یہ سمجھنے لگا کہ شاید آپ پر وحی نازل ہونے لگی ہے اختتام نماز پر آپ سے اس کا ذکر کیا گیا تو فرمایا کہ میرا فرزند میری پشت پر آ گیا تھا میں نے یہ نہ چاہا کہ اسے اس وقت تک پشت سے اتاروں، جب تک کہ وہ خود نہ اتر جائے، اس لیے سجدہ کو طول دینا پڑا۔

حکیم ترمذی، نسائی اور ابوداؤد نے لکھا ہے کہ آنحضرت ایک دن محو خطبہ تھے کہ حسنین آ گئے اور حسن کے پاؤں دامن عبا میں اس طرح الجھے کہ زمین پر گر پڑے، یہ دیکھ کر آنحضرت نے خطبہ ترک کر دیا اور منبر سے اتر کر انہیں آغوش میں اٹھالیا اور منبر پر تشریف لے جا کر خطبہ شروع فرمایا (مطالب السؤل ص ۲۲۳)۔

امام حسن کی سرداری جنت

آل محمد کی سرداری مسلمات سے ہے علماء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ سرور کائنات نے ارشاد فرمایا ہے "الحسن والحسین سیدا شباب اہل الجنۃ وابوہما خیر منہما" حسن اور حسین جوانان جنت کے سردار ہیں اوران کے والد بزرگوار یعنی علی بن ابی طالب ان دونوں سے بہتر ہیں۔ جناب حذیفہ یمانی کا بیان ہے کہ میں نے آنحضرت کو ایک دن بہت زیادہ مسرور پا کر عرض کی مولا آج افراط شادمانی کی کیا وجہ ہے ارشاد فرمایا کہ مجھے آج جبرئیل نے یہ بشارت دی ہے کہ میرے دونوں فرزند حسن وحسین جوانان بہشت کے سردار ہیں اوران کے والد علی ابن ابی طالب ان سے بھی بہتر ہیں (کنزالعمال ج ۷ ص ۱۰۷ ،صواعق محرقہ ص ۱۱۷) اس حدیث سے اس کی بھی وضاحت ہوگئی کہ حضرت علی صرف سید ہی نہ تھے بلکہ فرزندان سیادت کے باپ تھے۔

جذبہ اسلام کی فراوانی

مؤرخین کا بیان ہے کہ ایک دن ابوسفیان حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوکر کہنے لگا کہ آپ آنحضرت سے سفارش کرکے ایک ایسا معاہدہ لکھوا دیجئے جس کی رو سے میں اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکوں آپ نے فرمایا کہ آنحضرت جو کچھ کہہ چکے ہیں اب اس میں سرمو فرق نہ ہوگا اس نے امام حسن سے شفارش کی خواہش کی، آپ کی عمر اگرچہ اس وقت صرف ۱۴ ماہ کی

تھی لیکن آپ نے اس وقت ایسی جرائت کا ثبوت دیا جس کا تذکرہ زبان تاریخ پر ہے لکھاہے کہ ابوسفیان کی طلب سفارش پرآپ نے دوڑکراس کی ڈاڑھی پکڑلی اورناک مروڑکرکہاکلمہ شہادت زبان پرجاری کرو،تمہارے لیے سب کچھ ہے یہ دیکھ کرامیرالمومنین مسرورہوگئے (مناقب آل ابی طالب جلد ۴ ص ۴۶)۔

امام حسن اور ترجمانی وحی

علامہ مجلسی تحریرفرماتے ہیں کہ امام حسن کا یہ وطیرہ تھا کہ آپ انتہائی کم سنی کے عالم میں اپنے نانا پرنازل ہونے والی وحی من وعن اپنی والدہ ماجدہ کوسنادیا کرتے تھے ایک دن حضرت علی نے فرمایا کہ اے بنت رسول میراجی چاہتاہے کہ میں حسن کوترجمانی وحی کرتے ہوئے خوددیکھوں،اورسنوں،سیدہ نے امام حسن کے پہنچنے کاوقت بتادیاایک دن امیرالمومنین حسن سے پہلے داخل خانہ ہوگئے اورگوشہ خانہ میں چھپ کربیٹھ گئے امام حسن حسب معمول تشریف لائے اورماں کی آغوش میں بیٹھ کروحی سنانا شروع کردی لیکن تھوڑی دیرکے بعدعرض کی ”یااماہ قدتلجلج لسانی وکل بیانی لعل سیدی یرانی“ مادرگرامی آج زبان وحی ترجمان میں لکنت اوربیان مقصدمیں رکاوٹ ہورہی ہے مجھے ایسامعلوم ہوتاہے کہ جیسے میرے بزرگ محترم مجھے دیکھ رہے ہیں یہ سن کرحضرت امیرالمومنین نے دوڑکرامام حسن کوآغوش میں اٹھالیا اوربوسہ دینے لگے (بحارالانوارجلد ۱۰ ص ۱۹۳)۔

حضرت امام حسن کا بچپن میں لوح محفوظ کا مطالعہ کرنا

امام بخاری رقمطراز ہیں کہ ایک دن کچھ صدقہ کی کھجوریں ائی ہوئی تھیں امام حسن اور امام حسین اس کے ڈھیر سے کھیل رہے تھے اور کھیل ہی کھیل کے طور پر امام حسن نے ایک کھجور دہن اقدس میں رکھ لی، یہ دیکھ کر آنحضرت نے فرمایا اے حسن کیا تمہیں معلوم نہیں ہے؟ کہ ہم لوگوں پر صدقہ حرام ہے (صحیح بخاری پارہ ۶ ص ۵۲)۔

حضرت حجۃ الاسلام شہید ثالث قاضی نور اللہ شوشتری تحریر فرماتے ہیں کہ "امام پر اگر چہ وحی نازل نہیں ہوتی لیکن اس کو الہام ہوتا ہے اور وہ لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے جس پر علامہ ابن حجر عسقلانی کا وہ قول دلالت کرتا ہے جو انہوں نے صحیح بخاری کی اس روایت کی شرح میں لکھا ہے جس میں آنحضرت نے امام حسن کے شیر خوارگی کے عالم میں صدقہ کی کھجور کے منہ میں رکھ لینے پر اعتراض فرمایا تھا" کخ کخ اما تعلم ان الصدقۃ علینا حرام" تھوکو تھو، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم لوگوں پر صدقہ حرام ہے اور جس شخص نے یہ خیال کیا کہ امام حسن اس وقت دودھ پیتے تھے آپ پر ابھی شرعی پابندی نہ تھی آنحضرت نے ان پر کیوں اعتراض کیا اس کا جواب علامہ عسقلانی نے اپنی فتح الباری شرح صحیح بخاری میں دیا ہے کہ امام حسن اور دوسرے بچے برابر نہیں ہو سکتے کیونکہ ان الحسن یطالع لوح المحفوظ امام حسن شیر خوارگی کے عالم میں بھی لوح محفوظ کا مطالعہ کیا کرتے تھے (احقاق الحق ص ۱۲۷)۔

امام حسن کا بچپن اور مسائل علمیہ

یہ مسلمات سے ہے کہ حضرت آئمہ معصومین علیہم السلام کو علم لدنی ہوا کرتا تھا وہ دنیا میں تحصیل علم کے محتاج نہیں ہوا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ وہ بچپن میں ہی ایسے مسائل علمیہ سے واقف ہوتے تھے جن سے دنیا کے عام علماء اپنی زندگی کے آخری عمر تک بے بہرہ رہتے تھے امام حسن جو خانوادہ رسالت کی ایک فرد اکمل اور سلسلہ عصمت کی ایک مستحکم کڑی تھے، کے بچپن کے حالات وواقعات دیکھے جائیں تو میرے دعوی کا ثبوت مل سکے گا:

۱۔ مناقب ابن شہر آشوب میں بحوالہ شرح اخبار قاضی نعمان مرقوم ہے کہ ایک سائل حضرت ابوبکر کی خدمت میں آیا اور اس نے سوال کیا کہ میں نے حالت احرام میں شترمرغ کے چند انڈے بھون کر کھا لیے ہیں بتائیے کہ مجھ پر کفارہ واجب الادا ہوا۔ سوال کا جواب چونکہ ان کے بس کا نہ تھا اس لیے عرق ندامت پیشانی خلافت پر آ گیا ارشاد ہوا کہ اسے عبدالرحمن بن عوف کے پاس لے جاؤ، جوان سے سوال دھرایا تو وہ بھی خاموش ہو گئے اور کہا کہ اس کا حل تو امیر المومنین کر سکتے ہیں:

سائل حضرت علی کی خدمت میں لایا گیا آپ نے سائل سے فرمایا کہ میرے دو چھوٹے بچے جو سامنے نظر آ رہے ہیں ان سے دریافت کر لے سائل امام حسن کی طرف متوجہ ہوا اور مسئلہ دہرایا امام حسن نے جواب دیا کہ تو نے جتنے انڈے کھائے ہیں اتنی ہی عمدہ اونٹیاں لے کر انہیں حاملہ کرا اور ان سے جو بچے پیدا ہوں انہیں راہ خدا میں ہدیہ خانہ کعبہ کر دے۔ امیر المومنین نے ہنس کر فرمایا کہ بیٹا جواب تو بالکل صحیح ہے لیکن یہ بتاؤ کہ کیا ایسا نہیں ہے کہ

کچھ حمل ضائع ہوجاتے ہیں اور کچھ بچے مرجاتے ہیں عرض کی باباجان بالکل درست ہے مگر ایسا بھی تو ہوتا ہے کہ کچھ انڈے بھی خراب ہاور گندے نکل جاتے ہیں یہ سن کر سائل پکار اٹھا کہ ایک مرتبہ اپنے عہد میں سلیمان بن داؤد نے بھی یہی جواب دیا تھا جیسا کہ میں نے اپنی کتابوں میں دیکھا ہے۔

۲۔ایک روز امیرالمومنین مقام رحبہ میں تشریف فرماتے تھے اور حسنین بھی وہاں موجود تھے ناگاہ ایک شخص آ کر کہنے لگا کہ میں آپ کی رعایا اور اہل بلد (شہری) ہوں حضرت نے فرمایا کہ تو جھوٹ کہتا ہے تو نہ میری رعایا میں سے ہے اور نہ میرے شہر کا شہری ہے بلکہ تو بادشاہ روم کا فرستادہ ہے تجھے اس نے معاویہ کے پاس چند مسائل دریافت کرنے کے لیے بھیجا تھا اور اس نے میرے پاس بھیج دیا ہے اس نے کہا یا حضرت آپ کا ارشاد بالکل درست ہے مجھے معاویہ نے پوشیدہ طور پر آپ کے پاس بھیجا ہے اور اس کا حال خداوند عالم کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہے مگر آپ بہ علم امامت سمجھ گئے ،آپ نے فرمایا کہ اچھا اب ان مسائل کے جوابات ان دو بچوں میں سے کسی ایک سے پوچھ لے وہ امام حسن کی طرف متوجہ ہوا چاہتا تھا کہ سوال کرے امام حسن نے فرمایا:

اے شخص تو یہ دریافت کرنے آیا ہے کہ ا۔حق و باطل کتنا فاصلہ ہے ۲۔زمین و آسمان تک کتنی مسافت ہے ۳۔مشرق و مغرب میں کتنی دوری ہے۔

۴۔قوس قزح کیا چز ہے ۵۔مخنث کسے کہتے ہیں ۶۔وہ دس چیزیں کیا ہیں جن میں سے ہر ایک کو خداوند عالم نے دوسرے سے سخت اور فائق پیدا کیا ہے۔

سن، حق و باطل میں چار انگشت کا فرق و فاصلہ ہے اکثر و بیشتر جو کچھ آنکھ سے دیکھا حق ہے اور جو کان سے سنا باطل ہے (آنکھ سے دیکھا ہوا یقینی۔ کان سے سنا ہوا محتاج تحقیق)۔
زمین اور آسمان کے درمیان اتنی مسافت ہے کہ مظلوم کی آہ اور آنکھ کی روشنی پہنچ جاتی ہے۔
مشرق و مغرب میں اتنا فاصلہ ہے کہ سورج ایک دن میں طے کر لیتا ہے۔
اور قوس وقزح اصل میں قوس خدا ہے اس لئے کہ قزح شیطان کا نام ہے۔ یہ فراوانی رزق اور اہل زمین کے لیے غرق سے امان کی علامت ہے اس لئے اگر یہ خشکی میں نمودار ہوتی ہے تو بارش کے حالات میں سے سمجھی جاتی ہے اور بارش میں نکلتی ہے تو ختم باران کی علامت میں سے شمار کی جاتی ہے۔
مخنث وہ ہے جس کے متعلق یہ معلوم نہ ہو کہ مرد ہے یا عورت اور اس کے جسم میں دونوں کے اعضاء ہوں اس کا حکم یہ ہے کہ تا حد بلوغ انتظار کریں اگر محتلم ہو تو مرد اور حائض ہو اور پستان ابھر ائیں تو عورت۔
اگر اس سے مسئلہ حل نہ ہو تو دیکھنا چاہئے کہ اس کے پیشاب کی دھاریں سیدھی جاتی ہیں یا نہیں اگر سیدھی جاتی ہیں تو مرد، ورنہ عورت۔
اور وہ دس چیزیں جن میں سے ایک دوسرے پر غالب وقوی ہے وہ یہ ہیں کہ خدا نے سب سے زائد سخت قوی پتھر کو پیدا کیا ہے مگر اس سے زیادہ سخت لوہا ہے جو پتھر کو بھی کاٹ دیتا ہے اور اس سے زائد سخت قوی آگ ہے جو لوہے کو پگھلا دیتی ہے اور آگ سے زیادہ سخت قوی پانی ہے جو آگ کو بجھا دیتا ہے اور اس سے زائد سخت وقوی ابر ہے جو پانی کو اپنے کندھوں پر

اٹھائے پھرتا ہے اوراس سے زائد وقوی ہوا ہے جوابر کو اڑائے پھرتی ہے اور ہوا سے زائد سخت وقوی فرشتہ ہے جس کی ہوا محکوم ہے اوراس سے زائد سخت وقوی ملک الموت ہے جو فرشتہ باد کی بھی روح قبض کرلیں گے اور موت سے زائد سخت وقوی حکم خدا ہے جو موت کو بھی ٹال دیتا ہے۔ یہ جوابات سن کر سائل پھڑک اٹھا۔

۳۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے دیکھا کہ ایک شخص کے ہاتھ میں خون آلود چھری ہے اوراسی جگہ ایک شخص ذبح کیا ہوا پڑا ہے جب اس سے پوچھا گیا کہ تونے اسے قتل کیا ہے، تواس نے کہا ہاں، لوگ اسے جسد مقتول سمیت جناب امیرالمومنین کی خدمت میں لے چلے اتنے میں ایک اور شخص دوڑتا ہوا آیا، اور کہنے لگا کہ اسے چھوڑ دو اس مقتول کا قاتل میں ہوں۔ ان لوگوں نے اسے بھی ساتھ لے لیا اور حضرت کے پاس لے گئے سارا قصہ بیان کیا آپ نے پہلے شخص سے پوچھا کہ جب تو اس کا قاتل نہیں تھا تو کیا وجہ ہے کہ اپنے کو اس کا قاتل بیان کیا، اس نے کہا یا مولا میں قصاب ہوں گوسفند ذبح کررہا تھا کہ مجھے پیشاب کی حاجت ہوئی، اس طرح خون آلود چھری میں لیے ہوئے اس خرابہ میں چلا گیا وہاں دیکھا کہ یہ مقتول تازہ ذبح کیا ہوا پڑا ہے اتنے میں لوگ آگئے اور مجھے پکڑ لیا میں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس وقت جبکہ قتل کے سارے قرائن موجود ہیں میرے انکار کو کون باور کرے گا میں نے اقرار کرلیا۔

پھر آپ نے دوسرے سے پوچھا کہ تو اس کا قاتل ہے اس نے کہا جی ہاں، میں ہی اسے قتل کرکے چلا گیا تھا جب دیکھا کہ ایک قصاب کی ناحق جان چلی جائے گی تو حاضر ہو گیا آپ

نے فرمایا میرے فرزند حسن کو بلاؤ وہی اس مقدمہ کا فیصلہ سنائیں گے امام حسن آئے اور سارا قصہ سنا، فرمایا دونوں کو چھوڑ دو یہ قصاب بے قصور ہے اور یہ شخص اگرچہ قاتل ہے مگر اس نے ایک نفس کو قتل کیا تو دوسرے نفس (قصاب) کو بچا کر اسے حیات دی اور اسکی جان بچالی اور حکم قرآن ہے کہ "من احیاہا فکانما احیا الناس جمیعا" یعنی جس نے ایک نفس کی جان بچائی اس نے گویا تمام لوگوں کی جان بچائی لہذا اس مقتول کا خون بہا بیت المال سے دیا جائے۔

۴۔علی ابن ابراہیم قمی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ شاہ روم نے جب حضرت علی کے مقابلہ میں معاویہ کی چیرہ دستیوں سے آگاہی حاصل کی تو دونوں کو لکھا کہ میرے پاس ایک ایک نمائندہ بھیج دیں حضرت علی کی طرف سے امام حسن اور معاویہ کی طرف سے یزید کی روانگی عمل میں ائی یزید نے وہاں پہنچ کر شاہ روم کی دست بوسی کی اور امام حسن نے جاتے ہی کہا کہ خدا کا شکر ہے میں یہودی، نصرانی، مجوسی وغیرہ نہیں ہوں بلکہ خالص مسلمان ہوں شاہ روم نے چند تصاویر نکالیں یزید نے کہا میں ان سے ایک کو بھی نہیں پہنچانتا اور نہ بتا سکتا ہوں کہ یہ کن حضرات کی شکلیں ہیں امام حسن نے حضرت آدم، نوح، ابراہیم، اسماعیل، اور شعیب و یحیٰ کی تصویریں دیکھ کر پہچان لیں اور ایک تصویر دیکھ کر آپ رونے لگے بادشاہ نے پوچھا یہ کس کی تصویر ہے فرمایا میرے جد نامدار کی،

اس کے بعد بادشاہ نے سوال کیا کہ وہ کون سے جاندار ہیں جو اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوئے آپ نے فرمایا اے بادشاہ وہ سات جاندار ہیں:

ا۔ ۲۔آدم وحوا ۳۔دنبہ ابراہیم ۴ ناقہ صالح ۵۔ابلیس ۶۔موسوی اژدھاے۔وہ کوا جس نے

قابیل کی دفن ہابیل کی طرف رہبری کی۔

بادشاہ نے یہ تبحر علمی دیکھ کر آپ کی بڑی عزت کی اور تحائف کے ساتھ واپس کیا۔

امام حسن اور تفسیر قرآن

علامہ ابن طلحہ شافعی بحوالہ تفسیرؔ وسیط واحدی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن عباس اور ابن عمر سے ایک آیت سے متعلق " شاہد و مشہود " کے معنی دریافت کئے ابن عباس نے شاہد سے یوم جمعہ اور مشہود سے یوم عرفہ بتایا اور ابن عمر نے یوم جمعہ اور یوم النحر کہا اس کے بعد وہ شخص امام حسن کے پاس پہنچا، آپ نے شاہد سے رسول خدا اور مشہود سے یوم قیامت فرمایا اور دلیل میں آیت پڑھی:

ا ۔ یاایھاالنبی انا ارسلناک شاہداومبشرا ونذیرا ۔اے نبی ہم نے تم کو شاہد و مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

۲۔ ذالک یوم مجموع لہ الناس وذالک یوم مشہود۔ قیامت کا وہ دن ہوگا جس میں تمام لوگ ایک مقام پر جمع ہوں کر دیے جائیں گے، اور یہی یوم مشہود ہے۔سائل نے سب کا جواب سننے کے بعد کہا " فکان قول الحسن احسن " امام حسن کا جواب دونوں سے کہیں بہتر ہے (مطالب السؤل ص ۲۲۵)۔

امام حسن کی عبادت

امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام زبردست عابد، بے مثل زاہد، افضل ترین عالم تھے آپ نے جب بھی حج فرمایا پیدل فرمایا، کبھی کبھی پا برہنہ حج کے لیے جاتے تھے آپ اکثر موت، عذاب، قبر، صراط اور بعثت ونشور کو یاد کر کے رویا کرتے تھے جب آپ وضو کرتے تھے تو آپ کے چہرہ کا رنگ زرد ہو جایا کرتا تھا اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تھے تو بید کی مثل کانپنے لگتے تھے آپ کا معمول تھا کہ جب دروازہ مسجد پر پہنچتے تو خدا کو مخاطب کر کے کہتے میرے پالنے والے تیرا گنہگار بندہ تیری بارگاہ میں آیا ہے اسے رحمن ورحیم اپنے اچھائیوں کے صدقہ میں مجھ جیسے برائی کرنے والے بندہ کو معاف کردے آپ جب نماز صبح سے فارغ ہوتے تھے تو اس وقت تک خاموش بیٹھے رہتے تھے جب تک سورج طالع نہ ہو جائے (روضۃ الواعظین بحارالانوار)۔

آپ کا زہد

امام شافعی لکھتے ہیں کہ امام حسن علیہ السلام نے اکثر اپنا سارا مال راہ خدا میں تقسیم کر دیا ہے اور بعض مرتبہ نصف مال تقسیم فرمایا ہے وہ عظیم و پرہیزگار تھے۔

آپ کی سخاوت

مورخین لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت امام حسن علیہ السلام سے کچھ مانگا دست سوال

درازہوناتھاکہ آپ نے پچاس ہزاردرہم اورپانچ سواشرفیاں دے دیں اورفرمایاکہ مزدورلاکراسے اٹھوالے جا اس کے بعدآپ نے مزدورکی مزدوری میں اپناچغابخش دیا(مراۃ الجنان ص ۱۲۳)۔

ایک مرتبہ آپ نے ایک سائل کوخداسے دعاکرتے دیکھا خدایامجھ دس ہزاردرہم عطافرما آپ نے گھرپہنچ کرمطلوبہ رقم بھجوادی (نورالابصار ص ۱۲۲)۔

آپ سے کسی نے پوچھاکہ آپ توفاقہ کرتے ہیں لیکن سائل کومحروم واپس نہیں فرماتے ارشادفرمایاکہ میں خداسے مانگنے والاہوں اس نے مجھے دینے کی عادت ڈال رکھی ہے اورمیں نے لوگوں کودینے کی عادت ڈالی رکھی ہے میں ڈرتاہوں کہ اگراپنی عادت بدل دوں ،توکہیں خدابھی نہ اپنی عادت بدل دے اورمجھےبھی محروم کردے (ص ۱۲۳)۔

توکل کے متعلق آپ کاارشاد

امام شافعی کابیان ہے کہ کسی نے امام حسن سے عرض کی کہ ابوذرغفاری فرمایاکرتے تھے کہ مجھے تونگری سے زیادہ ناداری اورصحت سے زیادہ بیماری پسندہے آپ نے فرمایاکہ خداابوذرپررحم کرے ان کا کہنادرست ہے لیکن میں تویہ کہتاہوں کہ جوشخص خداکے قضاوقدرپرتوکل کرے وہ ہمیشہ اسی چیزکوپسندکرے گا جسے خدااس کے لیے پسندکرے (مراۃ الجنان جلد ا ص ۱۲۵)۔

امام حسن حلم اور اخلاق کے میدان میں

علامہ ابن شہر آشوب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت امام حسن علیہ السلام گھوڑے پر سوار کہیں تشریف لیے جا رہے تھے راستہ میں معاویہ کے طرف داروں کا ایک شامی سامنے آ پڑا اس نے حضرت کو گالیاں دینی شروع کر دیں آپ نے اس کا مطلقا کوئی جواب نہ دیا جب وہ اپنی جیسی کر چکا تو آپ اس کے قریب گئے اور اس کو سلام کر کے فرمایا کہ بھائی شاید تو مسافر ہے، سن اگر تجھے سواری کی ضرورت ہو تو میں تجھے سوری دیدوں، اگر تو بھوکا ہے تو کھانا کھلا دوں، اگر تجھے کپڑے درکار ہوں تو کپڑے دیدوں، اگر تجھے رہنے کو جگہ چاہئے تو مکان کا انتظام کر دوں، اگر دولت کی ضرورت ہے تو تجھے اتنا دیدوں کہ تو خوش حال ہو جائے یہ سن کر شامی بے انتہا شرمندہ ہوا اور کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ زمین خدا پر اس کے خلیفہ ہیں مولا میں تو آپ کو اور آپ کے باپ دادا کو سخت نفرت اور حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا لیکن آج آپ کے اخلاق نے مجھے آپ کا گردیدہ بنا دیا اب میں آپ کے قدموں سے دور نہ جاؤں گا اور تا حیات آپ کی خدمت میں رہوں گا (مناقب جلد ۴ ص ۵۳، وکامل مبروج جلد ۲ ص ۸۶)۔

عہد امیر المومنین میں امام حسن کی اسلامی خدمات

تواریخ میں ہے کہ جب حضرت علی علیہ السلام کو پچیس برس کی خانہ نشینی کے بعد مسلمانوں نے خلیفہ ظاہری کی حیثیت سے تسلیم کیا اور اس کے بعد جمل، صفین، نہروان کی لڑائیاں ہوئیں

توہرایک جہاد میں امام حسن علیہ السلام اپنے والد بزرگوار کے ساتھ ساتھ ہی نہیں رہے بلکہ بعض موقعوں پر جنگ میں آپ نے کارہائے نمایاں بھی کئے۔ سیر الصحابہ اور روضۃ الصفا میں ہے کہ جنگ صفین کے سلسلہ میں جب ابوموسیٰ اشعری کی ریشہ دوانیاں عریاں ہوچکیں تو امیرالمومنین نے امام حسن اور عمار یاسر کو کوفہ روانہ فرمایا آپ نے جامع کوفہ میں ابوموسیٰ کے افسون کو اپنی تقریر کر تریاق سے بے اثر بنادیا اور لوگوں کو حضرت علی کے ساتھ جنگ کے لیے جانے پرآمادہ کردیا۔ اخبارالطوال کی روایت کی بناپر نوہزار چھ سو پچاس افراد کا لشکر تیار ہوگیا۔

مورخین کا بیان ہے کہ جنگ جمل کے بعد جب عائشہ مدینہ جانے پرآمادہ نہ ہوئیں تو حضرت علی نے امام حسن کو بھیجا کہ انھیں سمجھا کر مدینہ روانہ کریں چنانچہ وہ اس سعی میں ممدوح کامیاب ہوگئے بعض تاریخوں میں ہے کہ امام حسن جنگ جمل وصفین میں علمدار لشکر تھے اورآپ نے معاہدہ تحکیم پر دستخط بھی فرمائے تھے اور جنگ جمل وصفین اورنہروان میں بھی سعی بلیغ کی تھی۔

فوجی کاموں کے علاوہ آپ کے سپرد سرکاری مہمان خانہ کا انتظام اورشاہی مہمانوں کی مدارات کا کام بھی تھا آپ مقدمات کے فیصلے بھی کرتے تھے اور بیت المال کی نگرانی بھی فرماتے تھے وغیرہ وغیرہ۔

حضرت علی کی شہادت اور امام حسن کی بیعت

مورخین کا بیان ہے کہ امام حسن کے والد بزرگوار حضرت علی علیہ السلام کے سر مبارک پر بمقام مسجد کوفہ ۱۸ / رمضان ۴۰ ہجری بوقت صبح امیر معاویہ کی سازش سے عبدالرحمن ابن ملجم مرادی نے زہر میں بجھی ہوئی تلوار لگائی جس کے صدمہ سے آپ نے ۲۱ / رمضان المبارک ۴۰ ہجری کو بوقت صبح شہادت پائی اس وقت امام حسن کی عمر ۳۷ سال چھ یوم کی تھی:

حضرت علی کی تکفین وتدفین کے بعد عبداللہ ابن عباس کی تحریک سے بقول ابن اثیر قیس ابن سعد بن عبادہ انصاری نے امام حسن کی بیعت کی اوران کے بعد تمام حاضرین نے بیعت کر لی جن کی تعداد چالیس ہزار تھی یہ واقعہ ۲۱ / رمضان ۴۰ھ یوم جمعہ کا ہے کفایۃ الاثر علامہ مجلسی میں ہے کہ اس وقت آپ نے ایک فصیح وبلیغ خطبہ پڑھا جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ ہم میں ہر ایک یا تلوار کے گھاٹ اترے گا یا زہر دغا سے شہید ہوگا اس کے بعد آپ نے عراق، ایران، خراسان، حجاز، یمن اور بصرہ وغیرہ کے اعمال کی طرف توجہ کی اور عبداللہ ابن عباس کو بصرہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ معاویہ کو جونہی یہ خبر پہنچی کی بصرہ کے حاکم ابن عباس مقرر کردیئے گئے ہیں تو اس نے دو جاسوس روانہ کیے ایک قبیلہ حمیر کا کوفہ کی طرف اور دوسرا قبیلہ قین کا بصرہ کی طرف، اس کا مقصد یہ تھا کہ لوگ امام حسن سے منحرف ہوکر میری طرف آجائیں لیکن وہ دونوں جاسوس گرفتار کر لیے گئے اور بعد میں انہیں قتل کر دیا گیا۔

حقیقت ہے کہ جب عنان حکومت امام حسن کے ہاتھوں میں آئی تو زمانہ بڑا پرآشوب تھا حضرت علی جن کی شجاعت کی دھاک سارے عرب میں بیٹھی ہوئی تھے دنیا سے کوچ

کر چکے تھے ان کی دفعتہ شہادت نے سوئے ہوئے فتنوں کو بیدار کر دیا تھا اور ساری مملکت میں سازشوں کی کھچڑی پک رہی تھی خود کوفہ میں اشعث ابن قیس، عمر بن حریث، شیث ابن ربعی وغیرہ کھلم کھلا برسر عناد اور آمادہ فساد نظر آتے تھے ۔۔۔ معاویہ نے جا بجا جاسوس مقرر کر دیئے تھے جو مسلمانوں میں پھوٹ ڈلواتے تھے اور حضرت کے لشکر میں اختلاف وتشتت وافتراق کا بیج بوتے تھے اس نے کوفہ کے بڑے بڑے سرداروں سے سازشی ملاقاتیں کیں اور بڑی بڑی رشوتیں دے کر انہیں توڑ لیا۔

بحار الانوار میں علل الشرائع کے حوالہ سے منقول ہے کہ معاویہ نے عمر بن حریث، اشعث بن قیس، حجر ابن الحجر، شبث ابن ربعی کے پاس علیحدہ علیحدہ یہ پیام بھیجا کہ جس طرح ہو سکے حسن ابن علی کو قتل کرادو، جو منچلا یہ کام کر گزرے گا اس کو دو لاکھ درہم نقد انعام دوں گا فوج کی سرداری عطا کروں گا اور اپنی کسی لڑکی سے اس کی شادی کر دوں گا یہ انعام حاصل کرنے کے لے ے لوگ شب و روز موقع کی تاک میں رہنے لگے حضرت کو اطلاع ملی تو آپ نے کپڑوں کے نیچے زرہ پہننی شروع کر دی یہاں تک کہ نماز جماعت پڑھانے کے لیے باہر نکلتے تو زرہ پہن کر نکلتے تھے

معاویہ نے ایک طرف تو خفیہ توڑ جوڑ کئے دوسری طرف ایک بڑا لشکر عراق پر حملہ کرنے کے لیے بھیج دیا جب حملہ آور لشکر حدود عراق میں دور تک آگے بڑھ آیا تو حضرت نے اپنے لشکر کو حرکت کرنے کا حکم دیا حجر ابن عدی کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ آگے بڑھنے کے لیے فرمایا آپ کے لشکر میں بھیڑ بھاڑ تو خاصی نظر آنے لگی تھی مگر سردار جو سپاہیوں کو لڑاتے ہیں کچھ

تو معاویہ کے ہاتھ بک چکے تھے کچھ عافیت کوشی میں مصروف تھے حضرت علی کی شہادت نے دوستوں کے حوصلے پست کر دیئے تھے اور دشمنوں کو جرائت و ہمت دلا دی تھی۔

مورخین کا بیان ہے کہ معاویہ ۶۰ ہزار کی فوج لے کر مقام مسکن میں جا اترا جو بغداد سے دس فرسخ تکریت کی "جانب اوانا" کے قریب واقع ہے امام حسن علیہ السلام کو جب معاویہ کی پیشقدمی کا علم ہوا تو آپ نے بھی ایک بڑے لشکر کے ساتھ کوچ کر دیا اور کوفہ سے ساباط میں جا پہنچے اور ۱۲ ہزار کی فوج قیس ابن سعد کی ماتحتی میں معاویہ کی پیش قدمی روکنے کے لیے روانہ کردی پھر ساباط سے روانہ ہوتے وقت آپ نے ایک خطبہ پڑھا ،جس میں آپ نے فرمایا کہ

"لوگوں ! تم نے اس شرط پر مجھ سے بیعت کی ہے کہ صلح اور جنگ دونوں حالتوں میں میرا ساتھ دو گے" میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے کسی شخص سے بغض و عداوت نہیں ہے میرے دل میں کسی کو ستانے کا خیال نہیں میں صلح کو جنگ سے اور محبت کو عداوت سے کہیں بہتر سمجھتا ہوں۔"

لوگوں نے حضرت کے اس خطاب کا مطلب یہ سمجھا کہ حضرت امام حسن، امیر معاویہ سے صلح کرنے کی طرف مائل ہیں اور خلافت سے دستبرداری کا ارادہ دل میں رکھتے ہیں اسی دوران میں معاویہ نے امام حسن کے لشکر کی کثرت سے متاثر ہو کر یہ مشورہ عمر و عاص کچھ لوگوں کو امام حسن کے لشکر والے سازشیوں نے قیس کے لشکر میں بھیج کر ایک دوسرے کے خلاف پروپیگنڈا کرا دیا۔ امام حسن کے لشکر والے سازشیوں نے قیس کے متعلق یہ شہرت دینی شروع

کی کہ اس نے معاویہ سے صلح کر لی ہے اور قیس بن سعد کے لشکر میں جو سازشی گھسے ہوئے تھے انہوں نے تمام لشکریوں میں یہ چرچا کر دیا کہ امام حسن نے معاویہ سے صلح کر لی ہے ※ امام حسن کے دونوں لشکروں میں اس غلط افواہ کے پھیل جانے سے بغاوت اور بدگمانی کے جذبات ابھر نکلے امام حسن کے لشکر کا وہ عنصر جسے پہلے ہی سے شبہ تھا کہ یہ مائل بہ صلح ہیں کہ کہنے لگا کہ امام حسن بھی اپنے باپ حضرت علی کی طرح کافر ہو گئے ہیں بالآخر فوجی آپ کے خیمہ پر ٹوٹ پڑے آپ کا کل اسباب لوٹ لیا آپ کے نیچے سے مصلی تک گھسیٹ لیا، دوش مبارک پر سے ردا بھی اتار لی اور بعض نمایاں قسم کے افراد نے امام حسن کو معاویہ کے حوالے کر دینے کا پلان تیار کیا، آخر کار آپ ان بدبختیوں سے مایوس ہو کر مدائن کے گورنر، سعد یا سعید کی طرف روانہ ہو گئے، راستہ میں ایک خارجی نے جس کا نام بروایت الاخبار الطوال ص ۳۹۳ " جراح بن قیصہ" تھا آپ کی ران پر کمین گاہ سے ایک ایسا خنجر لگایا جس نے ہڈی تک محفوظ نہ رہنے دیا آپ نے مدائن میں مقیم رہ کر علاج کرایا اور اچھے ہو گئے (تاریخ کامل جلد ۳ ص ۱۶۱، تاریخ آئمہ ص ۳۳۳ فتح باری)۔

معاویہ نے موقع غنیمت جان کر ۲۰ ہزار کا لشکر عبداللہ ابن عامر کی قیادت و ماتحتی میں مدائن بھیج دیا امام حسن اس سے لڑنے کے لیے نکلنے ہی والے تھے کہ اس نے عام شہرت کر دی کہ معاویہ بہت بڑا لشکر لیے ہوئے آ رہا ہے میں امام حسن اور ان کے لشکر سے درخواست کرتا ہوں کہ مفت میں اپنی جان نہ دیں اور صلح کر لیں۔

اس دعوت صلح اور پیغام خوف سے لوگوں کے دل بیٹھ گئے ہمتیں پست ہو گئیں اور امام حسن کی

فوج بھاگنے کے لیے راستہ ڈھونڈنے لگی۔

صلح

مورخ معاصر علامہ علی نقی لکھتے ہیں کہ امیر شام کو حضرت امام حسن علیہ السلام کی فوج کی حالت اور لوگوں کی بے وفائی کا حال معلوم ہو چکا تھا اس لیے وہ سمجھتے تھے کہ امام حسن کے لیے جنگ ممکن نہیں ہے مگر اس کے ساتھ وہ بھی یقین رکھتے تھے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کتنے ہی بے بس اور بے کس ہوں، مگر علی و فاطمہ کے بیٹے اور پیغمبر کے نواسے ہیں اس لیے وہ ایسے شرائط پر ہرگز صلح نہ کریں گے جو حق پرستی کے خلاف ہوں اور جن سے باطل کی حمایت ہوتی ہو، اس کو نظر میں رکھتے ہوئے انہوں نے ایک طرف تو آپ کے ساتھیوں کو عبداللہ بن عامر کے ذریعہ پیغام دلوایا کہ اپنی جان کے پیچھے نہ پڑو، اور خون ریزی نہ ہونے دو۔ اس سلسلہ میں کچھ لوگوں کو رشوتیں بھی دی گئیں اور کچھ بزدلوں کو اپنی تعداد کی زیادتی سے خوف زدہ کیا گیا اور دوسری طرف حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ جن شرائط پر کہیں انہیں شرائط پر صلح کے لیے تیار ہوں۔

امام حسن یقیناً اپنے ساتھیوں کی غداری کو دیکھتے ہوئے جنگ کرنا مناسب نہ سمجھتے تھے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ ضرور پیش نظر تھا کہ ایسی صورت پیدا ہو کہ باطل کی تقویت کا دھبہ میرے دامن پر نہ آنے پائے، اس گھرانے کو حکومت و اقتدار کی ہوس تو کبھی تھی ہی نہیں انھیں تو مطلب اس سے تھا کہ مخلوق خدا کی بہتری ہو اور حدود و حقوق الٰہی کا اجرا ہو، اب معاویہ نے

جوآپ سے منہ مانگے شرائط پر صلح کرنے کے لیے آمادگی ظاہر کی تو اب مصالحت سے انکار کرنا شخصی اقتدار کی خواہش کے علاوہ اور کچھ نہیں قرار پا سکتا تھا اور یہ معاویہ صلح کی شرائط پر عمل نہ کریں گے ،بعد کی بات تھی جب تک صلح نہ ہوتی یہ انجام سامنے آ کہاں سکتا تھا اور حجت تمام کیونکر ہوسکتی تھی پھر بھی آخری جواب دینے سے قبل آپ نے ساتھ والوں کو جمع کرلیا اور تقریر فرمائی

آگاہ رہو کہ تم میں وہ خون ریز لڑائیاں ہو چکی ہیں جن میں بہت لوگ قتل ہوئے کچھ مقتول صفین میں ہوئے جن کے لیے آج تک رو رہے ہو اور کچھ مقتول نہروان کے جن کا معاوضہ طلب کر رہے ہو، اب اگر تم موت پر راضی ہو تو ہم اس پیغام صلح کو قبول نہ کریں اور ان سے اللہ کے بھروسہ پر تلواروں سے فیصلہ کریں اور اگر زندگی کو عزیز رکھتے ہو تو ہم اس کو قبول کرلیں اور تمہاری مرضی پر عمل کریں۔

جواب میں لوگوں نے ہر طرف سے پکارنا شروع کیا ہم زندگی چاہتے ہیں ہم زندگی چاہتے ہیں آپ صلح کر لیجیے،اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ نے صلح کی شرائط مرتب کر کے معاویہ کے پاس روانہ کئے (ترجمہ ابن خلدون)۔

شرائط صلح

اس صلح نامہ کے مکمل شرائط حسب ذیل ہیں:

ا۔معاویہ حکومت اسلام میں، کتاب خدا اور سنت رسول پر عمل کریں گے۔ ۲۔معاویہ کو اپنے

بعد کسی کو خلیفہ نامزد کرنے کا حق نہ ہوگا۔ ۳۔شام وعراق وحجاز و یمن سب جگہ کے لوگوں کے لیے امان ہوگی۔ ۴۔حضرت علی کے اصحاب اور شیعہ جہاں بھی ہیں ان کے جان و مال اور ناموس اور اولاد محفوظ رہیں گے۔ ۵۔معاویہ، حسن بن علی اور ان کے بھائی حسین ابن علی اور خاندان رسول میں سے کسی کو بھی کوئی نقصان پہنچانے یا ہلاک کرنے کی کوشش نہ کریں گے نہ خفیہ طور پر اور نہ اعلانیہ، اور ان میں سے کسی کو کسی جگہ دھمکایا اور ڈرایا نہیں جائے گا۔ ٦۔ جناب امیرالمومنین کی شان میں کلمات نازیبا جواب تک مسجد جامع اور قنوت نماز میں استعمال ہوتے رہے ہیں وہ ترک کردیئے جائیں، آخری شرط کی منظوری میں معاویہ کو عذر ہوا تو یہ طے پایا کہ کم از کم جس موقع پر امام حسن علیہ السلام موجود ہوں اس جگہ ایسا نہ کیا جائے ، یہ معاہدہ ربیع الاول یا جمادی الاول ۴۱ ہجری کو عمل میں آیا۔

صلح نامہ پر دستخط

۲۵ / ربیع الاول کو کوفہ کے قریب مقام انبار میں فریقین کا اجتماع ہوا اور صلح نامہ پر دونوں کے دستخط ہوئے اور گواہیاں ثبت ہوئیں (نہایۃ الارب فی معرفتہ انساب العرب ص ۸۰)

اس کے بعد معاویہ نے اپنے لیے عام بیعت کا اعلان کردیا اور اس سال کا نام سنت الجماعت رکھا پھر امام حسن کو خطبہ دینے پر مجبور کیا آپ منبر پر تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا:

”اے لوگوں خدائے تعالیٰ نے ہم میں سے اول کے ذریعہ سے تمہاری ہدایت کی اور آخر کے ذریعہ سے تمہیں خونریزی سے بچایا معاویہ نے اس امر میں مجھ سے جھگڑا کیا جس کا میں اس

سے زیادہ مستحق ہوں لیکن میں نے لوگوں کی خونریزی کی نسبت اس امر کو ترک کر دینا بہتر سمجھا تم رنج وملال نہ کرو کہ میں نے حکومت اس کے نااہل کو دے دی اوراس کے حق کو جائے ناحق پر رکھا، میری نیت اس معاملہ میں صرف امت کی بھلائی ہے یہاں تک فرمانے پائے تھے کہ معاویہ نے کہا" بس اے حضرت زیادہ فرمانے کی ضرورت نہیں ہے" (تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۳۲۵)۔

تکمیل صلح کے بعدامام حسن نے صبرواستقلال اورنفس کی بلندی کے ساتھ ان تمام ناخوشگوارحالات کو برداشت کیااور معاہدہ پر سختی کے ساتھ قائم رہے مگرادھر یہ ہوا کہ امیرشام نے جنگ کے ختم ہوتے ہی اورسیاسی اقتدار کے مضبوط ہوتے ہی عراق میں داخل ہوکرنخیلہ میں جسے کوفہ کی سرحد سمجھنا چاہیئے ،قیام کیا اور جمعہ کے خطبہ کے بعد اعلان کیا کہ میرا مقصد جنگ سے یہ نہ تھا کہ تم لوگ نماز پڑھنے لگو روزے رکھنے لگو ،حج کرو یازکواة ادا کرو، یہ سب توتم کرتے ہی ہومیرا مقصدتو یہ تھا کہ میری حکومت تم پر مسلم ہوجائے اور یہ مقصدمیرا حسن کے اس معاہدہ کے بعد پورا ہوگیا اور باوجودتم لوگوں کی ناگواری کے میں کامیاب ہوگیا رہ گئے وہ شرائط جومیں نے حسن کے ساتھ کئے ہیں وہ سب میرے پیروں کے نیچے ہیں ان کا پورا کرنا یانہ کرنا میرے ہاتھ کی بات ہے یہ سن کرمجمع میں ایک سناٹا چھا گیامگراب کس میں دم تھا کہ اس کے خلاف زبان کھولتا۔

شرائط صلح کا حشر

مورخین کا اتفاق ہے کہ امیر معاویہ جو میدان سیاست کے کھلاڑی اور مکر وزور کی سلطنت کے تاجدار تھے امام حسن سے وعدہ اور معاہدہ کے بعد ہی سب سے مکر گئے" ولم یف لہ معاویۃ لشئی مما عاہد علیہ" تاریخ کامل ابن اثیر جلد ۳ ص ۱۶۲ میں ہے کہ معاویہ نے کسی ایک چیز کی بھی پرواہ نہ کی اور کسی پر عمل نہ کیا، امام ابوالحسن علی بن محمد لکھتے ہیں کہ جب معاویہ کے لیے امر سلطنت استوار ہو گیا تو اس نے اپنے حاکموں کو جو مختلف شہروں اور علاقوں میں تھے یہ فرمان بھیجا کہ اگر کوئی شخص ابوتراب اور اس کے اہل بیت کی فضیلت کی روایت کرے گا تو میں اس سے بری الذمہ ہوں، جب یہ خبر تمام ملکوں میں پھیل گئی اور لوگوں کو معاویہ کا منشاء معلوم ہو گیا تو تمام خطیبوں نے منبروں پر سب وشتم اور منقصت امیرالمومنین پر خطبہ دینا شروع کر دیا کوفہ میں زیاد ابن ابیہ جو کئی برس تک حضرت علی علیہ السلام کے عہد میں ان کے عمال میں رہ چکا تھا وہ شیعیان علی کو اچھی طرح سے جانتا تھا۔ مردوں، عورتوں، جوانوں، اور بوڑھوں سے اچھی طرح آگاہ تھا اسے ہر ایک رہائش اور کونوں اور گوشوں میں بسنے والوں کا پتہ تھا اسے کوفہ اور بصرہ دونوں کا گورنر بنا دیا گیا تھا۔

اس کے ظلم کی یہ حالت تھی کہ شیعیان علی کو قتل کرتا اور بعضوں کی آنکھوں کو پھوڑ دیتا اور بعضوں کے ہاتھ پاؤں کٹوا دیتا تھا اس ظلم عظیم سے سینکڑوں تباہ ہو گئے، ہزاروں جنگلوں اور پہاڑوں میں جا چھپے، بصرہ میں آٹھ ہزار آدمیوں کا قتل واقع ہوا جن میں بیالیس حافظ اور قاری قرآن تھے ان پر محبت علی کا جرم عاید کیا گیا تھا حکم یہ تھا کہ علی کے بجائے عثمان کے فضائل بیان کئے

جائیں اور علی کے فضائل کے متعلق یہ فرمات تھا کہ ایک ایک فضیلت کے عوض دس دس منقصت و مذمت تصنیف کی جائیں یہ سب کچھ امیرالمومنین سے بدلا لینے اور یزید کے لیے زمین خلافت ہموار کرنے کی خاطر تھا۔

کوفہ سے امام حسن کی مدینہ کو روانگی

صلح کے مراحل طے ہونے کے بعد امام حسن علیہ السلام اپنے بھائی امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ ابن جعفر اور اپنے اطفال وعیال کو لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے تاریخ اسلام مسٹر ذاکر حسین کی جلد ۱ ص ۳۴ میں ہے کہ جب آپ کوفہ سے مدینہ کے لیے روانہ ہوئے تو معاویہ نے راستہ میں ایک پیغام بھیجا اور وہ یہ تھا کہ آپ خوارج سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جائیں کیونکہ انہوں نے میری بیعت ہوتے ہی پھر سر نکالا ہے امام حسن نے جواب دیا کہ اگر خونریزی مقصود ہوتی تو میں تجھ سے صلح کیوں کرتا۔

جسٹس امیر علی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ خوارج حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو مانتے اور حضرت علی علیہ السلام اور عثمان غنی کو نہیں تسلیم کرتے تھے اور بنی امیہ کو مرتد کہتے تھے۔

صلح حسن اور اس کے وجوہ واسباب

استاذی العلام حضرت علامہ سید عدیل اختر اعلی اللہ مقامہ (سابق پرنسپل مدرسۃ الواعظین لکھنؤ) اپنی کتاب تسکین الفتن فی صلح الحسن کے ص ۱۵۸ میں تحریر فرماتے ہیں:

امام حسن کی پالیسی بلکہ جیسا کہ بار بار لکھا جا چکا ہے کل اہلبیت کی پالیسی ایک اور صرف ایک تھی (دراسات اللبیب ص ۲۴۹)۔ وہ یہ کہ حکم خدا اور حکم رسول کی پابندی انہیں کے احکام کا اجراء چاہئے، اس مطلب کے لیے جو برداشت کرنا پڑے، مذکورہ بالا حالات میں امام حسن کے لیے سوائے صلح کیا چارہ ہوسکتا تھا اس کو خود صاحبان عقل سمجھ سکتے ہیں کسی استدلال کی چنداں ضرورت نہیں ہے یہاں پر علامہ ابن اثیر کی یہ عبارت (جس کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے) قابل غور ہے:

"کہا گیا ہے کہ امام حسن نے حکومت معاویہ کو اس لیے سپرد کی کہ جب معاویہ نے خلافت حوالے کرنے کے متعلق آپ کو خط لکھا اس وقت آپ نے خطبہ پڑھا اور خدا کی حمد وثنا کے بعد فرمایا کہ دیکھو ہم کو شام والوں سے اس لیے نہیں دبنا پڑ رہا ہے (کہ اپنی حقیقت میں) ہم کو کوئی شک یا ندامت ہے بات تو فقط یہ ہے کہ ہم اہل شام سے سلامت اور صبر کے ساتھ لڑ رہے تھے مگر اب سلامت میں عداوت اور صبر میں فریاد مخلوط کر دی گئی ہے جب تم لوگ صفین کو جا رہے تھے اس وقت تمہارا دین تمہاری دنیا پر مقدم تھا لیکن اب تم ایسے ہو گئے ہو کہ آج تمہاری دنیا تمہارے دین پر مقدم ہو گئی ہے اس وقت تمہارے دونوں طرف دو قسم کے مقتول ہیں ایک صفین کے مقتول جن پر رو رہے ہو دوسرے نہروان کے مقتول جن کے خون کا بدلہ لینا چاہ رہے ہو خلاصہ یہ کہ جو باقی ہے وہ ساتھ چھوڑنے والا ہے اور جو رو رہا ہے وہ تو بدلہ لینا ہی چاہتا ہے خوب سمجھ لو کہ معاویہ نے ہم کو جس امر کی دعوت دی ہے نہ اس میں عزت ہے اور نہ انصاف، لہذا اگر تم لوگ موت پر آمادہ ہو تو ہم اس کی دعوت کو رد کر دیں

اور ہمارا اور اس کا فیصلہ خدا کے نزدیک بھی تلوار کی باڑھ سے ہو جائے اور اگر تم زندگی چاہتے ہو تو جو اس نے لکھا ہے مان لیا جائے اور جو تمہاری مرضی ہے ویسا ہو جائے، یہ سننا تھا کہ ہر طرف سے لوگوں نے چلانا شروع کر دیا بقابقا، صلح صلح، (تاریخ کامل جلد ۳ ص ۱۶۲)۔

ناظرین انصاف فرمائیں کہ کیا اب بھی امام حسن کے لیے یہ رائے ہے کہ صلح نہ کریں ان فوجیوں کے بل بوتے پر (اگر ایسوں کہ فوج اور ان کی قوتوں کو بل بوتا کہا جا سکے) لڑائی زیبا ہے ہرگز نہیں ایسے حالات میں صرف یہی چارہ تھا کہ صلح کر کے اپنی اور ان تمام لوگوں کی زندگی تو محفوظ رکھیں جو دین رسول کے نام لیوا اور حقیقی پیرو پابند تھے، اس کے علاوہ پیغمبر اسلام کی پیشین گوئی بھی صلح کی راہ میں مشعل کا کام کر رہی تھی (بخاری) علامہ محمد باقر لکھتے ہیں کہ حضرت کو اگرچہ کی وفائے صلح پر اعتماد نہیں تھا لیکن آپ نے حالات کے پیش نظر چارونا چار دعوت صلح منظور کر لی (دمعہ سا کبہ)۔

حضرت امام حسن علیہ السلام کی شہادت

مورخین کا اتفاق ہے کہ امام حسن اگرچہ صلح کے بعد مدینہ میں گوشہ نیشین ہو گئے تھے، لیکن امیر معاویہ آپ کے درپئے آزار رہے انہوں نے بار بار کوشش کی کسی طرح امام حسن اس دار فانی سے ملک جاودانی کو روانہ ہو جائیں اور اس سے ان کا مقصد یزید کی خلافت کے لیے زمین ہموار کرنا تھی، چنانچہ انہوں نے ۵ / بار آپ کو زہر دلوایا، لیکن ایام حیات باقی تھے زندگی ختم نہ ہو سکی، بالاخرہ شاہ روم سے ایک زبردست قسم کا زہر منگوا کر محمد ابن اشعث

یا مروان کے ذریعہ سے جعدہ بنت اشعث کے پاس امیر معاویہ نے بھیجا اور کہلا دیا کہ جب امام حسن شہد ہو جائیں گے تب ہم تجھے ایک لاکھ درہم دیں گے اور تیرا عقد اپنے بیٹے یزید کے ساتھ کر دیں گے چنانچہ اس نے امام حسن کو زہر دے کرے ہلاک کر دیا، (تاریخ مروج الذہب مسعودی جلد ۲ ص ۳۰۳ ، مقاتل الطالبین ص ۵۱ ، ابوالفداء ج ۱ ص ۱۸۳ ، روضۃ الصفاج ۳ ص ۷ ، حبیب السیر جلد ۲ ص ۱۸ ، طبری ص ۶۰۴ ، استیعاب جلد ۱ ص ۱۴۴)۔

مفسر قرآن صاحب تفسیر حسینی علامہ حسین واعظ کاشفی رقمطراز ہیں کہ امام حسن مصالحہ معاویہ کے بعد مدینہ میں مستقل طور پر فروکش ہو گئے تھے آپ کو اطلاع ملی کہ بصرہ میں رہنے والے محبان علی کے اوپر چند اوباشوں نے شبخون مار کر ان کے ۳۸ آدمی ہلاک کر دیئے ہیں امام حسن اس خبر سے متاثر ہو کر بصرہ کے لیے روانہ ہو گئے آپ کے ہمراہ عبداللہ ابن عباس بھی تھے ، راستے میں بمقام موصلی سعد موصلی جو جناب مختار ابن ابی عبیدہ ثقفی کے چچا تھے کے وہاں قیام فرمایا اس کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر دمشق سے واپسی پر جب آپ موصل پہنچے تو باصرار شدید ایک دوسرے شخص کے ہاں مقیم ہوئے اور وہ شخص معاویہ کے فریب میں آ چکا تھا اور مال و دولت کی وجہ سے امام حسن کو زہر دینے کا وعدہ کر چکا تھا چنانچہ دوران قیام میں اس نے تین بار حضرت کو کھانے میں زہر دیا، لیکن آپ بچ گئے۔

امام کے محفوظ رہ جانے سے اس شخص نے معاویہ کو خط لکھا کہ تین بار زہر دیے چکا ہوں مگر امام حسن ہلاک نہیں ہوئے یہ معلوم کر کے معاویہ نے زہر ہلاہل ارسال کیا اور لکھا کہ اگر اس

کا ایک قطرہ بھی تو دے سکا تو یقینا امام حسن ہلاک ہو جائیں گے نامہ برزہر اور خط لیے ہوئے آرہا تھا کہ راستے میں ایک درخت کے نیچے کھانا کھا کر لیٹ گیا، اس کے پیٹ میں درد اٹھا کہ وہ برداشت نہ کر سکا ناگاہ ایک بھیڑیا برامد ہوا اور اسے لے کر رفو چکر ہو گیا، اتفاقاً امام حسن کے ایک ماننے والے کا اس طرف سے گزر ہوا، اس نے ناقہ، اور زہر سے بھر ہوئی بوتل حاصل کر لی اور امام حسن کی خدمت میں پیش کیا، امام علیہ السلام نے اسے ملاحظہ فرما کر جانماز کے نیچے رکھ لیا حاضرین نے واقعہ دریافت کیا امام نے نہ بتایا۔

سعد موصلی نے موقع پا کر جانماز کے نیچے سے وہ خط نکال لیا جو معاویہ کی طرف سے امام کے میزبان کے نام سے بھیجا گیا تھا خط پڑھ کر سعد موصلی آگ بگولہ ہو گئے اور میزبان سے پوچھا کیا معاملہ ہے، اس نے لاعلمی ظاہر کی مگر اس کے عذر کو باور نہ کیا گیا اور اس کی زدوکوب کی گئی یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا اس کے بعد آپ روانہ مدینہ ہو گئے۔

مدینہ میں اس وقت مروان بن حکم والی تھا اسے معاویہ کا حکم تھا کہ جس صورت سے ہو سکے امام حسن کو ہلاک کردو مروان نے ایک رومی دلالہ جس کا نام "الیسونیہ" تھا کو طلب کیا اور اس سے کہا کہ تو جعدہ بنت اشعث کے پاس جا کر اسے میرا یہ پیغام پہنچا دے کہ اگر تو امام حسن کو کسی صورت سے شہید کر دے گی تو تجھے معاویہ ایک ہزار دینار سرخ اور پچاس خلعت مصری عطا کرے گا اور اپنے بیٹے یزید کے ساتھ تیرا عقد کر دے گا اور اس کے ساتھ ساتھ سو دینا نقد بھیج دیئے دلالہ نے وعدہ کیا اور جعدہ کے پاس جا کر اس سے وعدہ لے لیا، امام حسن اس وقت گھر میں نہ تھے اور بمقام عقیق گئے ہوئے تھے اس لیے دلالہ کو بات چیت

کا اچھا خاصا موقع مل گیا اور وہ جعدہ کو راضی کرنے میں کامیاب ہوگئی۔

الغرض مروان نے زہر بھیجا اور جعدہ نے امام حسن کو شہد میں ملا کر دیدیا امام علیہ السلام نے اسے کھاتے ہی بیمار ہوگیے اور فوراً روضہ رسول پر جا کر صحت یاب ہوئے زہر تو آپ نے کھالیا لیکن جعدہ سے بدگمان بھی ہوگئے ،آپ کو شبہ ہوگیا جس کی بنا پر آپ نے اس کے ہاتھ کا کھانا پینا چھوڑ دیا اور یہ معمول مقرر کرلیا کہ حضرت قاسم کی ماں یا حضرت امام حسین کے گھر سے کھانا منگا کر کھانے لگے۔

تھوڑے عرصہ کے بعد آپ جعدہ کے گھر تشریف لے گئے اس نے کہا کہ مولا حوالی مدینہ سے بہت عمدہ خرمے آئے ہیں حکم ہو تو حاضر کروں آپ چونکہ خرمے کو بہت پسند کرتے تھے فرمایا لے آ، وہ زہر آلود خرمے لے کر آئی اور پہچانے ہوئے دانے چھوڑ کر خود ساتھ کھانے لگی امام نے ایک طرف سے کھانا شروع کیا اور وہ دانے کھا گئے جن میں زہر تھا اس کے بعد امام حسین کے گھر تشریف لائے اور ساری رات تڑپ کر بسر کی ،صبح کو روضۂ رسول پر جا کر دعا مانگی اور صحتیاب ہوئے۔

امام حسن نے بار بار اس قسم کی تکلیف اٹھانے کے بعد اپنے بھائیوں سے تبدیلی آب وہوا کے لیے موصل جانے کا مشورہ کیا اور موصل کے لیے روانہ ہوگئے ،آپ کے ہمراہ حضرت عباس اور چند ہواخواہان بھی گئے، ابھی وہاں چند یوم نہ گزرے تھے کہ شام سے ایک نابینا بھیج دیا گیا اور اسے ایک ایسا عصا دیا گیا جس کے نیچے لوہا لگایا ہوا تھا جو زہر میں بجھا ہوا تھا اس نابینا نے موصل پہنچ کر امام حسن کے دوستداران میں سے اپنے کو ظاہر کیا

اورموقع پاکران کے پیر میں اپنے عصا کی نوک چبھودی زہرجسم میں دوڑ گیااورآپ علیل ہوگئے ،جراح علاج کے لیے بلایا گیا،اس نے علاج شروع کیا، نابینا زخم لگا کر روپوش ہوگیا تھا، چودہ دن کے بعد جب پندرہویں دن وہ نکل کرشام کی طرف روانہ ہواتوحضرت عباس علمدار کی اس پر نظر جا پڑی آپ نے اس سے عصا چھین کراس کے سر پراس زور سے مارا کہ سر شگافتہ ہوگیااوروہ اپنے کیفرِکردار کو پہنچ گیا۔

اس کے بعد جناب مختاراوران کے چچا سعد موصلی نے اس کی لاش جلادی چند دنوں کے بعدحضرت امام حسن مدینہ منورہ واپس تشریف لے گئے۔

مدینہ منور میں آپ ایام حیات گزارر ہے تھے کہ "ایسونیہ" دلالہ نے پھر باشارۂ مروان جعدہ سے سلسلہ جنبائی شروع کردی اورزہرہلاہل اسے دے کرامام حسن کا کام تمام کرنے کی خواہش کی ،امام حسن چونکہ اس سے بدگمان ہو چکے تھے اس لے ے اس کی آمدورفت بندتھی اس نے ہر چندکوشش کی لیکن موقع نہ پاسکی بالآخر،شب بست وہشتم صفر ۵۰ کو وہ اس جگہ جاپہنچی جس مقام پرامام حسن سورہے تھے آپ کے قریب حضرت زینب وام کلثوم سورہی تھیں اورآپ کی پائیتی کنیزیں محوخواب تھیں، جعدہ اس پانی میں زہرہلاہل ملاکرخاموشی سے واپس آئی جوامام حسن کے سرہانے رکھا ہوا تھا اس کی واپسی کے تھوڑی دیر بعد ہی امام حسن کی آنکھ کھلی آپ نے جناب زینب کو آواز دی اورکہا اۓ بہن، میں نے ابھی ابھی اپنے نانا اپنے پدر بزرگواراوراپنی مادرگرامی کوخواب میں دیکھا ہے وہ فرماتے تھے کہ اے حسن تم کل رات ہمارے پاس ہوگے، اس کے بعدآپ نے وضوکے لیے پانی مانگااورخوداپناہاتھ

بڑھا کر سرہانے سے پانی لیا اور پی کر فرمایا کہ اے بہن زینب "این چہ آب بود کہ از سر حلقم تا بناقم پارہ پارہ شد" ہائے یہ کیسا پانی ہے جس نے میرے حلق سے ناف تک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے اس کے بعد امام حسین کو اطلاع دی گئی وہ آئے دونوں بھائی بغل گیر ہو کر محو گریہ ہو گئے، اس کے بعد امام حسین نے چاہا کہ ایک کوزہ پانی خود پی کر امام حسن کے ساتھ نانا کے پاس پہنچیں، امام حسن نے پانی کے برتن کو زمین پر پٹک دیا وہ چور چور ہو گیا راوی کا بیان ہے کہ جس زمین پر پانی گرا تھا وہ ابلنے لگی تھی۔

الغرض تھوڑی دیر کے بعد امام حسن کو خون کی قے آنے لگی آپ کے جگر کے ستر ٹکڑے طشت میں آ گئے آپ زمین پر تڑپنے لگے، جب دن چڑھا تو آپ نے امام حسین سے پوچھا کہ میرے چہرے کا رنگ کیسا ہے "سبز" ہے آپ نے فرمایا کہ حدیث معراج کا یہی مقتضی ہے ،لوگوں نے پوچھا کہ مولا حدیث معراج کیا ہے فرمایا کہ شب معراج میرے نانا نے آسمان پر دو قصر ایک زمرد کا، ایک یاقوت سرخ کا دیکھا تو پوچھا کہ اۓ جبرئیل یہ دونوں قصر کس کے لیے ہیں، انہوں نے عرض کی ایک حسن کے لیے اور دوسرا حسین کے لیے پوچھا دونوں کے رنگ میں فرق کیوں ہے؟ کہا حسن زہر سے شہید ہوں گے اور حسین تلوار سے شہادت پائیں گے یہ کہہ کر آپ سے لپٹ گئے اور دونوں بھائی رونے لگے اور آپ کے ساتھ درودیوار بھی رونے لگے۔

اس کے بعد آپ نے جعدہ سے کہا افسوس تو نے بڑی بے وفائی کی ،لیکن یاد رکھ کہ تو نے جس مقصد کے لیے ایسا کیا ہے اس میں کامیاب نہ ہوگی اس کے بعد آپ نے امام حسین

اوربہنوں سے کچھ وصیتیں کیں اورآنکھیں بندفرمالیں پھرتھوڑی دیرکے بعدآنکھ کھول کرفرمایااےحسین میرے بال بچےتمہارےسپردہیں پھربندفرماکرناناکی خدمیں پہنچ گئے "اناللہ وانا الیہ راجعون"۔

امام حسن کی شہادت کےفورابعدمروان نے جعدہ کواپنے پاس بلاکردوعورتوں اورایک مردکے ساتھ معاویہ کے پاس بھیج دیامعاویہ نے اسے ہاتھ پاؤں بندھواکردریائےنیل میں یہ کہہ کرڈلوادیاکہ تونے جب امام حسن کے ساتھ وفا نہ کی،تویزیدکے ساتھ کیاوفاکرے گی(روضۃ الشہداءص ۲۲۰ تا ۲۳۵ طبع بمبئی ۱۲۸۵ءوذکرالعباس ص ۵۰ طبع لاہور ۱۹۵۶ء)۔

امام حسن کی تجہیزوتکفین

الغرض امام حسن کی شہادت کے بعدامام حسین نے غسل وکفن کاانتظام فرمایااورنمازجنازہ پڑھی گئی امام حسن کی وصیت کےمطابق انہیں سرورکائنات کے پہلومیں دفن کرنے کے لیے اپنے کندھوں پراٹھاکرلے چلےابھی پہنچے ہی تھے کہ بنی امیہ خصوصامروان وغیرہ نے آگے بڑھ کرپہلوئے رسول میں دفن ہونے سے روکااورحضرت عایشہ بھی ایک خچرپرسوارہوکر آپہنچیں،اورکہنےلگیں یہ گھیرمیراہے میں توہرگزحسن کواپنے گھرمیں دفن نہ ہونے دوں گی (تاریخ ابوالفداءجلد ۱ ص ۱۸۳،روضۃ المناظرجلد ۱۱ ص ۱۳۳،یہ سن کربعض لوگوں نے کہااے عائشہ تمہاراکیاحال ہے کبھی اونٹ پرسوارہوکردامادرسول سے جنگ کرتی ہوکبھی

خچر پر سوار ہو کر فرزند رسول کے دفن میں مزاحمت کرتی ہو تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہئے (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ذکر العباس ص ۵۱)۔

مگر وہ ایک نہ مانیں اور ضد پر اڑی رہیں، یہاں تک کہ بات بڑھ گئی، آپ کے ہوا خواہوں نے آل محمد پر تیر برسائے۔

کتاب روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۷ میں ہے کہ کئی تیر تابوت میں پیوست ہو گئے۔

کتاب ذکر العباس ص ۵۱ میں ہے کہ تابوت میں ستر تیر پیوست ہوئے تھے۔

(تاریخ اسلام جلد ا ص ۲۸ میں ہے کہ ناچار نعش مبارک کو جنت البقیع میں لا کر دفن کر دیا گیا۔

تاریخ کامل جلد ۳ ص ۱۸۲ میں ہے کہ شہادت کے وقت آپ کی عمر ۴۷ سال کی تھی۔

آپ کی ازواج اور اولاد

آپ نے مختلف اوقات میں ۹ بیویاں کیں، آپ کی اولاد میں ۸ بیٹے اور ۷ بیٹیاں تھیں، یہی تعداد ارشاد مفید ص ۲۰۸، نور الابصار ص ۱۱۲ طبع مصر میں ہے۔

علامہ طلحہ شافعی مطالب السؤل کے ص ۲۳۹ پر لکھتے ہیں کہ امام حسن کی نسل زید اور حسن مثنی سے چلی ہے امام شبلنجی کا کہنا ہے کہ آپ کے تین فرزند، عبداللہ، قاسم، اور عمرو، کربلا میں شہید ہوئے ہیں (نور الابصار ص ۱۱۲)۔

جناب زید بڑے جلیل القدر اور صدقات رسول کے متولی تھے انہوں نے ۱۲۰ھ میں بعمر ۹۰ سال انتقال فرمایا ہے۔

جناب حسن مثنیٰ نہایت جلیل القدر فاضل متقی اورصدقات امیرالمومنین کے متولی تھے آپ کی شادی امام حسین کی بیٹی جناب فاطمہ سے ہوئی تھی آپ نے کربلا کی جنگ میں شرکت کی تھی اور بے انتہا زخمی ہوکر مقتلوں میں دب گئے تھے جب سرکاٹے جارہے تھے تب ان کے ماموں ابواحسان نے آپ کو زندہ پا کر عمر سعد سے لے لیا تھا آپ کو خلیفہ سلیمان بن عبدالملک نے ۹۷ھ میں زہر دیدیا تھا جس کی وجہ سے آپ نے ۵۲ سال کی عمر میں انتقال فرمایا آپ کی شہادت کے بعد آپ کی بیوی جناب فاطمہ ایک سال تک قبر پر خیمہ زن رہیں (ارشاد مفید ص ۲۱۱ ونورالابصار ص ۲۶۹)۔

حضرت امام حسین علیہ السلام

آپ کی ولادت

حضرت امام حسن علیہ لسلام کی ولات کے بعد پچاس راتیں گزریں تھیں کہ حضرت امام حسن علیہ السلام کا نطفہ وجود بطن مادر میں مستقر ہوا تھا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ ولادت حسن اور استقرار حمل حسین میں ایک طہر کا فاصلہ تھا (اصابہ نزول الابرار واقدی)۔

ابھی آپ کی ولادت نہ ہونے پائی تھی کہ بروایتِ ام الفضل بنت حارث نے خواب میں دیکھا کہ رسول کریم کے جسم کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری آغوش میں رکھا گیا ہے اس خواب سے وہ بہت گھبرائیں اور دوڑی ہوئی رسول کریم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض پرداز ہوئیں کہ حضور آج ایک بہت برا خواب دیکھا ہے، حضرت نے خواب سن کر مسکراتے ہوئے فرمایا کہ یہ خواب تو نہایت ہی عمدہ ہے اے ام الفضل کی تعبیر یہ ہے کہ میری بیٹی فاطمہ کے بطن سے عنقریب ایک بچہ پیدا ہوگا جو تمہاری آغوش میں پرورش آئے گا۔

آپ کے ارشاد فرمانے کو تھوڑی ہی عرصہ گزرا تھا کہ خصوصی مدت حمل صرف چھ ماہ گزر کر نور نظر رسول امام حسین بتاریخ ۳/شعبان ۴ء ہجری بمقام مدینہ منورہ بطن مادر سے

آغوش مادر میں آ گئے۔ (شواہدالنبوت ص ۱۳۳ ،انوارحسینیہ جلد ۳ ص ۴۳ بحوالہ صافی ص ۲۹۸، جامع عباسی ص ۵۹، بحارالانوار ومصباح طوسی ابن نماص ۲ وغیرہ)۔

ام الفضل کا بیان ہے کہ میں حسب الحکم ان کی خدمت کرتی رہی، ایک دن میں بچہ کو لے کر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے آغوش محبت میں لے کر پیار کیا اور آپ رونے لگے میں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ ابھی ابھی جبرئیل میرے پاس آئے تھے وہ بتلا گئے ہیں کہ یہ بچہ امت کے ہاتھوں نہایت ظلم وستم کے ساتھ شہید ہوگا، اور اے ام الفضل وہ مجھے اس کی قتل گاہ کی سرخ مٹی بھی دے گئے ہیں (مشکوۃ جلد ۸ ص ۱۴۰ طبع لاہور)۔

اورمسندا امام رضا ص ۳۸ میں ہے کہ آنحضرت نے فرمایا دیکھو یہ واقعہ فاطمہ سے کوئی نہ بتلائے ورنہ وہ سخت پریشان ہوں گی، ملا جامی لکھتے ہیں کہ ام سلمہ نے بیان کیا کہ ایک دن رسول خدا میرے گھر اس حال میں تشریف لائے کہ آپ کے سر مبارک کے بال بکھرے ہوئے تھے، اور چہرہ پر گرد پڑی ہوئی تھی، میں نے اس پریشانی کو دیکھ کر پوچھا کیا بات ہے فرمایا مجھے ابھی ابھی جبرئیل عراق کے مقام کربلا میں لے گئے تھے وہاں میں نے جائے قتل حسین دیکھی ہے اور یہ مٹی لایا ہوں اے ام سلمہ اسے اپنے پاس محفوظ رکھو جب یہ خون ہوجائے تو سمجھنا کہ میرا حسین شہید ہوگیا۔ الخ (شواہدالنبوت ص ۱۷۴)۔

آپ کا اسم گرامی

امام شبلنجی لکھتے ہیں کہ ولادت کے بعد سرور کائنات صلعم نے امام حسین کی آنکھوں میں لعاب

دہن لگایا اور اپنی زبان ان کے منہ میں دے کر بڑی دیر تک چسایا، اس کے بعد داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی، پھر دعائے خیر فرما کر حسین نام رکھا (نور الابصار ص ۱۱۳)۔

علماء کا بیان ہے کہ یہ نام اسلام سے پہلے کسی کا بھی نہیں تھا، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ نام خود خداوند عالم کا رکھا ہوا ہے (ارجح المطالب وروضۃ الشہداء ص ۲۳۶)۔

کتاب اعلام الوریٰ طبرسی میں ہے کہ یہ نام بھی دیگر آئمہ کے ناموں کی طرح لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

آپ کا عقیقہ

امام حسین کا نام رکھنے کے بعد سرورکائنات نے حضرت فاطمہ سے فرمایا کہ بیٹی جس طرح حسن کا عقیقہ کیا گیا ہے اسی طرح اسی کے عقیقہ کا بھی انتظام کرو، اور اسی طرح بالوں کے ہم وزن چاندی تصدق کرو، جس طرح اس کے بھائی حسن کے لیے کر چکی ہو، الغرض ایک مینڈھا منگوایا گیا، اور رسم عقیقہ ادا کر دی گئی (مطالب السؤل ص ۲۴۱)۔

بعض معاصرین نے عقیقہ کے ساتھ ختنہ کا ذکر کیا ہے جو میرے نزدیک قطعاً ناقابل قبول ہے کیونکہ امام کا مختون پیدا ہونا مسلمات سے ہے۔

کنیت والقاب

آپ کی کنیت صرف ابوعبداللہ تھی، البتہ القاب آپ کے بے شمار ہیں جن میں سید وصبط اصغر، شہید اکبر، اورسیدالشہداء زیادہ مشہور ہیں۔ علامہ محمد بن طلحہ شافعی کا بیان ہے کہ سبط اورسید خود رسول کریم کے معین کردہ القاب ہیں (مطالب السؤل ص ۳۱۲)۔

آپ کی رضاعت

اصول کافی باب مولدالحسین ص ۱۱۴ میں ہے کہ امام حسین نے پیدا ہونے کے بعد نہ حضرت فاطمہ زہرا کا شیر مبارک نوش کیا اور نہ کسی اور دائی کا دودھ پیا، ہوتا یہ تھا کہ جب آپ بھوکے ہوتے تھے تو سرور کائنات تشریف لاکر زبان مبارک دہن اقدس میں دے دیتے تھے اورامام حسین اسے چوسنے لگتے تھے، یہاں تک کہ سیر وسیرآب ہوجاتے تھے، معلوم ہونا چاہئے کہ اسی سے امام حسین کا گوشت پوست بنااورلعاب دہن رسالت سے حسین پرورش پاکرکاررسالت انجام دینے کی صلاحیت کے مالک بنے یہی وجہ ہے کہ آپ رسول کریم سے بہت مشابہ تھے (نورالابصار ص ۱۱۳)۔

خداوندعالم کی طرف سے ولادت امام حسین کی تہنیت اور تعزیت

علامہ حسین واعظ کاشفی رقمطراز ہیں کہ امام حسین کی ولادت کے بعد خلاق عالم نے جبرئیل کوحکم دیا کہ زمین پر جا کر میرے حبیب محمد مصطفی کو میری طرف سے حسین کی ولادت پرمبارک باد دیدو اورساتھ ہی ساتھ ان کی شہادت عظمی سے بھی مطلع کر کے تعزیت ادا کردو، جناب جبرئیل بحکم رب جلیل زمین پرواردہوئے اورانہوں نے آنحضرت کی خدمت میں شہادت حسینی کی تعزیت بھی منجانب اللہ ادا کی جاتی ہے، یہ سن کرسرورکائنات کا ماتھا ٹھنکا اورآپ نے پوچھا، جبرئیل ماجرا کیا ہے تہنیت کے ساتھ تعزیت کی تفصیل بیان کرو، جبرئیل نے عرض کی کہ مولا ایک وہ دن ہوگا جس دن آپ کے چہیتے فرزند "حسین" کے گلوئے مبارک پرخنجر آبدار رکھا جائے گا اورآپ کا یہ نورنظر بے یارومددگار میدان کربلا میں یکہ وتنہا تین دن کا بھوکا پیاسا شہید ہوگا یہ سن کرسرورعالم محوگریہ ہوگئے آپ کے رونے کی خبر جونہی امیرالمومنین کوپہنچی وہ بھی رونے لگےاورعالم گریہ میں داخل خانہ سیدہ ہوگئے۔

جناب سیدہ نے جوحضرت علی کوروتا دیکھا دل بے چین ہوگیا،عرض کی ابوالحسن رونے کا سبب کیاہےفرمایابنت رسول ابھی جبرئیل آئے ہیں اوروہ حسین کی تہنیت کےساتھ ساتھ اس کی شہادت کی بھی خبردے گئے ہیں حالات سے باخبرہونے کے بعد فاطمہ کے گریہ گلوگیرہوگیا،آپ نے حضرت کی خدمت میں حاضرہوکرعرض کی باباجان یہ کب ہوگا،فرمایاجب میں نہ ہوں گا نہ توہوگی نہ علی ہوں گے نہ حسن ہوں گے فاطمہ نے پوچھابابامیرا بچہ کس خطا پرشہید ہوگا فرمایافاطمہ بالکل بے جرم وخطا صرف اسلام کی حمایت میں شہادت ہوگی، فاطمہ نے عرض کی باباجان جب ہم میں سے کوئی نہ ہوگا توپھراس پرگریہ

کون کرے گا اوراس کی صف ماتم کون بچھائے گا، راوی کا بیان ہے کہ اس سوال کا حضرت رسول کریم ابھی جواب نہ دینے پائے تھے کہ ہاتف غیبی کی آواز آئی، اے فاطمہ غم نہ کروتمہارے اس فرزند کا غم ابدالآباد تک منایا جائے گا اوراس کا ماتم قیامت تک جاری رہے گا ایک روایت میں ہے کہ رسول خدا نے فاطمہ کے جواب میں یہ فرمایا تھا کہ خدا کچھ لوگوں کو ہمیشہ پیدا کرتا رہے گا جس کے بوڑھے بوڑھوں پراور جوان جوانوں پراور بچے بچوں پراور عورتیں عورتوں پر گریہ وزاری کرتے رہیں گے۔

فطرس کا واقعہ

علامہ مذکور بحوالہ حضرت شیخ مفید علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں کہ اسی تہنیت کے سلسلہ میں جناب جبرئیل بے شمار فرشتوں کے ساتھ زمین کی طرف آرہے تھے کہ ناگاہ ان کی نظر زمین کے ایک غیر معروف طبقہ پر پڑی دیکھا کہ ایک فرشتہ زمین پر پڑا ہوا زاروقطار رو رہا ہے آپ اس کے قریب گئے اور آپ نے اس سے ماجرا پوچھا اس نے کہا اے جبرئیل میں وہی فرشتہ ہوں جو پہلے آسمان پر ستر ہزار فرشتوں کی قیادت کرتا تھا میرا نام فطرس ہے جبرئیل نے پوچھا تجھے کس جرم کی یہ سزا ملی ہے اس نے عرض کی، مرضی معبود کے سمجھنے میں ایک پل کی دیر کی تھی جس کی یہ سزا بھگت رہا ہوں بال و پر جل گئے ہیں یہاں کنج تنہائی میں پڑا ہوں۔

اے جبرئیل خدارا میری کچھ مدد کرو ابھی جبرئیل جواب نہ دینے پائے تھے کہ اس نے سوال کیا اے روح الامین آپ کہاں جارہے ہیں انہوں نے فرمایا کہ نبی آخرالزماں حضرت

محمد مصطفی صلعم کے یہاں ایک فرزند پیدا ہوا ہے جس کا نام حسین ہے میں خدا کی طرف سے اس کی ادائے تہنیت کے لیے جارہا ہوں، فطرس نے عرض کی اے جبرئیل خدا کے لیے مجھے اپنے ہمراہ لیتے چلو مجھے اسی در سے شفا اور نجات مل سکتی ہے جبرئیل اسے ساتھ لے کر حضور کی خدمت میں اس وقت پہنچے جب کہ امام حسین آغوش رسول میں جلوہ فرما تھے جبرئیل نے عرض حال کیا، سرور کائنات نے فرمایا کہ فطرس کے جسم کو حسین کے بدن سے مس کر دو ،شفا ہو جائے گی جبرئیل نے ایسا ہی کیا اور فطرس کے بال و پر اسی طرح روئیدہ ہو گیے جس طرح پہلے تھے۔

وہ صحت پانے کے بعد فخر و مباہات کرتا ہوا اپنی منزل "اصلی" آسمان سوم پر جا پہنچا اور مثل سابق ستر ہزار فرشتوں کی قیادت کرنے لگا، بعداز شہادت حسین چوں برآں قضیہ مطلع شد" یہاں تک کہ وہ زمانہ آیا جس میں امام حسین نے شہادت پائی اور اسے حالات سے آگاہی ہوئی تو اس نے بارگاہ احدیت میں عرض کی مالک مجھے اجازت دی جائے کہ مین زمین پر جا کر دشمنان حسین سے جنگ کروں ارشاد ہوا کہ جنگ کی ضرورت نہیں البتہ تو ستر ہزار فرشتے لے کر زمین پر جا اور ان کی قبر مبارک پر صبح و شام گریہ ماتم کیا کر اور اس کا جو ثواب ہو اسے ان کے رونے والوں کے لیے ہبہ کر دے چنانچہ فطرس زمین کربلا پر جا پہنچا اور تا قیام قیامت شب و روز روتا رہے گا (روضۃ الشہدا از ص ۲۳۶ تا ص ۲۳۸ طبع بمبئی ۱۳۸۵ ئھ وغنیۃ الطالبین شیخ عبدالقادر جیلانی)۔

امام حسین سینہ رسول پر صحابی رسول ابوہریرہ راوی حدیث کا بیان ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے یہ دیکھا ہے کہ رسول کریم لیٹے ہوئے اور امام حسین نہایت کمسنی کے عالم میں ان کے سینہ مبارک پر ہیں، ان کے دونوں ہاتھوں کو پکڑے ہوئے فرماتے ہیں اے حسین تو میرے سینے پر کود چنانچہ امام حسین آپ کے سینہ مبارک پر کودنے لگے اس کے بعد حضور صلعم نے امام حسین کا منہ چوم کر خدا کی بارگاہ میں عرض کی اے میرے پالنے والے میں اسے بے حد چاہتا ہوں تو بھی اسے محبوب رکھ، ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت امام حسین کا لعاب دہن اوران کی زبان اس طرح چوستے تھے جس طرح کھجور کوئی چوسے (ارجح المطالب ص ۳۵۹ وص ۳۶۱، استیعاب ج ۱ ص ۱۴۴، اصابہ جلد ۲ ص ۱۱، کنز العمال جلد ۷ ص ۱۰۴، کنوز الحقائق ص ۵۹)۔

جنت کے کپڑے اور فرزندان رسول کی عید

امام حسن اور امام حسین کا بچپنا ہے عید آنے والی ہے اوران اسخیائے عالم کے گھر میں نئے کپڑے کا کیا ذکر پرانے کپڑے بلکہ نان جویں تک نہیں ہے بچوں نے ماں کے گلے میں بانہیں ڈال دیں مادر گرامی اطفال مدینہ عید کے دن زرق برق کپڑے پہن کر نکلیں گے اور ہمارے پاس بالکل لباس نو نہیں ہے ہم کس طرح عید منائیں گے ماں نے کہا بچو گھبراؤ نہیں، تمہارے کپڑے درزی لائے گا عید کی رات آئی بچوں نے ماں سے پھر کپڑوں کا تقاضا کیا، ماں نے وہی جواب دے کر نونہالوں کو خاموش کردیا۔

ابھی صبح نہیں ہونے پائی تھی کہ ایک شخص نے دق الباب کیا، دروازہ کھٹکھٹایا فضہ دروازہ پر گئیں ایک شخص نے ایک بقچہ لباس دیا، فضہ نے سیدۂ عالم کی خدمت میں اسے پیش کیا اب جو کھولا تو اس میں دو چھوٹے چھوٹے عمامے دو قبائیں، دو عبائیں غرضیکہ تمام ضروری کپڑے موجود تھے ماں کا دل باغ باغ ہو گیا وہ تو سمجھ گئیں کہ یہ کپڑے جنت سے آئے ہیں لیکن منہ سے کچھ نہیں کہا بچوں کو جگایا کپڑے دیئے صبح ہوئی بچوں نے جب کپڑوں کے رنگ کی طرف توجہ کی تو کہا مادر گرامی یہ تو سفید کپڑے ہیں اطفال مدینہ رنگین کپڑے پہنے ہوں گے، امام جان ہمیں رنگین کپڑے چاہئیں۔

حضور انور کو اطلاع ملی، تشریف لائے، فرمایا گھبراؤ نہیں تمہارے کپڑے ابھی ابھی رنگین ہو جائیں گے اتنے میں جبرئیل آفتابہ لیے ہوئے آپہنچے انہوں نے پانی ڈالا محمد مصطفی کے ارادے سے کپڑے سبز اور سرخ ہو گئے سبز جوڑا حسن نے پہنا سرخ جوڑا حسین نے زیب تن کیا، ماں نے گلے لگا لیا باپ نے بوسے دیئے نانا نے اپنی پشت پر سوار کر کے مہار کے بدلے زلفیں ہاتھوں میں دیدیں اور کہا، میرے نونہالو، رسالت کی باگ ڈور تمہارے ہاتھوں میں ہے جدھر چاہو موڑ دو اور جہاں چاہو لے چلو (روضۃ الشہدا ص ۱۸۹ بحارالانوار)۔

بعض علماء کا کہنا ہے کہ سرور کائنات بچوں کو پشت پر بٹھا کر دونوں ہاتھوں اور پیروں سے چلنے لگے اور بچوں کی فرمائش پر اونٹ کی آواز منہ سے نکالنے لگے (کشف المحجوب)۔

امام حسین کا سردار جنت ہونا

پیغمبر اسلام کی یہ حدیث مسلمات اورمتواترات سے ہے کہ"الحسن والحسین سید اشباب اہل الجنۃ وابوہما خیرمنہما" حسن اور حسین جوانان جنت کے سردار ہیں اوران کے پدر بزرگواران دنوں سے بہتر ہیں (ابن ماجہ) صحابی رسول جناب حذیفہ یمانی کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن سرورکائنات صلعم کو بے انتہا مسرور دیکھ کر پوچھا حضور، افراط مسرت کی کیا وجہ ہے فرمایا اے حذیفہ آج ایک ایسا ملک نازل ہوا ہے جو میرے پاس اس سے قبل کبھی نہیں ایا تھا اس نے مجھے میرے بچوں کی سرداری جنت پر مبارک دی ہے اورکہا ہے کہ"ان فاطمۃ سیدۃ نساء اہل الجنۃ وان الحسن والحسین سیداشباب اہل الجنۃ" فاطمۃ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں اورحسنین جنت کے مردوں کے سردار ہیں (کنزالعمال جلد ۷ ص ۱۰۷، تاریخ الخلفاص ۱۲۳ ،اسدالغابہ ص ۱۲ ،اصابہ جلد ۲ ص ۱۲ ،ترمذی شریف ،مطالب السول ص ۲۴۲ ،صواعق محرقہ ص ۱۱۴)۔

اس حدیث سے سیادت علویہ کا مسئلہ بھی حل ہوگیا قطع نظراس سے کہ حضرت علی میں مثل نبی سیادت کا ذاتی شرف موجود تھا اورخودسرورکائنات نے باربارآپ کی سیادت کی تصدیق سیدالعرب ،سیدالمتقین ،سیدالمومنین وغیرہ جیسے الفاظ سے فرمائی ہے حضرت علی کا سرداران جنت امام حسن اورامام حسین سے بہتر ہونا واضح کرتا ہے کہ آپ کی سیادت مسلم ہی نہیں بلکہ بہت بلند درجہ رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ میرے نزدیک جملہ اولاد علی سید ہیں یہ اوربات ہے کہ بنی فاطمہ کے برابرنہیں ہیں۔

امام حسین عالم نماز میں پشت رسول پر

خدانے جوشرف امام حسن اورامام حسین کوعطافرمایا ہے وہ اولادرسول اورفرزندان علی میں آل محمد کے سواکسی کونصیب نہیں ان حضرات کاذکرعبادت اوران کی محبت عبادت، یہ حضرات اگر پشت رسول پرعالم نمازمیں سوارہوجائیں، تونمازمیں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا، اکثرایسا ہوتا تھا کہ یہ نونہالان رسالت پشت پرعالم نمازمیں سوارہوجایا کرتے تھے اورجب کوئی منع کرناچاہتا تھا توآپ اشارہ سے روک دیا کرتے تھے اورکبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ سجدہ میں اس وقت تک مشغول ذکررہا کرتے تھے جب تک بچے آپ کی پشت سے خودنہ اترآئیں آپ فرمایا کرتے تھے خدایامیں انہیں دوست رکھتاہوں توبھی ان سے محبت کر؟ کبھی ارشادہوتا تھااے دنیاوالو! اگرمجھے دوست رکھتے ہوتومیرے بچوں سے بھی محبت کرو(اصابہ ص ۱۲ جلد ۲ ومستدرک امام حاکم ومطالب السؤل ص ۲۲۳)۔

حدیث حسین منی

سرورکائنات نے امام حسین علیہ السلام کے بارے میں ارشادفرمایا ہے کہ اے دنیاوالو! بس مختصریہ سمجھ لوکہ ”حسین منی وانامن الحسین“ حسین مجھ سے ہے اورمیں حسین سے ہوں ۔ خدااسے دوست رکھے جوحسین کودوست رکھے (مطالب السؤل ص ۲۴۲ ،صواعق محرقہ ص ۱۱۴ ،نورالابصارص ۱۱۳ ،صحیح ترمذی جلد ٦ ص ۳۰۷ ،مستدرک امام حاکم جلد ۳ ص ۱۷۷

ومسند احمد جلد ۴ ص ۹۷۲، اسد الغابہ جلد ۲ ص ۹۱، کنز العمال جلد ۴ ص ۲۲۱)۔

مکتوبات باب جنت

سرورکائنات حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ شب معراج جب میں سیر آسمانی کرتا ہوا جنت کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ باب جنت پر سونے کے حروف میں لکھا ہوا ہے۔

"لاالہ الااللہ محمد حبیب اللہ علی ولی اللہ وفاطمۃ امۃاللہ والحسن والحسین صفوۃ اللہ ومن ابغضھم لعنہ اللہ"

ترجمہ: خدا کے سوا کوئی معبود نہیں۔ محمد صلعم اللہ کے رسول ہیں علی، اللہ کے ولی ہیں۔ فاطمہ اللہ کی کنیز ہیں، حسن اور حسین اللہ کے برگزیدہ ہیں اوران سے بغض رکھنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے (ارجح المطالب باب ۳ ص ۳۱۳ طبع لاہور ۱۲۵۱)

امام حسین اور صفات حسنہ کی مرکزیت

یہ تو معلوم ہی ہے کہ امام حسین حضرت محمد مصطفی صلی علیہ وآلہ وسلم کے نواسے، حضرت علی وفاطمہ کے بیٹے اورامام حسن کے بھائی تھے اورانہیں حضرات کو پنجتن پاک کہا جاتا ہے اورامام حسین پنجتن کے آخری فرد ہیں یہ ظاہر ہے کہ آخرتک رہنے والے اور ہر دور سے گزرنے والے کے لیے اکتساب صفات حسنہ کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں، امام حسین

۳/ شعبان ۴ ہجری کو پیدا ہو کر سرور کائنات کی پرورش و پرداخت اور آغوش مادر میں میں رہے اور کسب صفات کرتے رہے، ۲۸/ صفر ۱۱ ہجری کو جب آنحضرت شہادت پا گئے اور ۳/ جمادی الثانیہ کو ماں کی برکتوں سے محروم ہو گئے تو حضرت علی نے تعلیمات الہیہ اور صفات حسنہ سے بہرہ ور کیا، ۲۱/ رمضان ۴۰ ہجری کو آپ کی شہادت کے بعد امام حسن کے سر پر ذمہ داری عائد ہوئی، امام حسن ہر قسم کی استمداد و استعانت خاندانی اور فیضان باری میں برابر کے شریک رہے، ۲۸/ صفر ۵۰ ہجری کو جب امام حسن شہید ہو گئے تو امام حسین صفات حسنہ کے واحد مرکز بن گئے، یہی وجہ ہے کہ آپ میں جملہ صفات حسنہ موجود تھے اور آپ کے طرز حیات میں محمد و علی و فاطمہ اور حسن کا کردار نمایاں تھا اور آپ نے جو کچھ کیا قرآن و حدیث کی روشنی میں کیا، کتب مقاتل میں ہے کہ کربلا میں حب امام حسین رخصت آخری کے لیے خیمہ میں تشریف لائے تو جناب زینب نے فرمایا تھا کہ اے خامس آل عبا آج تمہاری جدائی کے تصور سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محمد مصطفی، علی مرتضی، فاطمۃ الزہراء، حسن مجتبی ہم سے جدا ہو رہے ہیں۔

حضرت عمر کا اعتراف شرف آل محمد

عہد عمری میں اگرچہ پیغمبر اسلام کی آنکھیں بند ہو چکی تھی اور لوگ محمد مصطفی کی خدمت اور تعلیمات کو پس پشت ڈال چکے تھے لیکن پھر بھی کبھی کبھی ”حق برزبان جاری“ کے مطابق عوام سچی باتیں سن ہی لیا کرتے تھے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت عمر منبر رسول پر خطبہ

فرمارہے تھے ناگاہ حضرت امام حسین کا ادھر سے گزر ہوا آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور حضرت عمر کی طرف مخاطب ہوکر بولے "انزل عن منبرابی" میرے باپ کے منبر سے اتر آیئے اور جایئے اپنے باپ کے منبر پر بیٹھے آپ نے کہا کہ میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں ہے اس کے بعد منبر سے اتر کر امام حسین کو اپنے ہمراہ گھر لے گئے اور وہاں پہنچ کر پوچھا کہ صاحب زادے تمہیں یہ بات کس نے سکھائی ہے تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے سے کہا ہے، مجھے کسی نے سکھایا نہیں اس کے بعد انہوں نے کہا کہ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں ،کبھی کبھی آیا کرو آپ نے فرمایا بہتر ہے ایک دن آپ تشریف لے گئے تو حضرت عمر کو معاویہ سے تنہائی میں محو گفتگو پا کو واپس چلے گئے ۔۔۔۔ جب اس کی اطلاع حضرت عمر کو ہوئی تو انہوں نے محسوس کیا اور راستے میں ایک دن ملاقات پر کہا کہ آپ واپس کیوں چلے آئے تھے فرمایا کہ آپ محو گفتگو تھے اس لیے میں نے عبداللہ (ابن عمر) کے ہمراہ واپس آیا حضرت عمر نے کہا کہ "فرزند رسول میرے بیٹے سے زیادہ تمہارا حق ہے" فانما انت ماتری فی روسنا اللہ ثم انتم" اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ میرا وجود تمہارے صدقہ میں ہے اور میرا رواں تمہارے طفیل سے اگا ہے (اصابة ج ۲ ص ۲۵ ،کنز العمال جلد ۷ ص ۱۰۷، ازالة الخفاء)۔

ابن عمر کا اعتراف شرف حسینی

ابن حریب راوی ہیں کہ ایک دن عبداللہ ابن عمر خانہ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے لوگوں سے

باتیں کررہے تھے کہ اتنے میں حضرت امام حسین علیہ السلام سامنے سے آتے ہوئے دکھائی دیئے ابن عمر نے لوگوں کی طرف مخاطب ہوکر کہا کہ یہ شخص یعنی امام حسین اہل آسمان کے نزدیک تمام اہل زمین سے زیادہ محبوب ہیں۔

کرم حسین کی ایک مثال

امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں زیر آیۃ "علم آدم الاسماء کلہا" لکھتے ہیں کہ ایک اعرابی نے خدمت امام حسین میں حاضر ہوکر کچھ مانگا اور کہا کہ میں نے آپ کے جدنامدار سے سنا ہے کہ جب کچھ مانگنا ہوتو چارقسم کے لوگوں سے مانگو: ۱۔شریف عرب سے ۲۔کریم حاکم سے ۳۔حامل قرآن سے ۴۔حسین شکل والے سے۔

میں آپ آپ میں یہ جملہ صفات پاتا ہوں اس لیے مانگ رہا ہوں آپ شریف عرب ہیں آپ کے نانا عربی ہیں آپ کریم ہیں، کیونکہ آپ کی سیرت ہی کرم ہے، قرآن پاک آپ کے گھر میں نازل ہوا ہے آپ صبیح وحسین ہیں، رسول خدا کا ارشاد ہے کہ جو مجھے دیکھنا چاہے وہ حسن اور حسین کو دیکھے، لہذا عرض ہے کہ مجھے عطیہ سے سرفراز فرمایئے، آپ نے فرمایا کہ جدنامدار نے فرمایا ہے کہ "المعروف بقدرالمعرفۃ" معرفت کے مطابق عطیہ دینا چاہئے، تو میرے سوالات کا جواب دے۔ بتا:

سب سے بہتر عمل کیا ہے؟ اس نے کہا اللہ پر ایمان لانا۔ ۲۔ہلاکت سے نجات کا ذریعہ ہے؟ اس نے کہا اللہ پر بھروسہ کرنا۔ ۳۔مرد کی زینت کیا ہے؟ کہا "علم معہ حلم" ایسا علم جس کے

ساتھ حلم ہو، آپ نے فرمایا درست ہے اس کے بعد آپ ہنس پڑے۔ ورمی بالصرۃ الیہ اور ایک بڑا کیسہ اس کے سامنے ڈال دیا۔ (فضائل الخمسۃ من الصحاح الستۃ جلد ۳ ص ۲۶۸)
۔

امام حسین کی نصرت کے لیے رسول کریم کا حکم

انس بن حارث کا بیان ہے جو کہ صحابی رسول اور اصحاب صفہ میں سے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام ایک دن رسول خدا کی گود میں تھے اور وہ ان کو پیار کر رہے تھے ،اسی دوران میں فرمایا، ان ابنی ہذا یقتل بارض یقال لہا کربلاء فمن شہد ذالک منکم فلینصرہ" کہ میرا یہ فرزند حسین اس زمین پر قتل کیا جائے گا جس کا نام کربلا ہے دیکھو تم میں سے اس وقت جو بھی موجود ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ اس کی مدد کرے۔
راوی کا بیان ہے کہ اصل راوی اور چشم دید گواہ انس بن حارث جو کہ اس وقت موجود تھے وہ امام حسین کے ہمراہ کربلا میں شہید ہو گئے تھے (اسد الغابہ جلد ۱ ص ۱۲۳ و ۳۴۹، اصابہ جل ۱ ص ۶۸، کنز العمال جلد ۶ ص ۲۲۳، ذخائر العقبی محب طبری ص ۱۴۶)۔

امام حسین علیہ السلام کی عبادت

علماء و مورخین کا اتفاق ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام زبردست عبادت گزار تھے آپ شب و روز میں بے شمار نمازیں پڑھتے تھے اور انواع واقسام عبادات سے سرفراز ہوتے تھے آپ نے پچیس حج پا پیادہ کئے اور یہ تمام حج زمانہ قیام مدینہ منورہ میں فرمائے تھے، عراق میں قیام کے دوران آپ کو اموی ہنگامہ آرائیوں کی وجہ سے کسی حج کا موقع نہیں مل سکا۔(اسد الغابہ جلد ۳ ص ۲۷)۔

امام حسین کی سخاوت

مسند امام رضا ص ۳۵ میں ہے کہ سخی دنیا کے لوگوں کے سردار اور متقی آخرت کے لوگوں کے سردار ہوتے ہیں امام حسین سخی ایسے تھے جن کی نظیر نہیں اور متقی ایسے تھے کہ جن کی مثال نہیں، علماء کا بیان ہے کہ اسامہ ابن زید صحابی رسول علیل تھے امام حسین انھیں دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے تو آپ نے محسوس کیا کہ وہ بے حد رنجیدہ ہیں، پوچھا، اے میرے نانا کے صحابی کیا بات ہے "واغماہ" کیوں کہتے ہو، عرض کی مولا، ساٹھ ہزار درہم کا مقروض ہوں آپ نے فرمایا کہ گھبراو نہیں اسے میں ادا کردوں گا چنانچہ آپ نے ان کی زندگی میں ہی انہیں قرضے کے بار سے سبکدوش فرمادیا۔

ایک دفعہ ایک دیہاتی شہر میں آیا اور اس نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہاں سب سے زیادہ سخی کون ہے؟ لوگوں نے امام حسین کا نام لیا، اس نے حاضر خدمت ہو کر بذریعہ اشعار سوال

کیا،حضرت نے چار ہزار اشرفیاں عنایت فرمادیں،اس نے شعیب خزاعی کا کہنا ہے کہ شہادت امام حسین کے بعد آپ کی پشت پر بار برداری کے گھٹے دیکھے گئے جس کی وضاحت امام زین العابدین نے یہ فرمائی تھی کہ آپ اپنی پشت پر لاد کر اشرفیاں اورغلوں کے گٹھر بیواؤں اور یتیموں کے گھر رات کے وقت پہنچایا کرتے تھے کتابوں میں ہے کہ آپ کے ایک غیر معصوم فرزند کوعبدالرحمن سلمی نے سورہ حمد کی تعلیم دی،آپ نے ایک ہزار اشرفیاں اورایک ہزار قیمتی خلعتیں عنایت فرمائیں (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۴ ص ۷۴)۔

امام شلبخی اورعلامہ محمد ابن طلحہ شافعی نے نورالابصار اورمطالب السؤل میں ایک اہم واقعہ آپ کی صفت سخاوت کے متعلق تحریر کیا ہے جسے ہم امام حسن کے حال میں لکھ آئے ہین کیونکہ اس واقعہ سخاوت میں وہ بھی شریک تھے۔

جنگ صفین میں امام حسین کی جد وجہد

اگر چہ مورخین کا تقریباً اس پر اتفاق ہے کہ امام حسین عہد امیرالمومنین کے ہر معرکہ میں موجود رہے،لیکن محض اس خیال سے کہ یہ رسول اکرم کی خاص امانت ہیں انہیں کسی جنگ میں لڑنے کی اجازت نہیں دی گئی (نورالحسینہ ص ۴۴)۔

لیکن علامہ شیخ مہدی مازندرانی کی تحقیق کے مطابق آپ نے بندش آپ توڑنے کے لیے مقام صفین میں نبرآزمائی فرمائی تھی (شجرۂ طوبٰی طبع نجف اشرف ۱۳۵۴ ھ وبحارالانوار جلد ۱۰ ص ۲۵۷ طبع ایران)۔

علامہ باقر خراسانی لکھتے ہیں کہ اس موقع پر امام حسین کے ہمراہ حضرت عباس بھی تھے (کبریت الاحمر ص ۲۵ وذکر العباس ص ۲۶)۔

حضرت امام حسین علیہ السلام گرداب مصائب میں

واقعہ کربلا کا آغاز

حضرت امام حسین علیہ السلام جب پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفی صلعم کی زندگی کے آخری لمحات سے لے کر امام حسن کی حیات کے آخری ایام تک بحر مصائب وآلام کے ساحل سے کھیلتے ہوئے زندگی کے اس عہد میں داخل ہوئے جس کے بعد آپ کے علاوہ پنجتن میں کوئی باقی نہ رہا تو آپ کا سفینہ حیات خود گرداب مصائب میں آ گیا امام حسن کی شہادت کے بعد سے معاویہ کی تمام تر جدوجہد یہی رہی کہ کسی طرح امام حسین کا چراغ زندگی بھی اسی طرح گل کر دے، جس طرح حضرت علی اور امام حسن کی شمع حیات بجھا چکا ہے اور اس کے لیے وہ ہر قسم کا داؤں کرتا رہا اور اس سے کا مقصد صرف یہ تھا کہ یزید کی خلافت کے منصوبہ کو پروان چڑھائے، بالآخر اس نے ۵٦ء میں ایک ہزار کی جمعیت سمیت یزید کے لیے بیعت لینے کی غرض سے حجاز کا سفر اختیار کیا اور مدینہ منورہ پہنچا۔

وہاں امام حسین سے ملاقات ہوئی اس نے بیعت یزید کا ذکر کیا، آپ نے صاف لفظوں میں اس کی بدکرداری کا حوالہ دے کر انکار کر دیا، معاویہ کو آپ کا انکار کھلا تو بہت زیادہ لیکن

چند الٹے سیدھے الفاظ کہنے کے سوا اور کچھ کر نہ سکا اس کے بعد مدینہ اور پھر مکہ میں بیعت یزید لے کر شام کو واپس چلا گیا۔ علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ امیر معاویہ نے جب مدینہ میں بیعت کا سوال اٹھایا تو حسین بن علی، عبدالرحمن بن ابی بکر، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر نے بیعت یزید سے انکار کر دیا اس نے بڑی کوشش کی لیکن یہ لوگ نہ مانے اور رفع فتنہ کے لیے امام حسین کے علاوہ سب مدینہ سے چلے گئے۔

معاویہ ان کے پیچھے مکہ پہنچا اور وہاں ان پر دباؤ ڈالا لیکن کامیاب نہ ہوا، آخر کار شام واپس چلا گیا (روضۃ الشہداء ص ۲۳۴)۔

معاویہ بڑی تیز کی ساتھ بیعت لیتا رہا اور بقول علامہ ابن قتیبہ اس سلسلہ میں اس نے ٹکوں میں لوگوں کے دین بھی خرید لیے، الغرض رجب ۶۰ ھ میں معاویہ رخت سفر باندھ کر دنیا سے چلا گیا، یزید جو اپنے باپ کے مشن کو کامیاب کرنا ضروری سمجھتا تھا سب سے پہلے مدینہ کی طرف متوجہ ہو گیا اور اس نے وہاں کے والی ولید بن عقبہ کو لکھا کہ امام حسین، عبدالرحمن بن ابی بکر، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر سے میری بیعت لے لے، اور اگر یہ انکار کریں تو ان کے سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دے، ابن عقبہ نے مروان سے مشورہ کیا اس نے کہا کہ سب بیعت کر لیں گے لیکن امام حسین ہرگز بیعت نہ کریں گے اور تجھے ان کے ساتھ پوری سختی کا برتاؤ کرنا پڑے گا۔

صاحب تفسیر حسینی علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ ولید نے ایک شخص (عبدالرحمن بن عمر بن عثمان) کو امام حسین اور ابن زبیر کو بلانے کے لیے بھیجا، قاصد جس وقت پہنچا دونوں

مسجد میں محو گفتگو تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم چلو ہم آتے ہیں، قاصد واپس چلا گیا اور یہ دونوں آپ میں بلانے کے سبب پر تبادلہ خیالات کرنے لگے امام حسین نے فرمایا کہ میں نے آج ایک خواب دیکھا ہے جس سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ معاویہ نے انتقال کیا اور یہ ہمیں بیعت یزید کے لیے بلا رہا ہے ابھی یہ حضرات جانے نہ پائے تھے کہ قاصد پھر آ گیا اور اس نے کہا کہ ولید آپ حضرات کے انتظار میں ہے امام حسین نے فرمایا کہ جلدی کیا ہے جا کر کہہ دو کہ ہم تھوڑی دیر میں آجائیں گے۔

اس کے بعد امام حسین دولت سرا میں تشریف لائے اور ۳۰ بہادروں کو ہمراہ لے کر ولید سے ملنے کا قصد فرمایا آپ داخل دربار ہو گئے اور بہادران بنی ہاشم بیرون خانہ درباری حالات کا مطالعہ کرتے رہے ولید نے امام حسین کی مکمل تعظیم کی اور خبر مرگ معاویہ سنانے کے بعد بیعت کا ذکر کیا ،آپ نے فرمایا کہ مسئلہ سوچ بچار کا ہے تم لوگوں کو جمع کرو اور مجھے بھی بلالو میں "علی روس الاشہاد" یعنی عام مجمع میں اظہار خیال کروں گا۔

ولید نے کہا بہتر ہے، پھر کل تشریف لایئے گا ابھی آپ جواب بھی نہ دینے پائے تھے کہ مروان بول اٹھا اے ولید اگر حسین اس وقت تیرے قبضہ سے نکل گئے تو پھر ہاتھ نہ آئیں گے ان کو اسی وقت مجبور کر دے اور ابھی ابھی بیعت لے لے اور اگر یہ انکار کریں تو حکم یزید کے مطابق سرتن سے اتار لے یہ سننا تھا کہ امام حسین کو جلال آ گیا آپ نے فرمایا "یا بن الزرقا" کس میں دم ہے کہ حسین کو ہاتھ لگا سکے، تجھے نہیں معلوم کہ ہم آل محمد ہیں فرشتے ہمارے گھروں میں آتے رہتے ہیں ہمیں کیونکر مجبور کیا جا سکتا ہے کہ ہم یزید جیسے فاسق

وفاجراور شرابی کی بیعت کرلیں، امام حسین کی آواز کا بلند ہونا تھا کہ بہادران بنی ہاشم داخل دربار ہوگئے اورقریب تھا کہ زبردست ہنگامہ برپا کردیں لیکن امام حسین نے انہیں سمجھا بجھا کر خاموش کردیا اس کے بعد امام حسین واپس دولت سرا تشریف لے گئے ولید نے سارا واقعہ یزید کولکھ کر بھیج دیا اس نے جواب میں لکھا کہ اس خط کے جواب میں امام حسین کا سر بھیج دو، ولید نے یزید کا خط امام حسین کے پاس بھیج کر کہلا بھیجا کہ فرزند رسول، میں یزید کے کہنے پر کسی صورت سے عمل نہیں کرسکتا لیکن آپ کو باخبر کرتا ہوں اور بتانا چاہتا ہوں کہ یزید آپ کے خون بہانے کے درپے ہے ※

امام حسین نے صبر کے ساتھ حالات پرغورکیا اور نانا کے روضہ پر جا کر درد دل بیان فرمایا اور بے انتہا روئے ،صبح صادق کے قریب مکان واپس آئے دوسری رات کو پھر روضہ رسول پر تشریف لے گئے اور مناجات کے بعد روتے روتے سو گئے خواب میں آنحضرت کو دیکھا کہ آپ حسین کی پیشانی کا بوسہ لے رہے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ اے نور نظر عنقریب امت تمہیں شہید کردے گی بیٹا تم بھوکے پیاسے ہوگے تم فریاد کرتے ہوگے اورکوئی تمہاری فریاد رسی نہ کرے گا امام حسین کی آنکھ کھل گئی آپ دولت سرا واپس تشریف لائے اوراپنے اعزا کو جمع کر کے فرمانے لگے کہ اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ میں مدینہ کو چھوڑ دوں ،ترک وطن کا فیصلہ کرنے کے بعد روضہ امام حسن اور مزار جناب سیدہ پرتشریف لے گئے بھائی سے رخصت ہوئے ماں کو سلام کیا قبر سے جواب سلام آیا، نانا کے روضہ پر رخصت آخری کے لیے تشریف لے گئے روتے روتے سو گئے سرور کائنات نے

خواب میں صبر کی تلقین کی اور فرمایا بیٹا ہم تمہارے انتظار میں ہیں۔
علماء کا بیان ہے کہ امام حسین ۲۸ / رجب ۶۰ ھ یوم سہ شنبہ کو مدینہ منورہ سے بارادہ مکہ معظّمہ روانہ ہوئے علامہ ابن حجر کا کہنا ہے کہ "نفرلمکتہ خوفاعلی نفسہ" امام حسین جان کے خوف سے مکہ تشریف لے گئے (صواعق محرقہ ص ۷۶)۔
آپ کے ساتھ تمام مخدرات عصمت وطہارت اور چھوٹے چھوٹے بچے تھے البتہ آپ کی ایک صاحبزادی جن کا نام فاطمہ صغریٰ تھا اور جن کی عمر اس وقت ۷ / سال تھی بوجہ علالت شدیدہ ہمراہ نہ جاسکیں امام حسین نے آپ کی تیمارداری کے لیے حضرت عباس کی ماں جناب ام البنین کو مدینہ میں ہی چھوڑ دیا تھا اور کچھ فریضہ خدمت ام المومنین جناب ام سلمہ کے سپرد کر دیا تھا، آپ ۳ / شعبان ۶۰ ھ یوم جمعہ کو مکہ معظّمہ پہنچ گئے آپ کے پہنچتے ہی والی مکہ سعید ابن عاص مکہ سے بھاگ کر مدینہ چلا گیا اور وہاں سے یزید کو مکہ کے تمام حالات لکھے اور بتایا کہ لوگوں کا رجحان امام حسین کی طرف اس تیزی سے بڑھ رہا ہے جس کا جواب نہیں ، یزید نے یہ خبر پاتے ہی مکہ میں قتل حسین کی سازش پر غور کرنا شروع کر دیا۔
امام حسین مکہ معظّمہ میں چار ماہ شعبان، رمضان، شوال، ذیقعدہ مقیم رہے یزید جو بہر صورت امام حسین کو قتل کرنا چاہتا تھا اس نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ حسین اگر مدینہ سے بچ کر نکل گئے ہیں تو مکہ میں قتل ہو جائیں اور اگر مکہ سے بچ نکلیں تو کوفہ پہنچ کر شہید ہو سکیں، یہ انتظام کیا کہ کوفے سے ۱۲ ہزار خطوط دوران قیام مکہ میں بھجوائے کیونکہ دشمنوں کو یہ یقین تھا کہ حسین کوفہ میں آسانی سے قتل کئے جاسکیں گے، نہ یہاں کے باشندوں میں عقیدہ کا سوال ہے

اور نہ عقیدت کا یہ فوجی لوگ ہیں ان کی عقلیں بھی موٹی ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ شہادت حسین سے قبل جب تک جتنے افسر بھیجے گئے وہ محض اس غرض سے بھیجے جاتے رہے کہ حسین کو گرفتار کر کے کوفہ لے جائیں (کشف الغمہ ص ۶۸)۔

اور ایک عظیم لشکر مکہ میں شہید کئے جانے کے لیے ارسال کیا اور ۳۰ / خارجیوں کو حاجیوں کے لباس میں خاص طور پر بھجوا دیا جس کا قائد عمر ابن سعد تھا (ناسخ التواریخ جلد ۶ ص ۲۱ ،منتخب طریحی خلاصۃ المصائب ص ۱۵۰، ذکر العباس ص ۱۲۲)۔

عبدالحمید خان ایڈیٹر رسالہ مولوی دہلی لکھتے ہیں کہ "اس کے علاوہ ایک سازش یہ بھی کی گئی کہ ایام حج میں تین سو شامیوں کو بھیج دیا گیا کہ وہ گروہ حجاج میں شامل ہو جائیں اور جہاں جس حال میں بھی حضرت امام حسین کو پائیں قتل کر ڈالیں (شہید اعظم ص ۷۱)۔

خطوط جو کوفہ سے آئے تھے انہیں شرعی رنگ دیا گیا تھا اور وہ ایسے لوگوں کے نام سے بھیجے گئے تھے جن سے امام حسین متعارف تھے شاہ عبدالعزیز دہلوی کا کہنا ہے کہ یہ خطوط "من کل طائفۃ و جماعۃ" ہر طائفہ اور جماعت کی طرف سے بھجوائے گئے تھے (سر الشہادتین ص ۶۷) ۔علامہ ابن حجر کا کہنا ہے کہ خطوط بھیجنے والے عام اہل کوفہ تھے (صواعق محرقہ ص ۱۱۷) ابن جریر کا بیان ہے کہ اس زمانہ میں کوفہ میں ایک دو گھر کے علاوہ کوئی شیعہ نہ تھا (طبری) حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی شرعی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لیے تفحص حالات کی خاطر جناب مسلم ابن عقیل کو کوفہ روانہ کر دیا۔

مکہ معظمہ میں امام حسین کی جان نہ بچ سکی

یہ واقعہ ہے کہ امام حسین مدینہ منورہ سے اس لے عازم مکہ ہوئے تھے کہ یہاں ان کی جان بچ جائے گی لیکن آپ کی جان لینے پر ایسا سفاک دشمن تلا ہوا تھا جس نے مکہ معظّمہ اور کعبہ محترمہ میں بھی آپ کو محفوظ نہ رہنے دیا اور وہ وقت آ گیا کہ امام حسین مقام امن کو محل خوف سمجھ کر مکہ معظّمہ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اور قریب تھا کہ آپ کو عالم حج وطواف میں قتل کر دیں۔

امام حسین کو جیسے ہی سازش کا پتہ لگا، آپ نے فوراً حج کو عمرہ منفردہ سے بدلا اور ۸ / ذی الحجہ ۶۰ھ کو جناب مسلم کے خط پر بھروسہ کر کے عازم کوفہ ہو گئے ابھی آپ روانہ نہ ہونے پائے تھے کہ اعزاء واقربا نے کمال ہمدردی کے ساتھ التوائے سفر کوفہ کی درخواست کی، آپ نے فرمایا کہ گر چیونٹی کے بل میں بھی چھپ جاؤں تو بھی ضرور قتل کیا جاؤں گا اور سنو میرے نانا نے فرمایا ہے کہ حرمت مکہ ایک دنبہ کے قتل سے برباد ہوگی میں ڈرتا ہوں کہ وہ دنبہ میں ہی نہ قرار پاؤں میری خواہش ہے کہ میں مکہ سے باہر چاہے ایک ہی بالشت پر کیوں نہ ہوں قتل کیا جاؤں گا (تاریخ کامل جلد ۴ ص ۲۰، ینابیع المودۃ ص ۲۳۷، صواعق محرقہ ص ۱۱۷)۔

یہ واقعہ ہے کہ کہ یزید کا ارادہ بہرصورت امام حسین کو قتل کرنا اور استیصال بنی فاطمہ تھا۔ (کشف الغمہ ص ۸۷)۔

یہی وجہ ہے کہ جب امام حسین کے مکہ معظّمہ سے روانہ ہونے کی اطلاع والی مکہ عمر بن سعید کو ہوئی تو اس نے پوری طاقت سے آپ کو واپس لانے کی سعی کی اور اسی سلسلہ میں اسی نے یحیٰ بن سعید ابن العاص کو ایک گروہ کے ساتھ آپ کو روکنے کے لیے بھیج دیا" فقالوا لہ

انصرف این تذہب" ان لوگوں نے آپ کو روکا اور کہا کہ آپ یہاں سے کہاں نکلے جارہے ہیں فورا لوٹیے، آپ نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہوگا، یہ روکنا معمولی نہ تھا بلکہ ایسا تھا جس میں مار پیٹ کی بھی نوبت آئی (دمعۃ ساکبۃ ص ۳۱۶) مقصد یہ ہے کہ والی مکہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ امام حسین اسکے حدود اقتدار سے نکل جائیں اور یزید کے منشاء کو پورا نہ کرسکے کیونکہ اس کے پیش نظر والی مدینہ کی برطرفی یا تعطل تھا، وہ دیکھ چکا تھا کہ حسین کے مدینہ سے سالم نکل آنے پر والی مدینہ برطرف کردیا گیا تھا۔

امام حسین کی مکہ سے روانگی

الغرض امام حسین اپنے جملہ اعزاء واقرباء اور انصار جان نثار کو ہمراہ لے کر جن کی تعداد بقول امام شبلنجی ۸۲ تھی مکہ سے روانہ ہوگئے آپ جس وقت منزل صفاح پر پہنچے تو فرزدق شاعر سے ملاقات ہوئی وہ کوفہ سے آرہا تھا استفسار پر اس نے بتایا کہ لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہوں لیکن ان کی تلواریں آپ کے خلاف ہیں آپ نے اپنی روانگی کے وجوہ بیان فرمائے اور آپ وہاں سے آگے بڑھے پھر منزل حاجز کے ایک چشمہ پر اترے وہاں عبداللہ ابن مطیع سے ملاقات ہوئی انہوں نے بھی کوفیوں کی بے پروائی کا ذکر کیا، اسکے بعد آپ منزل بطن الرمہ پہنچے اور وہاں سے منزل ذات العرق میں ڈیرہ ڈالا، وہاں شخص بشیر بن غالب سے ملاقات ہوئی اس نے بھی کوفیوں کی غداری کا تذکرہ کیا۔

پھر آپ وہاں سے آگے بڑھے ایک مقام پر ایک خیمہ نصب دیکھا پوچھا اس جگہ کون ٹھہرا ہے

معلوم ہو کہ زبیرابن القین، آپ نے انہیں بلوا بھیجا، جب وہ آئے تو آپ نے اپنی حمایت کا ذکر کیا انہوں نے قبول کرکے اپنی بیوی کو بروائتے اپنے بھائی کے ہمراہ گھر روانہ کر دیا اور خود امام حسین کے ساتھ ہو گئے، پھر وہاں سے روانہ ہو کر منزل "زبالہ" میں پہنچے وہاں آپ کو حضرت مسلم وہانی اور محمد بن کثیر اور عبداللہ بن یقطر جیسے دلیروں کی شہادت کی خبر ملی آپ نے اناللہ وانا الیہ راجعون فرمایا اور داخل خیمہ ہو کر حضرت مسلم کی بچیوں کو کمال محبت کے ساتھ پیار کیا اور بے انتہا روئے اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میرا قتل یقینی ہے، میں تم لوگوں کی گردنوں سے طوق بیعت اتارے لیتا ہوں تمہارا جدھر جی چاہے چلے جاؤ، دنیادار تو واپس ہو گئے، لیکن سب دیندار ہم رکاب ہی رہے۔

پھر وہاں سے روانہ ہو کر منزل قصر بنی مقاتل پر اترے وہاں عبداللہ ابن حر جعفی سے ملاقات ہوئی آپ کے اصرار کے باوجود وہ بقول واعظ کاشفی آپ کے ہمرکاب نہ ہوا پھر منزل ثعلبیہ پر پہنچے، وہاں جناب زینب کی آغوش میں سر رکھ کے سو گئے خواب میں رسول خدا کو دیکھا کہ وہ بلا رہے ہیں آب رو پڑے، ام کلثوم نے سبب گریہ پوچھا آپ نے خواب کا حوالہ دیا اور خاندان کی تباہی کا تاثر ظاہر فرمایا، علی اکبر نے عرض کی بابا ہم حق پر ہیں ہمیں موت سے ڈر نہیں۔

اس کے بعد آپ نے منزل قطقطانیہ پر خطبہ دیا اور وہاں سے روانہ ہو کر قبیلہ بنی سکون میں ٹھہرے آپ کی یہاں سکونت کی اطلاع ابن زیادہ کو دی گئی اس نے ایک ہزار یا دو ہزار کے لشکر سمیت حر بن یزید ریاحی کو امام حسین کی گرفتاری کے لیے روانہ کر دیا امام حسین اپنی قیام

گاہ سے نکل کر کوفہ کی طرف بدستور روانہ ہو گئے راستے میں بنی عکرمہ کا ایک شخص ملا، اس نے کہا قادسیہ سے غدیب تک ساری زمین لشکر سے پٹی پڑی ہے آپ نے اسے دعائے خیر دی اور خود آگے بڑھ کر "منزل شراف" پر قیام کیا وہاں آپ نے محرم ٦١ ھ کا چاند دیکھا اور آپ رات گذار کر علی الصباح روانہ ہو گئے۔

حر بن یزید ریاحی

صبح کا وقت گزرا دو پہر آئی لشکر حسین بادیہ پیمائی کر رہا تھا کہ ناگاہ ایک صحابی حسین نے تکبیر کہی لوگوں نے سبب پوچھا، اس نے جواب دیا کہ مجھے کوفہ کی سمت خرمے اور کیلے کے درخت جیسے نظر آرہے ہیں یہ سن کر لوگ یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس جنگل میں درخت کہاں، اس طرف غور سے دیکھنے لگے، تھوڑی دیر میں گھوڑوں کی کنوتیاں نظر آئیں امام نے فرمایا کہ دشمن آرہے ہیں لہذا منزل ذوخشب یا ذوحسم کی طرف مڑ چلو، لشکر حسین نے رخ بدلا اور لشکر حر نے تیز رفتاری اختیار کی بالآخر سامنے آپہنچا اور بروایتے لجام فرس پر ہاتھ ڈال دیا یہ دیکھ کر حضرت عباس آگے بڑھے اور فرمایا تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے ""ما ترید" کیا چاہتا ہے (مائتین) ص ١٨٣)۔

مورخین کا بیان ہے کہ چونکہ لشکر حر پیاس سے بے چین تھا اس لے ساقی کوثر کے فرزند نے اپنے بہادروں کو حکم دیا کہ حر کے سواروں اور سواری کے جانوروں کو اچھی طرح سیراب کر دو، چنانچہ اچھی طرح سیرابی کر دی گئی اس کے بعد نماز ظہر کی اذان ہوئی حر نے امام حسین کی

قیادت میں نماز ادا کی اور یہ بتایا کہ ہمیں آپ کی گرفتاری کے لیے بھیجا گیا ہے اور ہمارے لیے یہ حکم ہے کہ ہم آپ کو ابن زیاد کے دربار میں حاضر کریں، امام حسین نے فرمایا کہ میرے جیتے جی یہ ناممکن ہے کہ میں گرفتار ہوکر خاموشی کے ساتھ کوفہ میں قتل کردیا جاؤں۔

پھر اس نے تنہائی میں رائے دی کہ چپکے سے رات کے وقت کسی طرف نکل جایئے آپ نے اس کی رائے کو پسند کیا اور ایک راستے پر آپ چل پڑے جب صبح ہوئی تو پھر حر کو تعاقب کرتے دیکھے اور پوچھا کہ اب کیا بات ہے اس نے کہا مولا کسی جاسوس نے ابن زیاد سے غمازی کردی ہے چنانچہ اب اس کا حکم یہ آگیا ہے کہ میں آپ کو بے آب و گیاہ جنگل میں روگ لوں گفتگو کے ساتھ ساتھ رفتار بھی جاری تھی کہ ناگاہ امام حسین کے گھوڑے نے قدم روکے، آپ نے نے لوگوں سے پوچھا اس زمین کو کیا کہتے ہیں کہا گیا کربلا آپ نے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ یہیں پر ڈیرے ڈال دو اور یہیں خیمے لگادو کیونکہ قضائے الٰہی یہیں ہمارے گلے ملے گی (نورالابصار ص ۱۱۷، مطالب السؤل ص ۲۵۷، طبری جلد ۳ ص ۴۰۷، کامل جلد ۴ ص ۲۶، ابوالفدا ء ج ۲ ص ۲۰۱، دمعۃ ساکبۃ ص ۳۳۰، اخبار الطوال ص ۲۵۰، ابن الوردی جلد ۱ ص ۱۷۲، ناسخ جلد ۶ ص ۲۱۹، بحار الانوار جلد ۱۰ ص ۲۸۶)۔

کربلا میں ورود

۲/محرم الحرام ۶۱ ھ یوم پنجشنبہ کو امام حسین علیہ السلام وارد کربلا ہو گئے نور العین ص ۴۶ حیواۃ الحیوان جلد ۱ ص ۵۱ مطالب السؤل ص ۲۵۰، ارشاد مفید، دمعۃ ساکبۃ ص ۳۲۱۔

واعظ کاشفی اور علامہ اربلی کا بیان ہے کہ جیسے ہی امام حسین نے زمین کربلا پر قدم رکھا زمین کربلا زرد ہوگئی اور ایک ایسا غبار اٹھا جس سے آپ کے چہرۂ مبارک پر پریشانی کے آثار نمایاں ہوگئے، یہ دیکھ کر اصحاب ڈر گئے اور جناب ام کلثوم رونے لگیں (کشف الغمہ ص ۶۹ روضۃ الشہدا ص ۳۰۱)۔

صاحب مخزن البکا لکھتے ہیں کہ کربلا پر ورود کے فوراً بعد جناب ام کلثوم نے امام حسین سے عرض کی، بھائی جان یہ کیسی زمین ہے کہ اس جگہ ہمارے دل دہل رہے ہیں امام حسین نے فرمایا بس یہ وہی مقام ہے جہاں بابا جان نے صفین کے سفر میں خواب دیکھا تھا یعنی یہ وہ جگہ ہے جہاں ہمارا خون بہے گا، کتاب مائین میں ہے کہ اسی دن ایک صحابی نے ایک بیری کے درخت سے مسواک کے لیے شاخ کاٹی تو اس سے خون تازہ جاری ہو گیا۔

امام حسین کا خط اہل کوفہ کے نام

کربلا پہنچنے کے بعد آپ نے سب سے پہلے اتمام حجت کے لیے اہل کوفہ کے نام قیس ابن مسہر کے ذریعہ سے ایک ارسال فرمایا، جس میں آپ نے تحریر فرمایا کہ تمہاری دعوت پر میں کربلا تک آ گیا ہوں، الخ۔ قیس خط لیے جا رہے تھے کہ راستے میں گرفتار کر لیے گئے اور انہیں ابن زیاد کے سامنے کوفہ لے جا کر پیش کر دیا گیا، ابن زیاد نے خط مانگا قیس نے بروایتے چاک کر کے پھینک دیا اور بروایتے خط کو کھا لیا ابن زیاد نے انہیں بضرب تازیانہ شہید کر دیا (روضۃ الشہدا ص ۳۰۱، کشف الغمہ ص ۶۶)۔

عبید اللہ ابن زیاد کا خط امام حسین کے نام

علامہ ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ امام حسین کے کربلا پہنچنے کے بعد حر نے ابن زیاد کو آپ کی رسیدگی کربلا کی خبر دی اس نے امام حسین کو فوراً ایک خط ارسال کیا جس میں لکھا کہ مجھے یزید نے حکم دیا ہے کہ میں آپ سے اس کے لیے بیعت لے لوں، یا آپ کو قتل کر دوں، امام حسین نے اس خط کا جواب نہ دیا "القاہ من یدہ" اور اسے زمین پر پھینک دیا (مطالب السؤل ص ۲۵۷، نورالابصار ص ۱۱۷)۔

اس کے بعد آپ نے محمد بن حنفیہ کو اپنے کربلا پہنچنے کی ایک خط کے ذریعہ سے اطلاع دی اور تحریر فرمایا کہ میں نے زندگی سے ہاتھ دھولیا ہے اور عنقریب عروس موت سے ہم کنار ہو جاؤں گا (جلاء العیون ص ۱۹۶)۔

حضرت امام حسین میدان جنگ میں

جب آپ کے بہتر اصحاب وانصار اور بنی ہاشم قربان گاہ اسلام پر چڑھ چکے تو آپ خود اپنی قربانی پیش کرنے لیے میدان کارزار میں آپہنچے لشکر یزید جو ہزاروں کی تعداد میں تھا، اصحاب باوفا اور بہادران بنی ہاشم کے ہاتھوں واصل جہنم ہو چکا تھا امام حسین جب میدان میں پہنچے تو دشمنوں کے لشکر میں تیس ہزار سوار و پیادے باقی تھے، یعنی صرف ایک پیاسے کو تیس ہزار دشمنوں سے لڑنا تھا (کشف الغمہ)۔ میدان میں پہنچنے کے بعد آپ نے سب

سے پہلے دشمنوں کو مخاطب کر کے ایک خطبہ اراشاد فرمایا آپ نے کہا:

"اۓ ظالمو! میرے قتل سے باز آؤ، میرے خون سے ہاتھ نہ رنگو، تم جانتے ہو میں تمہارے نبی کا نواسہ ہوں، میرے بابا علی سابق الاسلام ہیں، میری ماں فاطمۃ الزہرا تمہارے نبی کی بیٹی ہیں اورتم جانتے ہو کہ میرے نانا رسول اللہ نے مجھے اور میرے بھائی حسن کو سردار جوانان بہشت فرمایا ہے، افسوس تم اپنے نبی کی ذریت اور اپنے رسول کی آل کا خون بہاتے ہو اور میرے خون ناحق پر آمادہ ہوتے ہو، حالانکہ نہ میں نے کسی کو قتل کیا ہے نہ کسی کا مال چھینا ہے کہ جس کے بدلے میں تم مجھ کو قتل کرتے ہو، میں تو دنیا سے بے تعلق اپنے نانا رسول کی قبر پر مجاور بیٹھا تھا تم نے مجھے ہدایت کے لیے بلایا اور مجھے نہ نانا کی قبر پر بیٹھنے دیا نہ خدا کے گھر میں رہنے دیا، سنو اب بھی ہو سکتا ہے کہ مجھے اس کا موقع دے دو، کہ میں نانا کی قبر پر جا بیٹھوں یا خانہ خدا میں پناہ لے لوں۔

اس کے بعد آپ نے اتمام حجت کے لیے عمر سعد کو بلایا اور اس سے فرمایا تم میرے قتل سے باز آؤ ۲۔ مجھے پانی دیدو ۳۔ اگر یہ منظور نہ ہو تو پھر میرے مقابلہ کے لیے ایک ایک شخص کو بھیجو۔

اس نے جواب دیا آپ کی تیسری درخواست منظور کی جاتی ہے اور آپ سے لڑنے کے لیے ایک ایک شخص مقابلہ میں آۓ گا۔ (روضۃ الشہداء)۔

امام حسین کی نبرد آزمائی

معاہدہ کے مطابق آپ سے لڑنے کے لیے شام سے ایک ایک شخص آنے لگا اور آپ اسے فنا کے گھاٹ اتارنے لگے سب سے پہلے جو شخص مقابلہ کے لیے نکلا وہ تمیم ابن قحطبہ تھا آپ نے اس پر برق خاطف کی طرف حملہ کیا اور اسے تباہ و برباد کر ڈالا، یہ سلسلہ جنگ تھوڑی دیر جاری رہا اور مدت قلیل میں کشتوں کے پشتے الگ گئے اور مقتولین کی تعداد حد شمار سے باہر ہوگئی یہ دیکھ کر عمر سعد نے لشکر والوں کو پکار کر کہا کیا دیکھتے ہو سب مل کر یکبارگی حملہ کردو، یہ علی کا شیر ہے اس سے انفرادی مقابلہ میں کامیابی قطعا ناممکن ہے، عمر سعد کی اس آواز نے لشکر کے حوصلے بلند کر دیئے اور سب نے مل کر یکبارگی حملہ کا فیصلہ کیا آپ نے لشکر کے میمنہ اور میسرہ کو تباہ کر دیا آپ کے پہلے حملہ میں ایک ہزار نو سو پچاس دشمن قتل ہوئے اور میدان خالی ہوگیا ابھی آپ سکون نہ لینے پائے تھے کہ اٹھائیس ہزار دشمنوں نے پھر حملہ کر دیا، اس تعداد میں چار ہزار کمانڈر تھے اب صورت یہ ہوئی کہ سورا، پیادے اور کمانڈروں نے ہم آہنگ و عمل ہوکر مسلسل اور متواتر حملے شروع کر دیئے اس موقع پر آپ نے جو شجاعت کا جوہر دکھلا یا اس کے متعلق مورخین کا کہنا ہے کہ سر برسنے لگے دھڑ گرنے لگے، اور آسمان تھرتھرایا زمین کانپی، صفیں الٹیں، پرے درہم برہم ہوگئے۔

اللہ رے حسین کا وہ آخری جہاد
ہر وار پر علی ولی دے رہے تھے داد

کبھی میسرہ کو الٹتے ہیں، کبھی میمنہ کو توڑتے ہیں، کبھی قلب لشکر میں درآتے ہیں کبھی جناح لشکر پر حملہ فرماتے ہیں شامی کٹ رہے ہیں کوفی گر رہے ہیں لاشوں کے ڈھیر لگ رہے ہیں حملے کرتے ہوئے فوجوں کو بھگاتے ہوئے نہر کی طرف پہنچ جاتے ہیں بھائی کی لاش ترائی میں پڑی نظر آتی ہے آپ پکار کر کہتے ہیں اے عباس تم نے یہ حملے نہ دیکھے، یہ صف آرائی نہ دیکھی افسوس کہ تم نے میری تنہائی نہ دیکھی علامہ اسفرائنی کا کہنا ہے کہ امام حسین دشمنوں پر حملہ کرتے تھے، تو لشکر اس طرح سے بھاگتا تھا جس طرح ٹڈیاں منتشر ہوجاتی ہیں نور العین میں ایک مقام پر لکھا ہے کہ امام حسین بہادر شیر کی طرح حملہ فرماتے اور صفوں کو درہم برہم کر دیتے تھے اور دشمنوں کو اس طرح کاٹ کر پھینک دیتے تھے جس طرح تیز دھار آلہ سے کھیتی کٹتی ہے۔

علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ آنحضرت حملہ گراں افگند ہر کہ بادکوشید شربت مرگ نوشید و بہر جانب کہ تاخت گردہے را بخاک انداخت، کہ آپ عظیم الشان حملہ کی کوئی تاب نہ لاسکتا تھا جو آپ کے سامنے آتا تھا، شربت مرگ سے سیراب ہوتا تھا اور آپ جس جانب حملہ کرتے تھے گروہ کے گروہ کو خاک میں ملا دیتے تھے (کشف الغمہ ص ۷۸)۔

مورخ ابن اثیر کا بیان ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام کو یوم عاشورا داہنے اور بائیں دونوں جانب سے گھیر لیا گیا تو آپ نے دائیں جانب حملہ کرکے سب کو بھگا دیا پھر پلٹ کر بائیں جانب حملہ کرتے ہوئے آئے تو سب کو مار کر ہٹا دیا خدا کی قسم حسین سے بڑھ کر کسی شخص کو ایسا قوی دل ثابت قدم، بہادر نہیں دیکھا گیا جو شکستہ دل ہو، صدمہ اٹھائے ہوئے، بیٹوں

،عزیزوں اور دوست، احباب کے داغ بھی کھائے ہوئے ہو، اور پھر حسین کی سی ثابت قدمی اور بے جگری سے جنگ کر سکے، بخدا دشمنوں کی فوج کے سوار اور پیادے حسین کے سامنے اس طرح بھاگتے تھے جس طرح بھیڑ بکریوں کے گلے شیر کے حملہ سے بھاگتے ہیں حسین جنگ کر رہے تھے "اذا خرجت زینب" کہ جب جناب زینب خیمہ سے نکل آئیں اور فرمایا کاش آسمان زمین پر گر پڑتا اے عمر سعد تو دیکھ رہا ہے اور عبداللہ قتل کئے جا رہے ہیں، یہ سن کر عمر سعد رو پڑا، آنسو ڈاڑھی پر بہنے لگے، اور اس نے منہ پھیر لیا، امام حسین اس وقت خز کا جبہ پہنے ہوئے تھے سر پر عمامہ باندھا ہوا تھا اور وسمہ کا خضاب لگائے ہوئے تھے، حسین نے گھوڑے سے گر کر بھی اسی طرح جنگ فرمائی جس طرح جنگ جو بہادر سوار جنگ کرتے ہیں تیروں کا مقابلہ کرتے تھے حملوں کو روکتے تھے اور سواروں کے پیروں پر حملہ کرتے تھے اور کہتے تھے، اے ظالمو! میرے قتل پر تم نے ایکا کر لیا ہے قسم خدا کی تم میرے قتل سے ایسا گناہ کر رہے ہو جس کے بعد کسی کے قتل سے بھی اتنے گنہگار نہ ہو گے تم مجھے ذلیل کر رہے ہو اور خدا مجھے عزت دے رہا ہے اور سنو وہ دن دور نہیں کہ میرا خدا تم سے اچانک میرا بدلہ لے گا، تمہیں تباہ کر دے گا تمہارا خون بہائے گا تمہیں سخت عذاب میں مبتلا کرے گا۔ (تاریخ کامل جلد ۴ ص ۴۰)۔

مسٹر جسٹس کارکرن امام حسین کی بہادری کا ذکر کرتے ہوئے واقعہ کربلا کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ "دنیا میں رستم کا نام بہادری میں مشہور ہے لیکن کئی شخص ایسے گزرے گئے ہیں کہ ان کے سامنے رستم کا نام لینے کے قابل نہیں، چنانچہ اول درجہ میں حسین بن علی ہیں کیونکہ میدان

کربلا میں گرم ریت پر اور گرسنگی میں جس شخص نے ایسا ایسا کام کیا ہو، اس کے سامنے رستم کا نام وہی شخص لیتا ہے جو تاریخ سے واقف نہیں ہے کسی کے قلم کو قدرت ہے کہ امام حسین کا حال لکھے کس کی زبان میں طاقت ہے کہ ان بہتر بزرگواروں کی ثبات قدمی اورتہودوشجاعت اور ہزروں خونخوار سواروں کے جواب دینے اور ایک ایک کے ہلاک ہوجانے کے باب میں ایسی مدح کرے جیسی ہونی چاہیئے کس کے بس کی بات ہے جوان پر واقع ہونے والے حالات کا تصور کر سکے، لشکر میں گھر جانے کے بعد سے شہادت تک کے حالات عجیب وغریب قسم کی بہادری کو پیش کرتے ہیں، یہ سچ ہے کہ ایک کی دوا، دو مشہور ہے اور مبالغہ کی یہی حد ہے کہ جب کسی کے حال میں یہ کہا جاتا ہے کہ تم نے چار طرف سے گھیر لیا لیکن حسین اور بہتر تن کو آٹھ قسم کے دشمنون نے تنگ کیا تھا چار طرف سے یزیدی فوج جو آندھی کی طرح تیر برسا رہی تھی، پانچواں دشمن عرب کی دھوپ، چھٹا دشمن ریگ گرم جو تنور کے ذرات کی مانند لودے رہی تھی، اور ساتواں اور آٹھواں دشمن بھوک اور پیاس جو دغاباز ہمراہی کے مانند جان لیوا حرکتیں کر رہے تھے پس جنہوں نے ایسے معرکہ میں ہزاروں کافروں کا مقابلہ کیا ہو ان پر بہادری کا خاتمہ ہو چکا، ایسے لوگوں سے بہادری میں کوئی فوقیت نہیں رکھتا (تاریخ چین دفتر دوم باب ۱۶ جلد ۲)۔

امام حسین عرش زین سے فرش زمین پر

آپ پر مسلسل وار ہوتے رہے تھے کہ ناگاہ ایک پتھر پیشانی اقدس پر لگا اس کے فوراً بعد ابوالحتوف جعفی ملعون نے جبین مبارک پر تیر مارا آپ نے اسے نکال کر پھینک دیا اور پوچھنے کے لیے آپ اپنا دامن اٹھانا ہی چاہتے تھے کہ سینہ اقدس پر ایک تیر سہ شعبہ پیوست ہوگیا، جو زہر میں بجھا ہوا تھا اس کے بعد صالح ابن وہب لعین نے آپ کے پہلو پر اپنی پوری طاقت سے ایک نیزہ مارا جس کی تاب نہ لا کر زمین گرم پر داہنے رخسار کے بل گرے، زمین پر گرنے کے بعد آپ پھر کھڑے ہوئے ورعہ ابن شریک لعین نے آپ کے داہنے شانے پر تلوار لگائی اور دوسرے ملعون نے داہنے طرف وار کیا آپ پھر زمین پر گر پڑے، اتنے میں سنان بن انس نے حضرت کے "ترقوہ" ہنسلی پر نیزہ مارا اور اس کو کھینچ کر دوسری دفعہ سینہ اقدس پر لگایا، پھر اسی نے ایک تیر حضرت کے گلوئے مبارک پر مارا۔

ان پیہم ضربات سے حضرت کمال بے چینی میں اٹھ بیٹھے اور آپ نے تیر کو اپنے ہاتھوں سے کھینچا اور خون ریش مبارک پر ملا، اس کے بعد مالک بن نسر کندی لعین نے سر پر تلوار لگائی اور درعہ ابن شریک نے شانہ پر تلوار کا وار کیا، حصین بن نمیر نے دہن اقدس پر تیر مارا، ابو یوب غنوی نے حلق پر حملہ کیا نصر بن حرشہ نے جسم پر تیر لگائی صالح ابن وہب نے سینہ مبارک پر نیزہ مارا۔

یہ دیکھ کر عمر سعد نے آواز دی اب دیر کیا ہے ان کا سر کاٹ لو، سر کاٹنے کے لیے شیث ابن ربیع

بڑھا، امام حسین نے اس کے چہرہ پر نظر کی اس نے حسین کی آنکھوں میں رسول اللہ کی تصویر دیکھی اور کانپ اٹھا، پھر سنان ابن انس آگے بڑھا اس کے جسم میں رعشہ پڑ گیا وہ بھی سر مبارک نہ کاٹ سکا یہ دیکھ کر شمر ملعون نے کہا یہ کام صرف مجھ سے ہوسکتا ہے اور وہ خنجر لیے ہوئے امام حسین کے قریب آ کر سینہ مبارک پر سوار ہو گیا آپ نے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں شمر ہوں ،فرمایا تو مجھے نہیں پہچانتا ،اس نے کہا،"اچھی طرح جانتا ہوں" تم علی وفاطمہ کے بیٹے اور محمد کے نواسے ہو، آپ نے فرمایا پھر مجھے کیوں ذبح کرتا ہے اس نے جواب دیا اس لیے کہ مجھے یزید کی طرف سے مال ودولت ملے گا (کشف الغمہ ص ۷۹)۔

اس کے بعد آپ نے اپنے دوستوں کو یاد فرمایا اور سلام آخری کے جملے ادا کئے۔

جب آپ اس کی شقی القلبی کی وجہ سے مایوس ہو گئے تو فرمانے لگے ائے شمر مجھے اجازت دیدے کہ میں اپنے خالق کی آخری نماز عصر ادا کرلوں اس نے اجازت دی آپ سجدہ میں تشریف لے گئے (روضۃ الشہداء ص ۳۷۷)

اور شمر نے آپ کے گلو مبارک کو خنجر کے بارہ ضربوں سے قطع کر کے سر اقدس کو نیزہ پر بلند کر دیا حضرت زینب خیمہ سے نکل پڑیں ،زمین کانپنے لگی، عالم میں تاریکی چھا گئی ،لوگوں کے بدن میں کپکپی پڑ گئی ،آسمان خون کے آنسو رونے لگا جو شفق کی صورت سے رہتی دنیا تک قائم رہے گا (صواعق محرقہ ص ۱۱۶)۔

اس کے بعد عمر سعد نے خولی بن یزید اور حمید بن مسلم کے ہاتھوں سر مبارک کربلا سے کوفہ ابن زیاد کے پاس بھیج دیا (الحسین ازعمر بن نصر ص ۱۵۴) امام حسین کی سر بریدگی کے بعد آپ

کا لباس لوٹا گیا، اخنس بن مرتد عمامہ لے گیا اسحاق ابن حشوہ قمیص، پیراہن لے گیا، ابحر بن کعب پائجامہ لے گیا اسود بن خالد نعلین لے گیا عبداللہ ابن اسید کلاہ لے گیا، بجدل بن سلیم انگشتری لے گیا قیس بن اشعث پٹکا لے گیا عمر بن سعد زرہ لے گیا جمیع بن خلق ازدی تلوار لے گیا اللہ رے ظلم ایک کمر بند کے لیے جمال معلون نے ہاتھ قطع کر دیا ایک انگوٹھی کے لیے بجدل نے انگلی کاٹ ڈالی۔

اس کے بعد دیگر شہداء کے سر کاٹے گئے اور لاشوں پر گھوڑ وے دوڑانے کے لیے عمر سعد نے لشکریوں کو حکم دیا دس افراد اس اہم جرم خدائی کے لیے تیار ہو گئے جن کے نام یہ ہیں کہ اسحاق بن حویہ، اطنس بن مرثد، حکیم بن طفیل، عمرو بن صبیح، رجا بن منقذ، سالم بن خثیمہ صالح بن وہب، واعظ بن ناغم، ہانی مثبت، اسید بن مالک، تواریخ میں ہے کہ "فداسوا الحسین بحوافر خیولہم حتی رضوا ظہرہ وصدرہ" امام حسین کی لاش کو اس طرح گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال کیا کہ آپ کا سینہ اور آپ کی پشت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی بعض مورخین کا کہنا ہے کہ جب ان لوگوں نے چاہا کہ جسم کو اس طرح پامال کر دیں کہ بالکل ناپید ہو جائے تو جنگل سے ایک شیر نکلا اور اس نے بچا لیا (دمعۃ ساکبہ ص ۳۵۰) علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے فوراً بعد وہ مٹی جو رسول خدا مدینہ میں ام سلمہ کو دے گئے تھے خون ہو گئی (صواعق محرقہ ۱۱۵) اور رسول خدا، ام سلمہ کے خواب میں مدینے پہنچے ان کی حالت یہ تھی وہ بال بکھرائے ہوئے خاک سر پر ڈالے ہوئے تھے ام سلمہ نے پوچھا کہ آپ کا یہ کیا حال ہے؟ فرمایا "شہدت قتل الحسین انفا" میں ابھی ابھی حسین کے قتل گاہ میں تھا

اور اپنی آنکھوں سے اسے ذبح ہوتے ہوئے دیکھا ہے (صحیح ترمذی جلد ۲ ص ۳۰۶ ،مستدرک حاکم جلد ۴ ص ۱۹،تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۳۵۶،ذخائرالعقبیٰ ص ۱۴۸)۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام

آپ کی ولادت باسعادت

آپ بتاریخ ۱۵/ جمادی الثانی ۳۸ھ یوم جمعہ بقولے ۱۵/ جمادی الاول ۳۸ھ یوم پنجشنبہ بمقام مدینہ منورہ پیدا ہوئے (اعلام الوری ص ۱۵۱ ومناقب جلد ۴ ص ۱۳۱)۔

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ جب جناب شہر بانو ایران سے مدینہ کے لیے روانہ ہو رہی تھیں تو جناب رسالت مآب نے عالم خواب میں ان کا عقد حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ پڑھ دیا تھا (جلاء العیون ص ۲۵۶)۔اور جب آپ وارد مدینہ ہوئیں تو حضرت علی علیہ السلام نے امام حسین علیہ السلام کے سپرد کر کے فرمایا کہ یہ وہ عصمت پرور بی بی ہے کہ جس کے بطن سے تمہارے بعد افضل اوصیاء اور افضل کائنات ہونے والا بچہ پیدا ہوگا چنانچہ حضرت امام زین العابدین متولد ہوئے لیکن افسوس یہ ہے کہ آپ اپنی ماں کی آغوش میں پرورش پانے کا لطف اٹھا نہ سکے "ماتت فی نفاسہابہ" آپ کے پیدا ہوتے ہی "مدت نفاس" میں جناب شہر بانو کی وفات ہوگئی (قمقام جلاء العیون)۔عیون اخبار رضا دمعۃ ساکبۃ جلد ا ص ۴۲۶)۔

کامل مبرد میں ہے کہ جناب شہر بانو، بادشاہ ایران یزدجرد بن شہر یار بن شیرو یہ ابن پرویز بن ہرمز بن نوشیرواں عادل "کسریٰ" کی بیٹی تھیں (ارشاد مفید ص ۳۹۱، فصل الخطاب) علامہ

طریحی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علی نے شہربانو سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے تو انہوں نے کہا "شاہ جہاں" حضرت نے فرمایا نہیں اب "شہربانو ہے (مجمع البحرین ص ۵۷۰)

نام، کنیت، القاب

آپ کا اسم گرامی "علی" کنیت ابومحمد۔ ابوالحسن اور ابوالقاسم تھی، آپ کے القاب بے شمار تھے جن میں زین العابدین، سیدالساجدین، ذوالثفنات، اور سجاد و عابد زیادہ مشہور ہیں (مطالب السؤل ص ۲۶۱، شواہد النبوت ص ۱۷۶، نورالابصار ص ۱۲۶، الفرع النامی نواب صدیق حسن ص ۱۵۸)۔

لقب زین العابدین کی توجیہ

علامہ شبلنجی کا بیان ہے کہ امام مالک کا کہنا ہے کہ آپ کو زین العابدین کثرت عبادت کی وجہ سے کہا جاتا ہے (نورالابصار ص ۱۲۶)۔

علماء فریقین کا ارشاد ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ایک شب نماز تہجد میں مشغول تھے کہ شیطان اژدھے کی شکل میں آپ کے قریب آگیا اور اس نے آپ کے پائے مبارک کے انگوٹھے کو منہ میں لے کاٹنا شروع کیا، امام جو ہمہ تن مشغول عبادت تھے اور آپ کا رجحان کامل بارگاہ ایزدی کی طرف تھا، وہ ذرا بھی اس کے اس عمل سے متاثر نہ ہوئے اور بدستور نماز میں منہمک و مصروف و مشغول رہے بالآخروہ عاجز آگیا اور امام نے اپنی

نماز بھی تمام کر لی اس کے بعد آپ نے اس شیطان ملعون کو طمانچہ مار کر دور ہٹا دیا اس وقت ہاتف غیبی نے انت زین العابدین کی تین بار صدا دی اور کہا بے شک تم عبادت گزاروں کی زینت ہو، اسی وقت آپ کا یہ لقب ہوگیا (مطالب السؤل ص ۲۶۲ ،شواہدالنبوت ص ۱۷۷)۔

علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ اژدھے کے دس سر تھے اور اس کے دانت بہت تیز اور اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور وہ مصلی کے قریب سے زمین پھاڑ کے نکلا تھا (مناقب جلد ۴ ص ۱۰۸) ایک روایت میں اس کی وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ قیامت میں آپ کو اسی نام سے پکارا جائے گا (دمعۃ ساکبۃ ص ۴۲۶)۔

لقب سجاد کی توجیہ

ذہبی نے طبقات الحفاظ میں بحوالہ امام محمد باقر علیہ السلام لکھا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو سجاد اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ تقریبا ہر کار خیر پر سجدہ فرمایا کرتے تھے جب آپ خدا کی کسی نعمت کا ذکر کرتے تو سجدہ کرتے جب کلام خدا کی آیت "سجدہ" پڑھتے تو سجدہ کرتے جب دو شخصوں میں صلح کراتے تو سجدہ کرتے اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ کے مواضع سجود پر اونٹ کے گھٹوں کی گھٹے پڑ جاتے تھے پھر انہیں کٹوانا پڑتا تھا۔

امام زین العابدین علیہ السلام کی نسبی بلندی

نسب اور نسل باپ اور ماں کی طرف سے دیکھے جاتے ہیں، امام علیہ السلام کے والد ماجد حضرت امام حسین اور دادا حضرت علی اور دادی حضرت فاطمہ زہرا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور آپ کی والدہ جناب شہر بانو بنت یزدجرد ابن شہریار ابن کسری ہیں، یعنی آپ حضرت پیغمبر اسلام علیہ السلام کے پوتے اور نوشیرواں عادل کے نواسے ہیں، یہ وہ بادشاہ ہے جس کے عہد میں پیدا ہونے پر سرور کائنات نے اظہار مسرت فرمایا ہے، اس سلسلہ نسب کے متعلق ابوالاسود دوئلی نے اپنے اشعار میں اس کی وضاحت کی ہے کہ اس سے بہتر اور سلسلہ ناممکن ہے اس کا ایک شعر یہ ہے۔

وان غلاما بین کسری وہاشم
لاکرم من ینطت علیہ التمائم

اس فرزند سے بلند نسب کوئی اور نہیں ہوسکتا جو نوشیرواں عادل اور فخر کائنات حضرت محمد مصطفی کے دادا ہاشم کی نسل سے ہو (اصول کافی ص ۲۵۵)۔

شیخ سلیمان قندوزی اور دیگر علماء اہل اسلام لکھتے ہیں کہ نوشیرواں کے عدل کی برکت تو دیکھو کہ اسی کی نسل کو آل محمد کے نور کی حامل قرار دیا اور آئمہ طاہرین کی ایک عظیم فرد کو اس لڑکی سے پیدا کیا جو نوشیرواں کی طرف منسوب ہے، پھر تحریر کرتے ہیں کہ امام حسین کی تمام

بیویوں میں یہ شرف صرف جناب شہربانو کو نصیب ہو جو حضرت امام زین العابدین کی والدہ ماجدہ ہیں (ینابیع المودۃ ص ۳۱۵، وفصل الخطاب ص ۲۶۱)۔

علامہ عبیداللہ بحوالہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ جناب شہربانو شاہان فارس کے آخری بادشاہ یزدجرد کی بیٹی تھیں اور آپ ہی سے امام زین العابدین متولد ہوئے ہیں جن کو "ابن الخیرتین" کہا جاتا ہے کیونکہ حضرت محمد مصطفی فرمایا کرتے تھے کہ خداوند عالم نے اپنے بندوں میں سے دو گروہ عرب اور عجم کو بہترین قرار دیا ہے اور میں نے عرب سے قریش اور عجم سے فارس کو منتخب کرلیا ہے، چونکہ عرب اور عجم کا اجتماع امام زین العابدین میں ہے اسی لیے آپ کو "ابن الخیرتین" سے یاد کیا جاتا ہے (ارجح المطالب ص ۴۳۴)۔ علاہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ جناب شہربانو کو "سیدۃ النساء" کہا جاتا ہے (مناقب جلد ۴ ص ۱۳۱)۔

امام زین العابدین کے بچپن کا ایک واقعہ

علامہ مجلسی رقمطراز ہیں کہ ایک دن امام زین العابدین جب کہ آپ کا بچپن تھا بیمار ہوئے حضرت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا "بیٹا" اب تمہاری طبیعت کیسی ہے اور تم کوئی چیز چاہتے ہو تو بیان کرو تاکہ میں تمہاری خواہش کے مطابق اسے فراہم کرنے کی سعی کروں آپ نے عرض کیا بابا جان اب خدا کے فضل سے اچھا ہوں میری خواہش صرف یہ ہے کہ خداوند عالم میرا شماران لوگوں میں کرے جو پروردگار عالم کے قضاوقدر کے خلاف کوئی خواہش نہیں رکھتے، یہ سن کر امام حسین علیہ السلام خوس ومسرور ہو گئے اور فرمانے لگے بیٹا، تم

نے بڑا مسرت افزا اور معرفت خیز جواب دیا ہے تمہارا جواب بالکل حضرت ابراہیم کے جواب سے ملتا جلتا ہے، حضرت ابراہیم کو جب منجیق میں رکھ کر آگ کی طرف پھینکا گیا تھا اور آپ فضا میں ہوتے ہوئے آگ کی طرف جا رہے تھے تو حضرت جبرئیل نے آپ سے پوچھا "ہل لک حاجۃ" آپ کی کوئی حاجت وخواہش ہے اس وقت انہوں نے جواب دیا تھا "نعم اما الیک فلا" بے شک مجھے حاجت ہے لیکن تم سے نہیں اپنے پالنے والے سے ہے (بحارالانوار جلد ۱۱ ص ۲۱ طبع ایران)۔

آپ کے عہد حیات کے بادشاہان وقت

آپ کی ولادت بادشاہ دین وایمان حضرت علی علیہ السلام کے عہد عصمت مہد میں ہوئی پھر امام حسن علیہ السلام کا زمانہ رہا پھر بنی امیہ کی خالص دنیاوی حکومت ہوگئی، صلح امام حسن کے بعد سے ۶۰ ھ تک معاویہ بن ابی سفیان بادشاہ رہا، اس کے بعد اس کا فاسق وفاجر بیٹا یزید ۶۴ ھ تک حکمران رہا ۶۴ ھ میں معاویہ بن یزید ابن معاویہ اور مروان بن حکم حاکم رہے ۶۵ ھ سے ۸۶ ھ تک عبدالملک بن مروان حاکم اور بادشاہ رہا پھر ۸۶ ھ سے ۹۶ ھ تک ولید بن عبدالملک نے حکمرانی کی اور اسی نے ۹۵ ھ ء میں حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو زہر دغا سے شہید کردیا (تاریخ آئمہ ۳۹۲، وصواعق محرقہ ص ۱۲، نورالابصار ص ۱۲۸)۔

امام زین العابدین کا عہد طفولیت اور حج بیت اللہ

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ ابراہیم بن ادہم کا بیان ہے کہ میں ایک مرتبہ حج کے لیے جا تا ہوا قضائے حاجت کی خاطر قافلہ سے پیچھے رہ گیا ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ میں نے ایک نوعمر لڑکے کو اس جنگل میں سفر پیما دیکھا اسے دیکھ کر پھر ایسی حالت میں کہ وہ پیدل چل رہا تھا اور اس کے ساتھ کوئی سامان نہ تھا اور نہ اس کا کوئی ساتھی تھا، میں حیران ہو گیا فوراً اس کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا "صاحبزادے" یہ لق ودق صحرا اور تم بالکل تنہا، یہ معاملہ کیا ہے، ذرا مجھے بتاؤ تو سہی کہ تمہارا زادراہ اور تمہارا راحلہ کہاں ہے اور تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نوخیز نے جواب دیا "زادی تقوی وراحلتی رجلاء وقصدی مولای" میرا زادراہ تقوی اور پرہیزگاری ہے اور میری سواری میرے دونوں پیر ہیں اور میرا مقصد میرا پالنے والا ہے اور میں حج کے لے جا رہا ہوں ، میں نے کہا کہ آپ تو بالکل کمسن ہیں حج تو ابھی آپ پر واجب نہیں ہے اس نوخیز نے جواب دیا بے شک تمہارا کہنا درست ہے لیکن اے شیخ میں دیکھا کرتا ہوں کہ مجھ سے چھوٹے بچے بھی مرجاتے ہیں اس لیے حج کو ضروری سمجھتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس فریضہ کی ادائیگی سے پہلے مرجاؤں میں نے پوچھا اے صاحبزادے تم نے کھانے کا کیا انتظام کیا ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے ساتھ کھانے کا بھی کوئی معقول انتظام نہیں ہے، اس نے جواب دیا اے شیخ کیا جب تم نے کسی کے یہاں مہمان جاتے ہو تو کھانا اپنے ہمراہ لے جاتے ہو؟ میں نے کہا نہیں پھر اس نے فرمایا سنو میں تو خدا کا مہمان ہو کر جا رہا ہوں کھانے کا انتظام اس کے ذمہ ہے میں نے کہا اتنے لمبے سفر کو پیدل کیوں

کرطے کروگے اس نے جواب دیا کہ میرا کام کوشش کرنا ہے اور خدا کا کام منزل مقصود پہنچانا ہے۔

ہم ابھی باہمی گفتگو ہی میں مصروف تھے کہ ناگاہ ایک خوبصورت جوان سفید لباس پہنے ہوئے آپہنچا اوراس نے اس نوخیز کو گلے سے لگالیا، یہ دیکھ کر میں نے اس جوان رعنا سے دریافت کیا کہ یہ نوعمر فرزند کون ہے؟ اس نوجوان نے کہا کہ یہ حضرت امام زین العابدین بن امام حسین بن علی بن ابی طالب ہیں، یہ سن کر میں اس جوان رعنا کے پاس سے امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور معذرت خواہی کے بعد ان سے پوچھا کہ یہ خوبصورت جوان جنہوں نے آپ کو گلے سے لگایا یہ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ حضرت خضر نبی ہیں ان کا فرض ہے کہ روزانہ ہماری زیارت کے لیے آیا کریں اس کے بعد میں نے پھر سوال کیا اور کہا کہ آخر آپ اس طویل اور عظیم سفر کو بلا زادوراحلہ کیونکہ طے کریں گے تو آپ نے فرمایا کہ میں زادارراحلہ سب کچھ رکھتا ہوں اور وہ یہ چار چیزیں ہیں:

ا۔دنیا اپنی تمام موجودات سمیت خدا کی مملکت ہے۔

۲۔ساری مخلوق اللہ کے بندے اور غلام ہیں۔ ۳۔اسباب اورارزاق خدا کے ہاتھ میں ہے

۴۔قضائے خدا ہر زمین میں نافذ ہے۔

یہ سن کر میں نے کہا خدا کی قسم آپ ہی کا زادوراحلہ صحیح طور پر مقدس ہستیوں کا سامان سفر ہے (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۷ ۴۳) علماء کا بیان ہے کہ آپ نے ساری عمر میں ۲۵ حج پاپیادہ کئے ہیں آپ نے سواری پر جب بھی سفر کیا ہے اپنے جانور کو ایک کوڑا بھی نہیں مارا

آپ کا حلیہ مبارک

امام شبلنجی لکھتے ہیں کہ آپ کا رنگ گندم گوں (سانولا) اور قد میانہ تھا آپ نحیف اور لاغر قسم کے انسان تھے (نورالابصار ص ۱۲۶، اخبار الاول ص ۱۰۹)۔
ملا مبین تحریر فرماتے ہیں کہ آپ حسن و جمال، صورت و کمال میں نہایت ہی ممتاز تھے، آپ کے چہرہ مبارک پر جب کسی کی نظر پڑتی تھی تو وہ آپ کا احترام کرنے اور آپ کی تعظیم کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا (وسیلۃ النجات ص ۲۱۹) محمد بن طلحہ شافعی رقمطراز ہیں کہ آپ صاف کپڑے پہنتے تھے اور جب راستہ چلتے تھے تو نہایت خشوع کے ساتھ راہ روی میں آپ کے ہاتھ زانو سے باہر نہیں جاتے تھے (مطالب السؤل ص ۲۲۶، ۲۶۴)۔

حضرت امام زین العابدین کی شان عبادت

جس طرح آپ کی عبادت گزاری میں پیروی ناممکن ہے اسی طرح آپ کی شان عبادت کی رقم طرازی بھی دشوار ہے ایک وہ ہستی جس کا مطمع نظر معبود کی عبادت اور خالق کی معرفت میں استغراق کامل ہو اور جو اپنی حیات کا مقصد اطاعت خداوندی ہی کو سمجھتا ہو اور علم و معرفت میں حد درجہ کمال رکھتا ہو اس کی شان عبادت کی سطح قرطاس پر کیونکر لایا جا سکتا ہے اور زبان قلم میں کس طرح کامیابی حاصل کر سکتی ہے یہی وجہ ہے کہ علماء کی بے انتہا کاہش و کاوش کے باوجود آپ کی شان عبادت کا مظاہرہ نہیں ہو سکا "قد بلغ من العبادۃ مالم یبلغہ احد" آپ

عبادت کی اس منزل پر فائز تھے جس پر کوئی بھی فائز نہیں ہوا (دمعہ ساکبہ ص ۴۳۹)۔
اس سلسلہ میں ارباب علم اور صاحبان قلم جو کچھ کہہ اور لکھ سکے ہیں ان میں سے بعض واقعات وحالات یہ ہیں:

آپ کی حالت وضو کے وقت

وضو نماز کے لیے مقدمہ کی حیثیت رکھتا ہے، اوراسی پر نماز کا دارومدار ہوتا ہے، امام زین العابدین علیہ السلام جس وقت مقدمہ نماز یعنی وضو کا ارادہ فرماتے تھے آپ کے رگ وپے میں خوف خدا کے اثرات نمایاں ہوجاتے تھے، علامہ محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ جب آپ وضو کا قصد فرماتے تھے اوروضو کے لیے بیٹھتے تھے تو آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ زرد ہوجایا کرتا تھا یہ حالت باربار دیکھنے کے بعدان کے گھر والوں نے پوچھا کہ بوقت وضو آپ کے چہرہ کا رنگ زرد کیوں پڑجایا کرتا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس وقت میرا تصور کامل اپنے خالق ومعبود کی طرف ہوتا ہے اس لیے اس کی جلالت کے رعب سے میرا یہ حال ہوجایا کرتا ہے (مطالب السؤل ص ۲۶۲)۔

عالم نماز میں آپ کی حالت

علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ آپ کو عبادت گزاری میں امتیاز کامل حاصل تھا رات بھر جاگنے کی وجہ سے آپ کا سارا بدن زرد رہا کرتا تھا اور خوف خدا میں روتے روتے آپ کی آنکھیں پھول

جایا کرتی تھیں اور نماز میں کھڑ کھڑے آپ کے پاؤں سوج جایا کرتے تھے (اعلام الوری ص ۱۵۳) اور پیشانی پر گھٹے رہا کرتے تھے اور آپ کی ناک کا سرا زخمی رہا کرتا تھا (دمعہ سا کبہ ص ۴۳۹) علامہ محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ جب آپ نماز کے لے مصلی پر کھڑے ہوا کرتے تھے تو لرزہ براندام ہوجایا کرتے تھے لوگوں نے بدن میں کپکپی اور جسم میں تھرتھری کا سبب پوچھا تو ارشاد فرمایا کہ میں اس وقت خدا کی بارگاہ میں ہوتا ہوں اور اس کی جلالت مجھے ازخود رفتہ کردیتی ہے اور مجھ پر ایسی حالت طاری کردیتی ہے (مطالب السؤل ص ۲۲۶)۔ ایک مرتبہ آپ کے گھر میں آگ لگ گئی اور آپ نماز میں مشغول تھے اہل محلہ اور گھر والوں نے بے حد شور مچایا اور حضرت کو پکارا حضور آگ لگی ہوئی ہے مگر آپ نے سر نیاز سجدۂ بے نیاز سے نہ اٹھایا، آگ بجھادی گئی اختتام نماز پر لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ حضور آگ کا معاملہ تھا ہم نے اتنا شور مچایا لیکن آپ نے کوئی توجہ نہ فرمائی۔
آپ نے ارشاد فرمایا "ہاں" مگر جہنم کی آگ کے ڈر سے نماز توڑ کر اس آگ کی طرف متوجہ نہ ہوسکا (شواہد النبوت ص ۱۷۷)۔
علامہ شیخ صبان مالکی لکھتے ہیں کہ جب آپ وضو کے لیے بیٹھتے تھے تب ہی سے کانپنے لگتے تھے اور جب تیز ہوا چلتی تھی تو آپ خوف خدا سے لاغر ہوجانے کی وجہ سے گر کر بے ہوش ہوجایا کرتے تھے (اسعاف الراغبین برحاشیہ نور الابصار ۲۰۰)۔
ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ حضرت زین العابدین علیہ السلام نماز شب سفر وحضر دونوں میں پڑھا کرتے تھے اور کبھی اسے قضا نہیں ہونے دیتے تھے (مطالب السؤل ص ۲۶۳)۔

علامہ محمد باقر بحوالہ بحارالانوار تحریر فرماتے ہیں کہ امام علیہ السلام ایک دن نماز میں مصروف ومشغول تھے کہ امام محمد باقر علیہ السلام کنوئیں میں گر پڑے بچہ کے گہرے کنویں میں گرنے سے ان کی ماں بے چین ہوکر رونے لگیں اور کنویں کے گرد پیٹ پیٹ کر چکر لگانے لگیں اور کہنے لگیں ، ابن رسول اللہ محمد باقر غرق ہوگئے امام زین العابدین نے بچے کے کنویں میں گرنے کی کوئی پرواہ نہ کی اوراطمینان سے نماز تمام فرمائی اس کے بعد آپ کنویں کے قریب آئے اوراگر پانی کی طرف دیکھا پھر ہاتھ بڑھاکر بلارسی کے گہرے کنوئیں سے بچے کو ونکال لیا بچہ ہنستا ہوابرآمد ہوا، قدرت خداوندی دیکھیے اس وقت بہ بچے کے کپڑے بھیگے تھےاورنہ بدن تر تھا(دمعہ ساکبہ ص ۴۳۰ ،مناقب جلد ۴ ص ۱۰۹)۔

امام شبلنجی تحریر فرماتے ہیں کہ طاؤس راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک شب حجراسود کے قریب جاکردیکھا کہ امام زین العابدین بارگاہ خالق میں سجدہ ریزی کررہے ہیں، میں اسی جگہ کھڑا ہوگیا میں نے دیکھا کہ آپ نے ایک سجدہ کو بے حدطول دیدیا ہے یہ دیکھ کر میں نے کان لگایا تو سنا کہ آپ سجدہ میں فرماتے ہیں "عبدک بفنائک مسکینک بفنائک سائلک بفنائک فقیرک بفنائک" یہ سن کر میں نے بھی انہیں کلمات کے ذریعہ سے دعامانگی فوراقبول ہوئی (نورالابصار ص ۱۲۶ طبع مصر،ارشادمفید ص ۲۹۶)۔

امام زین العابدین کی شبانہ روز ایک ہزار رکعتیں

علماء کا بیان ہے کہ آپ شب و روز میں ایک ہزار رکعتیں ادا فرمایا کرتے تھے (صواعق محرقہ ص ۱۱۹، مطالب السؤل ۲۶۷)۔

چونکہ آپ کے سجدوں کا کوئی شمار نہ تھا اسی لیے آپ کے اعضائے سجود "ثغنہ بعیر" کے گھٹے کی طرح ہوجایا کرتے تھے اور سال میں کئی مرتبہ کاٹے جاتے تھے (الفرع النامی ص ۱۵۸، دمعہ ساکبہ کشف الغمہ ص ۹۰)۔

علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ آپ کے مقامات سجود کے گھٹے سال میں دوبار کاٹے جاتے تھے اور ہر مرتبہ پانچ تہ نکلتی تھی (بحارالانوار جلد ۲ ص ۳) علامہ دمیری مورخ ابن عساکر کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ دمشق میں حضرت امام زین العابدین کے نام سے موسوم ایک مسجد ہے جسے "جامع دمشق" کہتے ہیں (حیواۃ الحیوان جلد ا ص ۱۲۱)۔

امام زین العابدین علیہ السلام منصب امامت پر فائز ہونے سے پہلے

اگرچہ ہمارا عقیدہ ہے کہ امام بطن مادر سے امامت کی تمام صلاحیتوں سے بھرپور آتا ہے تاہم فرائض کی ادائیگی کی ذمہ داری اسی وقت ہوتی ہے جب وہ امام زمانہ کی حیثیت سے کام شروع کرے یعنی ایسا وقت آجائے جب کائنات ارضی پر کوئی بھی اس سے افضل واعلم برتر واکمل نہ ہو، امام زین العابدین اگرچہ وقت ولادت ہی سے امام تھے لیکن فرائض کی ادائیگی کی ذمہ داری آپ پر اس وقت عائد ہوئی جب آپ کے والد ماجد حضرت امام حسین

علیہ السلام درجہ شہادت پر فائز ہو کر حیات ظاہری سے محروم ہو گئے۔

امام زین العابدین علیہ السلام کی ولادت ۳۸ھ میں ہوئی جبکہ حضرت علی علیہ السلام امام زمانہ تھے دو سال ان کی ظاہری زندگی میں آپ نے حالت طفولیت میں ایام حیات گزارے پھر ۵۰ھ تک امام حسین علیہ السلام کا زمانہ رہا پھر عاشورا، ۶۱ھ تک امام حسین علیہ السلام فرائض امامت کی انجام دہی فرماتے رہے عاشور کی دو پہر کے بعد سے ساری ذمہ داری آپ پر عائد ہوگئی اس عظیم ذمہ داری سے قبل کے واقعات کا پتہ صراحت کے ساتھ نہیں ملتا، البتہ آپ کی عبادت گزاری اور آپ کے اخلاقی کارنامے بعض کتابوں میں ملتے ہیں بہرصورت حضرت علی علیہ السلام کے آخری ایام حیات کے واقعات اور امام حسن علیہ السلام کے حالات سے متاثر ہونا ایک لازمی امر ہے پھر امام حسین علیہ السلام کے ساتھ تو ۲۳ - ۲۲ سال گزارے تھے یقیناً امام حسین علیہ السلام کے جملہ معاملات میں آپ نے بڑے بیٹے کی حیثیت سے ساتھ دیا ہی ہوگا لیکن مقصد حسین کے فروغ دینے میں آپ نے اپنے عہد امامت کے آغاز ہونے پر انتہائی کمال کر دیا۔

واقعہ کربلا کے سلسلہ میں امام زین العابدین کا شاندار کردار

۲۸ / رجب ۶۰ھ کو آپ حضرت امام حسین کے ہمراہ مدینہ سے روانہ ہو کر مکہ معظّمہ پہنچے چار ماہ قیام کے بعد وہاں سے روانہ ہو کر ۲ / محرم الحرام کو وارد کربلا ہوئے، وہاں پہنچتے ہی

یا پہنچنے سے پہلے آپ علیل ہو گئے اور آپ کی علالت نے اتنی شدت اختیار کی کہ آپ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت تک اس قابل نہ ہو سکے کہ میدان میں جا کر درجہ شہادت حاصل کرتے، تاہم فراہم موقع پر آپ نے جذبات نصرت کو بروئے کار لانے کی سعی کی جب کوئی آواز استغاثہ کان کان میں آئی آپ اٹھ بیٹھے اور میدان کارزار میں شدت مرض کے باوجود جا پہنچنے کی سعی بلیغ کی، امام کے استغاثہ پر تو آپ خیمہ سے بھی نکل آئے اور ایک چوب خیمہ لے کر میدان کا عزم کر دیا، ناگاہ امام حسین کی نظر آپ پر پڑ گئی اور انہوں نے جنگاہ سے بقولے حضرت زینب کو آواز دی "بہن سید سجاد کو روکو ورنہ نسل رسول کا خاتمہ ہو جائے گا" حکم امام سے زینب نے سید سجاد کو میدان میں جانے سے روک لیا یہی وجہ ہے کہ سیدوں کا وجود نظر آ رہا ہے اگر امام زین العابدین علیل ہو کر شہید ہونے سے نہ بچ جاتے تو نسل رسول صرف امام محمد باقر میں محدود رہ جاتی، امام شبلنجی لکھتے ہیں کہ مرض اور علالت کی وجہ سے آپ درجہ شہادت پر فائز نہ ہو سکے (نور الابصار ص ۱۲۶)۔

شہادت امام حسین کے بعد جب خیموں میں آگ لگائی گئی تو آپ انہیں خیموں میں سے ایک خیمہ میں بدستور پڑے ہوئے تھے، ہماری ہزار جانیں قربان ہو جائیں، حضرت زینب پر کہ انہوں نے اہم فرائض کی ادائیگی کے سلسلہ میں سب سے پہلا فریضہ امام زین العابدین علیہ السلام کے تحفظ کا ادا فرمایا اور امام کو بچا لیا الغرض رات گزاری اور صبح نمودار ہوئی، دشمنوں نے امام زین العابدین کو اس طرح جھنجوڑا کہ آپ اپنی بیماری بھول گیے آپ سے کہا گیا کہ ناقوں پر سب کو سوار کرو اور ابن زیاد کے دربار میں چلو، سب کو سوار کرنے کے بعد آل محمد کا ساربان

پھوپھیوں ، بہنوں اور تمام مخدرات کو لئے ہوئے داخل دربار ہوا حالت یہ تھی کہ عورتیں اور بچے رسیوں میں بندھے ہوئے اور امام لوہے میں جکڑے ہوئے دربار میں پہنچ گئے آپ چونکہ ناقہ کی برہنہ پشت پر سنبھل نہ سکتے تھے اس لیے آپ کے پیروں کو ناقہ کی پشت سے باندھ دیا گیا تھا دربار کوفہ میں داخل ہونے کے بعد آپ اور مخدرات عصمت قید خانہ میں بند کر دیئے گئے ،سات روز کے بعد آپ سب کو لیے ہوئے شام کی طرف روانہ ہوئے اور ۱۹ منزلیں طے کر کے تقریباً ۳۶ / یوم میں وہاں پہنچے کامل بھائی میں ہے کہ ۱۶ / ربیع الاول ۶۱ ھ ءکو بدھ کے دن آپ دمشق پہنچے ہیں اللہ رے صبر امام زین العابدین بہنوں اور پھوپھیوں کا ساتھ اور لب شکوہ پر سکوت کی مہر۔

حدود شام کا ایک واقعہ یہ ہے کہ آپ کے ہاتھوں میں ہتھکڑی، پیروں میں بیڑی اور گلے میں خاردار طوق آہنی پڑا ہوا تھا اس پر مستزاد یہ کو لوگ آپ برسا رہے تھے اسی لیے آپ نے بعد واقعہ کربلا ایک سوال کے جواب میں ”الشام الشام الشام“ فرمایا تھا (تحفہ حسینہ علامہ بسطامی)۔

شام پہنچنے کے کئی گھنٹوں یا دنوں کے بعد آپ آل محمد کو لیے ہئو ے سرہائے شہدا سمیت داخل دربار ہوئے پھر قید خانہ میں بند کر دیئے گئے تقریباً ایک سال قید کی مشقتیں جھیلیں۔

قید خانہ بھی ایسا تھا کہ جس میں تمازت آفتابی کی وجہ سے ان لوگوں کے چہروں کی کھالیں متغیر ہو گئی تھیں (لہوف) مدت قید کے بعد آپ سب کو لیے ہوئے ۲۰ / صفر ۶۲ ھ ء کو وارد ہوئے آپ کے ہمراہ سر حسین بھی کر دیا گیا تھا،آپ نے اسے اپنے پدر بزرگوار کے

جسم مبارک سے ملحق کیا (ناسخ تواریخ)۔

۸ / ربیع الاول ٦٢ ھ کو آپ امام حسین کا لٹا ہوا قافلہ ہوئے مدینہ منورہ پہنچے، وہاں کے لوگوں نے آہ وزاری اور کمال رنج وغم سے آپ کا استقبال کیا۔ ۱۵ شبانہ وروز نوحہ وماتم ہوتا رہا (تفصیلی واقعات کے لیے کتب مقاتل وسیر ملاحظہ کی جائیں۔

اس عظیم واقعہ کا اثر یہ ہوا کہ زینب کے بال اس طرح سفید ہو گئے تھے کہ جاننے والے انہیں پہچان نہ سکے (احسن القصص ص ۱۸۲ طبع نجف) رباب نے سایہ میں بیٹھنا چھوڑ دیا امام زین العابدین تاحیات گریہ فرماتے رہے (جلاء العیون ص ۲۵٦) اہل مدینہ یزید کی بیعت سے علیحدہ ہو کر باغی ہو گئے بالآخر واقعہ حرہ کی نوبت آ گئی۔

واقعہ کربلا اور حضرت امام زین العابدین کے خطبات

معرکہ کربلا کی غم آگیں داستاں تاریخ اسلام ہی نہیں تاریخ عالم کا افسوسناک سانحہ ہے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اول سے اخر تک اس ہوش ربا اور روح فرسا واقعہ میں اپنے باپ کے ساتھ رہے اور باپ کی شہادت کے بعد خود اس المیہ کے ہیرو بنے اور پھر جب تک زندہ رہے اس سانحہ کا ماتم کرتے رہے۔

۱۰ / محرم ٦۱ ھء کا واقعہ یہ اندوہناک حادثہ جس میں ۱۸ / بنی ہاشم اور بہتر اصحاب وانصار کام آئے حضرت امام زین العابدین کی مدت العمر گھلاتا رہا اور مرتے دم تک اس کی یاد فراموش نہ ہوئی اور اس کا صدمہ جانکاہ دور نہ ہوا، آپ یوں تو اس واقعہ کے بعد تقریبا چالیس سال

زندہ رہے مگر لطف زندگی سے محروم ہرے اور کسی نے آپ کو بشاش اور فرحناک نہ دیکھا، اس جانکاہ واقعہ کربلا کے سلسلہ میں آپ نے جو جابجا خطبات ارشاد فرمائے ہیں ان کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

کوفہ میں آپ کا خطبہ

کتاب لہوف ص ٦٨ میں ہے کہ کوفہ پہنچنے کے بعد امام زین العابدین نے لوگوں کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا، سب خاموش ہو گئے، آپ کھڑے ہوئے خدا کی حمد وثناء کی، حضرت نبی کا ذکر کیا، ان پر صلوات بھیجی پھر ارشاد فرمایا اے لوگو! جو مجھے جانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے جو نہیں جانتا اسے میں بتاتا ہوں میں علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جس کی بے حرمتی کی گئی جس کا سامان لوٹا گیا جس کے اہل وعیال قید کر دیئے گئے میں اس کا فرزند ہوں جو ساحل فرات پر ذبح کر دیا گیا، اور بغیر کفن ودفن چھوڑ دیا گیا اور (شہادت حسین) ہمارے فخر کے لیے کافی ہے اے لوگو! تمہارا برا ہو کہ تم نے اپنے لیے ہلاکت کا سامان مہیا کر لیا، تمہاری رائیں کس قدر بری ہیں تم کن آنکھوں سے رسول صلعم کو دیکھو گے جب رسول صلعم تم سے باز پرس کریں گے کہ تم لوگوں نے میری عترت کو قتل کیا اور میرے اہل حرم کو ذلیل کیا" اس لیے تم میری امت میں نہیں"۔

مسجد دمشق (شام) میں آپ کا خطبہ

مقتل ابی مخنف ص ۱۳۵، بحارالانوار جلد ۱۰ ص ۲۳۳، ریاض القدس جلد ۲ ص ۳۲۸، اور روضۃ الاحباب وغیرہ میں ہے کہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اہل حرم سمیت دربار یزید میں داخل کئے گئے اور ان کو منبر پر جانے کا موقع ملا تو آپ منبر پر تشریف لے گئے اور انبیاء کی طرح شیریں زبان میں نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ خطبہ ارشاد فرمایا:

اے لوگو! تم سے جو مجھے پہچانتا ہے وہ تو پہچانتا ہی ہے، اور جو نہیں پہچانتا میں اسے بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں؟ سنو، میں علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جس نے حج کئے ہیں اس کا فرزند ہوں جس نے طواف کعبہ کیا ہے اور سعی کی ہے، میں پسر زمزم و صفا ہوں، میں فرزند فاطمہ زہرا ہوں، میں اسکا فرزند جس پس گردن سے ذبح کیا گیا، میں اس پیاسے کا فرزند ہوں جو پیاسا ہی دنیا سے اٹھا، میں اس کا فرزند ہوں جس پر لوگوں نے پانی بند کر دیا، حالانکہ تمام مخلوقات پر پانی کو جائز قرار دیا، میں محمد مصطفی صلعم کا فرزند ہوں، میں اس کا فرزند ہوں جو کربلا میں شہید کیا گیا، میں اس کا فرزند ہوں جس کے انصار زمین میں آرام کی نیند سو گئے میں اسکا پسر ہوں جس کے اہل حرم قید کر دیئے گئے میں اس کا فرزند ہوں جس کے بچے بغیر جرم و خطا ذبح کر ڈالے گئے، میں اس کا بیٹا ہوں جس کے خیموں میں آگ لگا دی گئی، میں اس کا فرزند ہوں جس کا سر نوک نیزہ پر بلند کیا گیا، میں اس کا فرزند ہوں جس کے اہل حرم کی کربلا میں بے حرمتی کی گئی، میں اس کا فرزند ہوں جس کا جسم

کربلا کی زمین پر چھوڑ دیا گیا اور سر دوسرے مقامات پر نوک نیزہ پر بلند کر کے پھرایا گیا میں اس کا فرزند ہوں جس کے اردگرد سوائے دشمن کے کوئی اور نہ تھا، میں اس کا فرزند ہوں جس کے اہل حرم کو قید کر کے شام تک پھرایا گیا، میں اس کا فرزند ہوں جو بے یار و مددگار تھا۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا لوگو! خدا نے ہم کو پانچ فضیلت بخشی ہیں:

۱۔ خدا کی قسم ہمارے ہی گھر میں فرشتوں کی آمد و رفت رہی اور ہم ہی معدن نبوت و رسالت ہیں۔

۲۔ ہماری شان میں قرآن کی آیتیں نازل کیں، اور ہم نے لوگوں کی ہدایت کی۔

۳۔ شجاعت ہمارے ہی گھر کی کنیز ہے، ہم کبھی کسی کی قوت و طاقت سے نہیں ڈرے اور فصاحت ہمارا ہی حصہ ہے، جب فصحاء فخر و مباہات کریں۔

۴۔ ہم ہی صراط مستقیم اور ہدایت کا مرکز ہیں اور اس کے لیے علم کا سرچشمہ ہیں جو علم حاصل کرنا چاہے اور دنیا کے مومنین کے دلوں میں ہماری محبت ہے۔

۵۔ ہمارے ہی مرتبے آسمانوں اور زمینوں میں بلند ہیں، اگر ہم نہ ہوتے تو خدا دنیا کو پیدا ہی نہ کرتا، ہر فخر ہمارے فخر کے سامنے پست ہے، ہمارے دوست (روز قیامت) سیر و سیراب ہوں گے اور ہمارے دشمن روز قیامت بدبختی میں ہوں گے۔

جب لوگوں نے امام زین العابدین کا کلام سنا تو چیخ مار کر رونے اور پیٹنے لگے اور ان کی آوازیں بے ساختہ بلند ہونے لگیں یہ حال دیکھ کر یزید گھبرا اٹھا کہ کہیں کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے اس نے اس کے ردعمل میں فوراً موذن کو حکم دیا (کہ اذان شروع کرکے) امام

کے خطبہ کو منقطع کردے،موذن (گلدستہ اذان پر گیا)
اور کہا" اللہ اکبر" (خدا کی ذات سب سے بزرگ و برتر ہے) امام نے فرمایا تونے ایک بڑی ذات کی بڑائی بیان کی اور ایک عظیم الشان ذات کی عظمت کا اظہار کیا اور جو کچھ کہا" حق" ہے ۔پھر موذن نے کہا" اشہدان لا الہ الا اللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں) امام نے فرمایا میں بھی اس مقصد کی ہر گواہ کے ساتھ گواہی دیتا ہوں اور ہر انکار کرنے والے کے خلاف اقرار کرتا ہوں ۔

پھر موذن نے کہ" اشہدان محمد ارسول اللہ" (میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفی اللہ کے رسول ہیں) فبکی علی، یہ سن کر حضرت علی ابن الحسین رو پڑے اور فرمایا اے یزید میں تجھ سے خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں بتا حضرت محمد مصطفی میرے نانا تھے یا تیرے، یزید نے کہا آپ کے، آپ نے فرمایا، پھر کیوں تونے ان کے اہلبیت کو شہید کیا، یزید نے کوئی جواب نہ دیا اور اپنے محل میں یہ کہتا ہوا چلا گیا۔"لا حاجۃ لی بالصلواۃ" مجھے نماز سے کوئی واسطہ نہیں،اس کے بعد منہال بن عمر کھڑے ہوگئے اور کہا فرزند رسول آپ کا کیا حال ہے، فرمایا اے منہال ایسے شخص کا کیا حال پوچھتے ہو جس کا باپ (نہایت بے دردی سے) شہید کر دیا گیا ہو،جس کے مددگار ختم کر دیئے گئے ہوں جو اپنے چاروں طرف اپنے اہل حرم کو قیدی دیکھ رہا ہو،جن کا نہ پردہ رہ گیا نہ چادریں رہ گئیں،جن کا نہ کوئی مددگار رہے نہ حامی،تم تو دیکھ رہے ہو کہ میں مقید ہوں، ذلیل ورسوا کیا گیا ہوں، نہ کوئی میرا ناصر ہے، نہ مددگار، میں اور میرے اہل بیت لباس کہنہ مین ملبوس ہیں ہم پر نئے لباس حرام کر دیئے گئے ہیں اب جو تم

میرا حال پوچھتے ہو تو میں تمہارے سامنے موجود ہوں تم دیکھ ہی رہے ہو، ہمارے دشمن ہمیں برا بھلا کہتے ہیں اور ہم صبح وشام موت کا انتظار کرتے ہیں۔

پھر فرمایا عرب وعجم اس پر فخر کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفی ان میں سے تھے، اور قریش عرب پر اس لیے فخر کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم قریش میں سے تھے اور ہم ان کے اہلبیت ہیں لیکن ہم کو قتل کیا گیا، ہم پر ظلم کیا گیا، ہم پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑے گئے اور ہم کو قید کر کے دربدر پھرایا گیا، گویا ہمارا حسب بہت گرا ہوا ہے اور ہمارا نسب بہت ذلیل ہے، گویا ہم عزت کی بلندیوں پر نہیں چڑھے اور بزرگوں کے فرش پر جلوہ افروز نہیں ہوئے آج گویا تمام ملک یزید اور اس کے لشکر کا ہو گیا اور آل مصطفی صلعم یزید کی ادنی غلام ہو گئی ہے، یہ سننا تھا کہ ہر طرف سے رونے پیٹنے کی صدائیں بلند ہوئیں ؀

یزید بہت خائف ہوا کہ کوئی فتنہ نہ کھڑا ہو جائے اس نے اس شخص سے کہا جس نے امام کو منبر پر تشریف لے جانے کے لیے کہا تھا "ویحک اردت بصعودہ زوال ملکی" تیرا برا ہو تو ان کو منبر پر بٹھا کر میری سلطنت ختم کرنا چاہتا ہے اس نے جواب دیا، بخدا میں یہ نہ جانتا تھا کہ یہ لڑکا اتنی بلند گفتگو کرے گا یزید نے کہا کیا تو نہیں جانتا کہ یہ اہلبیت نبوت اور معدن رسالت کی ایک فرد ہے، یہ سن کر موذن سے نہ رہا گیا اور اس نے کہا اے یزید "اذا کان کذالک فلما قتلت اباہ" جب تو یہ جانتا تھا تو تو نے ان کے پدر بزرگوار کو کیوں شہید کیا، موذن کی گفتگو سن کر یزید برہم ہو گیا، "فامر بضرب عنقہ" اور موذن کی گردن مار دینے کا حکم دیدیا۔

مدینہ کے قریب پہنچ کر آپ کا خطبہ

مقتل ابی مخنف ص ۸۸ میں ہے (ایک سال تک قید خانہ شام کی صعوبت برداشت کرنے کے بعد جب اہل بیت رسول کی رہائی ہوئی اور یہ قافلہ کربلا ہوتا ہوا مدینہ کی طرف چلا تو قریب مدینہ پہنچ کر امام علیہ السلام نے لوگوں کو خاموش ہوجانے کا اشارہ کیا، سب کے سب خاموش ہوگئے آپ نے فرمایا:

حمد اس خدا کی جو تمام دنیا کا پروردگار ہے، روز جزاء کا مالک ہے، تمام مخلوقات کا پیدا کرنے والا ہے جو اتنا دور ہے کہ بلند آسمان سے بھی بلند ہے اور اتنا قریب ہے کہ سامنے موجود ہے اور ہماری باتوں کا سنتا ہے، ہم خدا کی تعریف کرتے ہیں اور اس کا شکر بجالاتے ہیں عظیم حادثوں، زمانے کی ہولناک گردشوں، دردناک غموں، خطرناک آفتوں، شدید تکلیفوں، اور قلب وجگر کو ہلا دینے والی مصیبتوں کے نازل ہونے کے وقت اے لوگو! خدا اور صرف خدا کے لیے حمد ہے، ہم بڑے بڑے مصائب میں مبتلا کئے گئے، دیوار اسلام میں بہت بڑا رخنہ (شگاف) پڑ گیا، حضرت ابوعبداللہ الحسین اور ان کے اہل بیت شہید کردیے گئے، ان کی عورتیں اور بچے قید کردیئے گئے اور (لشکر یزید نے) ان کے سرہائے مبارک کو بلند نیزوں پر رکھ کر شہروں میں پھرایا، یہ وہ مصیبت ہے جس کے برابر کوئی مصیبت نہیں، اے لوگو! تم سے کون مرد ہے جو شہادت حسین کے بعد خوش رہے یا کونسا دل ہے جو شہادت حسین سے غمگین نہ ہو یا کونسی آنکھ ہے جو آنسوؤں کو روک سکے، شہادت حسین پر ساتوں آسمان روئے، سمندر اور اس کی شاخیں روئیں، مچھلیاں اور سمندر کے گرداب روئے ملائکہ

مقربین اور تمام آسمان والے روئے، اے لوگو! کون سا قطب ہے جو شہادت حسین کی خبر سن کر نہ پھٹ جائے، کونسا قلب ہے جو محزون نہ ہو، کونسا کان ہے جو اس مصیبت کو سن کر جس سے دیوار اسلام میں رخنہ پڑا، بہرہ نہ ہو، اے لوگو! ہماری یہ حالت تھی کہ ہم کشاں کشاں پھرائے جاتے تھے، دربدر ٹھکرائے جاتے تھے ذلیل کیئے گئے شہروں سے دور تھے، گویا ہم کو اولاد ترک و کابل سمجھ لیا گیا تھا، حالانکہ نہ ہم نے کوئی جرم کیا تھا نہ کسی برائی کا ارتکاب کیا تھا نہ دیوار اسلام میں کوئی رخنہ ڈالا تھا اور نہ ان چیزوں کے خلاف کیا تھا جو ہم نے اپنے ابا وٗاجداد سے سنا تھا، خدا کی قسم اگر حضرت نبی بھی ان لوگوں (لشکر یزید) کو ہم سے جنگ کرنے کے لیے منع کرتے (تو یہ نہ مانتے) جیسا کہ حضرت نبی نے ہماری وصایت کا اعلان کیا (اوران لوگوں نے مانا) بلکہ جتنا انہوں نے کیا ہے اس سے زیادہ سلوک کرتے، ہم خدا کے لیے ہیں اور خدا کی طرف ہماری بازگشت ہے"۔

روضہ رسول پر امام علیہ السلام کی فریاد

مقتل ابی مخنف ص ۱۴۳ میں ہے کہ جب یہ لٹا ہوا قافلہ مدینہ میں داخل ہوا تو حضرت ام کلثوم گریہ وبکا کرتی ہوئی مسجد نبوی میں داخل ہوئیں اور عرض کی، اے نانا آپ پر میرا اسلام ہو"انی ناعیۃ الیک ولدک الحسین" میں آپ کو آپ کے فرزند حسین کی خبر شہادت سناتی ہوں، یہ کہنا تھا کہ قبر رسول سے گریہ کی صدا بلند ہوئی اور تمام لوگ رونے لگے پھر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اپنے نانا کی قبر مبارک پر تشریف لائے اور اپنے رخسار قبر مطہر سے رگڑتے ہوئے

یوں فریاد کرنے لگے:

انا جیک یا جداہ یا خیر مرسل
انا جیک محزونا علیک موجلا

سبینا کما تسمی الاماء ومسنا
حبیبک مقتول ونسلک ضائع

اسیرا ومالی حامیا ومدافع
من الضر مالاتحملہ الاصابع

ترجمہ: میں آپ سے فریاد کرتا ہوں اے نانا، اے تمام رسولوں میں سب سے بہتر، آپ کا محبوب "حسین" شہید کردیا گیا اور آپ کی نسل تباہ و برباد کردی گئی، اے نانا میں رنج وغم کا مارا آپ سے فریاد کرتا ہوں مجھے قید کیا گیا میرا کوئی حامی و مددگار نہ تھا اے نانا ہم سب کو اس طرح قید کیا گیا، جس طرح (لاوارث) کنیزوں کو قید کیا جاتا ہے، اے نانا ہم پر اتنے مصائب ڈھائے گئے جو انگلیوں پر گنے نہیں جاسکتے۔

امام زین العابدین اور خاک شفا

مصباح المتہجد میں ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے پاس ایک کپڑے میں بندھی ہوئی تھوڑی سی خاک شفاء کرتی تھی (مناقب جلد ۲ ص ۳۲۹ طبع ملتان)۔

حضرت کے ہمراہ خاک شفاء کا ہمیشہ رہنا تین حال سے خالی نہ تھا یا اسے تبرکا رکھتے تھے یا اس پر نماز میں سجدہ کرتے تھے یا اسے بحیثیت محافظ رکھتے تھے اور لوگوں کو یہ بتانا مقصود رہتا تھا کہ جس کے پاس خاک شفاء ہو وہ جملہ مصائب و آلام سے محفوظ رہتا ہے اور اس کا مال چوری نہیں ہوتا جیسا کہ احادیث سے واضح ہے۔

امام زین العابدین اور محمد حنفیہ کے درمیان حجر اسود کا فیصلہ

آل محمد کے مدینہ پہنچنے کے بعد امام زین العابدین کے چچا محمد حنفیہ نے بروایت اہل اسلام امام سے خواہش کی کہ مجھے تبرکات امامت دیدو، کیونکہ میں بزرگ خاندان اور امامت کا اہل وحقدار ہوں آپ نے فرمایا کہ حجر اسود کے پاس چلو وہ فیصلہ کر دے گا جب یہ حضرات اس کے پاس پہنچے تو وہ بحکم خدا یوں بولا "امامت زین العابدین کا حق ہے" اس فیصلہ کو دونوں نے تسلیم کر لیا (شواہد النبوت ص ۱۷۶)۔

کامل مبرد میں ہے کہ اس واقعہ کے بعد سے محمد حنفیہ، امام زین العابدین کی بڑی عزت کرتے تھے ایک دن ابو خالد کابلی نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو کہا کہ حجر اسود نے خلافت کا ان

کے حق میں فیصلہ دے دیا ہے اور یہ امام زمانہ ہیں یہ سنکر وہ مذہب امامیہ کا قائل ہوگیا (مناقب جلد ۲ ص ۳۲۶)۔

ثبوت امامت میں امام زین العابدین کا کنکری پر مہر فرمانا

اصول کافی میں ہے کہ ایک عورت جس کی عمر ۱۱۳ سال کی ہوچکی تھی ایک دن امام زین العابدین کے پاس آئی اس کے پاس وہ کنکری تھی جس پر حضرت علی امام حسن، امام حسین کی مہر امامت لگی ہوئی تھی اس کے آتے ہی بلا کہے ہوئے آپ نے فرمایا کہ وہ کنکری لا جس پر میرے آباؤ اجداد کی مہریں لگی ہوئی ہیں اس پر میں بھی مہر کردوں چنانچہ اس نے کنکری دیدی آپ نے اسے مہر کرکے واپس کردی، اور اس کی جوانی بھی پلٹا دی، وہ خوش وخرم واپس چلی گئی (دمعہ ساکبہ جلد ۲ ص ۴۳۶)۔

واقعہ حرہ اور امام زین العابدین علیہ السلام

مستند تواریخ میں ہے کہ کربلا کے بے گناہ قتل نے اسلام میں ایک تہلکہ ڈال دیا خصوصا ایران میں ایک قوی جوش پیدا کردیا، جس نے بعد میں بنی عباس کو بنی امیہ کے غارت کرنے میں بڑی مدددی چونکہ یزید تارک الصلواۃ اور شارب الخمر تھا اور بیٹی بہن سے نکاح کرتا اور کتوں سے کھیلتا تھا، اس کی ملحدانہ حرکتوں اور امام حسین کے شہید کرنے سے مدینہ میں اس قدر جوش

پھیلا کر ۶۲ ھء میں اہل مدینہ نے یزید کی معطلی کا اعلان کر دیا اور عبداللہ بن حنظلہ کو اپنا سردار بنا کر یزید کے گورنر عثمان بن محمد بن ابی سفیان کو مدینہ سے نکال دیا، سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتا ہے کہ غسیل الملائکہ (حنظلہ) کہتے ہیں کہ ہم نے اس وقت یزید کی خلافت سے انکار نہیں کیا جب تک ہمیں یہ یقین نہیں ہو گیا کہ آسمان سے پتھر برس پڑیں گے غضب ہے کہ لوگ ماں بہنوں، اور بیٹیوں سے نکاح کریں۔ علانیہ شرابیں پئیں اور نماز چھوڑ بیٹھیں۔ یزید نے مسلم بن عقبہ کو جو خونریزی کی کثرت کے سبب "مسرف" کے نام سے مشہور ہے، فوج کثیر دے کر اہل مدینہ کی سرکوبی کو روانہ کیا اہل مدینہ نے باب الطیبہ کے قریب مقام "حرہ" پر شامیوں کا مقابلہ کیا، گھمسان کا رن پڑا، مسلمانوں کی تعداد شامیوں سے بہت کم تھی باوجودیکہ انہوں نے داد مردانگی دی، مگر آخر شکست کھائی، مدینہ کے چیدہ چیدہ بہادر رسول اللہ کے بڑے بڑے صحابی انصار و مہاجر اس ہنگامہ آفت میں شہید ہوئے، شامی شہر میں گھس گئے مزارات کو ان کی زینت و آرایش کی خاطر مسمار کر دیا، ہزاروں عورتوں سے بدکاری کی ہزاروں باکرہ لڑکیوں کا ازالہ بکارت کر ڈالا، شہر کو لوٹ لیا، تین دن قتل عام کرایا، دس ہزار سے زائد باشندگان مدینہ جن میں سات سو مہاجر و انصار اور اتنے ہی حاملان وحافظان قران علماء وصلحاء ومحدث تھے اس واقعہ میں مقتول ہوئے ہزاروں لڑکے لڑکیاں غلام بنائی گئیں اور باقی لوگوں سے بشرط قبول غلامی یزید کی بیعت لی گئی۔

مسجد نبوی اور حضرت کے حرم محترم میں گھوڑے بندھوائے گئے یہاں تک کہ لید کے انبار لگ گئے یہ واقعہ جو تاریخ اسلام میں واقعہ حرہ کے نام سے مشہور ہے۔ ۲۷ / ذی الحجہ ۶۳ ھء کو

ہوا تھا اس واقعہ پر مولوی امیر علی لکھتے ہیں کہ کفر و بت پرستی نے پھر غلبہ پایا، ایک فرنگی مورخ لکھتا ہے کہ کفر کا دوبارہ جنم لینا اسلام کے لیے سخت خوفناک اور تباہی بخش ثابت ہوا بقیہ تمام مدینہ کو یزید کا غلام بنایا گیا، جس نے انکار کیا اس کا سر اتار لیا گیا، اس رسوائی سے صرف دو آدمی بچے "علی بن الحسین" اور علی بن عبداللہ بن عباس ان سے یزید کی بیعت بھی نہیں لی گئی

۔

مدارس شفاخانے اور دیگر رفاہ عام کی عمارتیں جو خلفاء کے زمانے میں بنائی گئیں تھی یا تو بند کر دی گئیں یا مسمار اور عرب پھر ایک ویرانہ بن گیا، اس کے چند مدت بعد علی بن الحسین کے پوتے جعفر صادق نے اپنے جد امجد علی مرتضیٰ کا مکتب خانہ پھر مدینہ میں جاری کیا، مگر یہ صحرا میں صرف ایک ہی سچا نخلستان تھا اس کے چاروں طرف ظلمت و ضلالت چھائی ہوئی تھی، مدینہ پھر کبھی نہ سنبھل سکا، بنی امیہ کے عہد میں مدینہ ایسی اجڑی بستی ہو گیا کہ جب منصور عباس زیارت کو مدینہ میں آیا تو اسے ایک رہنما کی ضرورت پڑی جو اس کو وہ مکانات بتائے جہاں ابتدائی زمانہ کے بزرگان اسلام رہا کرتے تھے (تاریخ اسلام جلد ا ص ۳۶، تاریخ ابوالفداء جلد ا ص ۱۹۱، تاریخ فخری ص ۸۶، تاریخ کامل جلد ۴ ص ۴۹، صواعق محرقہ ص ۱۳۲)۔

واقعہ حرہ اور آپ کی قیام گاہ

تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ایک چھوٹی سی جگہ "منبع" نامی تھی جہاں کھیتی باڑی کا کام

ہوتا تھا واقعہ حرہ کے موقع پر آپ شہر مدینہ سے نکل کر اپنے گاؤں چلے گئے تھے (تاریخ کامل جلد ۴ ص ۴۵) یہ وہی جگہ ہے جہاں حضرت علی خلیفہ عثمان کے عہد میں قیام پذیر تھے (عقد فرید جلد ۲ ص ۲۱۶)۔

خاندانی دشمن مروان کے ساتھ آپ کی کرم گستری

واقعہ حرہ کے موقع پر جب مروان نے اپنی اور اہل وعیال کی تباہی وبربادی کا یقین کر لیا تو عبداللہ بن عمر کے پاس جا کر کہنے لگا کہ ہماری محافظت کرو، حکومت کی نظر میری طرف سے بھی پھری ہوئی ہے، میں جان اور عورتوں کی بے حرمتی سے ڈرتا ہوں، انہوں نے صاف انکار کر دیا، اس وقت وہ امام زین العابدین کے پاس آیا اور اس نے اپنی اور اپنے بچوں کی تباہی وبربادی کا حوالہ دے کر حفاظت کی درخواست کی حضرت نے یہ خیال کیے بغیر کہ یہ خاندانی ہمارا دشمن ہے اور اس نے واقعہ کربلا کے سلسلہ میں پوری دشمنی کا مظاہرہ کیا ہے آپ نے فرمادیا بہتر ہے کہ اپنے بچوں کو میرے پاس بمقام منبع بھیجدو، جہاں میرے بچے رہیں گے تمہارے بھی رہیں گے چنانچہ وہ اپنے بال بچوں کو جن میں حضرت عثمان کی بیٹی عائشہ بھی تھیں آپ کے پاس پہنچا گیا اور آپ نے سب کی مکمل حفاظت فرمائی (تاریخ کامل جلد ۴ ص ۴۵)۔

دشمن ازلی حصین بن نمیر کے ساتھ آپ کی کرم نوازی

مدینہ کوتباہ و برباد کرنے کے بعد مسلم بن عقبہ ابتدائے ٦٤ ھ میں مدینہ سے مکہ کو روانہ ہوگیا اتفاقا راہ میں بیمار ہوکر وہ گمراہ راہی جہنم ہوگیا، مرتے وقت اس نے حصین بن نمیر کو اپنا جانشین مقرر کر دیا اس نے وہاں پہنچ کر خانہ کعبہ پر سنگ باری کی اور اس میں آگ لگا دی، اس کے بعد مکمل محاصرہ کر کے عبداللہ ابن زبیر کو قتل کرنا چاہا اس محاصرہ کو چالیس دن گزرے تھے کہ یزید پلید واصل جہنم ہوگیا، اس کے مرنے کی خبر سے ابن زبیر نے غلبہ حاصل کر لیا اور یہ وہاں سے بھاگ کر مدینہ جا پہنچا۔

مدینہ کے دوران قیام میں اس معلون نے ایک دن بوقت شب چند سواروں کو لے کر فوج کے غذائی سامان کی فراہمی کے لیے ایک گاؤں کی راہ پکڑی، راستہ میں اس کی ملاقات حضرت امام زین العابدین سے ہوگئی، آپ کے ہمراہ کچھ اونٹ تھے جن پر غذائی سامان لدا ہوا تھا اس نے آپ سے وہ غلہ خریدنا چاہا، آپ نے فرمایا کہ اگر تجھے ضرورت ہے تو یونہی لے لے ہم اسے فروخت نہیں کر سکتے (کیونکہ میں اسے فقراء مدینہ کے لیے لایا ہوں) اس نے پوچھا کہ آپ کا نام کیا ہے، آپ نے فرمایا مجھے "علی بن الحسین" کہتے ہیں پھر آپ نے اس سے نام دریافت کیا تو اس نے کہا میں حصین بن نمیر ہوں، اللہ رے، آپ کی کرم نوازی، آپ جاننے کہ باوجودکہ یہ میرے باپ کے قاتلوں میں سے ہے اسے سارا غلہ مفت دیدیا (اور فقراء کے لیے دوسرا بندوبست فرمایا) اس نے جب آپ کی یہ کرم گستری دیکھی اور اچھی طرح پہچان بھی لیا تو کہنے لگا کہ یزید کا انتقال ہو چکا ہے آپ سے زیادہ مستحق

خلافت کوئی نہیں، آپ میرے ساتھ تشریف لے چلیں، میں آپ کو تخت خلافت پر بٹھاؤں گا، آپ نے فرمایا کہ میں خداوند عالم سے عہد کر چکا ہوں کہ ظاہری خلافت قبول نہ کروں گا، یہ فرما کر آپ اپنے دولت سرا کو تشریف لے گئے (تاریخ طبری فارسی ص ۶۴۴)۔

امام زین العابدین اور فقراء مدینہ کی کفالت

علامہ ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فقراء مدینہ کے سو گھروں کی کفالت فرماتے تھے اور سارا سامان ان کے گھر پہنچایا کرتے تھے جنہیں آپ یہ بھی معلوم نہ ہونے دیتے تھے کہ یہ سامان خورد و نوش رات کو کون دے جاتا ہے آپ کا اصول یہ تھا کہ بوریاں پشت پر لاد کر گھروں میں روٹی اور آٹا وغیرہ پہنچاتے تھے اور یہ سلسلہ تا بحیات جاری رہا، بعض معززین کا کہنا ہے کہ ہم نے اہل مدینہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ امام زین العابدین کی زندگی تک ہم خفیہ غذائی رسد سے محروم نہیں ہوئے۔ (مطالب السؤل ص ۲۶۵، نور الابصار ص ۱۲۶)۔

امام زین العابدین اور بنیاد کعبہ محترمہ و نصب حجر اسود

۷۱ ھ میں عبدالملک بن مروان نے عراق پر لشکر کشی کر کے مصعب بن زبیر کو قتل کیا پھر ۷۲ ھ میں حجاج بن یوسف کو ایک عظیم لشکر کے ساتھ عبداللہ بن زبیر کو قتل کرنے کے لیے مکہ معظّمہ روانہ کیا۔ (ابو الفداء)۔

وہاں پہنچ کر حجاج نے ابن زبیر سے جنگ کی ابن زبیر نے زبردست مقابلہ کیا اور بہت سی لڑائیاں ہوئیں، آخر میں ابن زبیر محصور ہو گئے اور حجاج نے ابن زبیر کو کعبہ سے نکالنے کے لیے کعبہ پر سنگ باری شروع کردی، یہی نہیں بلکہ اسے کھدواڈالا، ابن زبیر جمادی الآخر ۷۳ھ میں قتل ہوا (تاریخ ابن الوردی)۔ اور حجاج جو خانہ کعبہ کی بنیاد تک خراب کر چکا تھا اس کی تعمیر کی طرف متوجہ ہوا۔ علامہ صدوق کتاب علل الشرائع میں لکھتے ہیں کہ حجاج کے ہدم کعبہ کے موقع پر لوگ اس کی مٹی تک اٹھا کر لے گئے اور کعبہ کو اس طرح لوٹ لیا کہ اس کی کوئی پرانی چیز باقی نہ رہی، پھر حجاج کو خیال پیدا ہوا کہ اس کی تعمیر کرانی چاہئے چنانچہ اس نے تعمیر کا پروگرام مرتب کرلیا اور کام شروع کرادیا، کام کی ابھی بالکل ابتدائی منزل تھی کہ ایک اژدھا برآمد ہو کر ایسی جگہ بیٹھ گیا جس کے ہٹے بغیر کام آگے نہیں بڑھ سکتا تھا لوگوں نے اس واقعہ کی اطلاع حجاج کو دی، حجاج گھبرا اٹھا اور لوگوں کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہئے جب لوگ اس کا حل نکالنے سے قاصر رہے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ آج کل فرزند رسول حضرت امام زین العابدین علیہ السلام یہاں آئے ہوئے ہیں، بہتر ہوگا کہ ان سے دریافت کرایا جائے یہ مسئلہ ان کے علاوہ کوئی حل نہیں کرسکتا، چنانچہ حجاج نے آپ کو زحمت تشریف آوری دی، آپ نے فرمایا کہ اے حجاج تو نے خانہ کعبہ کو اپنی میراث سمجھ لیا ہے تو نے تو بنائے ابراہیم علیہ السلام کو اکھڑوا کر راستہ میں ڈلوادیا ہے "سن" تجھے خدا اس وقت تک کعبہ کی تعمیر میں کامیاب نہ ہونے دیے گا جب تک تو کعبہ کا لٹا ہوا سامان واپس نہ منگائے گا، یہ سن کر اس نے اعلان کیا کہ کعبہ سے متعلق جو شے بھی کسی کے پاس ہو وہ

جلد سے جلد واپس کرے، چنانچہ لوگوں نے پتھر مٹی وغیرہ جمع کر دی جب آپ اس کی بنیاد استوار کی اور حجاج سے فرمایا کہ اس کے اوپر تعمیر کراؤ "فلذالک صار البیت مرتفعا" پھر اسی بنیاد پر خانہ کعبہ کی تعمیر ہوئی (کتاب الخرائج والجرائح میں علامہ قطب راوندی لکھتے ہیں کہ جب تعمیر کعبہ اس مقام تک پہنچی جس جگہ حجر اسود نصب کرنا تھا تو یہ دشواری پیش ہوئی کہ جب کوئی عالم، زاہد، قاضی اسے نصب کرتا تھا تو "یتزلزل ویضطرب ولا یستقر" حجر اسود متزلزل اور مضطرب رہتا اور اپنے مقام پر ٹھہرتا نہ تھا بالآخر امام زین العابدین علیہ السلام بلائے گئے اور آپ نے بسم اللہ کہہ کر اسے نصب کر دیا، یہ دیکھ کر لوگوں نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا (دمعہ ساکبہ جلد ۲ ص ۴۳۷)۔

علماء و مورخین کا بیان ہے کہ حجاج بن یوسف نے یزید بن معاویہ ہی کی طرح خانہ کعبہ پر منجنیق سے پتھر وغیرہ پھنکوائے تھے۔

امام زین العابدین اور عبد الملک بن مروان کا حج

بادشاہ دنیا عبدالملک بن مروان اپنے عہد حکومت میں اپنے پایہ تخت سے حج کے لیے روانہ ہو کر مکہ معظمہ پہنچا اور بادشاہ دین حضرت امام زین العابدین بھی مدینہ سے روانہ ہو کر پہنچ گئے مناسک حج کے سلسلہ میں دونوں کا ساتھ ہو گیا، حضرت امام زین العابدین آگے آگے چل رہے تھے اور بادشاہ پیچھے چل رہا تھا عبدالملک بن مروان کو یہ بات ناگوار ہوئی اور اس نے آپ سے کہا کیا میں نے آپ کے باپ کو قتل کیا ہے جو آپ میری طرف متوجہ نہیں ہوتے،

آپ نے فرمایا کہ جس نے میرے باپ کو قتل کیا ہے اس نے اپنی دیناو آخرت خراب کر لی ہے کیا تو بھی یہی حوصلہ رکھتا ہے اس نے کہا نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ آپ میرے پاس ائیں تا کہ میں آپ سے کچھ مالی سلوک کروں، آپ نے ارشاد فرمایا مجھے تیرے مال دنیا کی ضرورت نہیں ہے مجھے دینے والا خدا ہے یہ کہہ کر آپ نے اسی جگہ زمین پر ردائے مبارک ڈال دی اور کعبہ کی طرف اشارہ کر کے کہا، میرے مالک اسے بھر دے، امام کی زبان سے الفاظ کا نکلنا تھا کہ ردائے مبارک موتیوں سے بھر گئی، آپ نے اسے راہ خدا میں دیدیا (دمعہ ساکبہ، جنات الخلود ص ۲۳)۔

امام زین العابدین علیہ السلام اخلاق کی دنیا میں

امام زین العابدین علیہ السلام چونکہ فرزند رسول تھے اس لئے آپ میں سیرت محمدیہ کا ہونا لازمی تھا علامہ محمد ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ کو برا بھلا کہا، آپ نے فرمایا بھائی میں نے تو تیرا کچھ نہیں بگاڑا، اگر کوئی حاجت رکھتا ہے تو بتا تا کہ میں پوری کروں ، وہ شرمندہ ہو کر آپ کے اخلاق کا کلمہ پڑھنے لگا (مطالب السؤل ص ۲۶۷)۔
علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں، ایک شخص نے آپ کی برائی آپ کے منہ پر کی آپ نے اس سے بے توجہی برتی، اس نے مخاطب کر کر کے کہا، میں تم کو کہہ رہا ہوں، آپ نے فرمایا، میں حکم خدا "واعرض عن الجاہلین" جاہلوں کی بات کی پرواہ نہ کرو پر عمل کر رہا ہوں (صواعق محرقہ ص ۱۲۰)۔ علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے آ کر کہا کہ فلاں شخص آپ کی برائی

کرر ہا تھا آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کے پاس لے چلو، جب وہاں پہنچے تو اس سے فرمایا بھائی جو بات تو نے میرے لیے کہی ہے، اگر میں نے ایسا کیا ہو تو خدا مجھے بخشے اور اگر نہیں کیا تو خدا تجھے بخشے کہ تو نے بہتان لگایا۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ مسجد سے نکل کر چلے تو ایک شخص آپ کو سخت الفاظ میں گالیاں دینے لگا آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی حاجت رکھتا ہے تو میں پوری کروں، ”اچھالے“ یہ پانچ ہزار درہم ،وہ شرمندہ ہوگیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص نے آپ پر بہتان باندھا،آپ نے فرمایا میرے اور جہنم کے درمیان ایک گھاٹی ہے،اگر میں نے اسے طے کرلیا تو پرواہ نہیں جو جی چاہے کہو اور اگر اسے پار نہ کرسکا تو میں اس سے زیادہ برائی کا مستحق ہوں جو تم نے کی ہے (نورالابصار ص ۱۲۷۔۱۲۶)۔

علامہ دمیری لکھتے ہیں کہ ایک شامی حضرت علی کو گالیاں دے رہا تھا، امام زین العابدین نے فرمایا بھائی تم مسافر معلوم ہوتے ہو،اچھا میرے ساتھ چلو،میرے یہاں قیام کرو،اور جو حاجت رکھتے ہو بتاؤ تا کہ میں پوری کروں وہ شرمندہ ہوکر چلا گیا (حیواۃ الحیوان جلد ا ص ۱۲۱)۔علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے بیان کیا کہ فلاں شخص آپ کو گمراہ اور بدعتی کہتا ہے،آپ نے فرمایا افسوس ہے کہ تم نے اس کی ہمنشینی اور دوستی کا کوئی خیال نہ کیا، اور اسکی برائی مجھ سے بیان کردی،دیکھو یہ غیبت ہے ،اب ایسا کبھی نہ کرنا (احتجاج ص ۳۰۴)۔

جب کوئی سائل آپ کے پاس آتا تھا تو خوش ومسرور ہوجاتے تھے اور فرماتے تھے

خدا تیرا بھلا کرے کہ تو میرا زادراہ آخرت اٹھانے کے لیے آ گیا ہے (مطالب السؤل ص ۲۶۳)۔ امام زین العابدین علیہ السلام صحیفہ کاملہ میں فرماتے ہیں خداوند میرا کوئی درجہ نہ بڑھا، مگر یہ کہ اتنا ہی خود میرے نزدیک مجھ کو گھٹا اور میرے لیے کوئی ظاہری عزت نہ پیدا کر مگر یہ کہ خود میرے نزدیک اتنی ہی باطنی لذت پیدا کر دے۔

امام زین العابدین اور صحیفہ کاملہ

کتاب صحیفہ کاملہ آپ کی دعاؤں کا مجموعہ ہے اس میں بے شمار علوم وفنون کے جوہر موجو ہیں یہ پہلی صدی کی تصنیف ہے (معالم العلماء ص ا طبع ایران)۔

اسے علماء اسلام نے زبور آل محمد اور انجیل اہلبیت کہا ہے (ینابیع المودۃ ص ۴۹۹، فہرست کتب خانہ طہران ص ۳۶)۔ اور اس کی فصاحت وبلاغت معانی کو دیکھ کر اسے کتب سماویہ اور صحف لوحیہ وعرشیہ کا درجہ دیا گیا ہے (ریاض السالکین ص ا) اس کی چالیس شرحیں ہیں جن میں میرے نزدیک ریاض السالکین کو فوقیت حاصل ہے۔

امام زین العابدین عمر بن عبد العزیز کی نگاہ میں

۸۶ ھ میں عبدالملک بن مروان کے انتقال کے بعد اس کا بیٹا ولید بن عبدالملک خلیفہ بنایا گیا یہ حجاج بن یوسف کی طرح نہایت ظالم وجابر تھا اسی کے عہد ظلمت مین عمر بن عبدالعزیز جو کہ ولید کا چچازاد بھائی تھا حجاز کا گورنر ہوا یہ برا منصف مزاج اور فیاض تھا، اسی

کے عہد گورنری کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ۸۷ھ میں سرورکائنات کے روضہ کی ایک دیوار گر گئی تھی جب اس کی مرمت کا سوال پیدا ہوا، اور اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ کسی مقدس ہستی کے ہاتھ سے اس کی ابتداء کی جائے تو عمر بن عبدالعزیز نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ہی کو سب پر ترجیح دی (وفاء الوفاء جلد ا ص ۳۸۶)۔

اسی نے فدک واپس کیا تھا اور امیر المومنین پر سے تبراء کی وہ بدعت جو معاویہ نے جاری کی تھی، بند کرائی تھی۔

امام زین العابدین علیہ السلام کی شہادت

آپ اگرچہ گوشہ نشینی کی زندگی بسر فرما رہے تھے لیکن آپ کے روحانی اقتدار کی وجہ سے بادشاہ وقت ولید بن عبدالملک نے آپ کو زہر دیدیا، اور آپ بتاریخ ۲۵/محرم الحرام ۹۵ھ مطابق ۷۱۴ء کو درجہ شہادت پر فائز ہو گئے امام محمد باقر علیہ السلام نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ مدینہ کے جنت البقیع میں دفن کر دیئے گئے علامہ شبلنجی، علامہ ابن حجر، علامہ ابن صباغ مالکی، علامہ سبط ابن جوزی تحریر فرماتے ہیں کہ "وان الذی سمہ الولید بن عبدالملک" جس نے آپ کو زہر دے کر شہید کیا، وہ ولید بن عبدالملک خلیفہ وقت ہے (نور الابصار ص ۱۲۸، صواعق محرقہ ص ۱۲۰، فصول المہمہ، تذکرہ سبط ابن جوزی، ارجح المطالب ص ۴۴۴، مناقب جلد ۴ ص ۱۳۱)۔

ملا جامی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی شہادت کے بعد آپ کا ناقہ قبر پر نالہ وفریاد کرتا ہوا تین

روز میں مرگیا (شواہدالنبوت ص ۱۷۹، شہادت کے وقت آپ کی عمر ۵۷ / سال کی تھی۔

آپ کی اولاد

علماء فریقین کا اتفاق ہے کہ آپ نے گیارہ لڑکے اور چار لڑکیاں چھوڑیں۔ (صواعق محرقہ ص ۱۲۰، وارجح المطالب ص ۴۴۴)۔

علامہ شیخ مفید فرماتے ہیں کہ ان پندرہ اولاد کے نام یہ ہیں ۱۔ حضرت امام محمد باقر آپ کی والدہ حضرت امام حسن کی بیٹی ام عبداللہ جناب فاطمہ تھیں۔ ۲۔ عبداللہ ۳۔ حسن ۴۔ زید ۵۔ عمر ۶۔ حسین ۷۔ عبدالرحمن ۸۔ سلیمان ۹۔ علی ۱۰۔ محمد اصغر ۱۱۔ حسین اصغر ۱۲۔ خدیجہ ۱۳۔ فاطمۃ، ۱۴۔ علیہ ۱۵۔ ام کلثوم (ارشاد مفید فارسی ص ۴۰۱)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

آپ کی ولادت باسعادت

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام بتاریخ یکم رجب المرجب ۵۷ ھ یوم جمعہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے (اعلام الوری ص ۱۵۵، جلاء العیون ص ۲۶۰، جنات الخلود ص ۲۵)۔

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ جب آپ بطن مادر میں تشریف لائے تو آباؤ اجداد کی طرح آپ کے گھر میں آواز غیب آنے لگی اور جب نو ماہ کے ہوئے تو فرشتوں کی بے انتہا آوازیں آنے لگیں اور شب ولادت ایک نور ساطع ہوا، ولادت کے بعد قبلہ رو ہو کر آسمان کی طرف رخ فرمایا، اور (آدم کی مانند) تین بار چھینکنے کے بعد حمد خدا بجالائے، ایک شبانہ روز دست مبارک سے نور ساطع رہا، آپ ختنہ کردہ، ناف بریدہ، تمام آلائشوں سے پاک اور صاف متولد ہوئے۔ (جلاء العیون ص ۲۵۹)۔

اسم گرامی، کنیت اور القاب

آپ کا اسم گرامی "لوح محفوظ" کے مطابق اور سرورکائنات کی تعیین کے موافق "محمد" تھا آپ کی کنیت "ابوجعفر" تھی، اور آپ کے القاب کثیر تھے، جن میں باقر، شاکر، ہادی زیادہ مشہور ہیں (مطالب السؤل ص ۲۶۹، شواہد النبوت ص ۱۸۱)۔

باقر کی وجہ تسمیہ

باقر، بقرہ سے مشتق ہے اور اسی کا اسم فاعل ہے اس کے معنی شق کرنے اور وسعت دینے کے ہیں، (المنجد ص ۴۱)۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو اس لقب سے اس لیے ملقب کیا گیا تھا کہ آپ نے علوم و معارف کو نمایاں فرمایا اور حقائق احکام و حکمت و لطائف کے وہ سربستہ خزانے ظاہر فرمادیئے جو لوگوں پر ظاہر و ہویدا نہ تھے (صواعق محرقہ،ص ۱۲۰ ،مطالب السؤل ص ۲۶۹،شواہد النبوت صذ ۱۸۱)۔

جوہری نے اپنی صحاح میں لکھا ہے کہ "توسع فی العلم" کو بقرہ کہتے ہیں، اسی لیے امام محمد بن علی کو باقر سے ملقب کیا جاتا ہے، علامہ سبط ابن جوزی کا کہنا ہے کہ کثرت سجود کی وجہ سے چونکہ آپ کی پیشانی وسیع تھی اس لیے آپ کو باقر کہا جاتا ہے اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جامعیت علمیہ ک کی وجہ سے آپ کو یہ لقب دیا گیا ہے، شہید ثالث علامہ نوراللہ شوشتری کا کہنا ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ امام محمد باقر علوم و معارف کو اس طرح شگافتہ کردیں گے جس طرح زراعت کے لیے زمین شگافتہ کی جاتی ہے۔ (مجالس المومنین ص ۱۱۷)۔

بادشاہان وقت

آپ ۵۷ ھ میں معاویہ بن ابی سفیان کے عہد میں پیدا ہوئے ۶۰ ھ میں یزید بن معاویہ بادشاہ وقت رہا، ۶۴ ھ میں معاویہ بن یزید اور مروان بن حکم بادشاہ رہے ۶۵ ھ تک

عبدالملک بن مروان خلیفہ وقت رہا پھر ۸۶ ھ سے ۹۶ ھ تک ولید بن عبدالملک نے حکمرانی کی، اسی نے ۹۵ ھ میں آپ کے والد ماجد کو درجہ شہادت پر فائز کر دیا، اسی ۹۵ ھ سے آپ کی امامت کا آغاز ہوا، اور ۱۱۴ ھ تک آپ فرائض امامت ادا فرماتے رہے، اسی دروان میں ولید بن عبدالملک کے بعد سلیمان بن عبدالملک ،عمر بن عبدالعزیز، یزید بن عبدالملک اور ہشام بن عبدالملک بادشاہ وقت رہے (اعلام الوری ص ۱۵۶)۔

واقعہ کربلا میں امام محمد باقر علیہ السلام کا حصہ

آپ کی عمر ابھی ڈھائی سال کی تھی، کہ آپ کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ وطن عزیز مدینہ منورہ چھوڑنا پڑا، پھر مدینہ سے مکہ اور وہاں سے کربلا تک کی صعوبتیں سفر برداشت کرنا پڑی اس کے بعد واقعہ کربلا کے مصائب دیکھے، کوفہ وشام کے بازاروں اور درباروں کا حال دیکھا ایک سال شام میں قید رہے، پھر وہاں سے چھوٹ کر ۸ / ربیع الاول ۶۲ ھ کو مدینہ منورہ واپس ہوئے۔

جب آپ کی عمر چار سال کی ہوئی، تو آپ ایک دن کنویں میں گر گئے، لیکن خدا نے آپ کو ڈوبنے سے بچالیا (اور جب آپ پانی سے برآمد ہوئے تو آپ کے کپڑے اور آپ کا بدن تک بھیگا ہوا نہ تھا (مناقب جلد ۴ ص ۱۰۹)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور جابر بن عبد اللہ انصاری کی باہمی ملاقات

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت امام محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ظاہری زندگی کے اختتام پر امام محمد باقر کی ولادت سے تقریبا ۴٦/ سال قبل جابر بن عبداللہ انصاری کے ذریعہ سے امام محمد باقر علیہ السلام کو سلام کہلایا تھا، امام علیہ السلام کا یہ شرف اس درجہ ممتاز ہے کہ آل محمد میں سے کوئی بھی اس کی ہمسری نہیں کرسکتا (مطالب السؤل ص ۲۷۲)۔

مورخین کا بیان ہے کہ سرور کائنات ایک دن اپنی آغوش مبارک میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو لئے ہوئے پیار کررہے تھے ناگاہ آپ کے صحابی خاص جابر بن عبداللہ انصاری حاضر ہوئے حضرت نے جابر کو دیکھ کر فرمایا، اے جابر! میرے اس فرزند کی نسل سے ایک بچہ پیدا ہوگا جو علم وحکمت سے بھرپور ہوگا، اے جابر تم اس کا زمانہ پاؤ گے، اور اس وقت تک زندہ رہو گے جب تک وہ سطح ارض پر آنہ جائے۔

اے جابر! دیکھو، جب تم اس سے ملنا تو اسے میرا اسلام کہہ دینا، جابر نے اس خبر اور اس پیشین گوئی کو کمال مسرت کے ساتھ سنا، اور اسی وقت سے اس بہجت آفرین ساعت کا انتظار کرنا شروع کردیا، یہاں تک کہ چشم انتظار پتھرا گیں اور آنکھوں کا نور جاتا رہا۔

جب تک آپ بینا تھے ہر مجلس ومحفل میں تلاش کرتے رہے اور جب نور نظر جاتا رہا تو زبان سے پکارنا شروع کردیا، آپ کی زبان پر جب ہروقت امام محمد باقر کا نام رہنے لگا تو لوگ یہ کہنے لگے کہ جابر کا دماغ ضعف پیری کی وجہ سے از کار رفتہ ہوگیا ہے لیکن بہر حال وہ وقت

آہی گیا کہ آپ پیغام احمدی اور سلام محمدی پہنچانے میں کامیاب ہوگئے راوی کا بیان ہے کہ ہم جناب جابر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں امام زین العابدین علیہ السلام تشریف لائے، آپ کے ہمراہ آپ کے فرزند امام محمد باقر علیہ السلام بھی تھے امام علیہ السلام نے اپنے فرزندار جمند سے فرمایا کہ چچا جابر بن عبداللہ انصاری کے سر کا بوسہ دو، انہوں نے فوراً تعمیل ارشاد کیا، جابر نے ان کو اپنے سینے سے لگالیا اور کہا کہ ابن رسول اللہ آپ کو آپ کے جدنامدار حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام فرمایا ہے۔

حضرت نے کہا اے جابر ان پر اور تم پر میری طرف سے بھی سلام ہو، اس کے بعد جابر بن عبداللہ انصاری نے آپ سے شفاعت کے لیے ضمانت کی درخواست کی، آپ نے اسے منظور فرمایا اور کہا کہ میں تمہارے جنت میں جانے کا ضامن ہوں (صواعق محرقہ ص ۱۲۰، وسیلہ النجات ص ۳۳۸، مطالب السؤل، ۳۷۳، شواہد النبوت ص ۱۸۱، نور الابصار ص ۱۴۳، رجال کشی ص ۲۷، تاریخ طبری جلد ۳، ص ۹۶، مجالس المومنین ص ۱۱۷۔

علامہ محمد بن طلحہ شافعی کا بیان ہے کہ آنحضرت نے یہ بھی فرمایا تھا کہ "ان بقائک بعدرویۃ یسیر" کہ اے جابر میرا پیغام پہنچانے کے بعد بہت تھوڑا زندہ رہو گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا (مطالب السؤل ص ۲۷۳)۔

سات سال کی عمر میں امام محمد باقر کا حج خانہ کعبہ

علامہ جامی تحریر فرماتے ہیں کہ راوی بیان کرتا ہے کہ میں حج کے لیے جارہا تھا، راستہ پرخطر اور انتہائی تاریک تھا جب میں لق ودق صحرا میں پہنچا تو ایک طرف سے کچھ روشنی کی کرن نظر آئی میں اس کی طرف دیکھ ہی رہا تھا کہ ناگاہ ایک سات سال کا لڑکا میرے قریب آپہنچا، میں نے سلام کا جواب دینے کے بعد اس سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ کہاں سے آرہے ہیں اور کہاں کا ارادہ ہے، اور آپ کے پاس زادراہ کیا ہے اس نے جواب دیا، سنو میں خدا کی طرف سے آرہا ہوں اور خدا کے طرف سے آرہا ہوں اور خدا کی طرف جارہا ہوں، میرا زادراہ "تقوی" ہے میں عربی النسل، قریشی خاندان کا علوی نژاد ہوں، میرا نام محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہے، یہ کہہ کر وہ دونوں سے غائب ہو گئے اور مجھے پتہ نہ چل سکا کہ آسمان کی طرف پرواز کر گئے یا زمین میں سما گئے (شواہد النبوت ص ۱۸۳)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور اسلام میں سکے کی ابتدا

مورخ شہیر ذاکر حسین تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۴۲ میں لکھتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے ۷۵ ھ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی صلاح سے اسلامی سکہ جاری کیا اسے سے پہلے روم وایران کا سکہ اسلامی ممالک میں بھی جاری تھا۔

اس واقعہ کی تفصیل علامہ دمیری کے حوالہ سے یہ ہے کہ ایک دن علامہ کسائی سے خلیفہ ہارون رشید عباسی نے پوچھا کہ اسلام میں درہم و دینار کے سکے، کب اور کیونکر رائج ہوئے انہوں نے کہا کہ سکوں کا اجرا خلیفہ عبدالملک بن مروان نے کیا ہے لیکن اس کی تفصیل سے ناواقف ہوں اور مجھے نہیں معلوم کہ ان کے اجراء اور ایجاد کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی، ہارون الرشید نے کہا کہ بات یہ ہے کہ زمانہ سابق میں جو کاغذ وغیرہ ممالک اسلامیہ میں مستعمل ہوتے تھے وہ مصر میں تیار ہوا کرتے تھے جہاں اس وقت نصرانیوں کی حکومت تھی، اور وہ تمام کے تمام بادشاہ روم کے مذہب برتھے وہاں کے کاغذ پر جو ضرب یعنی (ٹریڈ مارک) ہوتا تھا، اس میں بزبان روم (اب، ابن، روح القدس لکھا ہوا تھا، فلم یزل ذلک کذالک فی صدر الاسلام کلہ بمعنی علو ما کان علیہ، الخ)۔

اور یہی چیز اسلام میں جتنے دور گذرے تھے سب میں رائج تھی یہاں تک کہ جب عبدالملک بن مروان کا زمانہ آیا، تو چونکہ وہ بڑا ذہین اور ہوشیار تھا، لہذا اس نے ترجمہ کرا کے گورنر مصر کو لکھا کہ تم رومی ٹریڈ مارک کو موقوف ومتروک کردو، یعنی کاغذ کپڑے وغیرہ جواب تیار ہوں ان میں یہ نشانات نہ لگنے دو بلکہ ان پر یہ لکھوا دو "شھد اللہ انہ لا الہ الا ہو" چنانچہ اس حکم پر عمل درآمد کیا گیا جب اس نئے مارک کے کاغذوں کا جن پر کلمہ توحید ثبت تھا، رواج پایا تو قیصر روم کو بے انتہا ناگوار گزرا اس نے تحفہ تحائف بھیج کر عبدالملک بن مروان خلیفہ وقت کو لکھا کہ کاغذ وغیرہ پر جو "مارک" پہلے تھا وہی بدستور جاری کرو، عبدالملک نے ہدایا لینے سے انکار کردیا اور سفیر کو تحائف وہدایا سمیت واپس بھیج دیا اور اس کے خط کا جواب تک نہ دیا

قیصر روم نے تحائف کو دوگنا کر کے پھر بھیجا اور لکھا کہ تم نے میرے تحائف کو کم سمجھ کر واپس کر دیا، اس لیے اب اضافہ کر کے بھیج رہا ہوں اسے قبول کرلو اور کاغذ سے نیا "مارک" ہٹادو، عبدالملک نے پھر ہدایا واپس کر دیا اور مثل سابق کوئی جواب نہیں دیا اس کے بعد قیصر روم نے تیسری مرتبہ خط لکھا اور تحائف و ہدایا بھیجے اور خط میں لکھا کہ تم نے میرے خطوط کے جوابات نہیں دیئے، اور نہ میری بات قبول کی اب میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم نے اب بھی رومی ٹریڈ مارک کو از سر نو رواج نہ دیا اور توحید کے جملے کاغذ سے نہ ہٹائے تو میں تمہارے رسول کو گالیاں، سکہ درہم و دینار پر نقش کرا کے تمام ممالک اسلامیہ میں رائج کر دوں گا اور تم کچھ نہ کرسکو گے دیکھو اب جو میں نے تم کو لکھا ہے اسے پڑھ کر ارفص جبینک عرقا، اپنی پیشانی کا پسینہ پوچھ ڈالو اور جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کرو تا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان جو رشتہ محبت قائم ہے بدستور باقی رہے۔

عبدالملک ابن مروان نے جس وقت اس خط کو پڑھا اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی، ہاتھ کے طوطے اڑ گئے اور نظروں میں دنیا تاریک ہوگئی اس نے کمال اضطراب میں علماء فضلاء اہل الرائے اور سیاست دانوں کو فوراً جمع کر کے ان سے مشورہ طلب کیا اور کہا کہ کوئی ایسی بات سوچو کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے یا سراسر اسلام کامیاب ہوجائے، سب نے سر جوڑ کر بہت دیر تک غور کیا لیکن کوئی ایسی رائے نہ دے سکے جس پر عمل کیا جاسکتا "فلم یجد عند احد منہم رایا یعمل بہ" جب بادشاہ ان کی کسی رائے سے مطمئین نہ ہوسکا تو اور زیادہ پریشان ہوا اور دل میں کہنے لگا میرے پالنے والے اب کیا کروں ابھی وہ

اسی تردد میں بیٹھا تھا کہ اس کا وزیراعظم "ابن زنباع" بول اٹھا، بادشاہ تو یقینا جانتا ہے کہ اس اہم موقع پر اسلام کی مشکل کشائی کون کرسکتا ہے،لیکن عمداًاس کی طرف رخ نہیں کرتا، بادشاہ نے کہا "ویحک من" خدا تجھے سمجھے،تو بتا تو سہی وہ کون ہے؟ وزیراعظم نے عرض کی "علیک بالباقر من اہل بیت النبی" میں فرزند رسول امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف اشارہ کرر ہا ہوں اور وہی اس آڑے وقت میں تیرے کام آسکتا ہیں ،عبدالملک بن مروان نے جونہی آپ کا نام سنا قال صدقت کہے لگا خدا کی قسم تم نے سچ کہااور صحیح رہبری کی ہے۔

اس کے بعداسی وقت فوراًاپنے عامل مدینہ کولکھا کہ اس وقت اسلام پر ایک سخت مصیبت آ گئی ہے اوراس کا دفع ہونا امام محمد باقر کے بغیر ناممکن ہے،لہذا جس طرح ہو سکے انھیں راضی کر کے میرے پاس بھیجدو، دیکھواس سلسلہ میں جومصارف ہوں گے، وہ بذمہ حکومت ہوں گے۔

عبدالملک نے دوخواست طلبی، مدینہ ارسال کرنے کے بعدشاہ روم کے سفیرکونظر بندکردیا،اورحکم دیا کہ جب تک میں اس مسئلہ کوحل نہ کرسکوں اسے پایہ تخت سے جانے نہ دیا جائے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عبدالملک بن مروان کا پیغام پہنچااورآپ فوراعازم سفرہوگئے اوراہل مدینہ سے فرمایا کہ چونکہ اسلام کا کام ہے لہذا میں تمام اپنے کاموں پراس سفرکوترجیح دیتاہوں الغرض آپ وہاں سے روانہ ہوکرعبدالملک کے پاس جاپہنچے، بادشاہ چونکہ سخت پریشان تھا،اس لیےاسے نے آپ کے استقبال کےفورابعدعرض

مدعا کر دیا،امام علیہ السلام نے مسکراتے ہوئے فرمایا”لا یعظم ہذا علیک فانہ لیس بشئی“ اے بادشاہ سن، مجھے بعلم امامت معلوم ہے کہ خدائے قادر وتوانا قیصر روم کو اس فعل قبیح پر قدرت ہی نہ دے گا اور پھر ایسی صورت میں جب کہ اس نے تیرے ہاتھوں میں اس سے عہدہ برآ ہونے کی طاقت دے رکھی ہے بادشاہ نے عرض کی یابن رسول اللہ وہ کونسی طاقت ہے جو مجھے نصیب ہے اور جس کے ذریعہ سے میں کامیابی حاصل کرسکتا ہوں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اسی وقت حکاک اور کاریگروں کو بلاؤ اور ان سے درہم ودینار کے سکے ڈھلواؤ اور ممالک اسلامیہ میں رائج کردو، اس نے پوچھا کہ ان کی کیا شکل وصورت ہوگی اور وہ کس طرح ڈھلیں گے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ سکہ کے ایک طرف کلمہ توحید دوسری طرف پیغمبر اسلام کا نام نامی اور ضرب سکہ کا سن لکھا جائے اس کے بعد اس کے اوزان بتائے آپ نے کہا کہ درہم کے تین سکے اس وقت جاری ہیں ایک بغلی جو دس مثقال کے دس ہوتے ہیں دوسرے سمری خفاف جو چھ مثقال کے دس ہوتے ہیں تیسرے پانچ مثقال کے دس، یہ کل ۲۱ / مثقال ہوئے اس کو تین پر تقسیم کرنے پر حاصل تقسیم ۷ / مثقال ہوئے، اسی سات مثقال کے دس درہم بنوا، اور اسی سات مثقال کی قیمت سونے کے دینار تیار کر جس کا خوردہ دس درہم ہو، سکہ کا نقش چونکہ فارسی میں ہے اس لیے اسی فارسی میں رہنے دیا جائے، اور دینار کا سکہ رومی حرفوں میں ہے لہذا اسے رومی ہی حرفوں میں کندہ کرایا جائے اور ڈھالنے کی مشین (سانچہ) شیشے کا بنوایا جائے تاکہ سب ہم وزن تیار ہوسکیں۔

عبدالملک نے آپ کے حکم کے مطابق تمام سکے ڈھلوا لیے اور سب کام درست کرلیا اس کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر دریافت کیا کہ اب کیا کروں؟ "امرہ محمد بن علی" آپ نے حکم دیا کہ ان سکوں کو تمام ممالک اسلامیہ میں رائج کردے، اور ساتھ ہی ایک سخت حکم نافذ کردے جس میں یہ ہو کہ اسی سکہ کو استعمال کیا جائے اور رومی سکے خلاف قانون قرار دیئے گئے اب جو خلاف ورزی کرے گا اسے سخت سزا دی جائے گی، اور بوقت ضرورت اسے قتل بھی کیا جاسکے گا۔

عبدالملک بن مروان نے تعمیل ارشاد کے بعد سفیر روم کو رہا کر کے کہا کہ اپنے بادشاہ سے کہنا کہ ہم نے اپنے سکے ڈھلوا کر رائج کردیے اور تمہارے سکہ کو غیر قانونی قرار دے دیا اب تم سے جو ہوسکے کرلو۔

سفیر روم یہاں سے رہا ہوکر جب اپنے قیصر کے پاس پہنچا اور اس سے ساری داستان بتائی تو وہ حیران رہ گیا، اور سر ڈال کر دیر تک خاموش بیٹھا سوچتا رہا، لوگوں نے کہا بادشاہ تو نے جو یہ کہا تھا کہ میں مسلمانوں کے پیغمبر کو سکوں پر گالیاں کندا کرادوں گا اب اس پر عمل کیوں نہیں کرتے اس نے کہا کہ اب گالیاں کندا کر کے کیا کروں گا اب تو ان کے ممالک میں میرا سکہ ہی نہیں چل رہا اور لین دین ہی نہیں ہو رہا (حیواۃ الحیوان دمیری المتوفی ۹۰۸ھ جلد ا طبع مصر ۱۳۵۶ھ)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی علمی حیثیت

کسی معصوم کی علمی حیثیت پر روشنی ڈالنی بہت دشوار ہے، کیونکہ معصوم اور امام زمانہ کو علم لدنی ہوتا ہے، وہ خدا کی بارگاہ سے علمی صلاحیتوں سے بھرپور متولد ہوتا ہے، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام چونکہ امام زمانہ اور معصوم ازلی تھے اس لیے آپ کے علمی کمالات، علمی کارنامے اور آپ کی علمی حیثیت کی وضاحت ناممکن ہے تاہم میں ان واقعات میں سے مشتے از خروارے، لکھتا ہوں جن پر علماء عبور حاصل کر سکے ہیں۔

علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ حضرت کا خود ارشاد ہے کہ "علمنا منطق الطیر واوتینا من کل شیٔ" ہمیں طائروں تک کی زبان سکھا گئی ہے اور ہمیں ہر چیز کا علم عطا کیا گیا ہے (مناقب شہر آشوب جلد ۵ ص ۱۱)۔

روضۃ الصفاء میں ہے کہ بخدا سوگند کہ ما خازنان خدائیم در آسمان زمین الخ خدا کی قسم ہم زمین اور آسمان میں خداوند عالم کے خازن علم ہیں اور ہم یہ شجرہ نبوت اور معدن حکمت ہیں، وحی ہمارے یہاں آتی رہی اور فرشتے ہمارے یہاں آتے رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ دنیا کے ظاہری ارباب اقتدار ہم سے جلتے اور حسد کرتے ہیں، لسان الواعظین میں ہے کہ ابومریم عبدالغفار کا کہنا ہے کہ میں ایک دن حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا کہ:

۱۔ مولا کونسا اسلام بہتر ہے جس سے اپنے برادر مومن کو تکلیف نہ پہنچے

۲۔ کونسا خلق بہتر ہے فرمایا صبر اور معاف کر دینا ۳۔ کون سا مومن کامل ہے فرمایا جس کے

اخلاق بہتر ہوں ۴۔ کون سا جہاد بہتر ہے، فرمایا ج س میں اپنا خون بہہ جائے ۵۔ کونسی نماز بہتر ہے، فرمایا جس کا قنوت طویل ہو، ۶۔ کون سا صدقہ بہتر ہے، فرمایا جس سے نافرمانی سے نجات ملے، ۷۔ بادشاہان دنیا کے پاس جانے میں آپ کی کیا رائے ہے، فرمایا میں اچھا نہیں سمجھتا، پوچھا کیوں؟ فرمایا کہ اس لیے کہ بادشاہوں کے پاس کی آمدورفت سے تین باتیں پیدا ہوتی ہیں: ۱۔ محبت دنیا، ۲۔ فراموشی مرگ، ۳۔ قلت رضائے خدا۔
پوچھا پھر میں نہ جاؤں، فرمایا میں طلب دنیا سے منع نہیں کرتا، البتہ طلب معاصی سے روکتا ہوں۔
علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ یہ مسلمہ حقیقت ہے اوراس کی شہرت عامہ ہے کہ آپ علم وزہداورشرف میں ساری دنیا سے فوقیت لے گئے ہیں آپ سے علم القرآن، علم الآثار، علم السنن اور ہر قسم کے علوم، حکم، آداب وغیرہ کے مظاہرہ میں کوئی نہیں ہوا، بڑے بڑے صحابہ اورنمایاں تابعین، اور عظیم القدر فقہاء آپ کے سامنے زانوئے ادب تہ کرتے رہے آپ کوآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جابر بن عبداللہ انصاری کے ذریعہ سے سلام کہلایا تھا اوراس کی پیشین گوئی فرمائی تھی کہ یہ میرا فرزند "باقرالعلوم" ہوگا، علم کی گتھیوں کو سلجھائے گا کہ دنیا حیران رہ جائے گی (اعلام الوری ص ۱۵۷، علامہ شیخ مفید۔
علامہ شبلنجی فرماتے ہیں کہ علم دین، علم احادیث، علم سنن اور تفسیر قرآن وعلم السیرت وعلوم وفنون، ادب وغیرہ کے ذخیرے جس قدر امام محمد باقر علیہ السلام سے ظاہر ہوئے اتنے امام حسین اورامام حسین کی اولاد میں سے کسی سے ظاہر نہیں ہوئے۔ ملاحظہ ہو کتاب الارشاد ص

۲۸۶،نورالابصارص۱۳۱،ارجح المطالب ص ۴۴۷۔

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے علمی فیوض و برکات اور کمالات واحسانات سے اس شخص کے علاوہ جس کی بصیرت زائل ہوگئی ہو، جس کا دماغ خراب ہوگیا ہو اور جس کی طینت وطبیعت فاسد ہوگئی ہو، کوئی شخص انکار نہیں کرسکتا، اسی وجہ سے آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ "باقر العلوم" علم کے پھیلانے والے اور جامع العلوم ہیں، آپ کا دل صاف، علم وعمل روشن وتابندہ نفس پاک اور خلقت شریف تھی، آپ کے کل اوقات اطاعت خداوندی میں بسر ہوتے تھے۔

عارفوں کے قلوب میں آپ کے آثار راسخ اور گہرے نشانات نمایاں ہوگئے تھے، جن کے بیان کرنے سے وصف کرنے والوں کی زبانیں گونگی اور عاجز وماندہ ہیں آپ کے ہدایات وکلمات اس کثرت سے ہیں کہ ان کا احصاء اس کتاب میں ناممکن ہے (صواعق محرقہ ص ۱۲۰)۔

علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ امام محمد باقر علامہ زمان اور سردار کبیر الشان تھے آپ علوم میں بڑے تبحر اور وسیع الاطلاق تھے (وفیات الاعیان جلد ا ص ۴۵۰) علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ آپ بنی ہاشم کے سردار اور متبحر علمی کی وجہ سے باقر مشہور تھے آپ علم کی تہ تک پہنچ گئے تھے، اور آپ نے اس کے وقائق کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا (تذکرۃ الحفاظ جلد ا ص ۱۱۱)۔

علامہ شبراوی لکھتے ہیں کہ امام محمد باقر کے علمی تذکرے دنیا میں مشہور ہوئے اور آپ کی مدح وثناء میں بکثرت شعر لکھے گئے، مالک جہنی نے یہ تین شعر لکھے ہیں:

ترجمہ: جب لوگ قرآن مجید کا علم حاصل کرنا چاہیں تو پورا قبیلہ قریش اس کے بتانے سے عاجز رہے گا، کیونکہ وہ خود محتاج ہے اور اگر فرزند رسول امام محمد باقر کے منہ سے کوئی بات نکل جائے تو بے حد وحساب مسائل وتحقیقات کے ذخیرے مہیا کر دیں گے یہ حضرات وہ ستارے ہیں جو ہر قسم کی تاریکیون میں چلنے والوں کے لیے چمکتے ہیں اور ان کے انوار سے لوگ راستے پاتے ہیں (الاتحاف ص ۵۲، وتاریخ الائمہ ص ۴۱۳)۔

علامہ ابن شہرآشوب کا بیان ہے کہ صرف ایک راوی محمد بن مسلم نے آپ سے تیس ہزار حدیثیں روایت کی ہیں (مناقب جلد ۵ ص ۱۱)۔

آپ کے بعض علمی ہدایات وارشادات

علامہ محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ جابر جعفی کا بیان ہے کہ میں ایک دن حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ملا تو آپ نے فرمایا اے جابر میں دنیا سے بالکل بے فکر ہوں کیونکہ جس کے دل میں دین خالص ہو وہ دنیا کو کچھ نہیں سمجھتا، اور تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ دنیا چھوڑی ہوئی سواری اتارا ہوا کپڑا اور استعمال کی ہوئی عورت ہے مومن دنیا کی بقا سے مطمئن نہیں ہوتا اور اس کی دیکھی ہوئی چیزوں کی وجہ سے نور خدا اس سے پوشیدہ نہیں ہوتا مومن کو تقوی اختیار کرنا چاہیئے کہ وہ ہر وقت اسے متنبہ اور بیدار رکھتا ہے سنو دنیا ایک سرائے فانی ہے نزلت بہ وارتحلت منہ" اس میں آنا جانا لگا رہتا ہے آج آئے اور کل گئے اور دنیا ایک خواب ہے جو کمال کے مانند دیکھی جاتی ہے اور جب جاگ اٹھے تو کچھ نہیں......

آپ نے فرمایا تکبر بہت بری چیز ہے، یہ جس قدر انسان میں پیدا ہوگا اسی قدر اس کی عقل گھٹے گی، کمینے شخص کا حربہ گالیاں بکنا ہے۔

ایک عالم کی موت کو ابلیس نوے عابدوں کے مرنے سے بہتر سمجھتا ہے ایک ہزار عابد سے وہ ایک عالم بہتر ہے جو اپنے علم سے فائدہ پہنچا رہا ہو۔

میرے ماننے والے وہ ہیں جو اللہ کی اطاعت کریں آنسوؤں کی بڑی قیمت ہے رونے والا بخشا جاتا ہے اور جس رخسار پر آنسو جاری ہوں وہ ذلیل نہیں ہوتا۔

سستی اور زیادہ تیزی برائیوں کی کنجی ہے۔

خدا کے نزدیک بہترین عبادت پاک دامنی ہے انسان کو چاہئے کہ اپنے پیٹ اور اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں۔

دعا سے قضا بھی ٹل جاتی ہے۔نیکی بہترین خیرات ہے

بدترین عیب یہ ہے کہ انسان کو اپنی آنکھ کی شہتیر دکھائی نہ دے،اور دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آئے ،یعنی اپنے بڑے گناہ کی پرواہ نہ ہو، اور دوسروں کے چھوٹے عیب اسے بڑے نظر آئیں اور خود عمل نہ کرے،صرف دوسروں کو تعلیم دے۔

جو خوشحالی میں ساتھ دے اور تنگ دستی میں دور رہے ،وہ تمہارا بھائی اور دوست نہیں ہے (مطالب السؤل ص ۲۷۲)۔

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب کوئی نعمت ملے تو کہو الحمدللہ اور جب کوئی تکلیف پہنچے تو کہو"لاحول ولاقوۃ الا باللہ" اور جب روزی تنگ

ہوتو کہو استغفر اللہ۔

دل کو دل سے راہ ہوتی ہے،جتنی محبت تمہارے دل میں ہوگی ،اتنی ہی تمہارے بھائی اور دوست کے دل میں بھی ہوگی

تین چیزیں خدا نے تین چیزوں میں پوشیدہ رکھی ہیں:

۱۔اپنی رضا اپنی اطاعت میں، کسی فرمانبرداری کو حقیر نہ سمجھو شاید اسی میں خدا کی رضا ہو۔

۲ ۔ اپنی ناراضی اپنی معصیت میں کسی گناہ کو معمولی نہ جانو تو شاید خدا اسی سے ناراض ہوجائے۔

۳ ۔ اپنی دوستی یا اپنے ولی، مخلوقات میں کسی شخص کو حقیر نہ سمجھو، شاید وہی ولی اللہ ہو (نور الابصار ص ۱۳۱، اتحاف ص ۹۳)۔

احادیث آئمہ میں ہے امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں انسان کو جتنی عقل دی گئی ہے اسی کے مطابق اس سے قیامت میں حساب وکتاب ہوگا۔

ایک نفع پہنچانے والا عالم ستر ہزار عابدوں سے بہتر ہے،عالم کی صحبت میں تھوڑی دیر بیٹھنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے خدا ان علماء پر رحم وکرم فرمائے جو احیاء علم کرتے اور تقوی کو فروغ دیتے ہیں۔

علم کی زکواۃ یہ ہے کہ مخلوق خدا کو تعلیم دے جائے۔قرآن مجید کے بارے میں تم جتنا جانتے ہو اتنا ہی بیان کرو۔

بندوں پر خدا کا حق یہ ہے کہ جو جانتا ہو اسے بتائے اور جو نہ جانتا ہو اس کے جواب میں

خاموش ہوجائے ۔علم حاصل کرنے کے بعد اسے پھیلاو،اس لیے کہ علم کو بند رکھنے سے شیطان کا غلبہ ہوتا ہے۔

معلم اور متعلم کا ثواب برابر ہے ۔جس کی تعلیم کی غرض یہ ہو کہ وہ......علماء سے بحث کرے ،جہلا پر رعب جمائے اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے وہ جہنمی ہے،دینی راستہ دکھلانے والا اور راستہ پانے والا دونوں ثواب کی میزان کے لحاظ سے برابر ہیں۔ جو دینی راستہ دکھلانے والا اور راستہ پانے والا دونوں ثواب کی میزان کے لحاظ سے برابر ہیں۔

جو دینیات میں غلط کہتا ہو اسے صحیح بنادو، ذات الٰہی وہ ہے، جو عقل انسانی میں نہ سما سکے اور حدود میں محدود نہ ہو سکے۔

اس کی ذات فہم وادراک سے بالاتر ہے خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا،خدا کی ذات کے بارے میں بحث نہ کرو،ورنہ حیران ہوجاؤگے ۔ اجل کی دو قسمین ہیں ایک اجل محتوم،دوسرے اجل موقوف، دوسری سے خدا کے سوا کوئی واقف نہیں، زمین حجت خدا کے سوا کوئی واقف نہیں، زمین حجت خدا کے بغیر باقی نہیں رہ سکتی۔

امت بے امام کی مثال بھیڑ کے اس گلے کی ہے، جس کا کوئی بھی نگران نہ ہو۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے روح کی حقیقت اور ماہیت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ روح ہوا کی مانند متحرک ہے اور یہ ریح سے مشتق ہے، ہم جنس ہونے کی وجہ سے اسے روح کہا جاتا ہے یہ روح جو جانداروں کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے، وہ تمام ریحوں سے پاکیزہ تر ہے۔

......روح مخلوق اور مصنوع ہے اور حادث اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے والی ہے۔
......وہ ایسی لطیف شئے ہے جس میں نہ کسی قسم کی گرانی اور سنگینی ہے نہ سبکی، وہ ایک باریک اور رقیق شئے ہے جو قالب کثیف میں پوشیدہ ہے، اس کی مثال اس مشک جیسی ہے جس میں ہوا بھر دو، ہوا بھرنے سے وہ پھول جائے گی لیکن اس کے وزن میں اضافہ نہ ہوگا۔۔روح باقی ہے اور بدن سے نکلنے کے بعد فنا نہیں ہوتی، یہ نفخ صور کے وقت ہی فنا ہوگی۔
آپ سے خداوند عالم کے صفات بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا، کہ وہ سمیع وبصیر ہے اور آلہ سمع وبصر کے بغیر سنتا اور دیکھتا ہے، رئیس معتزلہ عمر بن عبید نے آپ سے دریافت کیا کہ "من یحال علیہ غضبی" ابوخالد کابلی نے آپ سے پوچھا کہ قول خدا "فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا" میں، نور سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا "واللہ النور الائمۃ من آل محمد" خدا کی قسم نور سے ہم آل محمد مراد ہیں۔
آپ سے دریافت کیا گیا کہ یوم ندعوا کل اناس بامامھم سے کون لوگ مراد ہیں آپ نے فرمایا وہ رسول اللہ ہیں اور ان کے بعد ان کی اولاد سے آئمہ ہوں گے، انہیں کی طرف آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے جو انہیں دوست رکھے گا اور ان کی تصدیق کرے گا وہی نجات پائے گا اور جو ان کی مخالفت کرے گا جہنم میں جائے گا، ایک مرتبہ طاؤس یمانی نے حضرت کی خدمت مین حاضر ہوکر یہ سوال کیا کہ وہ کونسی چیز ہے جس کا تھوڑا استعمال حلال تھا اور زیادہ استعمال حرام، آپ نے فرمایا کہ وہ نہر طالوت کا پانی تھا جس کا صرف ایک چلو پینا حلال تھا اور اس سے زیادہ حرام پوچھا وہ کون سا روزہ تھا جس میں کھانا پینا جائز تھا، فرمایا وہ جناب مریم

کا روزہ صمت تھا جس میں صرف نہ بولنے کا روزہ تھا، کھانا پینا حلال تھا، پوچھا وہ کون سی شئے ہے جو صرف کرنے سے کم ہوتی ہے بڑھتی نہیں، فرمایا کہ وہ عمر ہے۔ پوچھا وہ کون سی شئے ہے جو بڑھتی ہے گھٹتی نہیں، فرمایا وہ سمندر کا پانی ہے، پوچھا وہ کونسی چیز ہے جو صرف ایک بار اڑی پھر نہ اڑی، فرمایا وہ کوہ طور ہے جو ایک بار حکم خدا سے اڑ کر بنی اسرائیل کے سروں پر آ گیا تھا۔ پوچھا وہ کون لوگ ہیں جن کی سچی گواہی خدا نے جھوٹی قرار دی، فرمایا وہ منافقوں کی تصدیق رسالت ہے جو دل سے نہ تھی۔

پوچھا بنی آدم کا ۱/۳ حصہ کب ہلاک ہوا، فرمایا ایسا کبھی نہیں ہوا، تم یہ پوچھو کہ انسان کا ۱/۴ حصہ کب ہلاک ہوا تو میں بتاؤں کہ یہ اس وقت ہوا جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا، کیونکہ اس وقت چار آدمی تھے آدم، حوا، ہابیل اور قابیل، پوچھا پھر نسل انسانی کس طرح بڑھی فرمایا جناب شیث سے جو قتل ہابیل کے بعد بطن حوا سے پیدا ہوئے۔

آپ کی عبادت گذاری اور آپ کے عام حالات

آپ آباؤ اجداد کی طرح بے پناہ عبادت کرتے تھے ساری رات نماز پڑھنی اور سارا دن روزہ سے گزارنا آپ کی عادت تھی آپ کی زندگی زاہدانہ تھی، بوریئے پر بیٹھتے تھے ہدایا جو آتے تھے اسے فقراء و مساکین پر تقسیم کر دیتے تھے غریبوں پر بے حد شفقت فرماتے تھے تواضع اور فروتنی، صبر و شکر غلام نوازی صلہ رحم وغیرہ میں اپنی آپ نظیر تھے آپ کی تمام آمدنی فقراء پر صرف ہوتی تھی آپ فقیروں کی بڑی عزت کرتے تھے اور انہیں اچھے نام سے

یاد کرتے تھے(کشف الغمہ ص ۹۵۔
آپ کے ایک غلام افلح کا بیان ہے کہ ایک دن آپ کعبہ کے قریب تشریف لے گئے، آپ کی جیسے ہی کعبہ پر نظر پڑی آپ چیخ مار کر رونے لگے میں نے کہا کہ حضور سب لوگ دیکھ رہے ہیں آپ آہستہ سے گریہ فرمائیں ارشاد کیا، اے افلح شاید خدا بھی انہیں لوگوں کی طرح میری طرف دیکھ لے اور میری بخشش کا سہارا ہو جائے، اس کے بعد آپ سجدہ میں تشریف لے گئے اور جب سر اٹھایا تو ساری زمین آنسوؤں سے تر تھی (مطالب السؤل ص ۲۷۱)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور ہشام بن عبد الملک

تواریخ میں ہے ۹۶ ھ میں ولید بن عبدالملک فوت ہوا (ابوالفداء) اور اس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک خلیفہ مقرر کیا گیا (ابن الوردی) ۹۹ ھ میں عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوا ابن الوردی اس نے خلیفہ ہوتے ہی اس بدعت کو جو ۴۱ ھ سے بن امیہ نے حضرت علی پر سب وشتم کی صورت میں جاری کر رکھی تھی حکما روک دیا (ابوالفداء) اور رقوم خمس بنی ہاشم کو دینا شروع کیا (کتاب الخراج ابو یوسف)۔
یہ وہ زمانہ تھا جس میں علی کے نام پر اگر کسی بچے کا نام ہوتا تھا تو وہ قتل کر دیا جاتا تھا اور کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑا جاتا تھا (تدریب الراوی سیوطی) اس کے بعد ۱۰۱ ھ میں یزید بن عبدالملک خلیفہ بنایا گیا (ابن الوردی) ۱۰۵ ھ میں ہشام بن عبدالملک بن مروان بادشاہ وقت مقرر ہوا (ابن الوردی)۔

ہشام بن عبدالملک، چست، چالاک، کنجوس ومتعصب، چال باز، سخت مزاج، کجرو، خودسر، حریص، کانوں کا کچا تھا اور حد درجہ کا شکی تھا کبھی کسی کا اعتبار نہ کرتا تھا اکثر صرف شبہ برسلطنت کے لائق لائق ملازموں کو قتل کرادیتا تھا یہ عہدوں پر انہیں کو فائز کرتا تھا جو خوشامدی ہوں، اس نے خالد بن عبداللہ قسری کو ۱۰۵ ھ سے ۱۲۰ ھ تک عراق کا گورنر تھا قسری کا حال یہ تھا کہ ہشام کو رسول اللہ سے افضل بتاتا اور اسی کا پروپیگنڈہ کیا کرتا تھا (تاریخ کامل جلد ۵ ص ۱۰۳)۔

ہشام آل محمد کا دشمن تھا اسی نے زید شہید کو نہایت بری طرح قتل کیا تھا، تاریخ اسلام جلد ا ص ۴۹) اسی نے اپنے زمانہ ولیعہدی میں فرزدق شاعر کو امام زین العابدین کی مدح کے جرم میں بمقام عسقلان قید کیا تھا۔ (صواعق محرقہ ص ۱۲۰)۔

ہشام کا سوال اور اس کا جواب

تخت سلطنت پر بیٹھنے کے بعد ہشام بن عبدالملک حج کے لیے گیا وہاں اس نے امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا کہ مسجد الحرام میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو پند ونصائح سے بہرہ ور کررہے ہیں یہ دیکھ کر ہشام کی دشمنی نے کروٹ لی اور اس نے دل میں سوچا کہ انہیں ذلیل کرنا چاہئے اور اسی ارادہ سے اس نے ایک شخص سے کہا کہ جا کر ان سے کہو کہ خلیفہ پوچھ رہے ہیں کہ حشر کے دن آخری فیصلہ سے قبل لوگ کیا کھائیں اور پیئیں گے اس نے جا کر امام علیہ السلام کے سامنے خلیفہ کا سوال پیش کیا آپ نے فرمایا جہاں حشر ونشر ہوگا وہاں میوے

داردرخت ہوں گے، وہ لوگ انہیں چیزوں کو استعمال کریں گے بادشاہ نے جواب سن کر کہا یہ بالکل غلط ہے کیونکہ حشر میں لوگ مصیبتوں اوراپنی پریشانیوں میں مبتلا ہوں گے ان کو کھانے پینے کا ہوش کہاں ہوگا؟ قاصد نے بادشاہ کا گفتہ نقل کردیا، حضرت نے قاصد سے فرمایا کہ جاؤ اور بادشاہ سے کہو کہ تم نے قران بھی پڑھا ہے یا نہیں، قرآن میں یہ نہیں ہے کہ ”جہنم“ کے لوگ جنت والوں سے کہیں گے کہ ہمیں پانی اور کچھ نعمتیں دیدو کہ پی اور کھالیں اس وقت وہ جواب دیں گے کہ کافروں پر جنت کی نعمتیں حرام ہیں (پ ۸، رکوع ۱۳) تو جب جہنم میں بھی لوگ کھانا پینا نہیں بھولیں گے تو حشر ونشر میں کیسے بھول جائیں گے جس میں جہنم سے کم سختیاں ہوں گی اوروہ امید وبیم اورجنت ودوزخ کے درمیان ہوں گے یہ سن کر ہشام شرمندہ ہوگیا (ارشاد مفید ص ۴۰۸، تاریخ آئمہ ص ۴۱۴)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی دمشق میں طلبی

علامہ مجلسی اورسید ابن طاؤس رقمطراز ہیں کہ ہشام بن عبدالملک اپنے عہد حکومت کے آخری ایام میں حج بیت اللہ کے لیے مکہ معظّمہ میں پہنچا وہاں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اورحضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بھی موجود تھے ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجمع عام میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اور باتوں کے علاوہ یہ بھی کہا کہ ہمیں روئے زمین پر خدا کے خلیفہ اوراسکی حجت ہیں، ہمارا دشمن جہنم میں جائے گا، اور ہمارا دوست نعمات جنت سے متنعم ہوگا۔

اس خطبہ کی اطلاع ہشام کو دی گئی ، وہ وہاں تو خاموش رہا، لیکن دمشق پہنچنے کے بعد والی مدینہ کو فرمان بھیجا کہ محمد بن علی اور جعفر بن محمد کو میرے پاس بھیجد ے ، چنانچہ آپ حضرات دمشق پہنچے وہاں ہشام نے آپ کو تین روز تک اذن حضور نہیں دیا چوتھے روز جب اچھی طرح دربار کو سجا لیا، تو آپ کو بلوا بھیجا آپ حضرات جب داخل دربار ہوئے تو آپ کو ذلیل کرنے کے لیے آپ سے کہا کہ ہمارے تیراندازوں کی طرح آپ بھی تیراندازی کریں حضرت امام محمد باقر نے فرمایا کہ میں ضعیف ہو گیا ہوں مجھے اس سے معاف رکھ، اس نے بہ قسم کہا کہ یہ ناممکن ہے پھر ایک کمان آپ کو دلوایا آپ نے ٹھیک نشانہ پر تیر لگائے ، یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گیا اس کے بعد امام نے فرمایا، بادشاہ ہم معدن رسالت ہیں، ہمارا مقابلہ کسی امر میں کوئی نہیں کرسکتا، یہ سن کر ہشام کو غصہ آ گیا، وہ بولا کہ آپ لوگ بہت بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں آپ کے داد علی بن ابی طالب نے غیب کا دعوی کیا ہے آپ نے فرمایا بادشاہ قرآن مجید میں سب کچھ موجود ہے اور حضرت علی امام مبین تھے انہیں کیا نہیں معلوم تھا (جلاء العیون)۔

ثقۃ الاسلام علامہ کلینی تحریر فرماتے ہیں کہ ہشام نے اہل دربار کو حکم دیا تھا کہ میں محمد بن علی (امام محمد باقر علیہ السلام) کو سر دربار ذلیل کروں گا تم لوگ یہ کرنا کہ جب میں خاموش ہو جاؤں تو انہیں کلمات ناسزا کہنا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا آخر میں حضرت نے فرمایا، بادشاہ یادرکھ ہم ذلیل کرنے ذلیل نہیں ہو سکتے ،خداوند عالم نے ہمیں عزت دی ہے، اس میں ہم منفرد ہیں یادرکھ عاقبت کی شاہی متقین کے لیے ہے یہ سن کر ہشام نے فامر بہ الی الحبس آپ

کوقید کرنے کا حکم دیدیا، چنانچہ آپ قید کردیئے گئے۔

قیدخانہ میں داخل ہونے کے بعد آپ نے قیدیوں کے سامنے ایک معجزنما تقریر کی جس کے نتیجہ میں قیدخانہ کے اندر کہرام عظیم برپا ہوگیا، بالآخر قیدخانہ کے داروغہ نے ہشام سے کہا کہ اگر محمد بن علی زیادہ دنوں قید رہے تو تیری مملکت کا نظام منقلب ہوجائے گا ان کی تقریر قیدخانہ سے باہر بھی اثر ڈال رہی ہے اور عوام میں ان کے قید ہونے سے بڑا جوش ہے یہ سن کر ہشام ڈر گیا اور اس نے آپ کی رہائی کا حکم دیا اور ساتھ یہ بھی اعلان کرادیا کہ نہ آپ کو کوئی مدینہ پہنچانے جائے اور نہ راستے میں آپ کو کوئی کھانا پانی دے، چنانچہ آپ تین روز کے بھوکے پیاسے داخل مدینہ ہوئے۔

وہاں پہنچ کر آپ نے کھانے پینے کی سعی، لیکن کسی نے کچھ نہ دیا، بازار ہشام کے حکم سے بند تھے یہ حال دیکھ کر آپ ایک پہاڑی پر گئے اور آپ نے اس پر کھڑے ہوکر عذاب الہی کا حوالہ دیا یہ سن کر ایک پیرمرد بازار میں کھڑا ہوکر کہنے لگا بھائیو! سنو، یہی وہ جگہ ہے جس جگہ حضرت شعیب نبی نے کھڑے ہوکر عذاب الہی کی خبر دی تھی اور عظیم ترین عذاب نازل ہوا تھا میری بات مانو اور اپنے کو عذاب میں مبتلا نہ کرو یہ سن کر سب لوگ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور آپ کے لیے ہوٹلوں کے دروازے کھول دیئے (اصول کافی)۔

علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ہشام نے والی مدینہ ابراہیم بن عبدالملک کو لکھا کہ امام محمد باقر کو زہر سے شہید کردے (جلاء العیون ص ۲۶۲)۔

کتاب الخرائج والبحرائح میں علامہ راوندی لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ہشام بن عبدالملک

نے زید بن حسن کے ساتھ باہمی سازش کے ذریعہ امام علیہ السلام کو دوبارہ دمشق میں طلب کرنا چاہا لیکن والی مدینہ کی ہمنوائی حاصل نہ ہونے کی وجہ سے اپنے ارادہ سے باز آیا اس نے تبرکات رسالت جبراً طلب کئے اور امام علیہ السلام نے برواتیے ارسال فرما دیئے۔

دمشق سے روانگی اور ایک راہب کا مسلمان ہونا

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام قید خانہ دمشق سے رہا ہو کر مدینہ کو تشریف لئے جا رہے تھے کہ ناگاہ راستے میں ایک مقام پر مجمع کثیر نظر آیا، آپ نے تفحص حال کیا تو معلوم ہوا کہ نصاریٰ کا ایک راہب ہے جو سال میں صرف ایک بار اپنے معبد سے نکلتا ہے آج اس کے نکلنے کا دن ہے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اس مجمع میں عوام کے ساتھ جا کر بیٹھ گئے ،راہب جو انتہائی ضعیف تھا، مقررہ وقت پر برامد ہوا، اور اس نے چاروں طرف نظر دوڑانے کے بعد امام علیہ السلام کی طرف مخاطب ہو کر بولا:

۱۔ کیا آپ ہم میں سے ہیں فرمایا میں امت محمدیہ سے ہوں۔

۲۔ آپ علماء سے ہیں یا جہلا سے فرمایا میں جاہل نہیں ہوں۔

۳۔ آپ مجھ سے کچھ دریافت کرنے کے لیے آئے ہیں فرمایا نہیں۔

۴ ۔ جب کہ آپ عالموں میں سے ہیں کیا؟ میں آپ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں، فرمایا ضرور پوچھیے۔

یہ سن کر راہب نے سوال کیا ۔شب و روز میں وہ کونسا وقت ہے، جس کا شمار نہ دن میں ہے

اور نہ رات میں، فرمایا وہ سورج کے طلوع سے پہلے کا وقت ہے جس کا شمار دن اور رات دونوں میں نہیں، وہ وقت جنت کے اوقات میں سے ہے اور ایسا متبرک ہے کہ اس میں بیماروں کو ہوش آجاتا ہے درد کو سکون ہوتا ہے جو رات بھر نہ سو سکے اسے نیند آتی ہے یہ وقت آخرت کی طرف رغبت رکھنے والوں کے لیے خاص الخاص ہے۔

۲۔ آپ کا عقیدہ ہے کہ جنت میں پیشاب و پاخانہ کی ضرورت نہ ہوگی؟ کیا دنیا میں اس کی مثال ہے؟ فرمایا بطن مادر میں جو بچے پرورش پاتے ہیں ان کا فضلہ خارج نہیں ہوتا۔

۳۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ کھانے سے بہشت کا میوہ کم نہ ہوگا اس کی یہاں کوئی مثال ہے، فرمایا ہاں ایک چراغ سے لاکھوں چراغ جلائے جاتے ہیں تب بھی پہلے چراغ کی روشنی میں کمی نہ ہوگی۔

۴۔ وہ کون سے دو بھائی ہیں جو ایک ساتھ پیدا ہوئے اور ایک ساتھ مرے لیکن ایک کی عمر پچاس سال کی ہوئی اور دوسرے کی ڈیڑھ سو سال کی، فرمایا" عزیز اور عزیر پیغمبر ہیں یہ دونوں دنیا میں ایک ہی روز پیدا ہوئے اور ایک ہی روز مرے پیدائش کے بعد تیس برس تک ساتھ رہے پھر خدا نے عزیر نبی کو مار ڈالا (جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے) اور سو برس کے بعد پھر زندہ فرمایا اس کے بعد وہ اپنے بھائی کے ساتھ اور زندہ رہے اور پھر ایک ہی روز دونوں نے انتقال کیا۔

یہ سن کر راہب اپنے ماننے والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ جب تک یہ شخص شام کے حدود میں موجود ہے میں کسی کے سوال کا جواب نہ دوں گا سب کو چاہئے کہ اسی عالم زمانہ سے

سوال کرے اس کے بعد وہ مسلمان ہوگیا(جلاء العیون ص ۲٦۱ طبع ایران ۱۳۰۱ ھ۔

امام محمد باقر علیہ السلام کی شہادت

آپ اگرچہ اپنے علمی فیوض وبرکات کی وجہ سے اسلام کو برابر فروغ دے رہے تھے لیکن اس کے باوجود ہشام بن عبدالملک نے آپ کو زہر کے ذریعہ سے شہید کرادیا اور آپ بتاریخ ۷/ ذی الحجہ ۱۱۴ ھ یوم دوشنبہ مدینہ منورہ میں انتقال فرماگئے اس وقت آپ کی عمر ۵۷/ سال کی تھی آپ جنت البقیع میں دفن ہوئے (کشف الغمہ ص ۹۳، جلاء العیون ص ۲٦۴، جنات الخلود ص ۲٦، دمعہ ساکبہ ص ۴۴۹، انوار الحسینیہ ص ۴۸، شواہد النبوت ص ۱۸۱، روضۃ الشہداء ص ۴۳۴)۔

علامہ شبلنجی اور علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں "مات مسموما کابیہ" آپ اپنے پدر بزرگوار امام زین العابدین علیہ السلام کی طرح زہر سے شہید کردیئے گئے (نور الابصار ص ۱۳۱، صواعق محرقہ ص ۱۲۰)۔

آپ کی شہادت ہشام کے حکم سے ابراہیم بن ولید والی مدینہ کی زہرخورانی کے ذریعہ واقع ہوئی ہے ایک روایت میں ہے کہ خلیفہ وقت ہشام بن عبدالملک کی مرسلہ زہرآلود زین کے ذریعہ سے واقع ہوئی تھی (جنات الخلود ص ۲٦، دمعہ ساکبہ جلد ۲ ص ۴۷۸)۔

شہادت سے قبل آپ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بہت سی چیزوں کے متعلق وصیت فرمائی اور کہا کہ بیٹا میرے کانوں میں میرے والد ماجد کی آوازیں آرہی ہیں وہ مجھے

جلد بلا رہے ہیں (نورالابصار ص ۱۳۱) ۔آپ نے غسل وکفن کے متعلق خاص طور سے ہدایت کی کیونکہ امام راجز امام نشوید امام کو امام ہی غسل دے سکتا ہے(شواہدالنبوت ص ۱۸۱)
۔

علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنی وصیتوں میں یہ بھی کہا کہ ۸۰۰ / درہم میری عزاداری اور میرے ماتم پر صرف کرنا اور ایسا انتظام کرنا کہ دس سال تک منی میں بزمانہ حج میرے مظلومیت کا ماتم کیا جائے (جلاءالعیون ص ۲۶۴)۔
علماء کا بیان ہے کہ وصیتوں میں یہ بھی تھا کہ میرے بند ہائے کفن قبر میں کھول دینا اور میری قبر چار انگل سے زیادہ اونچی نہ کرنا (جنات الخلود ص ۲۷)۔

ازواج اولاد

آپ کی چار بیویاں تھیں اور انہیں سے اولاد ہوئیں۔ام فروہ،ام حکیم،لیلی،اور ایک اور بیوی ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر جن سے حضرات امام جعفر صادق علیہ السلام اور عبداللہ افطح پیدا ہوئے اور ام حکیم بنت اسد بن مغیرہ ثقفی سے ابراہیم وعبداللہ اور لیلی سے علی اور زینب پیدا ہوئے اور چوتھی بیوی سے ام سلمی متولد ہوئے (ارشاد مفید ص ۲۹۴ ،مناقب جلد ۵ ص ۱۹،نورالابصار ص ۱۳۲)۔
علامہ محمد باقر بہبھانی،علامہ محمد رضا آل کاشف الغطاء اور علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ حضرت امام باقر علیہ السلام کی نسل صرف امام جعفر صادق علیہ السلام سے بڑھی ہے ان کے

علاوہ کسی کی اولاد زندہ اور باقی نہیں رہی (دمعہ ساکبہ جلد ۲ ص ۴۷۹، انوارالحسینیہ جلد ۲ ص ۴۸، روضۃ الشہدا ص ۴۳۴ طبع لکھنؤ ۱۲۸۵ء)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام

آپ کی ولادت باسعادت

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام بتاریخ یکم رجب المرجب ۵۷ ھ یوم جمعہ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے (اعلام الوریٰ ص ۱۵۵، جلاء العیون ص ۲۶۰، جنات الخلود ص ۲۵)۔

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ جب آپ بطن مادر میں تشریف لائے تو آباؤ اجداد کی طرح آپ کے گھر میں آواز غیب آنے لگی اور جب نو ماہ کے ہوئے تو فرشتوں کی بے انتہا آوازیں آنے لگیں اور شب ولادت ایک نور ساطع ہوا، ولادت کے بعد قبلہ رو ہو کر آسمان کی طرف رخ فرمایا، اور (آدم کی مانند) تین بار چھینکنے کے بعد حمد خدا بجالائے، ایک شبانہ روز دست مبارک سے نور ساطع رہا، آپ ختنہ کردہ، ناف بریدہ، تمام آلائشوں سے پاک اور صاف متولد ہوئے۔ (جلاء العیون ص ۲۵۹)۔

اسم گرامی، کنیت اور القاب

آپ کا اسم گرامی "لوح محفوظ" کے مطابق اور سرور کائنات کی تعیین کے موافق "محمد" تھا آپ کی کنیت "ابوجعفر" تھی، اور آپ کے القاب کثیر تھے، جن میں باقر، شاکر، ہادی زیادہ مشہور ہیں (مطالب السؤل ص ۲۶۹، شواہد النبوت ص ۱۸۱)۔

باقر کی وجہ تسمیہ

باقر، بقرہ سے مشتق ہے اور اسی کا اسم فاعل ہے اس کے معنی شق کرنے اور وسعت دینے کے ہیں، (المنجد ص ۴۱)۔حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کو اس لقب سے اس لیے ملقب کیا گیا تھا کہ آپ نے علوم و معارف کو نمایاں فرمایا اور حقائق احکام وحکمت ولطائف کے وہ سربستہ خزانے ظاہر فرما دیئے جو لوگوں پر ظاہر و ہویدانہ تھے (صواعق محرقہ،ص ۱۲۰ ،مطالب السؤل ص ۲۶۹،شواہد النبوت صذ ۱۸۱)۔
جوہری نے اپنی صحاح میں لکھا ہے کہ "توسع فی العلم" کو بقرہ کہتے ہیں، اسی لیے امام محمد بن علی کو باقر سے ملقب کیا جاتا ہے،علامہ سبط ابن جوزی کا کہنا ہے کہ کثرت سجود کی وجہ سے چونکہ آپ کی پیشانی وسیع تھی اس لیے آپ کو باقر کہا جاتا ہے اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جامعیت علمیہ ک کی وجہ سے آپ کو یہ لقب دیا گیا ہے،شہید ثالث علامہ نور اللہ شوشتری کا کہنا ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے کہ امام محمد باقر علوم و معارف کو اس طرح شگافتہ کردیں گے جس طرح زراعت کے لیے زمین شگافتہ کی جاتی ہے۔(مجالس المومنین ص ۱۱۷)۔

بادشاہان وقت

آپ ۵۷ ھ میں معاویہ بن ابی سفیان کے عہد میں پیدا ہوئے ۶۰ ھ میں یزید بن معاویہ بادشاہ وقت رہا، ۶۴ ھ میں معاویہ بن یزید اور مروان بن حکم بادشاہ رہے ۶۵ ھ تک

عبدالملک بن مروان خلیفہ وقت رہا پھر ۸٦ ھ سے ۹٦ ھ تک ولید بن عبدالملک نے حکمرانی کی، اسی نے ۹۵ ھ میں آپ کے والد ماجد کو درجہ شہادت پر فائز کر دیا، اسی ۹۵ ھ سے آپ کی امامت کا آغاز ہوا، اور ۱۱۴ ھ تک آپ فرائض امامت ادا فرماتے رہے، اسی دروان میں ولید بن عبدالملک کے بعد سلیمان بن عبدالملک ،عمر بن عبدالعزیز، یزید بن عبدالملک اور ھشام بن عبدالملک بادشاہ وقت رہے (اعلام الوری ص ۱۵٦)۔

واقعہ کربلا میں امام محمد باقر علیہ السلام کا حصہ

آپ کی عمر ابھی ڈھائی سال کی تھی، کہ آپ کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ وطن عزیز مدینہ منورہ چھوڑنا پڑا، پھر مدینہ سے مکہ اور وہاں سے کربلا تک کی صعوبتیں سفر برداشت کرنا پڑی اس کے بعد واقعہ کربلا کے مصائب دیکھے، کوفہ وشام کے بازاروں اور درباروں کا حال دیکھا ایک سال شام میں قید رہے، پھر وہاں سے چھوٹ کر ۸ / ربیع الاول ٦۲ ھ کو مدینہ منورہ واپس ہوئے۔

جب آپ کی عمر چار سال کی ہوئی، تو آپ ایک دن کنویں میں گر گئے، لیکن خدا نے آپ کو ڈوبنے سے بچالیا (اور جب آپ پانی سے برآمد ہوئے تو آپ کے کپڑے اور آپ کا بدن تک بھیگا ہوا نہ تھا (مناقب جلد ۴ ص ۱۰۹)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور جابر بن عبد اللہ انصاری کی باہمی ملاقات

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت امام محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ظاہری زندگی کے اختتام پر امام محمد باقر کی ولادت سے تقریبا ۴۶/ سال قبل جابر بن عبداللہ انصاری کے ذریعہ سے امام محمد باقر علیہ السلام کو سلام کہلایا تھا، امام علیہ السلام کا یہ شرف اس درجہ ممتاز ہے کہ آل محمد میں سے کوئی بھی اس کی ہمسری نہیں کرسکتا (مطالب السؤل ص ۲۷۲)۔

مورخین کا بیان ہے کہ سرور کائنات ایک دن اپنی آغوش مبارک میں حضرت امام حسین علیہ السلام کو لئے ہوئے پیار کررہے تھے ناگاہ آپ کے صحابی خاص جابر بن عبداللہ انصاری حاضر ہوئے حضرت نے جابر کو دیکھ کر فرمایا، اے جابر! میرے اس فرزند کی نسل سے ایک بچہ پیدا ہوگا جو علم وحکمت سے بھرپور ہوگا، اے جابر تم اس کا زمانہ پاؤ گے، اور اس وقت تک زندہ رہو گے جب تک وہ سطح ارض پر آنہ جائے۔

اے جابر! دیکھو، جب تم اس سے ملنا تو اسے میرا سلام کہہ دینا، جابر نے اس خبر اور اس پیشین گوئی کو کمال مسرت کے ساتھ سنا، اور اسی وقت سے اس بہجت آفرین ساعت کا انتظار کرنا شروع کردیا، یہاں تک کہ چشم انتظار پتھرا گئیں اور آنکھوں کا نور جاتا رہا۔

جب تک آپ بینا تھے ہر مجلس ومحفل میں تلاش کرتے رہے اور جب نور نظر جاتا رہا تو زبان سے پکارنا شروع کردیا، آپ کی زبان پر جب ہر وقت امام محمد باقر کا نام رہنے لگا تو لوگ یہ کہنے لگے کہ جابر کا دماغ ضعف پیری کی وجہ سے از کار رفتہ ہوگیا ہے لیکن بہرحال وہ وقت

آہی گیا کہ آپ پیغام احمدی اور سلام محمدی پہنچانے میں کامیاب ہو گئے راوی کا بیان ہے کہ ہم جناب جابر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں امام زین العابدین علیہ السلام تشریف لائے، آپ کے ہمراہ آپ کے فرزند امام محمد باقر علیہ السلام بھی تھے امام علیہ السلام نے اپنے فرزند ارجمند سے فرمایا کہ چچا جابر بن عبداللہ انصاری کے سر کا بوسہ دو، انہوں نے فوراً تعمیل ارشاد کیا، جابر نے ان کو اپنے سینے سے لگالیا اور کہا کہ ابن رسول اللہ آپ کو آپ کے جد نامدار حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام فرمایا ہے۔

حضرت نے کہا اے جابر ان پر اور تم پر میری طرف سے بھی سلام ہو، اس کے بعد جابر بن عبداللہ انصاری نے آپ سے شفاعت کے لیے ضمانت کی درخواست کی، آپ نے اسے منظور فرمایا اور کہا کہ میں تمہارے جنت میں جانے کا ضامن ہوں (صواعق محرقہ ص ۱۲۰، وسیلہ النجات ص ۳۳۸، مطالب السؤل، ۳۷۳، شواہد النبوت ص ۱۸۱، نور الابصار ص ۱۴۳، رجال کشی ص ۲۷، تاریخ طبری جلد ۳، ص ۹۶، مجالس المومنین ص ۱۱۷۔

علامہ محمد بن طلحہ شافعی کا بیان ہے کہ آنحضرت نے یہ بھی فرمایا تھا کہ "ان بقائک بعد رویۃً یسیر" کہ اے جابر میرا پیغام پہنچانے کے بعد بہت تھوڑا زندہ رہو گے، چنانچہ ایسا ہی ہوا (مطالب السؤل ص ۲۷۳)۔

سات سال کی عمر میں امام محمد باقر کا حج خانہ کعبہ

علامہ جامی تحریر فرماتے ہیں کہ راوی بیان کرتا ہے کہ میں حج کے لیے جارہا تھا، راستہ پرخطر اور انتہائی تاریک تھا جب میں لق ودق صحرا میں پہنچا تو ایک طرف سے کچھ روشنی کی کرن نظر آئی میں اس کی طرف دیکھ ہی رہا تھا کہ ناگاہ ایک سات سال کا لڑکا میرے قریب آپہنچا، میں نے سلام کا جواب دینے کے بعد اس سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ کہاں سے آرہے ہیں اور کہاں کا ارادہ ہے، اور آپ کے پاس زادراہ کیا ہے اس نے جواب دیا، سنو میں خدا کی طرف سے آرہا ہوں اور خدا کے طرف سے آرہا ہوں اور خدا کی طرف جارہا ہوں، میرا زادراہ "تقوی" ہے میں عربی النسل، قریشی خاندان کا علوی نژاد ہوں، میرا نام محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ہے، یہ کہہ کر وہ دونوں سے غائب ہوگئے اور مجھے پتہ نہ چل سکا کہ آسمان کی طرف پرواز کرگئے یا زمین میں سماگئے (شواہد النبوت ص ۱۸۳)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور اسلام میں سکے کی ابتدا

مورخ شہیر ذاکر حسین تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۴۲ میں لکھتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے ۷۵ ھ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی صلاح سے اسلامی سکہ جاری کیا اسے سے پہلے روم

وایران کا سکہ اسلامی ممالک میں بھی جاری تھا۔

اس واقعہ کی تفصیل علامہ دمیری کے حوالہ سے یہ ہے کہ ایک دن علامہ کسائی سے خلیفہ ہارون رشید عباسی نے پوچھا کہ اسلام میں درہم ودینار کے سکے، کب اور کیونکر رائج ہوئے انہوں نے کہا کہ سکوں کا اجرا خلیفہ عبدالملک بن مروان نے کیا ہے لیکن اس کی تفصیل سے ناواقف ہوں اور مجھے نہیں معلوم کہ ان کے اجراء اور ایجاد کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی، ہارون الرشید نے کہا کہ بات یہ ہے کہ زمانہ سابق میں جو کاغذ وغیرہ ممالک اسلامیہ میں مستعمل ہوتے تھے وہ مصر میں تیار ہوا کرتے تھے جہاں اس وقت نصرانیوں کی حکومت تھی، اور وہ تمام کے تمام بادشاہ روم کے مذہب برتھے وہاں کے کاغذ پر جو ضرب یعنی (ٹریڈ مارک) ہوتا تھا، اس میں بزبان روم (اب، ابن، روح القدس لکھا ہوا تھا فلم یزل ذلک کذالک فی صدر الاسلام کلہ بمعنی علوما کان علیہ، الخ)۔

اور یہی چیز اسلام میں جتنے دور گذرے تھے سب میں رائج تھی یہاں تک کہ جب عبدالملک بن مروان کا زمانہ آیا، تو چونکہ وہ بڑا ذہین اور ہوشیار تھا، لہذا اس نے ترجمہ کرا کے گورنر مصر کو لکھا کہ تم رومی ٹریڈ مارک کو موقوف ومتروک کردو، یعنی کاغذ کپڑے وغیرہ جواب تیار ہوں ان میں یہ نشانات نہ لگنے دو بلکہ ان پر یہ لکھوا دو "شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو" چنانچہ اس حکم پر عمل درآمد کیا گیا جب اس نئے مارک کے کاغذوں کا جن پر کلمہ توحید ثبت تھا، رواج پایا تو قیصر روم کو بے انتہا ناگوار گزرا اس نے تحفہ تحائف بھیج کر عبدالملک بن مروان خلیفہ وقت کو لکھا کہ کاغذ وغیرہ پر جو "مارک" پہلے تھا وہی بدستور جاری کرو، عبدالملک نے ہدایا لینے سے

انکار کر دیا اور سفیر کو تحائف وہدایا سمیت واپس بھیج دیا اور اس کے خط کا جواب تک نہ دیا قیصر روم نے تحائف کو دوگنا کر کے پھر بھیجا اور لکھا کہ تم نے میرے تحائف کو کم سمجھ کر واپس کر دیا، اس لیے اب اضافہ کر کے بھیج رہا ہوں اسے قبول کر لو اور کاغذ سے نیا "مارک" ہٹا دو، عبدالملک نے پھر ہدایا واپس کر دیا اور مثل سابق کوئی جواب نہیں دیا اس کے بعد قیصر روم نے تیسری مرتبہ خط لکھا اور تحائف وہدایا بھیجے اور خط میں لکھا کہ تم نے میرے خطوط کے جوابات نہیں دیئے، اور نہ میری بات قبول کی اب میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم نے اب بھی رومی ٹریڈ مارک کو از سر نو رواج نہ دیا اور توحید کے جملے کاغذ سے نہ ہٹائے تو میں تمہارے رسول کو گالیاں، سکہ درہم ودینار پر نقش کرا کے تمام ممالک اسلامیہ میں رائج کر دوں گا اور تم کچھ نہ کر سکو گے دیکھو اب جو میں نے تم کو لکھا ہے اسے پڑھ کر ارفص جبینک عرقا، اپنی پیشانی کا پسینہ پوچھ ڈالو اور جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کرو تا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان جو رشتہ محبت قائم ہے بدستور باقی رہے۔

عبدالملک ابن مروان نے جس وقت اس خط کو پڑھا اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی ،ہاتھ کے طوطے اڑ گئے اور نظروں میں دنیا تاریک ہوگئی اس نے کمال اضطراب میں علماء فضلاء اہل الرائے اور سیاست دانوں کو فوراً جمع کر کے ان سے مشورہ طلب کیا اور کہا کہ کوئی ایسی بات سوچو کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے یا سراسر اسلام کامیاب ہوجائے، سب نے سر جوڑ کر بہت دیر تک غور کیا لیکن کوئی ایسی رائے نہ دے سکے جس پر عمل کیا جاسکتا "فلم یجد عند احد منہم رایا یعمل بہ" جب بادشاہ ان کی کسی رائے سے مطمئین نہ

ہوسکاتواورزیادہ پریشان ہوااوردل میں کہنے لگا میرے پالنے والے اب کیا کروں ابھی وہ اسی تردد میں بیٹھا تھا کہ اس کا وزیراعظم "ابن زنباع" بول اٹھا، بادشاہ تو یقینا جانتا ہے کہ اس اہم موقع پر اسلام کی مشکل کشائی کون کرسکتا ہے، لیکن عمدا اس کی طرف رخ نہیں کرتا، بادشاہ نے کہا "ویحک من" خدا تجھے سمجھے، تو بتا تو سہی وہ کون ہے؟ وزیراعظم نے عرض کی "علیک بالباقر من اہل بیت النبی" میں فرزند رسول امام محمد باقر علیہ السلام کی طرف اشارہ کررہا ہوں اوروہی اس آڑے وقت میں تیرے کام آسکتا ہیں، عبدالملک بن مروان نے جونہی آپ کا نام سنا قال صدقت کہے لگا خدا کی قسم تم نے سچ کہا اورصحیح رہبری کی ہے۔

اس کے بعد اسی وقت فورا اپنے عامل مدینہ کولکھا کہ اس وقت اسلام پر ایک سخت مصیبت آگئی ہے اوراس کا دفع ہونا امام محمد باقر کے بغیر ناممکن ہے، لہذا جس طرح ہوسکے انھیں راضی کرکے میرے پاس بھیجدو، دیکھو اس سلسلہ میں جو مصارف ہوں گے، وہ بذمہ حکومت ہوں گے۔

عبدالملک نے دوخواست طلبی، مدینہ ارسال کرنے کے بعد شاہ روم کے سفیرکونظر بند کردیا، اورحکم دیا کہ جب تک میں اس مسئلہ کوحل نہ کرسکوں اسے پایہ تخت سے جانے نہ دیا جائے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عبدالملک بن مروان کا پیغام پہنچا اورآپ فوراعازم سفر ہوگئے اوراہل مدینہ سے فرمایا کہ چونکہ اسلام کا کام ہے لہذا میں تمام اپنے کاموں پراس سفرکوترجیح دیتا ہوں الغرض آپ وہاں سے روانہ ہوکرعبدالملک کے پاس

جا پہنچے، بادشاہ چونکہ سخت پریشان تھا، اس لیے اسے نے آپ کے استقبال کے فوراً بعد عرض مدعا کر دیا، امام علیہ السلام نے مسکراتے ہوئے فرمایا "لا یعظم ہذا علیک فانہ لیس بشئ" اے بادشاہ سن، مجھے بعلم امامت معلوم ہے کہ خدائے قادر وتوانا قیصر روم کو اس فعل قبیح پر قدرت ہی نہ دے گا اور پھر ایسی صورت میں جب کہ اس نے تیرے ہاتھوں میں اس سے عہدہ برآ ہونے کی طاقت دے رکھی ہے بادشاہ نے عرض کی یا بن رسول اللہ وہ کونسی طاقت ہے جو مجھے نصیب ہے اور جس کے ذریعہ سے میں کامیابی حاصل کر سکتا ہوں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اسی وقت حکاک اور کاریگروں کو بلاؤ اور ان سے درہم و دینار کے سکے ڈھلواؤ اور ممالک اسلامیہ میں رائج کر دو، اس نے پوچھا کہ ان کی کیا شکل وصورت ہوگی اور وہ کس طرح ڈھلیں گے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ سکہ کے ایک طرف کلمہ توحید دوسری طرف پیغمبر اسلام کا نام نامی اور ضرب سکہ کا سن لکھا جائے اس کے بعد اس کے اوزان بتائے آپ نے کہا کہ درہم کے تین سکے اس وقت جاری ہیں ایک بغلی جو دس مثقال کے دس ہوتے ہیں دوسرے سمری خفاف جو چھ مثقال کے دس ہوتے ہیں تیسرے پانچ مثقال کے دس، یہ کل ۲۱ / مثقال ہوئے اس کو تین پر تقسیم کرنے پر حاصل تقسیم ۷ / مثقال ہوئے، اسی سات مثقال کے دس درہم بنوا، اور اسی سات مثقال کی قیمت سونے کے دینار تیار کر جس کا خوردہ دس درہم ہو، سکہ کا نقش چونکہ فارسی میں ہے اس لیے اسی فارسی میں رہنے دیا جائے، اور دینار کا سکہ رومی حرفوں میں ہے لہذا اسے رومی ہی حرفوں میں کندہ کرایا جائے اور ڈھالنے کی مشین (سانچہ) شیشے کا بنوایا جائے تا کہ سب ہم وزن

تیار ہوسکیں۔

عبدالملک نے آپ کے حکم کے مطابق تمام سکے ڈھلوا لیے اور سب کام درست کرلیا اس کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوکر دریافت کیا کہ اب کیا کروں؟ "امرہ محمد بن علی" آپ نے حکم دیا کہ ان سکوں کو تمام ممالک اسلامیہ میں رائج کردے، اور ساتھ ہی ایک سخت حکم نافذ کردے جس میں یہ ہو کہ اسی سکہ کو استعمال کیا جائے اور رومی سکے خلاف قانون قرار دیئے گئے اب جو خلاف ورزی کرے گا اسے سخت سزا دی جائے گی، اور بوقت ضرورت اسے قتل بھی کیا جاسکے گا۔

عبدالملک بن مروان نے تعمیل ارشاد کے بعد سفیر روم کو رہا کرکے کہا کہ اپنے بادشاہ سے کہنا کہ ہم نے اپنے سکے ڈھلوا کر رائج کردیے اور تمہارے سکہ کو غیر قانونی قرار دے دیا اب تم سے جو ہوسکے کرلو۔

سفیر روم یہاں سے رہا ہوکر جب اپنے قیصر کے پاس پہنچا اور اس سے ساری داستان بتائی تو وہ حیران رہ گیا، اور سر ڈال کر دیر تک خاموش بیٹھا سوچتا رہا، لوگوں نے کہا بادشاہ تو نے جو یہ کہا تھا کہ میں مسلمانوں کے پیغمبر کو سکوں پر گالیاں کندا کرادوں گا اب اس پر عمل کیوں نہیں کرتے اس نے کہا کہ اب گالیاں کندا کرکے کیا کروں گا اب تو ان کے ممالک میں میرا سکہ ہی نہیں چل رہا اور لین دین ہی نہیں ہورہا (حیواۃ الحیوان دمیری المتوفی ۹۰۸ھ جلد ا طبع مصر ۱۳۵۶ھ)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی علمی حیثیت

کسی معصوم کی علمی حیثیت پر روشنی ڈالنی بہت دشوار ہے، کیونکہ معصوم اور امام زمانہ کو علم لدنی ہوتا ہے، وہ خدا کی بارگاہ سے علمی صلاحیتوں سے بھرپور متولد ہوتا ہے، حضرت امام محمد باقر علیہ السلام چونکہ امام زمانہ اور معصوم ازلی تھے اس لیے آپ کے علمی کمالات، علمی کارنامے اور آپ کی علمی حیثیت کی وضاحت ناممکن ہے تاہم میں ان واقعات میں سے مشتی از خروارے، لکھتا ہوں جن پر علماء عبور حاصل کر سکے ہیں۔

علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ حضرت کا خود ارشاد ہے کہ "علمنا منطق الطیر واوتینا من کل شئی" ہمیں طائروں تک کی زبان سکھا گئی ہے اور ہمیں ہر چیز کا علم عطا کیا گیا ہے (مناقب شہر آشوب جلد ۵ ص ۱۱)۔

روضۃ الصفاء میں ہے کہ بخدا سوگند کہ ما خازنان خدائیم در آسمان زمین الخ خدا کی قسم ہم زمین اور آسمان میں خداوند عالم کے خازن علم ہیں اور ہم یہ شجرہ نبوت اور معدن حکمت ہیں ،وحی ہمارے یہاں آتی رہی اور فرشتے ہمارے یہاں آتے رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ دنیا کے ظاہری ارباب اقتدار ہم سے جلتے اور حسد کرتے ہیں، لسان الواعظین میں ہے کہ ابو مریم عبد الغفار کا کہنا ہے کہ میں ایک دن حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا کہ:

۱۔ مولا کونسا اسلام بہتر ہے جس سے اپنے برادر مومن کو تکلیف نہ پہنچے

۲۔ کونسا خلق بہتر ہے فرمایا صبر اور معاف کر دینا ۳۔ کون سا مومن کامل ہے فرمایا جس کے

اخلاق بہتر ہوں ۴۔ کون سا جہاد بہتر ہے، فرمایا ج س میں اپنا خون بہہ جائے ۵۔ کونسی نماز بہتر ہے، فرمایا جس کا قنوت طویل ہو، ۶۔ کون سا صدقہ بہتر ہے، فرمایا جس سے نافرمانی سے نجات ملے، ۷۔ بادشاہان دنیا کے پاس جانے میں آپ کی کیا رائے ہے، فرمایا میں اچھا نہیں سمجھتا، پوچھا کیوں؟ فرمایا کہ اس لیے کہ بادشاہوں کے پاس کی آمدورفت سے تین باتیں پیدا ہوتی ہیں: ۱۔ محبت دنیا، ۲۔ فراموشی مرگ، ۳۔ قلت رضائے خدا۔

پوچھا پھر میں نہ جاؤں، فرمایا میں طلب دنیا سے منع نہیں کرتا، البتہ طلب معاصی سے روکتا ہوں۔

علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ یہ مسلمہ حقیقت ہے اوراس کی شہرت عامہ ہے کہ آپ علم وزہداورشرف میں ساری دنیا سے فوقیت لے گئے ہیں آپ سے علم القرآن، علم الآثار، علم السنن اور ہر قسم کے علوم، حکم، آداب وغیرہ کے مظاہرہ میں کوئی نہیں ہوا، بڑے بڑے صحابہ اورنمایاں تابعین، اورعظیم القدر فقہاء آپ کے سامنے زانوئے ادب تہ کرتے رہے آپ کوآنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جابر بن عبداللہ انصاری کے ذریعہ سے سلام کہلا یا تھا اوراس کی پیشین گوئی فرمائی تھی کہ یہ میرا فرزند "باقرالعلوم" ہوگا، علم کی گتھیوں کو سلجھائے گا کہ دنیا حیران رہ جائے گی (اعلام الوریٰ ص ۱۵۷، علامہ شیخ مفید۔

علامہ شبلنجی فرماتے ہیں کہ علم دین، علم احادیث، علم سنن اورتفسیر قرآن وعلم السیرت وعلوم وفنون، ادب وغیرہ کے ذخیرے جس قدرامام محمد باقر علیہ السلام سے ظاہر ہوئے اتنے امام حسین اورامام حسین کی اولاد میں سے کسی سے ظاہر نہیں ہوئے۔ ملاحظہ ہو کتاب الارشاد ص

۲۸۶،نورالابصارص ۱۳۱،ارجح المطالب ص ۴۴۷۔

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کے علمی فیوض و برکات اور کمالات واحسانات سے اس شخص کے علاوہ جس کی بصیرت زائل ہوگئی ہو، جس کا دماغ خراب ہوگیا ہو اور جس کی طینت وطبیعت فاسد ہوگئی ہو،کوئی شخص انکارنہیں کرسکتا،اسی وجہ سے آپ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپ "باقر العلوم" علم کے پھیلانے والے اور جامع العلوم ہیں، آپ کا دل صاف، علم وعمل روشن وتابندہ نفس پاک اور خلقت شریف تھی، آپ کے کل اوقات اطاعت خداوندی میں بسر ہوتے تھے۔

عارفوں کے قلوب میں آپ کے آثار راسخ اور گہرے نشانات نمایاں ہوگئے تھے،جن کے بیان کرنے سے وصف کرنے والوں کی زبانیں گونگی اور عاجز وماندہ ہیں آپ کے ہدایات وکلمات اس کثرت سے ہیں کہ ان کا احصاء اس کتاب میں ناممکن ہے(صواعق محرقہ ص ۱۲۰)۔

علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ امام محمد باقر علامہ زمان اور سردار کبیر الشان تھے آپ علوم میں بڑے تبحر اور وسیع الاطلاق تھے(وفیات الاعیان جلد ا ص ۴۵۰)علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ آپ بنی ہاشم کے سردار اور متبحر علمی کی وجہ سے باقر مشہور تھے آپ علم کی تہ تک پہنچ گئے تھے، اور آپ نے اس کے وقائق کو اچھی طرح سمجھ لیا تھا(تذکرۃ الحفاظ جلد ا ص ۱۱۱)۔

علامہ شبراوی لکھتے ہیں کہ امام محمد باقر کے علمی تذکرے دنیا میں مشہور ہوئے اور آپ کی مدح وثناء میں بکثرت شعر لکھے گئے، مالک جہنی نے یہ تین شعر لکھے ہیں:

ترجمہ: جب لوگ قرآن مجید کا علم حاصل کرنا چاہیں تو پورا قبیلہ قریش اس کے بتانے سے عاجز رہے گا، کیونکہ وہ خود محتاج ہے اور اگر فرزند رسول امام محمد باقر کے منہ سے کوئی بات نکل جائے تو بے حد وحساب مسائل وتحقیقات کے ذخیرے مہیا کر دیں گے یہ حضرات وہ ستارے ہیں جو ہر قسم کی تاریکیون میں چلنے والوں کے لیے چمکتے ہیں اور ان کے انوار سے لوگ راستے پاتے ہیں (الاتحاف ص ۵۲، وتاریخ الائمہ ص ۴۱۳)۔

علامہ ابن شہر آشوب کا بیان ہے کہ صرف ایک راوی محمد بن مسلم نے آپ سے تیس ہزار حدیثیں روایت کی ہیں (مناقب جلد ۵ ص ۱۱)۔

آپ کے بعض علمی ہدایات وارشادات

علامہ محمد بن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ جابر جعفی کا بیان ہے کہ میں ایک دن حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ملا تو آپ نے فرمایا اے جابر میں دنیا سے بالکل بے فکر ہوں کیونکہ جس کے دل میں دین خالص ہو وہ دنیا کو کچھ نہیں سمجھتا، اور تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ دنیا چھوڑی ہوئی سواری اتارا ہوا کپڑا اور استعمال کی ہوئی عورت ہے مومن دنیا کی بقا سے مطمئن نہیں ہوتا اور اس کی دیکھی ہوئی چیزوں کی وجہ سے نور خدا اس سے پوشیدہ نہیں ہوتا مومن کو تقوی اختیار کرنا چاہیئے کہ وہ ہر وقت اسے متنبہ اور بیدار رکھتا ہے سنو دنیا ایک سرائے فانی ہے نزلت بہ وارتحلت منہ" اس میں آنا جانا لگا رہتا ہے آج آئے اور کل گئے اور دنیا ایک خواب ہے جو کمال کے مانند دیکھی جاتی ہے اور جب جاگ اٹھے تو کچھ نہیں......

آپ نے فرمایا تکبر بہت بری چیز ہے، یہ جس قدر انسان میں پیدا ہوگا اسی قدر اس کی عقل گھٹے گی، کمینے شخص کا حربہ گالیاں بکنا ہے۔

ایک عالم کی موت کو ابلیس نوے عابدوں کے مرنے سے بہتر سمجھتا ہے ایک ہزار عابد سے وہ ایک عالم بہتر ہے جو اپنے علم سے فائدہ پہنچا رہا ہو۔

میرے ماننے والے وہ ہیں جو اللہ کی اطاعت کریں آنسوؤں کی بڑی قیمت ہے رونے والا بخشا جاتا ہے اور جس رخسار پر آنسو جاری ہوں وہ ذلیل نہیں ہوتا۔

سستی اور زیادہ تیزی برائیوں کی کنجی ہے۔

خدا کے نزدیک بہترین عبادت پاک دامنی ہے انسان کو چاہئے کہ اپنے پیٹ اور اپنی شرمگاہوں کو محفوظ رکھیں۔

دعا سے قضا بھی ٹل جاتی ہے۔نیکی بہترین خیرات ہے

بدترین عیب یہ ہے کہ انسان کو اپنی آنکھ کی شہتیر دکھائی نہ دے، اور دوسرے کی آنکھ کا تنکا نظر آئے ،یعنی اپنے بڑے گناہ کی پرواہ نہ ہو، اور دوسروں کے چھوٹے عیب اسے بڑے نظر آئیں اور خود عمل نہ کرے، صرف دوسروں کو تعلیم دے۔

جو خوشحالی میں ساتھ دے اور تنگ دستی میں دور رہے، وہ تمہارا بھائی اور دوست نہیں ہے (مطالب السؤل ص ۲۷۲)۔

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب کوئی نعمت ملے تو کہو الحمدللہ اور جب کوئی تکلیف پہنچے تو کہو "لاحول ولاقوۃ الا باللہ" اور جب روزی تنگ

ہوتو کہو استغفر اللہ۔

دل کو دل سے راہ ہوتی ہے،جتنی محبت تمہارے دل میں ہوگی ،اتنی ہی تمہارے بھائی اور دوست کے دل میں بھی ہوگی

تین چیزیں خدا نے تین چیزوں میں پوشیدہ رکھی ہیں:

۱۔اپنی رضا اپنی اطاعت میں،کسی فرمانبرداری کو حقیر نہ سمجھو شاید اسی میں خدا کی رضا ہو۔

۲ ۔ اپنی ناراضی اپنی معصیت میں کسی گناہ کو معمولی نہ جانو تو شاید خدا اسی سے ناراض ہوجائے۔

۳ ۔ اپنی دوستی یا اپنے ولی، مخلوقات میں کسی شخص کو حقیر نہ سمجھو، شاید وہی ولی اللہ ہو (نورالابصار ص ۱۳۱،اتحاف ص ۹۳)۔

احادیث آئمہ میں ہے امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں انسان کو جتنی عقل دی گئی ہے اسی کے مطابق اس سے قیامت میں حساب و کتاب ہوگا۔

ایک نفع پہنچانے والا عالم ستر ہزار عابدوں سے بہتر ہے،عالم کی صحبت میں تھوڑی دیر بیٹھنا ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے خدا ان علماء پر رحم و کرم فرمائے جو احیاء علم کرتے اور تقوی کو فروغ دیتے ہیں۔

علم کی زکواۃ یہ ہے کہ مخلوق خدا کو تعلیم دے جائے۔قرآن مجید کے بارے میں تم جتنا جانتے ہو اتنا ہی بیان کرو۔

بندوں پر خدا کا حق یہ ہے کہ جو جانتا ہو اسے بتائے اور جو نہ جانتا ہو اس کے جواب میں

خاموش ہوجائے ۔علم حاصل کرنے کے بعد اسے پھیلاو،اس لیے کہ علم کو بند رکھنے سے شیطان کا غلبہ ہوتا ہے۔

معلم اور متعلم کا ثواب برابر ہے ۔جس کی تعلیم کی غرض یہ ہو کہ وہ ......علماء سے بحث کرے ،جہلا پر رعب جمائے اور لوگوں کو اپنی طرف مائل کرے وہ جہنمی ہے ،دینی راستہ دکھلانے والا اور راستہ پانے والا دونوں ثواب کی میزان کے لحاظ سے برابر ہیں۔ جو دینی راستہ دکھلانے والا اور راستہ پانے والا دونوں ثواب کی میزان کے لحاظ سے برابر ہیں۔

جو دینیات میں غلط کہتا ہو اسے صحیح بنادو، ذات الٰہی وہ ہے، جو عقل انسانی میں نہ سما سکے اور حدود میں محدود نہ ہو سکے۔

اس کی ذات فہم وادراک سے بالاتر ہے خدا ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا،خدا کی ذات کے بارے میں بحث نہ کرو،ورنہ حیران ہوجاؤگے ۔ اجل کی دو قسمین ہیں ایک اجل محتوم،دوسرے اجل موقوف، دوسری سے خدا کے سوا کوئی واقف نہیں، زمین حجت خدا کے سوا کوئی واقف نہیں، زمین حجت خدا کے بغیر باقی نہیں رہ سکتی۔

امت بے امام کی مثال بھیڑ کے اس گلے کی ہے،جس کا کوئی بھی نگران نہ ہو۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے روح کی حقیقت اور ماہیت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ روح ہوا کی مانند متحرک ہے اور یہ ریح سے مشتق ہے، ہم جنس ہونے کی وجہ سے اسے روح کہا جاتا ہے یہ روح جو جانداروں کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے، وہ تمام ریحوں سے پاکیزہ تر ہے۔

……روح مخلوق اور مصنوع ہے اور حادث اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے والی ہے۔

……وہ ایسی لطیف شئے ہے جس میں نہ کسی قسم کی گرانی اور سنگینی ہے نہ سبکی، وہ ایک باریک اور رقیق شئے ہے جو قالب کثیف میں پوشیدہ ہے، اس کی مثال اس مشک جیسی ہے جس میں ہوا بھر دو، ہوا بھرنے سے وہ پھول جائے گی لیکن اس کے وزن میں اضافہ نہ ہوگا۔۔روح باقی ہے اور بدن سے نکلنے کے بعد فنا نہیں ہوتی، یہ نفخ صور کے وقت ہی فنا ہوگی۔

آپ سے خداوند عالم کے صفات بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا، کہ وہ سمیع وبصیر ہے اور آلہ سمع وبصر کے بغیر سنتا اور دیکھتا ہے، رئیس معتزلہ عمر بن عبید نے آپ سے دریافت کیا کہ "من یحال علیہ غضبی" ابوخالد کابلی نے آپ سے پوچھا کہ قول خدا" فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا" میں، نور سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا" واللہ النور الائمۃ من آل محمدؐ" خدا کی قسم نور سے ہم آل محمد مراد ہیں۔

آپ سے دریافت کیا گیا کہ یوم ندعوا کل اناس بامامھم سے کون لوگ مراد ہیں آپ نے فرمایا وہ رسول اللہ ہیں اور ان کے بعد ان کی اولاد سے آئمہ ہوں گے، انہیں کی طرف آیت میں اشارہ فرمایا گیا ہے جو انہیں دوست رکھے گا اور ان کی تصدیق کرے گا وہی نجات پائے گا اور جو ان کی مخالفت کرے گا جہنم میں جائے گا، ایک مرتبہ طاؤس یمانی نے حضرت کی خدمت مین حاضر ہوکر یہ سوال کیا کہ وہ کونسی چیز ہے جس کا تھوڑا استعمال حلال تھا اور زیادہ استعمال حرام، آپ نے فرمایا کہ وہ نہر طالوت کا پانی تھا جس کا صرف ایک چلو پینا حلال تھا اور اس سے زیادہ حرام پوچھا وہ کون سا روزہ تھا جس میں کھانا پینا جائز تھا، فرمایا وہ جناب مریم

کا روزہ صمت تھا جس میں صرف نہ بولنے کا روزہ تھا، کھانا پینا حلال تھا، پوچھا وہ کون سی شئے ہے جو صرف کرنے سے کم ہوتی ہے بڑھتی نہیں، فرمایا کہ وہ عمر ہے۔ پوچھا وہ کون سی شئے ہے جو بڑھتی ہے گھٹتی نہیں، فرمایا وہ سمندر کا پانی ہے، پوچھا وہ کونسی چیز ہے جو صرف ایک بار اڑی پھر نہ اڑی، فرمایا وہ کوہ طور ہے جو ایک بار حکم خدا سے اڑ کر بنی اسرائیل کے سروں پر آ گیا تھا۔ پوچھا وہ کون لوگ ہیں جن کی سچی گواہی خدا نے جھوٹی قرار دی، فرمایا وہ منافقوں کی تصدیق رسالت ہے جو دل سے نہ تھی۔

پوچھا بنی آدم کا ۱ / ۳ حصہ کب ہلاک ہوا، فرمایا ایسا کبھی نہیں ہوا، تم یہ پوچھو کہ انسان کا ۱ / ۴ حصہ کب ہلاک ہوا تو میں بتاؤں کہ یہ اس وقت ہوا جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا، کیونکہ اس وقت چار آدمی تھے آدم، حوا، ہابیل اور قابیل، پوچھا پھر نسل انسانی کس طرح بڑھی فرمایا جناب شیث سے جو قتل ہابیل کے بعد بطن حوا سے پیدا ہوئے۔

آپ کی عبادت گذاری اور آپ کے عام حالات

آپ آباؤ اجداد کی طرح بے پناہ عبادت کرتے تھے ساری رات نماز پڑھنی اور سارا دن روزہ سے گزارنا آپ کی عادت تھی آپ کی زندگی زاہدانہ تھی، بوریئے پر بیٹھتے تھے ہدایا جو آتے تھے اسے فقراء و مساکین پر تقسیم کر دیتے تھے غریبوں پر بے حد شفقت فرماتے تھے تواضع اور فروتنی، صبر و شکر غلام نوازی صلہ رحم وغیرہ میں اپنی آپ نظیر تھے آپ کی تمام آمدنی فقراء پر صرف ہوتی تھی آپ فقیروں کی بڑی عزت کرتے تھے اور انہیں اچھے نام سے

یاد کرتے تھے (کشف الغمہ ص ۹۵۔

آپ کے ایک غلام افلح کا بیان ہے کہ ایک دن آپ کعبہ کے قریب تشریف لے گئے، آپ کی جیسے ہی کعبہ پر نظر پڑی آپ چیخ مار کر رونے لگے میں نے کہا کہ حضور سب لوگ دیکھ رہے ہیں آپ آہستہ سے گریہ فرمائیں ارشاد کیا، اے افلح شاید خدا بھی انہیں لوگوں کی طرح میری طرف دیکھ لے اور میری بخشش کا سہارا ہو جائے، اس کے بعد آپ سجدہ میں تشریف لے گئے اور جب سر اٹھایا تو ساری زمین آنسوؤں سے تر تھی (مطالب السؤل ص ۲۷۱)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور ہشام بن عبد الملک

تواریخ میں ہے ۹۶ ھ میں ولید بن عبدالملک فوت ہوا (ابوالفداء) اور اس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک خلیفہ مقرر کیا گیا (ابن الوردی) ۹۹ ھ میں عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوا ابن الوردی اس نے خلیفہ ہوتے ہی اس بدعت کو جو ۴۱ ھ سے بن امیہ نے حضرت علی پر سب وشتم کی صورت میں جاری کر رکھی تھی حکما روک دیا (ابوالفداء) اور رقوم خمس بنی ہاشم کو دینا شروع کیا (کتاب الخرائج ابو یوسف)۔

یہ وہ زمانہ تھا جس میں علی کے نام پر اگر کسی بچے کا نام ہوتا تھا تو وہ قتل کر دیا جاتا تھا اور کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑا جاتا تھا (تدریب الراوی سیوطی) اس کے بعد ۱۰۱ ھ میں یزید بن عبدالملک خلیفہ بنایا گیا (ابن الوردی) ۱۰۵ ھ میں ہشام بن عبدالملک بن مروان بادشاہ وقت مقرر ہوا (ابن الوردی)۔

ہشام بن عبدالملک، چست، چالاک، کنجوس ومتعصب، چال باز، سخت مزاج، کجرو، خودسر، حریص، کانوں کا کچا تھا اورحد درجہ کا شکی تھا کبھی کسی کا اعتبار نہ کرتا تھا اکثر صرف شبہ برسلطنت کے لائق لائق ملازموں کو قتل کرادیتا تھا یہ عہدوں پر انہیں کو فائز کرتا تھا جو خوشامدی ہوں، اس نے خالد بن عبداللہ قسری کو ۱۰۵ ھ سے ۱۲۰ ھ تک عراق کا گورنر تھا قسری کا حال یہ تھا کہ ہشام کو رسول اللہ سے افضل بتاتا اوراسی کا پروپیگنڈہ کیا کرتا تھا(تاریخ کامل جلد ۵ ص ۱۰۳)۔

ہشام آل محمد کا دشمن تھا اسی نے زید شہید کو نہایت بری طرح قتل کیا تھا، تاریخ اسلام جلد ا ص ۴۹)اسی نے اپنے زمانہ ولیعہدی میں فرزدق شاعر کو امام زین العابدین کی مدح کے جرم میں بمقام عسقلان قید کیا تھا۔(صواعق محرقہ ص ۱۲۰)۔

ہشام کا سوال اوراس کا جواب

تخت سلطنت پر بیٹھنے کے بعد ہشام بن عبدالملک حج کے لیے گیا وہاں اس نے امام محمد باقر علیہ السلام کو دیکھا کہ مسجدالحرام میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو پند ونصائح سے بہرہ ور کررہے ہیں یہ دیکھ کر ہشام کی دشمنی نے کروٹ لی اوراس نے دل میں سوچا کہ انہیں ذلیل کرنا چاہئے اوراسی ارادہ سے اس نے ایک شخص سے کہا کہ جا کران سے کہو کہ خلیفہ پوچھ رہے ہیں کہ حشر کے دن آخری فیصلہ سے قبل لوگ کیا کیا کھائیں اورپئیں گے اس نے جا کرامام علیہ السلام کے سامنے خلیفہ کا سوال پیش کیا آپ نے فرمایا جہاں حشر ونشر ہوگا وہاں میوے

داردرخت ہوں گے، وہ لوگ انہیں چیزوں کو استعمال کریں گے بادشاہ نے جواب سن کر کہا یہ بالکل غلط ہے کیونکہ حشر میں لوگ مصیبتوں اور اپنی پریشانیوں میں مبتلا ہوں گے ان کو کھانے پینے کا ہوش کہاں ہوگا؟ قاصد نے بادشاہ کا گفتہ نقل کر دیا، حضرت نے قاصد سے فرمایا کہ جاؤ اور بادشاہ سے کہو کہ تم نے قران بھی پڑھا ہے یا نہیں، قرآن میں یہ نہیں ہے کہ "جہنم" کے لوگ جنت والوں سے کہیں گے کہ ہمیں پانی اور کچھ نعمتیں دیدو کہ پی اور کھالیں اس وقت وہ جواب دیں گے کہ کافروں پر جنت کی نعمتیں حرام ہیں (پ ۸، رکوع ۱۳) تو جب جہنم میں بھی لوگ کھانا پینا نہیں بھولیں گے تو حشر ونشر میں کیسے بھول جائیں گے جس میں جہنم سے کم سختیاں ہوں گی اور وہ امید وبیم اور جنت ودوزخ کے درمیان ہوں گے یہ سن کر ہشام شرمندہ ہوگیا (ارشاد مفید ص ۴۰۸، تاریخ آئمہ ص ۴۱۴)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی دمشق میں طلبی

علامہ مجلسی اور سید ابن طاؤس رمقطراز ہیں کہ ہشام بن عبدالملک اپنے عہد حکومت کے آخری ایام میں حج بیت اللہ کے لیے مکہ معظّمہ میں پہنچا وہاں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام بھی موجود تھے ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجمع عام میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اور باتوں کے علاوہ یہ بھی کہا کہ ہمیں روئے زمین پر خدا کے خلیفہ اور اسکی حجت ہیں، ہمارا دشمن جہنم میں جائے گا، اور ہمارا دوست نعمات جنت سے متنعم ہوگا۔

اس خطبہ کی اطلاع ہشام کودی گئی، وہ وہاں تو خاموش رہا،لیکن دمشق پہنچنے کے بعد والی مدینہ کوفرمان بھیجا کہ محمد بن علی اور جعفر بن محمد کو میرے پاس بھیجدے، چنانچہ آپ حضرات دمشق پہنچے وہاں ہشام نے آپ کو تین روز تک اذن حضور نہیں دیا چوتھے روز جب اچھی طرح دربار کو سجالیا،تو آپ کو بلوا بھیجا آپ حضرات جب داخل دربار ہوئے تو آپ کو ذلیل کرنے کے لیے آپ سے کہا کہ ہمارے تیراندازوں کی طرح آپ بھی تیراندازی کریں حضرت امام محمد باقر نے فرمایا کہ میں ضعیف ہو گیا ہوں مجھے اس سے معاف رکھ، اس نے بہ قسم کہا کہ یہ ناممکن ہے پھر ایک کمان آپ کو دلوایا آپ نے ٹھیک نشانہ پر تیر لگائے، یہ دیکھ کر وہ حیران رہ گیا اس کے بعد امام نے فرمایا، بادشاہ ہم معدن رسالت ہیں، ہمارا مقابلہ کسی امر میں کوئی نہیں کرسکتا، یہ سن کر ہشام کو غصہ آ گیا، وہ بولا کہ آب لوگ بہت بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں آپ کے دادعلی بن ابی طالب نے غیب کا دعوی کیا ہے آپ نے فرمایا بادشاہ قرآن مجید میں سب کچھ موجود ہے اور حضرت علی امام مبین تھے انہیں کیا نہیں معلوم تھا (جلاء العیون)۔

ثقۃ الاسلام علامہ کلینی تحریر فرماتے ہیں کہ ہشام نے اہل دربار کو حکم دیا تھا کہ میں محمد بن علی (امام محمد باقر علیہ السلام) کو سر دربار ذلیل کروں گا تم لوگ یہ کرنا کہ جب میں خاموش ہو جاؤں تو انہیں کلمات ناسزا کہنا، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا آخر میں حضرت نے فرمایا، بادشاہ یادرکھ ہم ذلیل کرنے ذلیل نہیں ہو سکتے ،خداوند عالم نے ہمیں عزت دی ہے، اس میں ہم منفرد ہیں یادرکھ عاقبت کی شاہی متقین کے لیے ہے یہ سن کر ہشام نے فامر بہ الی الحبس آپ

کوقید کرنے کا حکم دیدیا، چنانچہ آپ قید کردیئے گئے۔

قید خانہ میں داخل ہونے کے بعد آپ نے قیدیوں کے سامنے ایک معجز نما تقریر کی جس کے نتیجہ میں قید خانہ کے اندر کہرام عظیم برپا ہوگیا، بالآخر قید خانہ کے داروغہ نے ہشام سے کہا کہ اگر محمد بن علی زیادہ دنوں قید رہے تو تیری مملکت کا نظام منقلب ہوجائے گا ان کی تقریر قید خانہ سے باہر بھی اثر ڈال رہی ہے اور عوام میں ان کے قید ہونے سے بڑا جوش ہے یہ سن کر ہشام ڈر گیا اور اس نے آپ کی رہائی کا حکم دیا اور ساتھ یہ بھی اعلان کرادیا کہ نہ آپ کو کوئی مدینہ پہنچانے جائے اور نہ راستے میں آپ کو کوئی کھانا پانی دے، چنانچہ آپ تین روز کے بھوکے پیاسے داخل مدینہ ہوئے۔

وہاں پہنچ کر آپ نے کھانے پینے کی سعی، لیکن کسی نے کچھ نہ دیا، بازار ہشام کے حکم سے بند تھے یہ حال دیکھ کر آپ ایک پہاڑی پر گئے اور آپ نے اس پر کھڑے ہوکر عذاب الٰہی کا حوالہ دیا یہ سن کر ایک پیر مرد بازار میں کھڑا ہوکر کہنے لگا بھائیو! سنو، یہی وہ جگہ ہے جس جگہ حضرت شعیب نبی نے کھڑے ہوکر عذاب الٰہی کی خبر دی تھی اور عظیم ترین عذاب نازل ہوا تھا میری بات مانو اور اپنے کو عذاب میں مبتلا نہ کرو یہ سن کر سب لوگ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور آپ کے لیے ہوٹلوں کے دروازے کھول دیئے (اصول کافی)۔

علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ہشام نے والی مدینہ ابراہیم بن عبدالملک کو لکھا کہ امام محمد باقر کو زہر سے شہید کردے (جلاء العیون ص ۲۶۲)۔

کتاب الخرائج والجرائح میں علامہ راوندی لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ہشام بن عبدالملک

نے زید بن حسن کے ساتھ باہمی سازش کے ذریعہ امام علیہ السلام کو دوبارہ دمشق میں طلب کرنا چاہالیکن والی مدینہ کی ہمنوائی حاصل نہ ہونے کی وجہ سے اپنے ارادہ سے باز آیا اس نے تبرکات رسالت جبرا طلب کئے اور امام علیہ السلام نے بروایتے ارسال فرما دیئے۔

دمشق سے روانگی اور ایک راہب کا مسلمان ہونا

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام قید خانہ دمشق سے رہا ہو کر مدینہ کو تشریف لئے جارہے تھے کہ ناگاہ راستے میں ایک مقام پر مجمع کثیر نظر آیا، آپ نے تفحص حال کیا تو معلوم ہوا کہ نصاری کا ایک راہب ہے جو سال میں صرف ایک بار اپنے معبد سے نکلتا ہے آج اس کے نکلنے کا دن ہے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اس مجمع میں عوام کے ساتھ جا کر بیٹھ گئے ،راہب جو انتہائی ضعیف تھا، مقررہ وقت پر برامد ہوا، اوراس نے چاروں طرف نظر دوڑانے کے بعد امام علیہ السلام کی طرف مخاطب ہو کر بولا:

۱۔کیا آپ ہم میں سے ہیں فرمایا میں امت محمدیہ سے ہوں۔

۲۔آپ علماء سے ہیں یا جہلا سے فرمایا میں جاہل نہیں ہوں۔

۳۔آپ مجھ سے کچھ دریافت کرنے کے لیے آئے ہیں فرمایا نہیں۔

۴ ۔ جب کہ آپ عالموں میں سے ہیں کیا؟ میں آپ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں، فرمایا ضرور پوچھیے۔

یہ سن کر راہب نے سوال کیا ۔شب وروز میں وہ کونسا وقت ہے، جس کا شمار نہ دن میں ہے

اور نہ رات میں، فرمایا وہ سورج کے طلوع سے پہلے کا وقت ہے جس کا شمار دن اور رات دونوں میں نہیں، وہ وقت جنت کے اوقات میں سے ہے اور ایسا متبرک ہے کہ اس میں بیماروں کو ہوش آجاتا ہے درد کو سکون ہوتا ہے جو رات بھر نہ سو سکے اسے نیند آتی ہے یہ وقت آخرت کی طرف رغبت رکھنے والوں کے لیے خاص الخاص ہے۔

۲۔آپ کا عقیدہ ہے کہ جنت میں پیشاب و پاخانہ کی ضرورت نہ ہوگی؟ کیا دنیا میں اس کی مثال ہے؟ فرمایا بطن مادر میں جو بچے پرورش پاتے ہیں ان کا فضلہ خارج نہیں ہوتا۔

۳۔مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ کھانے سے بہشت کا میوہ کم نہ ہوگا اس کی یہاں کوئی مثال ہے، فرمایا ہاں ایک چراغ سے لاکھوں چراغ جلائے جاتے ہیں تب بھی پہلے چراغ کی روشنی میں کمی نہ ہوگی۔

۴۔ وہ کون سے دو بھائی ہیں جو ایک ساتھ پیدا ہوئے اور ایک ساتھ مرے لیکن ایک کی عمر پچاس سال کی ہوئی اور دوسرے کی ڈیڑھ سو سال کی، فرمایا" عزیز اور عزیر پیغمبر ہیں یہ دونوں دنیا میں ایک ہی روز پیدا ہوئے اور ایک ہی روز مرے پیدائش کے بعد تیس برس تک ساتھ رہے پھر خدا نے عزیر نبی کو مار ڈالا (جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے) اور سو برس کے بعد پھر زندہ فرمایا اس کے بعد وہ اپنے بھائی کے ساتھ اور زندہ رہے اور پھر ایک ہی روز دونوں نے انتقال کیا۔

یہ سن کر راہب اپنے ماننے والوں کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا کہ جب تک یہ شخص شام کے حدود میں موجود ہے میں کسی کے سوال کا جواب نہ دوں گا سب کو چاہئے کہ اسی عالم زمانہ سے

سوال کرے اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا (جلاء العیون ص ۲۶۱ طبع ایران ۱۳۰۱ھ۔

امام محمد باقر علیہ السلام کی شہادت

آپ اگرچہ اپنے علمی فیوض و برکات کی وجہ سے اسلام کو برابر فروغ دے رہے تھے لیکن اس کے باوجود ہشام بن عبدالملک نے آپ کو زہر کے ذریعہ سے شہید کرادیا اور آپ بتاریخ ۷ / ذی الحجہ ۱۱۴ھ یوم دوشنبہ مدینہ منورہ میں انتقال فرماگئے اس وقت آپ کی عمر ۵۷ / سال کی تھی آپ جنت البقیع میں دفن ہوئے (کشف الغمہ ص ۹۳، جلاء العیون ص ۲۶۴، جنات الخلود ص ۲۶، دمعہ ساکبہ ص ۴۴۹، انوار الحسینیہ ص ۴۸، شواہد النبوت ص ۱۸۱، روضۃ الشہداء ص ۴۳۴)۔

علامہ شبلنجی اور علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں "مات مسموما کابیہ" آپ اپنے پدر بزرگوار امام زین العابدین علیہ السلام کی طرح زہر سے شہید کر دیئے گئے (نورالابصار ص ۱۳۱، صواعق محرقہ ص ۱۲۰)۔

آپ کی شہادت ہشام کے حکم سے ابراہیم بن ولید والی مدینہ کی زہر خورانی کے ذریعہ واقع ہوئی ہے ایک روایت میں ہے کہ خلیفہ وقت ہشام بن عبدالملک کی مرسلہ زہر آلود زین کے ذریعہ سے واقع ہوئی تھی (جنات الخلود ص ۲۶، دمعہ ساکبہ جلد ۲ ص ۴۷۸)۔

شہادت سے قبل آپ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بہت سی چیزوں کے متعلق وصیت فرمائی اور کہا کہ بیٹا میرے کانوں میں میرے والد ماجد کی آوازیں آرہی ہیں وہ مجھے

جلد بلا رہے ہیں (نورالابصار ص ۱۳۱) ۔ آپ نے غسل وکفن کے متعلق خاص طور سے ہدایت کی کیونکہ امام را جز امام نشوید امام کو امام ہی غسل دے سکتا ہے (شواہدالنبوت ص ۱۸۱)

۔

علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ آپ نے اپنی وصیتوں میں یہ بھی کہا کہ ۸۰۰ / درہم میری عزاداری اور میرے ماتم پر صرف کرنا اور ایسا انتظام کرنا کہ دس سال تک منی میں بزمانہ حج میرے مظلومیت کا ماتم کیا جائے (جلاء العیون ص ۲۶۴) ۔

علماء کا بیان ہے کہ وصیتوں میں یہ بھی تھا کہ میرے بند ہائے کفن قبر میں کھول دینا اور میری قبر چار انگل سے زیادہ اونچی نہ کرنا (جنات الخلود ص ۲۷) ۔

ازواج واولاد

آپ کی چار بیویاں تھیں اور انہیں سے اولاد ہوئیں ۔ ام فروہ، ام حکیم، لیلی، اور ایک اور بیوی ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر جن سے حضرات امام جعفر صادق علیہ السلام اور عبداللہ فطح پیدا ہوئے اور ام حکیم بنت اسد بن مغیرہ ثقفی سے ابراہیم وعبداللہ اور لیلی سے علی اور زینب پیدا ہوئے اور چوتھی بیوی سے ام سلمی متولد ہوئے (ارشاد مفید ص ۲۹۴، مناقب جلد ۵ ص ۱۹، نورالابصار ص ۱۳۲) ۔

علامہ محمد باقر بہبھانی، علامہ محمد رضا آل کاشف الغطاء اور علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ حضرت امام باقر علیہ السلام کی نسل صرف امام جعفر صادق علیہ السلام سے بڑھی ہے ان کے

علاوہ کسی کی اولاد زندہ اور باقی نہیں رہی (دمعہ ساکبہ جلد ۲ ص ۴۷۹ ، انوار الحسینیہ جلد ۲ ص ۴۸، روضۃ الشہدا ص ۴۳۴ طبع لکھنؤ ۱۲۸۵ء)۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

آپ کی ولادت باسعادت

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بتاریخ ۷/ صفرالمظفر ۱۲۸ھ مطابق ۷۴۵ء یوم شنبہ بمقام ابواجو مکہ اور مدینہ کے درمیان واقع ہے پیدا ہوئے (انوارالنعمانیہ ص ۱۲۶، واعلام الوریٰ ص ۱۷۱، جلاءالعیون ص ۲۶۹، شواہدالنبوت ص ۱۹۲، روضۃ الشہداء ص ۴۳۶)۔

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ پیدا ہوتے ہی آپ نے ہاتھوں کو زمین پر ٹیک کر آسمان کی طرف رخ کیا اور کلمہ شہادتین زبان پر جاری فرمایا آپ نے یہ عمل بالکل اسی طرح کیا، جس طرح حضرت رسول خداصلعم نے ولادت کے بعد کیا تھا آپ کے داہنے بازو پر کلمہ تمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا لکھا ہوا تھا آپ علم اولین و آخرین سے بہرہ ور متولد ہوئے تھے آپ کی ولادت سے حضرت امام جعفرصادق علیہ السلام کو بیحد مسرت ہوئی تھی اور آپ نے مدینہ جا کر اہل مدینہ کو دعوت طعام دی تھی (جلاءالعیون ص ۲۷۰)۔آپ دیگر آئمہ کی طرح مختون اور ناف بریدہ متولد ہوئے تھے۔

اسم گرامی، کنیت، القاب

آپ کے والد ماجد حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے خداوند متعال کے معین کردہ نام "موسیٰ" سے موسوم کیا علامہ محمد رضا لکھتے ہیں کہ موسیٰ قبطی لفظ ہے اور مواور سی سے مرکب ہے مو کے معنی پانی اور "سی" کے معنی درخت کے ہیں اس نام سے سب سے پہلے حضرت کلیم اللہ موسوم کئے گئے تھے۔

اور اس کی وجہ یہ تھی کہ خوف فرعون سے مادر موسیٰ نے آپ کو اس صندوق میں رکھ کر دریا میں بہایا تھا جو "حبیب نجار" کا بنایا ہوا تھا اور بعد میں "تابوت سکینہ" قرار پایا، تو وہ صندوق بہہ کر فرعون اور جناب آسیہ تک پانی کے ذریعہ سے ان درختوں سے ٹکراتا ہوا جو خاص باغ میں تھے پہنچا تھا لہذا پانی اور درخت کے سبب سے ان کا نام موسیٰ قرار پایا تھا (جنات الخلو د ص ۲۹)۔

آپ کی کنیت ابوالحسن، ابوابراہیم، ابوعلی ابوعبداللہ تھی اور آپ کے القاب کاظم، عبدصالح، نفس زکیہ، صابر، امین، باب الحوائج وغیرہ تھے "شہرت عامہ" کاظم کو ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ بدسلوک کے ساتھ احسان کرتے اور ستانے والے کو معاف فرماتے اور غصہ کو پی جاتے تھے، بڑے حلیم، بردبار اور اپنے ظلم کرنے والے کو معاف کردیا کرتے تھے (مطالب السول ص ۲۷۶، شواہدالنبوت ص ۱۹۲، روضۃ الشہداء ص ۴۳۲، تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۳۲)۔

لقب باب الحوائج کی وجہ

علامہ ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ کثرت عبادت کی وجہ سے عبد صالح اور خدا سے حاجت طلب کرنے کے ذریعہ ہونے کی وجہ سے آپ کو باب الحوائج کہا جاتا ہے، کوئی بھی حاجت ہو جب آپ کے واسطے سے طلب کی جاتی تھی تو ضرور پوری ہوتی تھی ملاحظہ ہو (مطالب السول ص ۲۷۸، صواعق محرقہ ص ۱۳۱)۔

فاضل معاصر علامہ علی حیدر رقمطراز ہیں کہ حضرت کا لقب باب قضاء الحوائج یعنی حاجتیں پوری ہونے کا دروازہ بھی تھا حضرت کی زندگی میں تو حاجتیں آپ کے توسل سے پوری ہوتی تھیں شہادت کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا اور اب بھی ہے "اخبار پایز الہ آباد ۱۰ / اگست ۱۹۲۸ء میں زیر عنوان "امام موسیٰ کاظم کے روضہ پر ایک اندھے کو بینائی مل گئی" ایک خبر شائع ہوئی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حال ہی میں روضہ کاظمین شریف پر جو شہر بغداد سے باہر ہے ایک معجزہ ظاہر ہوا ہے کہ ایک اندھا اور بوڑھا "سید" نہایت مفلسی کی حالت میں روضہ شریف کے اندر داخل ہوا اور جیسے ہی اس نے امام موسیٰ کاظم کے روضہ کی ضریح اقدس کو اپنے ہاتھ سے مس کیا وہ فوراً چلاتا ہوا باہر کی طرف دوڑا "مجھے بینائی مل گئی" میں دیکھنے لگا ہوں، اور اس پر لوگوں کا بڑا ہجوم جمع ہو گیا اور اکثر لوگ اس کے کپڑے تبرک کے طور پر چھین جھپٹ کر لے گئے اس کو تین دفعہ کپڑے پہنائے گئے اور ہر دفعہ وہ کپڑے ٹکڑے ہو کر تقسیم ہو گئے آخر روضہ شریف کے خدام نے اس خیال سے کہ کہیں اس بوڑھے سید کے جسم کو نقصان نہ

پہنچے اس کو اس کے گھر پہنچا دیا۔
اس کا بیان ہے کہ بغداد کے ہسپتال میں اپنی آنکھ کا علاج کررہا تھا بالآخر سب ڈاکٹروں نے یہ کہہ کر مجھے ہسپتال سے نکال دیا کہ تیرا مرض لاعلاج ہوگیا ہے اب اس کا علاج ناممکن ہے تب میں مایوس ہوکر روضہ اقدس امام موسیٰ کاظم علیہ السلام پر آیا اور یہاں آپ کے وسیلہ سے خدا سے دعا کی "بارالہا تجھے اسی امام مدفون کا واسطہ مجھے ازسرنو بینائی عطا کردے" یہ کہہ کر جیسے ہی میں نے روضہ کی ضریح کو مس کیا میری آنکھوں کے سامنے روشنی نمودار ہوئی اور آواز آئی "جا تجھے پھر سے روشنی دیدی گئی" اس آواز کے ساتھ ہی میں ہر چیز کو دیکھنے لگا، تمام لوگ اس امر کی تصدیق کرتے ہیں کہ یہ ضعف العمر سید اندھا تھا، اور اب دیکھنے لگا ہے (اخبار انقلاب لاہور، اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۴/ اگست ۱۹۲۸ء)۔
علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ جب مجھے کوئی مشکل درپیش ہوتی ہے میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے روضے پر چلا جاتا ہوں اور ان کی قبر پر دعا کرتا ہوں میری مشکل حل ہوجاتی ہے (مناقب جلد ۳ ص ۱۲۵ طبع ملتان)۔

باشاہان وقت

آپ ۱۲۸ھ میں مروان الحمار اموی کے عہد میں پیدا ہوئے اس کے بعد ۱۳۲ھ میں سفاح عباسی خلیفہ ہوا (ابوالفداء) ۱۳۶ھ میں منصور دوانقی عباسی خلفہ بنا ۱۵۸ھ میں مہدی بن منصور مالک سلطنت ہوا (حبیب السیر) ۱۶۹ھ میں ہادی عباسی کی بیعت کی گئی (ابن

الوردی) ۱۷۰ھ میں ہارون الرشید عباسی ابن مہدی خلیفہ وقت ہوا ۱۸۳ھ میں ہارون کے زہر دینے سے امام علیہ السلام بحالت مظلومی قید خانہ میں شہید ہوئے (صواعق محرقہ اخبار الخلفاء بن راعی)۔

نشوونما اور تربیت

علامہ علی نقی لکھتے ہیں کہ آپ کی عمر کے بیس برس اپنے والد بزرگوار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سایہ تربیت میں گزرے ایک طرف خدا کے دیئے ہوئے فطری کمال کے جوہر اور دوسری طرف اس باپ کی تربیت جس نے پیغمبر کے بتائے ہوئے مکارم الاخلاق کی یاد کو بھولی ہوئی دنیا میں ایسا تازہ کر دیا کہ انھیں ایک طرح سے اپنا بنا لیا اور جس کی بنا پر "ملت جعفری" نام ہو گیا امام موسی کاظم نے بچپنا اور جوانی کا کافی حصہ اسی مقدس آغوش میں گزارا، یہاں تک کہ تمام دنیا کے سامنے آپ کے ذاتی کمالات وفضائل روشن ہو گئے اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنا جانشین مقرر فرمادیا باوجودیکہ آپ کے بڑے بھائی بھی موجود تھے، مگر خدا کی طرف کا منصب میراث کا ترکہ نہیں ہے بلکہ ذاتی کمال کو ڈھونڈتا ہے سلسلہ معصومین مین امام حسن کے بعد بجائے ان کی اولاد کے امام حسین کا امام ہونا اور اولاد امام جعفر صادق علیہ السلام میں بجائے فرزند اکبر کے امام موسی کاظم علیہ السلام کی طرف امامت کا منتقل ہونا اس کا ثبوت ہے کہ معیار امامت میں نسبی وراثت کو مدنظر نہیں رکھا گیا ہے (سوانح موسی کاظم ص ۴)۔

آپ کے بچپن کے بعض واقعات

یہ مسلمات سے ہے کہ نبی اور امام تمام صلاحیتوں سے بھرپور متولد ہوتے ہیں، جب حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی عمر تین سال کی تھی، ایک شخص جس کا نام صفوان جمال تھا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر مستفسر ہوا کہ مولا، آپ کے بعد امامت کے فرائض کون ادا کرے گا، آپ نے ارشاد فرمایا اے صفوان! تم اسی جگہ بیٹھو اور دیکھتے جاؤ جو ایسا بچہ میرے گھر سے نکلے جس کی ہر بات معرفت خداوندی سے پر ہو، اور عام بچوں کی طرح لہو ولعب نہ کرتا ہو، سمجھ لینا کہ عنان امامت اسی کے لیے سزاوار ہے اتنے میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بکری کا ایک بچہ لیے ہوئے برآمد ہوئے اور باہر آ کر اس سے کہنے لگے "اسجدی ربک" اپنے خدا کا سجدہ کر یہ دیکھ کر امام جعفر صادق نے اسے سینہ سے لگا لیا (تذکرۃ المعصومین ص ۱۹۲)۔

صفوان کہتا ہے کہ یہ دیکھ کر میں نے امام موسیٰ سے کہا، صاحبزادے! اس بچہ کو کہئے کہ مر جائے آپ نے ارشاد فرمایا: کہ وائے ہو تم پر، کیا موت وحیات میرے ہی اختیار میں ہے (بحار الانوار جلد ۱۱ ص ۲۶۶)۔

علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مسائل دینیہ دریافت کرنے کے لیے حسب دستور حاضر ہوئے اتفاقا آپ آرام فرما رہے تھے موصوف اس انتظار میں بیٹھ گئے کہ آپ بیدار ہوں تو عرض مدعا کروں، اتنے امام موسیٰ کاظم

جن کی عمر اس وقت پانچ سال کی تھی برآمد ہوئے امام ابوحنیفہ نے انہیں سلام کرکے کہا: اے صاحبزادے یہ بتاؤ کہ انسان فاعل مختار ہے یا ان کے فعل کا خدا فاعل ہے یہ سن کر آپ زمین پر دوزانو بیٹھ گئے اور فرمانے لگے سنو! بندوں کے افعال تین حالتوں سے خالی نہیں، یا ان کے افعال کا فاعل صرف خدا ہے یا صرف بندہ ہے یا دونوں کی شرکت سے افعال واقع ہوتے ہیں اگر پہلی صورت ہے تو خدا کو بندہ پر عذاب کا حق نہیں ہے، اگر تیسری صورت ہے تو بھی یہ انصاف کے خلاف ہے کہ بندہ کو سزا دے اور اپنے کو بچالے کیونکہ ارتکاب دونوں کی شرکت سے ہوا ہے اب لامحالہ دوسری صورت ہوگی، وہ یہ کہ بندہ خود فاعل ہے اور ارتکاب قبیح پر خدا اسے سزا دے۔ بحارالانوار جلد ۱۱ ص ۱۸۵)۔

امام ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ میں نے اس صاحبزادے کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر ان کے سامنے سے لوگ برابر گزر رہے تھے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کے صاحبزادے موسیٰ کاظم نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ ان کے سامنے سے گزر رہے تھے، حضرت نے امام موسیٰ کاظم کو آواز دی وہ حاضر ہوئے، آپ نے فرمایا بیٹا! ابوحنیفہ کیا کہتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ تم نماز پڑھ رہے تھے اور لوگ تمہارے سامنے سے گزر رہے تھے امام کاظم نے عرض کی باباجان لوگوں کے گزرنے سے نماز پر کیا اثر پڑتا ہے، وہ ہمارے اور خدا کے درمیان حائل تو نہیں ہوئے تھے کیونکہ وہ تو "اقرب من حبل الورید" رگ جاں سے بھی زیادہ قریب ہے، یہ سن کر آپ نے انھیں گلے سے لگالیا اور فرمایا اس بچہ کو اسرار شریعت عطا ہو چکے ہیں (مناقب جلد ۵ ص ۶۹)۔

ایک دن عبداللہ ابن مسلم اور ابوحنیفہ دونوں وارد مدینہ ہوئے، عبداللہ نے کہا، چلو امام صادق علیہ السلام سے ملاقات کریں اور ان سے کچھ استفادہ کریں، یہ دونوں حضرت کے در دولت پر حاضر ہوئے یہاں پہنچ کر دیکھا کہ حضرت کے ماننے والوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے، اتنے امام صادق علیہ السلام کے بجائے امام موسیٰ کاظم برآمد ہوئے لوگوں نے سروقد تعظیم کی، اگرچہ آپ اس وقت بہت ہی کمسن تھے لیکن آپ نے علوم کے دریا بہانے شروع کیے عبداللہ وغیرہ نے جو قدرے آپ سے دور تھے آپ کے قریب جاتے ہوئے آپ کی عزت ومنزلت کا آپس میں تذکرہ کیا، آخر میں امام ابوحنیفہ نے کہا کہ چلو میں انھیں ان کے شیعوں کے سامنے رسوا اور ذلیل کرتا ہوں، میں ان سے ایسے سوالات کروں گا کہ یہ جواب نہ دے سکیں گے عبداللہ نے کہا، یہ تمہارا خیال خام ہے، وہ فرزند رسول ہیں، الغرض دونوں حاضر خدمت ہوئے، امام ابوحنیفہ نے امام موسیٰ کاظم سے پوچھا صاحبزادے، یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے شہر میں کوئی مسافر آجائے اور اسے قضا حاجت کرنی ہو تو کیا کرے اور اس کے لیے کونسی جگہ مناسب ہوگی حضرت نے برجستہ جواب فرمایا:

"مسافر کو چاہئے کہ مکانوں کی دیواروں کے پیچھے چھپے، ہمسایوں کی نگاہوں سے بچے نہروں کے کناروں سے پرہیز کرے جن مقامات پر درختوں کے پھل گرتے ہوں ان سے حذر کرے۔

مکان کے صحن سے علیحدہ، شاہراہوں اور راستوں سے الگ مسجدوں کو چھوڑ کر، نہ قبلہ کی طرف منہ کرے نہ پیٹھ، پھر اپنے کپڑوں کو بچا کر جہاں چاہے رفع حاجت کرے یہ سن کر امام

ابو حنیفہ حیران رہ گیے، اور عبداللہ کہنے لگے کہ میں نہ کہتا تھا کہ یہ فرزند رسول ہیں انہیں بچپن ہی میں ہر قسم کا علم ہوا کرتا ہے (بحار، مناقب واحتجاج)۔

علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام مکان میں تشریف فرما تھے اتنے میں آپکے نور نظر امام موسی کاظم علیہ السلام کہیں باہر سے واپس آئے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا بیٹے! ذرا اس مصرعہ پر مصرعہ لگاؤ "تنح عن القبیح ولا مزتو دہ" آپ نے فورا مصرعہ لگایا "ومن اولیتہ حسنا فزدہ" بری باتوں سے دور رہو اور ان کا ارادہ بھی نہ کرو ۲۔ جس کے ساتھ بھلائی کرو، بھرپور کرو" پھر فرمایا! اس پر مصرعہ لگاؤ "ستلقی من عدوک کل کید" آپ نے مصرعہ لگایا "اذا کا والعدو فلا تکدہ" (ترجمہ) ۱۔ تمہارا دشمن ہر قسم کا مکروفریب کرے گا ۲۔ جب دشمن مکروفریب کرے تب بھی اسے برائی کے قریب نہیں جانا چاہئے (بحار الانوار جلد ۱۱ ص ۲۶۶)۔

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی امامت

۱۴۸ھ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات ہوئی، اس وقت سے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام بذات خود فرائض امام کے ذمہ دار ہوئے اس وقت سلطنت عباسیہ کے تخت پر منصور دوانقی بادشاہ تھا یہ وہی ظالم بادشاہ تھا جس کے ہاتھوں لاتعداد سادات مظالم کا نشانہ بن چکے تھے تلوار کے گھاٹ اتارے گئے دیواروں میں چنوائے گئے یا قید رکھے گئے ،خود امام جعفر صادق علیہ السلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کی جا چکی تھیں اور مختلف

صورت سے تکلیفیں پہنچائی گئی تھی، یہاں تک کہ منصور ہی کا بھیجا ہوا زہر تھا جس سے آپ دنیا سے رخصت ہوئے تھے۔

ان حالات میں آپ کو اپنے جانشین کے متعلق یہ قطعی اندیشہ تھا کہ حکومت وقت اسے زندہ نہ رہنے دے گی اس لیے آپ نے آخری وقت اخلاقی بوجھ حکومت کے کندھوں پر رکھ دینے کے لیے یہ صورت اختیار فرمائی، کہ اپنی جائیداد اور گھر بار کے انتظامات کے لیے پانچ شخصوں کی ایک جماعت مقرر فرمائی جس میں پہلا شخص خود خلیفہ وقت منصور عباسی تھا، اس کے علاوہ محمد بن سلیمان حاکم مدینہ، اور عبداللہ افطح جو امام موسی کاظم کے سن میں بڑے بھائی تھے ، اور حضرت امام موسی کاظم اور ان کی والدہ معظّمہ حمیدہ خاتون۔

امام کا اندیشہ بالکل صحیح تھا، اور آپ کا تحفظ بھی کامیاب ثابت ہوا، چنانچہ جب حضرت کی وفات کی اطلاح منصور کو پہنچی تو اس نے پہلے تو سیاسی مصلحت سے اظہار رنج کیا، تین مرتبہ انا للہ وانا الیہ راجعون ، کہا اور کہا کہ اب بھلا جعفر کا مثل کون ہے؟ اس کے بعد حاکم مدینہ کو لکھا کہ اگر جعفر صادق نے کسی شخص کو اپنا وصی مقرر کیا ہو تو اس کا سر فوراً قلم کر دو، حاکم مدینہ نے جواب میں لکھا کہ انھوں نے تو پانچ وصی مقرر کئے ہیں جن میں سے پہلے آپ خود ہیں، یہ جواب سن کر منصور دیر تک خاموش رہا اور سوچنے کے بعد کہنے لگا کہ اس صورت میں تو یہ لوگ قتل نہیں کئے جاسکتے اس کے بعد دس برس منصور زندہ رہا، لیکن امام موسی کاظم علیہ السلام سے کوئی تعرض نہ کیا، اور آپ مذہبی فرائض امامت کی انجام دہی میں امن وسکون کے ساتھ مصروف رہے یہ بھی تھا کہ اس زمانہ میں منصور شہر بغداد کی تعمیر میں مصروف تھا جس سے ۱۵۷

ھ یعنی اپنی موت سے صرف ایک سال پہلے اسے فراغت ہوئی، اس لیے وہ امام موسی کاظم کے متعلق کسی ایذا رسانی کی طرف متوجہ نہیں ہوا لیکن اس عہد سے قبل وہ سادات کشی میں کمال دکھا چکا تھا۔

علامہ مقریزی لکھتے ہیں کہ منصور کے زمانے میں بے انتہا سادات شہید کئے گئے ہیں اور جو بچے ہیں وہ وطن چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں انہیں تارکین وطن میں ہاشم بن ابراہیم بن اسماعیل الدیباج بن ابراہیم عمر بن الحسن المثنی ابن امام حسن بھی تھے جنھوں نے ملتان کو علاقوں میں سے مقام "خان" میں سکونت اختیار کر لی تھی (النزاع والتخاصم ص ۷۴ طبع مصر)۔

۱۵۸ ھ کے آخر میں منصور دوانقی دنیا سے رخصت ہوا، اور اس کا بیٹا مہدی تخت سلطنت پر بیٹھا، شروع میں تو اس نے بھی امام موسی کاظم علیہ السلام کی عزت واحترام کے خلاف کوئی برتاؤ نہیں کیا مگر چند سال بعد پھر وہی بنی فاطمہ کی مخالفت کا جذبہ ابھرا اور ۱۶۴ ھ میں جب وہ حج کے نام سے حجاز کی طرف گیا تو امام موسی کاظم علیہ السلام کو اپنے ساتھ مکہ سے بغداد لے گیا اور قید کر دیا ایک سال تک حضرت اس کی قید میں رہے پھر اس کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور حضرت کو مدینہ کی طرف واپسی کا موقع دیا گیا۔

مہدی کے بعد اس کا بھائی ہادی ۱۶۹ ھ میں تخت سلطنت پر بیٹھا اور صرف ایک سال ایک ماہ تک اس نے سلطنت کی، اس کے بعد ہارون الرشید کا زمانہ آیا جس میں امام موسی کاظم علیہ السلام کو آزادی کی سانس لینا نصیب نہیں ہوئی (سوانح امام موسی کاظم ص ۵)۔

علامہ طبرسی تحریر فرماتے ہیں کہ جب آپ درجہ امامت پر فائز ہوئے اس وقت آپ کی عمر بیس سال کی تھی (اعلام الوری ص ۱۷۱)۔

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے بعض کرامات

واقعہ شقیق بلخی

علامہ محمد بن شافعی لکھتے ہیں کہ آپ کے کرامات ایسے ہیں کہ "تحار منہا العقول" ان کو دیکھ کر عقلیں چکرا جاتی ہیں، مثال کے لیے ملاحظہ ہو؟ ۱۴۹ھ میں شقیق بلخی حج کے لیے گئے ان کا بیان ہے کہ میں جب مقام قادسیہ میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک نہایت خوب صورت جوان جن کا رنگ سانولہ (گندم گوں) تھا وہ ایک عظیم مجمع میں تشریف فرما ہیں جسم ان کا ضعیف ہے وہ اپنے کپڑوں کے اوپر ایک کمبل ڈالے ہوئے ہیں اور پیروں میں جوتیاں پہنے ہوئے ہیں تھوڑی دیر بعد وہ مجمع سے ہٹ کر ایک علیحدہ مقام پر جا کر بیٹھ گئے، میں نے دل میں سوچا کہ یہ صوفی ہے اور لوگوں پر زادراہ کے لیے بار بننا چاہتا ہے، میں ابھی اس کی ایسی تنبیہ کروں گا کہ یہ بھی یاد رکھے گا، غرضیکہ میں ان کے قریب گیا جیسے ہی میں ان کے قریب پہنچا ہوں، وہ بولے اے شقیق بدگمانی مت کیا کرو یہ اچھا شیوہ نہیں ہے، اس کے بعد وہ فوراً اٹھ کر روانہ ہو گئے، میں نے خیال کیا کہ یہ معاملہ کیا ہے انہوں نے میرا نام لے کر مجھے مخاطب کیا اور میرے دل کی بات جان لی

اس واقعہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ ہونہ ہو یہ کوئی عبد صالح ہوں بس یہی سوچ کر میں ان کی تلاش میں نکلا اوران کا پیچھا کیا، خیال تھا کہ وہ مل جائیں گے تو میں ان سے کچھ سوالات کروں گا،لیکن نہ مل سکے،ان کے چلے جانے کے بعد ہم لوگ بھی روانہ ہوئے ، چلتے چلتے جب ہم "وادی فضہ" میں پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ وہی جوان صالح یہاں نماز میں مشغول ہیں اوران کے اعضاء وجوارح بید کی مانند کانپ رہے ہیں اوران کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں میں یہ سوچ کران کے قریب گیا کہ اب ان سے معافی طلب کروں گا جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو بولے اۓ شفیق خدا کا قول ہے کہ جو توبہ کرتا ہے میں اسے بخش دیتا ہوں اس کے بعد پھر روانہ ہوگئے اب میرے دل میں یہ یقین آیا کہ یقینا یہ بندہ عابد،کوئی ابدال ہے ،کیوں کہ دو بار یہ میرے ارادہ سے اپنی واقفیت ظاہر کرچکا ہے میں نے ہرچند پھران سے ملنے کی سعی کی لیکن وہ نہ مل سکے جب میں منزل زبالہ پر پہنچا تو دیکھا کہ وہی جوان ایک کنویں کی جگت پر بیٹھے ہوئے ہیں اس کے بعدانہوں نے ایک کوزہ نکال کرکنوئیں سے پانی لینا چاہا، ناگاہ ان کے ہاتھ سے کوزہ چھوٹ کرکنوئیں میں گرگیا، میں نے دیکھا کہ کوزہ گرنے کے بعدانہوں نے آسمان کی طرف منہ کرکے بارگاہ احدیت میں کہا: میرے پالنے والے جب میں پیاسا ہوتا ہوں تو ہی سیراب کرتا ہے اور جب بھوکا ہوتا ہوں تو ہی کھانا دیتا ہے خدایا!اس کوزہ کے علاوہ میرے پاس کوئی اور کوزہ نہیں ہے،میرے مالک! میرا کوزہ پرآب برآمد کردے،اس جوان صالح کا یہ کہنا تھا کہ کنوئیں کا پانی بلند ہوا اوراوپر تک آ گیا آپ نے ہاتھ بڑھا کر اپنا کوزہ پانی سے بھرا ہوا لے لیا اوروضوفرما کر چاررکعت نماز پڑھی، اس کے

بعد آپ نے ریت کی ایک مٹھی اٹھائی اور پانی میں ڈال کر کھانا شروع کر دیا یہ دیکھ کر میں عرض پرداز ہوا جناب والا! مجھے بھی کچھ عنایت ہو میں بھوکا ہوں آپ نے وہی کوزہ میرے حوالے کر دیا جس میں ریت بھری تھی خدا کی قسم جب میں نے اس میں سے کھایا تو اسے ایسا لذیذ ستو پایا جیسا میں نے کھایا ہی نہ تھا، پھر اس ستو میں ایک خاص بات یہ تھی کہ میں جب تک سفر میں رہا بھوکا نہیں ہوا اس کے بعد آپ نظروں سے غائب ہو گئے۔

جب میں مکہ معظّمہ میں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ ایک بالو (ریت) کے ٹیلے کے کنارے مشغول نماز ہیں اور حالت آپ کی یہ ہے کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور بدن پر خضوع وخشوع کے آثار نمایاں ہیں آپ نماز ہی میں مشغول تھے کہ صبح ہو گئی، آپ نے نماز صبح ادا فرمائی اور اس سے اٹھ کر طواف کا ارادہ کیا، پھر سات بار طواف کرنے کے بعد ایک مقام پر ٹھہرے میں نے دیکھا کہ آپ کے گرد بیشمار حضرات ہیں اور سب بے انتہا تعظیم وتکریم کر رہے ہیں، میں چونکہ ایک ہی سفر میں کرامات دیکھ چکا تھا اس لیے مجھے بہت زیادہ فکر تھی کہ یہ معلوم کروں کہ یہ بزرگ ہیں کون؟ انہوں نے کہا کہ یہ فرزند رسول حضرت امام موسیٰ کاظم ہیں، میں نے کہا بے شک یہ صاحب کرامات جو میں نے دیکھے وہ اسی گھرانے کے لیے سزاوار ہیں (مطالب السول ص ۲۷۹، نور الابصار ص ۱۳۵، شواہد النبوت ص ۱۹۳، صواعق محرقہ ص ۱۲۱، ارجح المطالب ص ۴۵۲)۔

مورخ ذاکر حسین لکھتے ہیں کہ شقیق ابن ابراہیم بلخی کا انتقال ۱۹۰ھ میں ہوا تھا (تاریخ اسلام جلد ا ص ۵۹)۔

امام شبلنجی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ عیسی مدائنی حج کے لیے گئے اور ایک سال مکہ میں رہنے کے بعد وہ مدینہ چلے گئے ان کا خیال تھا کہ وہاں بھی ایک سال گزاریں گے، مدینہ پہنچ کر انہوں نے جناب ابوذر کے مکان کے قریب ایک مکام میں قیام کیا۔

مدینہ میں ٹھہرنے کے بعد انہوں نے امام موسی کاظم علیہ السلام کے وہاں آنا جانا شروع کیا، مدائنی کا بیان ہے کہ ایک شب کو بارش ہورہی تھی اور میں اس وقت امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا، تھوڑی دیر کے بعد آپ نے فرمایا کہ اے عیسی تم فوراا پنے مکان چلے جاؤ کیونکہ "انہدم البیت علی متاعک" تمہارا مکان تمہارے اثاثہ پر گر گیا ہے اور لوگ سامان نکال رہے ہیں یہ سن کر میں فورا مکان کی طرف گیا، دیکھا کہ گھر گر چکا ہے اور لوگ سامان نکال رہے ہیں، دوسرے دن جب حاضر ہوا تو امام علیہ السلام نے پوچھا کہ کوئی چیز چوری تو نہیں ہوئی، میں نے عرض کی صرف ایک طشت نہیں ملتا جس میں وضو کیا کرتا تھا، آپ نے فرمایا وہ چوری نہیں ہوا، بلکہ انہدام مکان سے پہلے تم اسے بیت الخلاء میں رکھ کر بھول گئے ہو، تم جاؤ اور مالک کی لڑکی سے کہو، وہ لادے گی، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا اور طشت مل گیا (نورالابصار ص ۱۳۵)۔

علامہ جامی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک صحابی کے ہمراہ سو دینار حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی خدمت میں بطور نذر ارسال کیا وہ اسے لے کر مدینہ پہنچا، یہاں پہنچ کر اس نے سوچا کہ امام کے ہاتھوں میں اس جانا ہے لہذا پاک کر لینا چاہئے وہ کہتا ہے کہ میں نے ان ینا روں کو جو امانت تھے شمار کیا تو وہ ننا وے تھے میں نے ان میں اپنی طرف سے ایک

دینار شامل کر کے سو پورا کر دیا، جب میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا سب دینار زمین پر ڈال دو، میں نے تھیلی کھول کر سب زمین پر نکال دیا، آپ نے میرے بتائے بغیر اس میں سے میرا وہی دینار جو میں نے ملایا تھا مجھے دیدیا اور فرمایا بھیجنے والے نے عدد کا لحاظ نہیں کیا بلکہ وزن کا لحاظ کیا ہے جو ۹۹ میں پورا ہوتا ہے۔

ایک شخص کا کہنا ہے کہ مجھے علی بن یقطین نے ایک خط دے کر امام علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا، میں نے حضرت کی خدمت میں پہنچ کر ان کا خط دیا، انہوں نے اسے پڑھے بغیر آستین سے ایک خط نکال کر مجھے دیا اور کہا کہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے اس کا یہ جواب ہے (شواہد النبوت ص ۱۹۵)۔

ابوبصیر کا بیان ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام دل کی باتیں جانتے تھے اور ہر سوال کا جواب رکھتے تھے ہر جاندار کی زبان سے واقف تھے (روائح المصطفیٰ ص ۱۶۲)۔

ابوحمزہ بطائنی کا کہنا ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت کے ساتھ حج کو جا رہا تھا کہ راستہ میں ایک شیر برآمد ہوا، اس نے آپ کے کان میں کچھ کہا آپ نے اس کو اسی کی زبان میں جواب دیا اور وہ چلا گیا ہمارے سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ اس نے اپنی شیرنی کی ایک تکلیف کے لیے دعا کی خواہش کی، میں نے دعا کر دی اور وہ واپس چلا گیا (تذکرۃ المعصومین ص ۱۹۳)۔

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے اخلاق وعادات اوشمائل واوصاف

علامہ علی نقی لکھتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اس مقدس سلسلہ کی ایک فرد تھے جس کو خالق نے نوع انسانی کے لیے معیار کمال قرار دیا تھا اسی لیے ان میں سے ہر ایک اپنے وقت میں بہترین اخلاق واوصاف کا مرقع تھا، بے شک یہ حقیقت ہے کہ بعض افراد میں بعض صفات اتنے ممتاز نظر آتے ہیں کہ سب سے پہلے ان پر نظر پڑتی ہے چنانچہ ساتویں امام میں تحمل وبرداشت اورغصہ ضبط کرنے کی صفت اتنی نمایاں تھی کہ آپ کا لقب کاظم قرار دیا گیا جس کے معنی ہیں غصہ کو پینے والا، آپ کو کبھی کسی نے ترش روئی اور سختی کے ساتھ بات چیت کرتے نہیں دیکھا اورانتہائی ناگوار حالات میں بھی مسکراتے ہوئے نظر آئے مدینہ کے ایک حاکم سے آپ کو سخت تکلیفیں پہنچیں یہاں تک کہ وہ جناب امیر علیہ السلام کی شان میں بھی نازیبا الفاظ استعمال کیا کرتا تھا، مگر حضرت نے اپنے اصحاب کو ہمیشہ اس کے جواب دینے سے روکا۔

جب اصحاب نے اس کی گستاخیوں کی بہت شکایت کی اور کہا کہ اب ہمیں ضبط کی تاب نہیں ہمیں ان سے انتقام لینے کی اجازت دی جائے، تو حضرت نے فرمایا کہ میں خود اس کا تدارک کروں گا اس طرح ان کے جذبات میں سکون پیدا کرنے کے بعد حضرت خود اس شخص کے پاس اس کی زراعت پر تشریف لے گئے اور کچھ ایسا احسان اور حسن سلوک فرمایا کہ وہ اپنی گستاخیوں پر نادم ہوا، اور اپنے طرز عمل کو بدل دیا حضرت نے اپنے اصحاب سے صورت

حال بیان فرما کر پوچھا کہ جو میں نے اس کے ساتھ کیا وہ اچھا تھا یا جس طرح تم لوگ اس کے ساتھ کرنا چاہتے تھے سب نے کہا یقینا حضور نے جو طریقہ اختیار فرمایا وہی بہتر تھا اس طرح آپ نے اپنے جد بزرگوار حضرت امیر علیہ السلام کے اس ارشاد کو عمل میں لا کر دکھلایا جو آج تک "نہج البلاغہ" میں موجود ہے کہ اپنے دشمن پر احسان کے ساتھ فتح حاصل کرو کیونکہ یہ دو قسم کی فتح میں زیادہ پر لطف کامیابی ہے بے شک اس لیے فریق مخالف کے ظرف کا صحیح اندازہ ضروری ہے اور اسی لیے حضرت علی نے ان الفاظ کے ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ "خبردار! یہ عدم تشدد کا طریقہ نااہل کے ساتھ اختیار نہ کرنا ورنہ اس کے تشدد میں اضافہ ہو جائے گا۔

یقینا ایسے عدم تشدد کے موقع کو پہچاننے کے لیے ایسی ہی بالغ نگاہ کی ضرورت ہے جیسی امام کو حاصل تھی، مگر یہ اس وقت میں ہے جب مخالف کی طرف سے کوئی ایسا عمل ہو چکا ہو جو اس کے ساتھ انتقامی تشدد کا جواز پیدا کر سکے لیکن اگر اس کی طرف سے کوئی اقدام ابھی ایسا نہ ہوا ہو تو یہ حضرات بہر حال اس کے ساتھ احسان کرنا پسند کرتے تھے تا کہ اس کے خلاف حجت قائم ہو اور اسے ایسے جارحانہ اقدام کے لیے تلاش سے بھی کوئی عذر نہ مل سکے بالکل اسی طرح جیسے ابن ملجم کے ساتھ جو جناب امیر علیہ السلام کو شہید کرنے والا تھا آخر وقت تک جناب امیر علیہ السلام احسان فرماتے رہے اسی طرح محمد بن اسماعیل کے ساتھ جو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی جان لینے کا باعث ہوا، آپ احسان فرماتے رہے یہاں تک کہ اس سفر کے لیے جو اس نے مدینہ سے بغداد کی طرف خلیفہ بنی عباسی کے پاس امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شکایتیں کرنے کے لیے کیا تھا ساڑھے چار سو دینار اور پندرہ سو درہم کی رقم

خود حضرت ہی نے عطا فرمائی تھی جس کو وہ لے کر روانہ ہوا تھا۔

آپ کو زمانہ بہت ناساز گار ملا تھا نہ اس وقت وہ علمی دربار قائم رہ سکتا تھا جو امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ میں قائم رہ چکا تھا نہ دوسرے ذرائع سے تبلیغ و اشاعت ممکن تھی پس آپ کی خاموش سیرت ہی تھی جو دنیا کو آل محمد کی تعلیمات سے روشناس بنا سکتی تھی آپ اپنے مجمعوں میں بھی اکثر بالکل خاموش رہتے تھے یہاں تک کہ جب تک آپ سے کسی امر کے متعلق کوئی سوال نہ کیا جائے آپ گفتگو میں ابتداء بھی نہ فرماتے تھے، اس کے باوجود آپ کی علمی جلالت کا سکہ دوست اور دشمن سب کے دل پر قائم تھا اور آپ کی سیرت کی بلندی کو بھی سب مانتے تھے۔

اس لیے عام طور پر آپ کو اکثر عبادت اور شب زندہ داری کی وجہ سے عبد صالح کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا آپ کی سخاوت اور فیاضی کا بھی شہرہ تھا اور فقراء مدینہ کی اکثر پوشیدہ طور پر خبر گیری فرماتے تھے ہر نماز صبح کی تعقیبات کے بعد، آفتاب کے بلند ہونے کے بعد سے پیشانی سجدہ میں رکھ دیتے تھے اور زوال کے وقت سر اٹھاتے تھے قرآن مجید کی نہایت دلکش انداز میں تلاوت فرماتے تھے خود بھی روتے جاتے تھے اور پاس بیٹھنے والے بھی آپ کی آواز سے متاثر ہو کر روتے تھے (سوانح موسی کاظم ص ۸، اعلام الوری ۱۷۸)۔

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کا یہ طریقہ تھا کہ آپ فقیروں کو ڈھونڈا کرتے تھے اور جو فقیر آپ کو مل جاتا تھا اس کے گھر میں روپیہ پیسہ اشرفی اور کھانا پانی پہنچایا کرتے تھے اور یہ عمل آپ کا رات کے وقت ہوتا تھا اس طرح آپ فقراء مدینہ کے

بے شمار گھروں کا آذوقہ چلا رہے تھے اور لطف یہ ہے کہ ان لوگوں تک کو یہ پتہ نہ تھا کہ ہم تک سامان پہنچانے والا کون ؟ یہ رازاس وقت کھلا جب آپ دنیا سے رحلت فرما گئے (نورالابصار ص ۱۳۶ طبع مصر)۔

اسی کتاب کے صفحہ ۱۳۴ میں ہے کہ آپ ہمیشہ دن بھر روزہ رکھتے تھے اور رات بھر نمازیں پڑھا کرتے تھے علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ آپ بے انتہا عبادت وریاضت فرمایا کرتے تھے اور طاعت خدا میں اس درجہ شدت برداشت کرتے تھے جس کی کوئی حد نہ تھی۔

ایک دفعہ مسجد نبوی میں آپ کو دیکھا گیا کہ آپ سجدہ میں مناجات فرمارہے ہیں اور اس درجہ سجدہ کو طول دیا کہ صبح ہوگئی (وفیات الاعیان جلد ۲ ص ۱۳۱)۔

ایک شخص آپ کی برابر بلاوجہ برائیاں کرتا تھا جب آپ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے ایک ہزار دینار (اشرفی) اس کے گھر پر بطور انعام بھجوادیا (روائح المصطفی ص ۲۶۴) جس کے نتیجہ میں وہ اپنی حرکت سے باز آ گیا۔

خلیفہ ہارون الرشید عباسی اورحضرت امام موسی کاظم علیہ السلام

۱۵/ ربیع الاول ۱۷۰ھ کو مہدی کا بیٹا ابوجعفر ہارون الرشید عباسی خلیفہ وقت بنایا گیا اس نے اپنا وزیر اعظم یحی بن خالد برمکی کو بنایا اور امام ابوحنیفہ کے شاگرد ابو یوسف کو قاضی قضاۃ

کا درجہ دیا، بروایتے ذاہبی اس نے اگرچہ بعض اچھے کام بھی کئے ہیں لیکن لہوولعب اور حصول لذت ممنوعہ میں منفرد تھا، ابن خلدون کا کہنا ہے کہ یہ اپنے دادا منصور کے نقش قدم پر چلتا تھا فرق اتنا تھا کہ وہ بخیل تھا اور یہ سخی، یہ پہلا خلیفہ ہے جس نے راگ راگنی اور موسیقی کو شریف پیسہ قرار دیا تھا،اس کی پیشانی پر سادات کشی کا بھی نمایاں داغ ہے علم موسیقی کا ماہر ابواسحاق ابراہیم موصلی اس کا درباری تھا۔

حبیب السیر میں ہے کہ یہ پہلا اسلامی بادشاہ ہے جس نے میدان میں گیند بازی کی اورشطرنج کے کھیل کا شوق کیا احادیث میں ہے کہ شطرنج کھیلنا بہت بڑا گناہ ہے جامع الاخبار میں ہے کہ جب امام حسین کا سر دربار یزید میں پہنچا تھا تو وہ شطرنج کھیل رہا تھا تاریخ الخلفاء سیوطی میں ہے کہ ہارون رشید اپنے باپ کی مدخولہ لونڈی پر عاشق ہو گیا اس نے کہا میں تمہارے باپ کے پاس رہ چکی ہوں، تمہارے لیے حلال نہیں ہوں ہارون نے قاضی ابویوسف سے فتوی طلب کیا انہوں نے کہا آپ اس کی بات کیوں مانتے ہیں یہ جھوٹ بھی بول سکتی ہے اس فتوے کے سہارے سے اس نے اس کے ساتھ بدفعلی کی۔

علامہ سیوطی یہ بھی لکھتے ہیں کہ بادشاہ ہارون نے ایک لونڈی خرید کر اس کے ساتھ اسی رات بلا استبراء جماع کرنا چاہا، قاضی ابویوسف نے کہا کہ اسے اپنے کسی لڑکے کو ہبہ کر کے استعمال کر لیجئے علامہ سیوطی کا کہنا ہے کہ اس فتوی کی اجرت امام ابویوسف نے ایک لاکھ درہم لی تھی علامہ ابن خلکان کا کہنا ہے کہ ابوحنیفہ کے شاگردوں میں ابویوسف کی نظیر نہ تھی اگر یہ نہ ہوتے تو امام ابوحنیفہ کا ذکر بھی نہ ہوتا۔

تاریخ اسلام مسٹر ذاکر حسین میں بحوالہ صحاح الاخبار مرقوم ہے کہ ہارون الرشید کا درجہ سادات کشی میں منصور سے کم نہ تھا اس نے ۱۷۶ ھ میں حضرت نفس زکیہ علیہ الرحمۃ کے بھائی یحی کو دیوار میں زندہ چنوادیا تھا اسی نے امام موسی کاظم کو اس اندیشہ سے کہ کہیں یہ ولی اللہ میرے خلاف علم بغاوت بلند نہ کردیں اپنے ساتھ حجاز سے عراق میں لاکر قید کردیا اور ۱۸۳ ھ میں زہر سے ہلاک کردیا۔

علامہ مجلسی تحفۃ الزائر میں لکھتے ہیں کہ ہارون الرشید نے دوسری صدی ہجری میں امام حسین علیہ السلام کی قبر مطہر کی زمین جتوائی تھی اور قبر پر جو بیری کا درخت بطور نشان موجود تھا اسے کٹوا دیا تھا، جلاء العیون اور قمقام میں بحوالہ امالی شیخ طوسی مرقوم ہے کہ جب اس واقعہ کی اطلاع جریر ابن عبدالحمید کو ہوئی تو انہوں نے کہا کہ رسول خدا صلعم کی حدیث "لعن اللہ قاطع السدرۃ" بیری کے درخت کاٹنے والے پر خدا کی لعنت ہو، کا مطلب اب واضح ہوا (تصویر کربلا ص ۶۱ طبع دہلی ص ۱۳۴۸)۔

ہارون الرشید کا پہلا حج اور امام موسی کاظم علیہ السلام کی پہلی گرفتاری

مورخ ابوالفداء لکھتا ہے کہ عنان حکومت لینے کے بعد ہارون الرشید نے ۱۷۳ ھ میں پہلے پہل حج کیا علامہ ابن حجر مکی تحریر فرماتے ہیں کہ "جب ہارون الرشید حج کو آیا تو لوگوں نے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے بارے میں چغلی کھائی کہ ان کے پاس ہر طرف سے

مال چلا آتا ہے، اتفاق سے ایک روز ہارون رشید خانہ کعبہ کے نزدیک حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ملاقی ہوا اور کہنے لگا تم ہی ہو جن سے لوگ چھپ چھپ کر بیعت کرتے ہیں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم دلوں کے امام ہیں اور آپ جسموں کے، ہارون رشید نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے پوچھا کہ تم کس دلیل سے کہتے ہو کہ ہم رسول اللہ کی ذریت ہیں حالانکہ تم علی کی اولاد ہو اور ہر شخص اپنے دادا سے منتسب ہوتا ہے نانا سے منتسب نہیں ہوتا حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ خدائے کریم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے "ومن ذریتہٖ داؤد وسلیمان وایوب وزکریا ویحیٰ وعیسیٰ" اور ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ بے باپ کے پیدا ہوئے تھے تو جس طرح محض اپنی والدہ کی نسبت سے ذریت انبیاء میں ملحق ہوئے اسی طرح ہم بھی اپنی مادر گرامی حضرت فاطمہ کی نسبت سے جناب رسول خدا کی ذریت ٹھہرے، پھر فرمایا کہ جب آیہ مباہلہ نازل ہوئی تو مباہلہ کہ وقت پیغمبر نے سوا علی اور فاطمہ اور حسن وحسین کے کسی کو نہیں بلایا اور بفحوائے "ابنانا" حضرت حسن وحسین ہی رسول اللہ کے لیے بیٹے قرار پائے (صواعق محرقہ ص ۱۲۲، نور الابصار ص ۱۳۴، ارجح المطالب ص ۴۵۲)۔

علامہ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ ہارون رشید حج کرنے کے بعد مدینہ منورہ آیا اور زیارت کے لیے روضہ مقدسہ نبوی پر حاضر ہوا اس وقت اس کے گرد قریش اور دیگر قبائل عرب جمع تھے، نیز حضرت امام موسیٰ کاظم بھی ساتھ تھے ہارون رشید نے حاضرین پر اپنا فخر ظاہر کرنے کے لیے قبر مبارک کی طرف ہو کر کہا، سلام ہو آپ پر اے رسول اللہ، اے ابن عم (میرے

چچازاد بھائی) حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ سلام ہو، آپ پرائے میرے پدر بزرگوار! یہ سن کر ہارون کے چہرہ کا رنگ فق ہوگیا، اوراس نے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کو اپنے ہمراہ لے جا کر قید کر دیا (وفیات الاعیان جلد ۲ ص ۱۳۱ ، تاریخ احمدی ص ۳۴۹)۔

علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں آپ ہارون رشید کے قید خانہ میں تھے ہارون نے آپ کا امتحان کرنے کے لیے ایک نہایت حسین وجمیل لڑکی، آپ کی خدمت کرنے کے لیے قید خانہ میں بھیجدی حضرت نے جب اسے دیکھا تو لانے والے سے فرمایا کہ ہارون سے جا کر کہہ دینا کہ انہوں نے یہ ہدیہ واپس کیا ہے اور کہا ہے کہ "بل انتم بہدیتکم تفرحون" وہ عطائے تو بہ لقاء تو اس سے تم ہی خوشی حاصل کرو، اس نے ہارون سے واقعہ بیان کیا، ہارون نے کہا کہ اسے لے جا کر وہیں چھوڑ آؤ، اور ابن جعفر سے کہو کہ نہ میں نے تمہاری مرضی سے تمہیں قید کیا ہے اور نہ تمہاری مرضی سے تمہارے پاس یہ لونڈی بھیجی ہے، میں جو حکم دوں وہ کرنا ہوگا الغرض وہ لومڑی حضرت کے پاس چھوڑ دی گئی

چند دنوں کے بعد ہارون نے ایک شخص کو حکم دیا کہ جا کر پتہ لگائے کہ اس لونڈی کا کے ار ہا اس نے جو قید خانے میں جا کر دیکھا تو وہ حیران رہ گیا اور بھا گا ہوا ہارون کے پاس آ کر کہنے لگا کہ وہ لونڈی تو زمین پر سجدہ مےں پڑی ہوئی "سبّوح قدّوس" ۔ کہہ رہی ہے۔اور اس کا عجیب حال ہے۔ہارون نے حکم دیا کہ اسے اس کے سامنے پیش کیا جائے ، جب وہ آئی تو بالکل مبہوت تھی ، ہارون نے پوچھا کہ بات کیا ہے، اس نے کہا کہ جب میں حضرت کے

پاس گئی اور میں نے ان سے کہا کہ میں آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہوئی ہوں، تو آپ نے ایک طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ لوگ جب کہ میرے پاس موجود ہیں مجھے تیری کیا ضرورت ہے، میں نے جب اس سمت کو نظر کی تو دیکھا کہ جنّت آراستہ ہے، اور حور و غلماں موجود ہے ان کا حسن و جمال دیکھ کر میں سجدہ میں گر پڑی اور عبادت کرنے پر مجبور ہو گئی۔ اے بادشاہ میں نے وہ چیزیں کبھی نہیں دیکھیں جو قید خانہ میں میری نظر سے گزریں، بادشاہ نے کہا کہ کہیں تو نے سونے کی حالت میں خواب نہ دیکھا ہو، اس نے کہا اے بادشاہ ایسا نہیں ہے میں نے عالم بیداری میں بچشم خود سب کچھ دیکھا ہے یہ سن کر بادشاہ نے اس عورت کو کسی محفوظ مقام پر پہنچا دیا اور اس کے لیے حکم دیا گیا کہ اس کی نگرانی کی جائے تاکہ یہ کسی سے یہ واقعہ بیان نہ کرنے پائے، راوی کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد وہ تاحیات مشغول عبادت رہی اور جب کوئی اس کی نماز وغیرہ کے بارے میں کچھ کہتا تھا تو یہ جواب میں کہتی تھی کہ میں نے عبد صالح امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔

یہ پاکباز عورت حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات سے چند دنوں پہلے فوت ہو گئی (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۵ ص ۶۳)۔

قید خانہ سے آپ کی رہائی

آپ قید خانہ میں تکالیف سے دو چار تھے، اور ہر قسم کی سختیاں آپ پر کی جا رہی تھیں کہ ناگاہ بادشاہ نے ایک خواب دیکھا جس سے مجبور ہو کر اس نے آپ کو رہا کر دیا، علامہ ابن حجر مکی

بحوالہ علامہ مسعودی لکھتے ہیں کہ ایک شب کو ہارون رشید نے حضرت علی علیہ السلام کو خواب میں اس طرح دیکھا کہ وہ ایک تیشہ لیے ہوئے تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میرے فرزند کو رہا کردے ورنہ میں ابھی تجھے کیفر کردار تک پہنچادوں گا اس خواب کو دیکھتے ہی اس نے رہائی کا حکم دیا، اور کہا کہ اگر آپ یہاں رہنا چاہیں تو رہیئے اور مدینہ جانا چاہتے ہیں تو تشریف لے جایئے آپ کو اختیار ہے، علامہ مسعودی کا کہنا ہے کہ اسی شب کو حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے حضرت محمد مصطفی صلعم کو خواب میں دیکھا تھا (صواعق محرقہ ص ۱۲۲ طبع مصر، علامہ جامی لکھتے ہیں کہ مدینہ روانہ کرتے وقت ہارون نے آپ سے خروج کا شبہ ظاہر کیا آپ نے فرمایا کہ خروج وبغاوت میرے شایان شان نہیں ہے خدا کی قسم میں ایسا ہرگز نہیں کرسکتا (شواہد النبوت ص ۱۹۲)۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور علی بن یقطین بغدادی

قیدخانہ رشید سے چھوٹنے کے بعد حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام مدینہ منورہ پہنچے اور بدستور اپنے فرائض امامت کی ادائیگی میں مشغول ہوگئے، آپ چونکہ امام زمانہ تھے اس لیے آپ کو زمانہ کے تمام حوادث کی اطلاع تھی۔

ایک مرتبہ ہارون رشید نے علی بن یقطین بن موسیٰ کوفی بغدادی کہ جو کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے خاص ماننے والے تھے اور اپنی کارکردگی کی وجہ سے ہارون رشید کے مقربین میں سے تھے، بہت سی چیزیں دیں جن میں خلعت فاخرہ اور ایک بہت عمدہ قسم کا سیاہ زربفت

کا بنا ہوا چغہ تھا جس پر سونے کے تاروں سے پھول کڑھے ہوئے تھے اور جسے صرف خلفاء اور بادشاہ پہنا کرتے تھے علی ین یقطین نے از راہ تقرب وعقیدت اس سامان میں اور بہت سی چیزوں کا اضافہ کر کے حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی خدمت میں بھیج دیا آپ نے ان کا ہدیہ قبول کرلیا، لیکن اس میں سے اس لباس مخصوص کو واپس کر دیا جو زربفت کا بنا ہوا تھا اور فرمایا کہ اسے اپنے پاس رکھو، یہ تمہارے اس وقت کام آئے گا جب ”جان جوکھم“ میں پڑی ہوگی انہوں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ امام نہ جانے کس واقعہ کی طرف اشارہ فرمایا ہو اسے اپنے پاس رکھ لیا تھوڑے دنوں کے بعد ابن یقطین اپنے ایک غلام سے ناراض ہو گئے اور اسے اپنے گھر سے نکال دیا اس نے جا کر رشید خلیفہ سے ان کی چغلی کھائی اور کہا کہ آپ نے جس قدر خلعت وغیرہ انہیں دی ہے انہوں نے سب کا سب امام موسی کاظم علیہ السلام کو دیدیا ہے، اور چونکہ وہ شیعہ ہیں، اس لیے امام کو بہت مانتے ہیں، بادشاہ نے جونہی یہ بات سنی، وہ آگ بگولہ ہو گیا اور اس نے فوراسپاہیوں کو حکم دیا کہ علی بن یقطین کو اسی حالت میں گرفتار کر لائیں جس حال میں ہو ہوں ،الغرض ابن یقطین لائے گئے ،بادشاہ نے پوچھا میرا دیا ہوا چغہ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا بادشاہ میرے پاس ہے اس نے کہا میں دیکھنا چاہتا ہوں اور سنو! اگر تم اس وقت اسے نہ دیکھا سکے تو میں تمہاری گردن ماردوں گا، انہوں نے کہا بادشاہ میں ابھی پیش کرتا ہوں، یہ کہہ کر انہوں نے ایک شخص سے کہا کہ میرے مکان میں جا کر میرے فلاں کمرہ سے میرا صندوق اٹھالا، جب وہ بتایا ہوا صندوق لے آیا تو آپ نے اس کی مہر توڑی اور چغا نکال کر اس کے سامنے رکھ دیا، جب بادشاہ نے اپنی

آنکھوں سے جبہ دیکھ لیا، تو اس کا غصہ ٹھنڈا ہوا، اور خوش ہو کر کہنے لگا، کہ اب میں تمہارے بارے میں کسی کی کوئی بات نہ مانوں گا (شواہد النبوت ص ۱۹۴)۔

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ پھر اس کے بعد رشید نے اور بہت سا عطیہ دے کر انہیں عزت و احترام کے ساتھ واپس کر دیا اور حکم دیا کہ چغلی کرنے والے کو ایک ہزار کوڑے لگائے جائیں چنانچہ جلادوں نے مارنا شروع کیا اور وہ پانچ سو کوڑے کھا کر مر گیا (بحار الانوار ص ۱۳۰)۔

علی ابن یقطین کو الٹا وضو کرنے کا حکم

علامہ طبرسی اور علامہ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ علی بن یقطین نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو ایک خط لکھا جس میں تحریر کیا کہ "ہمارے درمیان" اس امر میں بحث ہو رہی ہے کہ آیا مسح کعب سے اصابع (انگلیوں) تک ہونا چاہئے یا انگلیوں سے کعب تک حضور اس کی وضاحت فرمائیں، حضرت نے اس خط کا ایک عجیب و غریب جواب تحریر فرمایا آپ نے لکھا کہ میرا خط پاتے ہی تم اس طرح وضو شروع کرو کہ تین مرتبہ کلی کرو، تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالو، تین مرتبہ منہ دھوؤ، اپنی ڈاڑھی کو اچھی طرح بھگوؤ، سارے سر کا مسح کرو، اندر باہر کانوں کا مسح کرو، تین مرتبہ پاؤں دھوؤ اور دیکھو میرے اس حکم کے خلاف ہرگز ہرگز نہ کرنا۔

علی بن یقطین نے جب اس خط کو پڑھا، حیران رہ گئے لیکن یہ سمجھتے ہوئے کہ "مولائی اعلم بما قال" آپ نے جو کچھ حکم دیا ہے اس کی گہرائی اور اس کی وجہ کا اچھی طرح آپ کو علم ہوگا اس پر عمل کرنا شروع کر دیا۔

راوی کا بیان ہے کہ علی بن یقطین کی مخالفت برابر دربار میں ہوا کرتی تھی اور لوگ بادشاہ سے کہا کرتے تھے کہ یہ شیعہ ہے اور تمہارے مخالف ہے ایک دن بادشاہ نے اپنے بعض مشیروں سے کہا کہ علی بن یقطین کی شکایات بہت ہو چکی ہیں، اب میں خود چھپ کر دیکھوں گا اور یہ معلوم کروں گا کہ وضو کیونکہ کرتے اور نماز کیسے پڑھتے ہیں، چنانچہ اس نے چھپ کر آپ کے حجرہ میں نظر ڈالی تو دیکھا کہ وہ اہل سنت کے اصول اور طریقے پر وضو کر رہے ہیں یہ دیکھ کر وہ ان سے مطمئن ہو گیا اور اس کے بعد سے پھر کسی کے کہنے کو باور نہیں کیا۔

اس واقعہ کے فورا بعد امام موسی کاظم علیہ السلام کا خط علی بن یقطین کے پاس پہنچا جس میں مرقوم تھا کہ خدشہ دور ہو گیا" توضاء کما امرک اللہ" اب تم اسی طرح وضو کرو، جس طرح خدا نے حکم دیا ہے یعنی اب الٹا وضو نہ کرنا، بلکہ سیدھا اور صحیح وضو کرنا اور تمہارے سوال کا جواب یہ ہے کہ انگلیوں کے سرے سے کعبین تک پاؤں کا مسح ہونا چاہیئے (اعلام الوری ص ۱۷۰ ،مناقب جلد ۵ ص ۵۸)۔

وزیر اعظم علی بن یقطین کو امام موسی کاظم کی فہمایش

علامہ حسین بن عبدالوہاب تحریر فرماتے ہیں کہ " محمد بن علی صوفی کا بیان ہے کہ ابراہیم جمال (جو امام موسی کاظم کے صحابی تھے) نے ایک دن ابوالحسن علی بن یقطین سے ملاقات کے لیے وقت چاہا انہوں نے وقت نہ دیا، اسی سال وہ حج کے لیے گئے اور حضرت امام موسی

کاظم علیہ السلام بھی تشریف لے گئے ابن یقطین حضرت سے ملنے کے لیے گئے انہوں نے ملنے سے انکار کر دیا، ابن یقطین کو بڑا تعجب ہوا، راستے میں ملاقات ہوئی تو حضرت نے فرمایا کہ تم نے ابراہیم سے ملاقات کرنے سے انکار کیا تھا اس لیے میں بھی تم سے نہیں ملا اور اس وقت تک نہ ملوں گا جب تک تم ان س معافی نہ مانگو گے اور انہیں راضی نہ کرو گے ،ابن یقطین نے عرض کی مولا میں مدینہ میں ہوں اور وہ کوفہ میں ہیں، فوری ملاقات کیسے ہوسکتی ہے، فرمایا تم تنہا بقیع میں جاؤ، ایک اونٹ تیار ملے گا اور اونٹ پر سوار ہو کر کوفہ کے لیے روانہ ہو چشم زدن میں وہاں پہنچ جاؤ گے چنانچہ وہ گئے اور اونٹ پر سوار ہو کر کوفہ پہنچے، ابراہیم کے دروازہ پردق الباب کیا آواز آئی کون ہے؟ کہا میں ابن یقطین ہوں ، انہوں نے کہا، تمہارا میرے دروازہ پر کیا کام ہے؟ ابن یقطین نے جواب دیا، سخت مصیبت میں مبتلا ہوں، خدا کے لیے ملنے کا وقت دو، چنانچہ انہوں نے اجازت دی، ابن یقطین نے قدموں پر سر رکھ کر معافی مانگی اور سارا واقعہ کہہ سنایا ابراہیم نے معافی دی پھر اسی اونٹ پر سوار ہو کر چشم زدن میں مدینہ پہنچے اور امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، امام نے بھی معاف کر دیا اور ملاقات کا وقت دے کر گفتگو فرمائی (عیون المعجزات ص ۱۲۳ طبع ملتان)۔

امام موسی کاظم اور فدک کے حدود اربعہ

علامہ یوسف بغدادی سبط ابن جوزی حنفی تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن ہارون الرشید نے

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کہا کہ آپ فدک لینا چاہیں تو میں دیدوں، آپ نے فرمایا کہ میں جب اس کے حدود بتاؤں گا تو تو اسے دینے پر راضی نہ ہوگا اور میں اسی وقت لے سکتا ہوں جب اس کے پورے حدود دیئے جائیں، اس نے پوچھا اس کے حدود کیا ہیں فرمایا پہلی حد، عدن ہے دوسری سمرقند ہے تیسری حد افریقہ ہے چوتھی حد سیف البحر ہے جو خزر اور آرمینیہ کے قریب ہے یہ سن کر ہارون رشید آگ بگولہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ پھر ہمارے لیے کیا رہا؟ حضرت نے فرمایا کہ اسی لیے تو میں نے لینے سے انکار کیا تھا اس واقعہ کے بعد ہی سے ہارون رشید حضرت کے درپئے قتل ہو گیا (خواص الامۃ علامہ سبط ابن جوزی ص ۴۱۶)۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی دوبارہ گرفتاری

علامہ ابن شہر آشوب، علامہ طبرسی، علامہ اربلی، علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ ۱۷۰۔۱۶۹ھ میں ہادی کے بعد ہارون تخت خلافت پر بیٹھا، سلطنت عباسیہ کے قدیم روایات جو سادات بنی فاطمہ کی مخالفت میں تھے اس کے پیش نظر تھے، خود اس کے باپ منصور کا رویہ جو امام صادق علیہ السلام کے خلاف تھا، اسے معلوم تھا، اس کا یہ ارادہ کے جعفر صادق کے جانشین کو قتل کر ڈالا جائے، یقیناً اس کے بیٹے ہاؤوں کو معلوم ہو چکا ہوگا، وہ تو امام جعفر صادق علیہ السلام کی حکیمانہ وصیت کا اخلاقی دباؤ تھا جس نے منصور کے ہاتھ باندھ دئے تھے اور پھر شہر بغداد کی تعمیر کی مصروفیت تھی جس نے اسے اس جانب متوجہ نہ ہونے دیا تھا، اب ہارون کے لیے

سب سے پہلے یہی تصور پیدا ہوسکتا تھا کہ اس روحانیت کے مرکز کو جو مدینہ کے محلہ بنی ہاشم میں قائم ہے توڑنے کی کوشش کی جائے، مگر ایک طرف امام موسی کاظم علیہ السلام کا محتاط اور خاموش طرز عمل اور دوسری طرف سلطنت کی اندرونی مشکلات ان کی وجہ سے نو برس تک ہارون رشید کو بھی کسی کھلے ہوئے تشدد کا امام کے خلاف موقع نہ ملا۔

اسی دوران میں عبداللہ ابن حسن کے فرزند یحی کا واقعہ درپیش ہوا اور وہ امان دیئے جانے کے بعد تمام عہد و پیمان توڑ کر دردناک طریقے پر قید رکھے گئے اور پھر قتل کئے گئے باوجودیکہ یحی کے معاملات سے امام موسی کاظم علیہ السلام کو کسی طرح کا سروکار نہ تھا، بلکہ واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ان کو حکومت کی مخالفت سے منع فرماتے تھے مگر عداوت بنی فاطمہ کا جذبہ جو یحی بن عبداللہ کی مخالفت کے بہانے سے ابھر گیا تھا، اس کی زد سے امام موسی کاظم علیہ السلام بھی محفوظ نہ رہ سکے، ادھر یحی بن خالد برمکی نے جو وزیر اعظم تھا، امین (فرزند ہارون رشید) کے اتالیق جعفر بن محمد اشعث کی رقابت میں اس کے خلاف یہ الزام قائم کیا کہ یہ امام موسی کاظم علیہ السلام کے شیعوں میں سے ہے اور ان کے اقتدار کا خواہاں ہے۔

براہ راست اس کا مقصد ہارون کو جعفر سے برگشتہ کرنا تھا، لیکن بالواسطہ اس کا تعلق حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے ساتھ بھی تھا اس لئے ہارون کو حضرت کی ضرر رسانی کی فکر پیدا ہوگئی اسی دوران میں یہ واقعہ ہوا کہ ہارون رشید حج کے ارادہ سے مکہ معظّمہ میں آیا اتفاق سے اسی سال حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام بھی حج کو تشریف لائے ہوئے تھے

ہارون نے اپنی آنکھوں سے اس عظمت ومرجعیت کا مشاہدہ کیا جو مسلمانوں میں امام موسی کاظم کے متعلق پائی جاتی تھی اس سے اس کے حسد کی آگ بھڑک اٹھی اس کے بعد اس میں محمد بن اسماعیل کی مخالفت نے اور اضافہ کر دیا۔

واقعہ یہ ہے کہ اسماعیل، امام جعفر صادق علیہ السلام کے بڑے فرزند تھے اور اس لیے ان کی زندگی میں عام طور پر لوگوں کا خیال یہ تھا، کہ وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے قائم مقام ہوں گے مگر ان کا انتقال امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں ہو گیا اور لوگوں کا یہ خیال غلط ثابت ہوا، پھر بھی بعض سادہ لوح اس اصحاب اس خیال پر رہے کہ جانشینی کا حق اسماعیل اور اولاد اسماعیل میں منحصر ہے انہوں نے امام موسی کاظم علیہ السلام کی امامت کو تسلیم نہیں کیا چنانچہ اسماعیلیہ فرقہ بن گیا مختصر تعداد میں صحیح اب بھی دنیا میں موجود ہے محمد ان ہی اسماعیل کے فرزند تھے اور اس لیے امام موسی کاظم علیہ السلام سے ایک طرح کی مخالفت پہلے سے رکھتے تھے مگر چونکہ ان کے ماننے والوں کی تعداد بہت کم تھی اور وہ افراد کوئی نمایاں حیثیت نہ رکھتے تھے اس لیے ظاہری طور پر امام موسی کاظم کے یہاں آمدورفت رکھتے تھے اور ظاہری طور پر قرابت داری کے تعلقات قائم کئے ہوئے تھے۔

ہارون رشید نے امام موسی کاظم علیہ السلام کی مخالفت کی صورتوں پر غور کرتے ہوئے یحی برمکی سے مشورہ لیا، کہ میں چاہتا ہوں کہ اولاد ابوطالب میں سے کسی کو بلا کر اس سے موسی بن جعفر کے پورے حالات دریافت کروں یحی جو خود بھی عداوت بنی فاطمہ میں ہارون سے کم نہ تھا اس نے محمد بن اسماعیل کا پتہ دیا، کہ آپ ان کو بلا کر دریافت کریں، تو صحیح حالات معلوم

ہوسکیں گے، چنانچہ اسی وقت محمد بن اسماعیل کے نام خط لکھا گیا۔

شہنشاہ وقت کا خط جو محمد بن اسماعیل کو پہنچا تو اس نے اپنی دنیاوی کامیابی کا بہترین ذریعہ سمجھ کرفورا بغداد جانے کا ارادہ کرلیا مگران دنوں ہاتھ بالکل خالی تھا، اتنا روپیہ پاس موجود نہ تھا کہ سامان سفر کرتے، مجبورا اسی ڈیوڑھی پرآنا پڑا جہاں کرم وعطاء میں دوست اور دشمن کی تفریق نہ تھی امام موسی کاظم علیہ السلام کے پاس آکر بغداد جانے کا ارادہ ظاہر کیا حضرت خوب سمجھتے تھے کہ اس بغداد کے سفر کا پس منظر اور اس کی بنیاد کیا ہے حجت تمام کرنے کی غرض سے آپ نے سفر کا سبب دریافت کیا انہوں نے اپنی پریشان حالی بیان کرتے ہوئے کہا قرضدار بہت ہو گیا ہوں، خیال کرتا ہوں کہ شاید وہاں جا کر کوئی صورت بسر اوقات کی نکلے اور میرا قرضہ ادا ہو جائے حضرت نے فرمایا، وہاں جانے کی ضرروت نہیں ہے میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارا تمام قرضہ ادا کردوں گا اور جہاں تک ہوگا تمہارے ضروریات زندگی بھی پورے کرتا رہوں گا۔

افسوس ہے کہ محمد نے اس کے بعد بھی بغداد جانے کا ارادہ نہیں بدلا چلتے وقت حضرت سے رخصت ہونے لگے تو عرض کیا کہ مجھے وہاں کے متعلق کچھ ہدایت فرمائی جائے، حضرت نے اس کا کچھ جواب نہ دیا جب انہوں نے کئی مرتبہ اصرار کیا تو حضرت نے فرمایا کہ "بس اتنا خیال رکھنا کہ میرے خون میں شریک نہ ہونا، اور میرے بچوں کی یتیمی کا باعث نہ بننا" محمد نے اس کے بعد بہت کہا کہ یہ بھلا کونسی بات ہے جو مجھ سے کہی جاتی ہے کچھ اور ہدایت فرمایئے حضرت نے اس کے علاوہ کچھ کہنے سے انکار کیا، جب وہ چلنے لگا تو حضرت نے

ساڑھے چارسو دیناراور پندرہ سو درہم انہیں مصارف سفر کے لیے عطا فرمائے نتیجہ وہی ہوا، جو حضرت کے پیش نظر تھا، محمد بن اسماعیل بغداد پہنچے اور وزیر اعظم برمکی کے مہمان ہوئے اس کے بعد یحی کے ساتھ ہارون کے دربار میں پہنچے، مصلحت وقت کی بنا پر بہت تعظیم وتکریم کی گئی ، اثناء گفتگو میں ہارون نے مدینہ کے حالات دریافت کئے محمد نے انتہائی غلط بیانیوں کے ساتھ وہاں کے حالات کا تذکرہ کیا اور یہ بھی کہا کہ "میں نے آج تک نہیں دیکھا اور نہ سنا کہ ایک ملک میں دو بادشاہ ہوں"۔

اس نے کہا: کہ اس کا مطلب؟ محمد نے کہا کہ بالکل اسی طرح جیسے آپ بغداد میں سلطنت کررہے ہیں، موسی کاظم مدینہ میں اپنی سلطنت قائم کئے ہوئے ہیں، اطراف ملک سے ان کے پاس خراج پہنچتا ہے اور وہ آپ کے مقابلہ کے دعوے دار ہیں انہوں نے تیس ہزار اشرفی کی ایک زمین خریدی ہے جس کا نام "سیریہ" (شبلنجی) یہی وہ باتیں تھیں جن کے کہنے کے لیے یحی برمکی نے محمد کو منتخب کیا تھا، ہارون کا غیظ وغضب انتہائی اشتغال کے درجہ تک پہنچ گیا اس نے محمد کو دس ہزار دینار عطا کر کے رخصت کیا خدا کا کرنا یہ کہ محمد کو اس رقم سے فائدہ اٹھانے کا ایک دن بھی موقع نہیں ملا، اسی شب کو ان کے حلق میں درد پیدا ہوا، غالبا "خناق" ہوگیا اور صبح ہوتے ہوتے وہ دنیا سے رخصت ہوگئے ہارون کو یہ خبر پہنچی تو اس نے اشرفیوں کے توڑے واپس منگوا لیے، مگر محمد کی باتوں کا اثر اس کے دل پر ایسا جم گیا تھا کہ اس نے یہ طے کر لیا کہ امام موسی کاظم کا نام صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے۔

چنانچہ ۱۷۹ھ میں پھر ہارون رشید نے مکہ کا سفر کیا اور وہاں سے مدینہ منورہ گیا، دو ایک روز

قیام کے بعد کچھ لوگ امام موسی کاظم علیہ السلام کو گرفتار کرنے کے لیے روانہ کیے جب یہ لوگ امام کے مکان پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ حضرت روضہ رسول اللہ پر ہیں ان لوگوں نے روضہ رسول کی عزت کا بھی خیال نہ کیا حضرت اس وقت قبر رسول کے نزدیک نماز میں مشغول تھے بے رحم دشمنوں نے آپ کو نماز کی حالت میں قید کرلیا، اور ہارون کے پاس لے گئے مدینہ رسول کے رہنے والوں میں بے حسی اس کے پہلے بھی بہت دفعہ دیکھی جا چکی تھی یہ بھی اس کی ایک مثال تھی کہ رسول کا فرزند روضہ رسول سے اس طرح گرفتار کرکے لے جایا جارہا تھا مگر نام ونہاد مسلمانوں میں ایک بھی ایسا نہ تھا جو کسی طرح کی آواز احتجاج بلند کرتا، یہ ۲۰ /شوال ۱۷۹ھ کا واقعہ ہے۔

ہارون نے اس اندیشہ سے کہ کوئی جماعت امام موسی کاظم کو رہا کرانے کی کوشش نہ کرے، دو محملیں تیار کرائیں ایک میں امام موسی کاظم کو سوار کرایا اور اس کی ایک بہت بڑی فوجی جمعیت کے حلقہ میں بصرہ روانہ کیا اور دوسری محمل جو خالی تھی اسے بھی اتنی ہی جمعیت کی حفاظت میں بغداد روانہ کیا مقصد یہ تھا کہ آپ کے محل قیام اور قید کی جگہ کو بھی مشکوک بنادیا جائے یہ نہایت حسرتناک واقعہ تھا کہ امام کے اہل حرم اور بچے وقت رخصت آپ کو دیکھ بھی نہ سکے اور اچانک محل سرا میں صرف یہ اطلاع پہنچ سکی کہ حضرت سلطنت وقت کی طرف سے قید کرلیے گئے اس سے بیویوں اور بچوں میں کہرام برپا ہوگیا اور یقینا امام کے دل پر بھی اس کا صدمہ ہوسکتا ہے وہ ظاہر ہے مگر آپ کے ضبط وصبر کی طاقت کے سامنے ہر مشکل آسان تھی۔

معلوم نہیں کتنے ہیر پھیر سے راستہ طے کیا گیا تھا کہ پورے ایک مہینہ سترہ روز کے بعد ۷/ ذی الحجہ کو آپ بصرہ پہنچائے گئے ایک سال تک آپ بصرہ میں قید رہے یہاں کا حاکم ہارون کا چچازاد بھائی عیسی بن جعفر تھا، شروع میں تو اسے صرف بادشاہ کے حکم کی تعمیل مدنظر تھی، بعد میں اس نے غور کرنا شروع کیا کہ آخر ان کے قید کئے جانے کا سبب کیا ہے؟ اس سلسلہ میں اس کو امام علیہ السلام کے حالات اور سیرت زندگی اور اخلاق واوصاف کی جستجو کا موقع بھی ملا، اور جتنا اس نے امام کی سیرت کا مطالعہ کیا اتنا اس کے دل پر آپ کی بلندی اخلاق اور حسن کردار کا اثر قائم ہوتا گیا اپنے ان اثرات سے اس نے ہارون کو مطلع بھی کر دیا، ہارون پر اس کا الٹا اثر ہوا کہ عیسی کے متعلق بدگمانی پیدا ہوگئی اس لیے اس نے امام موسی کاظم علیہ السلام کو بغداد میں بلا بھیجا اور فضل بن ربیع کی حراست میں دیدیا اور پھر فضل کا رجحان شیعیت کی طرف محسوس کر کے یحی برمکی کو اس کے لیے مقرر کیا معلوم ہوتا ہے کہ امام موسی کاظم علیہ السلام کے اخلاق واوصاف کی کشش ہر ایک پر اثر ڈالتی تھی اس لیے ظالم بادشاہ کو نگرانوں کی تبدیلی کی ضرورت پڑتی تھی سب سے آخر میں امام علیہ السلام "سندی بن شاہک" کے قید خانہ میں رکھے گئے یہ بہت ہی بے رحم اور سخت دل تھا ملاحظہ ہو (مناقب جلد ۵ ص ۶۸، اعلام الوری ص ۱۸۰، کشف الغمہ ص ۱۰۸، نور الابصار ص ۱۳۶، سوانح امام موسی کاظم ص ۱۵)۔

امام علیہ السلام کا قیدخانہ میں امتحان اور علم غیب کا مظاہرہ

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں آپ ہارون رشید کے قیدخانہ کی سختیاں برداشت فرما رہے تھے امام ابوحنیفہ کے شاگرد رشید ابویوسف اور محمد بن حسن ایک شب قیدخانہ میں اس لیے گئے کہ آپ کے بحر علم کی تھاہ معلوم کریں اور دیکھیں کہ آپ علم کے کتنے پانی میں ہیں وہاں پہنچ کر ان لوگوں نے سلام کیا، امام علیہ السلام نے جواب سلام عنایت فرمایا، ابھی یہ حضرات کچھ پوچھنے نہ پائے تھے کہ ایک ملازم ڈیوٹی ختم کر کے گھر جاتے ہوئے آپ کی خدمت میں عرض پرداز ہوا کہ میں کل واپس آؤں گا اگر کچھ منگانا ہو تو مجھ سے فرما دیجیے میں لیتا آؤں گا آپ نے ارشاد فرمایا مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں، جب وہ چلا گیا تو آپ نے ابویوسف وغیرہ سے کہا کہ یہ بیچارہ مجھ سے کہتا ہے کہ میں اس سے اپنی حاجت بیان کروں تاکہ یہ کل اس کی تکمیل و تعمیل کر دے لیکن اسے خبر نہیں، کہ یہ آج رات کو وفات پا جائے گا، ان حضرات نے جو یہ سنا تو سوال و جواب کئے بغیر ہی واپس چلے آئے اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم ان سے حلال و حرام، واجب و سنت کے متعلق سوالات کرنا چاہتا تھے "فاخذ یتکلم معنا علم الغیب" مگر یہ تو ہم سے علم غیب کی باتیں کر رہے تھے اس کے بعد ان دونوں حضرات نے اس ملازم کے حالات کا پتہ لگایا، تو معلوم ہوا کہ وہ ناگہانی طور پر رات ہی میں وفات کر گیا یہ معلوم کر کے یہ حضرات سخت متعجب ہوئے (نورالابصار ص ۱۴۶)۔

علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد یہ حضرات پھر امام علیہ السلام کی خدمت میں

حاضر ہو کر عرض پرداز ہوئے کہ ہمیں معلوم تھا کہ آپ کو صرف علم حلال وحرام ہی میں مہارت حاصل ہے لیکن قید خانہ کے ملازم نے واضح کر دیا، کہ آپ علم المنایا اور علم غیب بھی جانتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ علم ہمارے لیے مخصوص ہے اس کی تعلیم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کو دی تھی، اوران سے یہ علم ہم تک پہنچا ہے۔

حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی شہادت

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ جب ہارون رشیدن بصرہ میں ایک سال قید رکھنے کے بعد عیسی ابن جعفر والی بصرہ کو لکھا کہ موسی بن جعفر (امام موسی کاظم) کو قتل کر کے بادشاہ کو ان کے وجود سے سکون دے دیے تو اس نے اپنے ہمدردوں سے مشورہ کے بعد ہارون رشید کو لکھا کہ اے بادشاہ امام موسی کاظم علیہ السلام میں میں نے اس ایک سال کے اندر کوئی برائی نہیں دیکھی یہ شب وروز نماز روزہ میں مصروف ومشغول رہتے ہیں عوام اور حکومت کے لیے دعائے خیر کیا کرتے ہیں اور ملک کی فلاح و بہبود کے خواہشمند ہیں بھلا مجھ سے کیونکر ہوسکتا ہے کہ میں انہیں قتل کر کے اپنی عاقبت بگاڑوں۔

"اے بادشاہ! میں ان کے قتل کرنے میں اپنے انجام اور اپنی عاقبت کی تباہی دیکھ رہا ہوں اور سخت حرج محسوس کرتا ہوں، لہذا تو مجھے اس گناہ عظیم کے ارتکاب سے معاف کر بلکہ مجھے حکم دیدے کہ میں انہیں قید مشقت سے رہا کردوں اس خط کے پانے کے بعد ہارون رشید نے اخر میں یہ کام سندی بن شاہک کے حوالہ کیا اوراسی سے آپ

کوز ہردلوا کرشہید کرادیا زہر کھانے کے بعد آپ تین روز تک تڑپتے رہے، یہاں تک کہ وفات پا گئے (نورالابصار ص ۱۳۷)۔

علامہ جامی لکھتے ہیں کہ زہر کھاتے ہی آپ نے فرمایا کہ آج مجھے زہر دیا گیا ہے کل میرا بدن زرد ہو جائے گا اور تیسرے سیاہ ہوگا اور اسی دن میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا چنانچہ ایسا ہی ہوا (شواہد النبوت ص ۱۹۳)۔

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ ہارون رشید نے آپ کو بغداد میں قید کر دیا "فلم یخرج من حبسہ الا میتا مقیدا" اور تاحیات قید رکھا آپ کی وفات کے بعد وفات کے بعد ہتھکڑی اور بیڑی کٹوائی گئی آپ کی وفات ہارون رشید کے زہر سے ہوئی جو اس نے ابن شاہک کے ذریعہ سے دلوایا تھا جب آپ کو کھانے یا خرمہ میں زہر دیا گیا تو آپ تین روز تک تڑپتے رہے یہاں تک کہ انتقال ہو گیا (صواعق محرقہ ۱۳۲، ارجح المطالب ص ۴۵۴)

علامہ ابن الساعی علی بن انجب بغدادی لکھتے ہیں کہ آپ کو زہر سے انتہائی مظلومی کی حالت میں شہید کر دیا گیا (اخبار الخلفاء) علامہ ابوالفداء لکھتے ہیں کہ قید خانہ رشید میں آپ نے وفات پائی (ابوالفداء جلد ۲ ص ۱۵۱)، علامہ دیار بکری لکھتے ہیں کہ آپ کو ہارون رشید کے حکم سے یحی بن خالد برمکی

وزیر اعظم نے خرمہ میں زہر دے کر شہید کر دیا (تاریخ خمیس جلد ۲ ص ۳۲۰)۔

علامہ جامی لکھتے ہیں کہ آپ کو ہارون رشید نے بغداد میں لا کر تا عمر قید رکھا آخر میں اپنے وزیر اعظم یحی برمکی کے ذریعہ سے قید خانہ میں زہر دلوایا اور آپ وفات پا گئے

(شواہدالنبوت ص ۱۹۳)۔

علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ آپ کو کئی مرتبہ زہر دیا گیا لیکن آپ ہر بار محفوظ رہے ایک مرتبہ آپ نے وہ خرمہ اٹھا کر جس میں زہر تھا زمین پر پھینک دیا جسے ہارون کے کتے نے کھالیا اور وہ مرگیا کتے کے مرنے کی خبر سے ہارون رشید کو شدید رنج ہوا اور اس نے خادم سے سخت باز پرس کی (جلاء العیون ص ۲۷۶)۔

تعداد اولاد

صواعق محرقہ میں ہے کہ آپ کے ۳۷ اولاد تھی

حضرت امام علی رضا علیہ السلام

ولادت باسعادت

علماء ومورخین کا بیان ہے کہ آپ بتاریخ ۱۱ / ذی قعدہ ۱۵۳ ھ یوم پنجشنبہ بمقام مدینہ منورہ متولد ہوئے ہیں (اعلام الوری ص ۱۸۲، جلاء العیون ص ۲۸۰، روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۱۳، انوار النعمانیہ ص ۱۲۷)

آپ کی ولادت کے متعلق علامہ مجلسی اور علامہ محمد پارسا تحریر فرماتے ہیں کہ جناب ام البنین کا کہنا ہے کہ جب تک امام علی رضا علیہ السلام میرے بطن میں رہے مجھے گل کی گرانباری مطلقاً محسوس نہیں ہوئی، میں اکثر خواب میں تسبیح وتہلیل اور تمہید کی آوازیں سنا کرتی تھی جب امام رضا علیہ السلام پیدا ہوئے تو آپ نے زمین پر تشریف لاتے ہی اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک دئے اور اپنا فرق مبارک آسمان کی طرف بلند کر دیا آپ کے لبہائے مبارک جنبش کرنے لگے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آپ خدا سے کچھ باتیں کر رہے ہیں، اسی اثناء میں امام موسی کاظم علیہ السلام تشریف لائے اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تمہیں خداوند عالم کی یہ عنایت وکرامت مبارک ہو، پھر میں نے مولود مسعود کو آپ کی آغوش میں دیدیا آپ نے اس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اس کے بعد آپ نے

ارشاد فرمایا کہ" بگیر این را کہ بقیہ خدا است درز مین حجت خدا است بعداز من" اسے لے لو یہ زمین پر خدا کی نشانی ہے اور میرے بعد حجت اللہ کے فرائض کا ذمہ دار ہے ابن بابویہ فرماتے ہیں کہ آپ دیگر آئمہ علیہم السلام کی طرح مختون اور ناف بریدہ متولد ہوئے تھے (فصل الخطاب وجلاء العیون ص ۲۷۹)۔

نام، کنیت، القاب

آپ کے والد ماجد حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے لوح محفوظ کے مطابق اور تعیین رسول صلعم کے موافق آپ کو "اسم علی" سے موسوم فرمایا، آپ آل محمد، میں کے تیسرے "علی" ہیں (اعلام الوریٰ ص ۲۲۵، مطالب السئول ص ۲۸۲)۔
آپ کی کنیت ابوالحسن تھی اور آپ کے القاب صابر، زکی، ولی، رضی، وصی تھے واشہرھا الرضاء اور مشہور ترین لقب رضا تھا (نورالابصار ص ۱۲۸ وتذکرۃ خواص الامۃ ص ۱۹۸)۔

لقب رضا کی توجیہ

علامہ طبرسی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کو رضا اس لیے کہتے ہیں کہ آسمان و زمین میں خدا و عالم ،رسول اکرم اور آئمہ طاہرین، نیز تمام مخالفین وموافقین آپ سے راضی تھے (اعلام الوریٰ ص ۱۸۲) علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ بزنطی نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے لوگوں کی افواہ کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ آپ کے والد ماجد کو لقب رضا سے مامون رشید نے ملقب

کیا تھا آپ نے فرمایا ہرگز نہیں یہ لقب خدا ورسول کی خوشنودی کا جلوہ بردار ہے اور خاص بات یہ ہے کہ آپ سے موافق ومخالف دونوں راضی اور خوشنود تھے (جلاء العیون ص ۲۷۹ ،روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۱۲)۔

آپ کی تربیت

آپ کی نشوونما اور تربیت اپنے والد بزرگوار حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے زیر سایہ ہوئی اور اسی مقدس ماحول میں بچپنا اور جوانی کی متعدد منزلیں طے ہوئیں اور ۳۰ برس کی عمر پوری ہوئی اگر چہ آخری چند سال اس مدت کے وہ تھے جب امام موسی کاظم اعراق میں قید ظلم کی سختیاں برداشت کر رہے تھے مگر اس سے پہلے ۲۴ یا ۲۵ / برس آپ کو برابر اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ رہنے کا موقع ملا۔

بادشاہان وقت

آپ نے اپنی زندگی کی پہلی منزل سے تا بہ عہد وفات بہت سے بادشاہوں کے دور دیکھے آپ ۱۵۳ ھ میں بہ عہد منصور دوانقی متولد ہوئے (تاریخ خمیس) ۱۵۸ ھ میں مہدی عباسی ۱۶۹ ھ میں ہادی عباسی ۱۷۰ ھ میں ہارون رشید عباسی ۱۹۴ ھمیں امین عباسی ۱۹۸ ھمامون رشید عباسی علی الترتیب خلیفہ وقت ہوتے رہے (ابن الوردی حبیب السیر ابوالفداء)۔

آپ نے ہر ایک کا دور بچشم خود دیکھا اور آپ پدر بزرگوار نیز دیگر اولاد علی وفاطمہ کے ساتھ

جو کچھ ہوتا رہا، اسے آپ ملاحظہ فرماتے رہے یہاں تک کہ ۲۳۰ ھ میں آپ دنیا سے رخصت ہو گئے اور آپ کو زہر دے کر شہید کر دیا گیا۔

جانشینی

آپ کے پدر بزرگوار حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کو معلوم تھا کہ حکومت وقت جس کی باگ ڈور اس وقت ہارون رشید عباسی کے ہاتھوں میں تھی آپ کو آزادی کی سانس نہ لینے دے گی اور ایسے حالات پیش آجائیں گے کہ آب کی عمر کے آخری حصہ میں اور دنیا کو چھوڑنے کے موقع پر دوستان اہلبیت کا آپ سے ملنا یا بعد کے لیے راہنما کا دریافت کرنا غیر ممکن ہو جائے گا اس لیے آپ نے انہیں ازادی کے دنوں اور سکون کے اوقات میں جب کہ آپ مدینہ میں تھے پیروان اہلبیت کو اپنے بعد ہونے والے امام سے روشناس کرانے کی ضرورت محسوس فرمائی چنانچہ اولاد علی وفاطمہ میں سے سترہ آدمی جو ممتاز حیثیت رکھتے تھے انہیں جمع فرما کر اپنے فرزند حضرت علی رضا علیہ السلام کی وصایت اور جانشینی کا اعلان فرما دیا اور ایک وصیت نامہ تحریرا بھی مکمل فرمایا جس پر مدینہ کے معززین میں سے ساٹھ آدمیوں کی گواہی لکھی گئی یہ اہتمام دوسرے آئمہ کے یہاں نظر نہیں آیا صرف ان خصوصی حالات کی بناء پر جن سے دوسرے آئمہ اپنی وفات کے موقعہ پر دو چار نہیں ہونے والے تھے۔

امام موسی کاظم کی وفات اور امام رضا کے دور امامت کا آغاز

۱۸۳ ھ میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے قید خانہ ہارون رشید میں اپنی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ گذار کر درجہ شہادت حاصل فرمایا، آپ کی وفات کے وقت امام رضا علیہ السلام کی عمر میری تحقیق کے مطابق تیس سال کی تھی والد بزرگوار کی شہادت کے بعد امامت کی ذمہ داریاں آپ کی طرف منتقل ہوگئیں یہ وہ وقت تھا جب کہ بغداد میں ہارون رشید تخت خلافت پر متمکن تھا اور بنی فاطمہ کے لیے حالات بہت ہی ناساز گار تھے۔

ہارونی فوج اور خانہ امام رضا علیہ السلام

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بعد دس برس ہارون رشید کا دور رہا یقیناوہ امام رضا علیہ السلام کے وجود کو بھی دنیا میں اسی طرح برداشت نہیں کرسکتا تھا جس طرح اس کے پہلے آپ کے والد ماجد کا رہنا اس نے گوارا نہیں کیا مگر یا تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ساتھ جو طویل مدت تک تشدد اور ظلم ہوتا رہا اور جس کے نتیجہ میں قید خانہ ہی کے اندر آپ دنیا سے رخصت ہوگئے اس سے حکومت وقت کی عام بدنامی ہوگئی تھی اور یا واقعی ظالم کو بدسلوکیوں کا احساس اور ضمیر کی طرف سے ملامت کی کیفیت تھی جس کی وجہ سے کھلم کھلا امام رضا کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی تھی لیکن وقت سے پہلے اس نے امام رضا علیہ السلام کوستانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا حضرت کے عہدہ امامت کو سنبھالتے ہی ہارون رشید نے آپ

کا گھر لٹوا دیا، اور عورتوں کے زیوارت اور کپڑے تک اتروا لیے تھے۔

تاریخ اسلام میں ہے کہ ہارون رشید نے اس حوالہ اور بہانے سے کہ محمد بن جعفر صادق علیہ السلام نے اس کی حکومت وخلافت سے انکار کر دیا ہے ایک عظیم فوج عیسی جلودی کی ماتحتی میں مدینہ منورہ بھیج کر حکم دیا کہ علی و فاطمہ کی تمام اولاد کی بالکل ہی تباہ و برباد کر دیا جائے ان کے گھروں میں آگ لگا دی جائے ان کے سامان لوٹ لیے جائیں اور انہیں اس درجہ مفلوج اور مفلوک کر دیا جائے کہ پھر ان میں کسی قسم کے حوصلہ کے ابھرنے کا سوال ہی پیدا نہ ہوسکے اور محمد بن جعفر صادق کو گرفتار کر کے قتل کر دیا جائے، عیسی جلودی نے مدینہ پہنچ کر تعمیل حکم کی سعی بلیغ کی اور ہر ممکن طریقہ سے بنی فاطمہ کو تباہ و برباد کیا، حضرت محمد بن جعفر صادق علیہ السلام نے بھرپور مقابلہ کیا لیکن آخر میں گرفتار ہوکر ہارون رشید کے پاس پہنچا دیئے گئے۔

عیسی جلودی سادات کرام کو لوٹ کر حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے دولت کدہ پر پہنچا اور اس نے خواہش کی کہ وہ حسب حکم ہارون رشید، خانہ امام میں داخل ہوکر اپنے ساتھیوں سے عورتوں کے زیورات اور کپڑے اتارے، امام علیہ السلام نے فرمایا یہ نہیں ہوسکتا، میں خود تمہیں سارا سامان لا کر دئے دیتا ہوں پہلے تو وہ اس پر راضی نہ ہوا لیکن بعد میں کہنے لگا کہ اچھا آپ ہی اتار لائیے آپ محل سرا میں تشریف لے گئے اور آپ نے تمام زیورات اور سارے کپڑے ایک ستر پوش چادر کے علاوہ لا کر دیدیا اور اسی کے ساتھ ساتھ اثاث البیت نقد و جنس یہاں تک کہ بچوں کے کان کے بندے سب کچھ اس کے حوالہ کر دیا وہ

ملعون تمام سامان لے کر بغداد روانہ ہو گیا، یہ واقعہ آپ کے آغاز امامت کا ہے۔

علامہ مجلسی بحار الانوار میں لکھتے ہین کہ محمد بن جعفر صادق کے واقعہ سے امام علی رضا علیہ السلام کا کوئی تعلق نہ تھا وہ اکثر اپنے چچا محمد کو خاموشی کی ہدایت اور صبر کی تلقین فرمایا کرتے تھے ابوالفرج اصفہانی مقاتل الطالبین میں لکھتے ہیں کہ محمد بن جعفر نہایت متقی اور پرہیز گار شخص تھے کسی ناصبی نے دستی کتبہ لکھ کر مدینہ کی دیواروں پر چسپاں کر دیا تھا جس میں حضرت علی وفاطمہ کے متعلق ناسزا الفاظ تھے یہی آپ کے خروج کا سبب بنا۔

آپ کی بیعت لفظ امیرالمومنین سے کی گئی آپ جب نماز کو نکلتے تھے تو آپ کے ساتھ دوسو صلحا واتقیا ہوا کرتے تھے علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ امام موسی کاظم علیہ السلام کی وفات کے بعد صفوان بن یحی نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے کہا کہ مولا ہم آپ کے بارے میں ہارون رشید سے بہت خائف ہیں ہمیں ڈر ہے کہ یہ کہیں آپ کے ساتھ وہی سلوک نہ کرے جو آپ کے والد کے ساتھ کر چکا ہے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ یہ تو اپنی سعی کرے گا لیکن مجھ پر کامیاب نہ ہو سکے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور حالات نے اسے کچھ اس اس درجہ آخر میں مجبور کر دیا تھا کہ وہ کچھ بھی نہ کر سکا یہاں تک کہ جب خالد بن یحی برمکی نے اس سے کہا کہ امام رضا اپنے باپ کی طرح امر امامت کا اعلان کرتے اور اپنے کو امام زمانہ کہتے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ ہم جوان کے ساتھ کر چکے ہیں وہی ہمارے لیے کافی ہے اب تو چاہتا ہے کہ "ان نقتلہم جمیعا" ہم سب کے سب کو قتل کر ڈالیں، اب میں ایسا نہیں کروں گا (نورالابصار ص ۱۴۴ طبع مصر)۔

علامہ علی نقی لکھتے ہیں کہ پھر بھی ہارون رشید کا اہلبیت رسول سے شدید اختلاف اور سادات کے ساتھ جو برتاؤ اب تک رہا تھا اس کی بناء پر عام طور سے عمال حکومت یا عام افراد بھی جنہیں حکومت کو راضی رکھنے کی خواہش تھی اہلبیت کے ساتھ کوئی اچھا رویہ رکھنے پر تیار نہیں ہو سکتے تھے اور نہ امام کے پاس آزادی کے ساتھ لوگ استفادہ کے لیے آسکتے تھے نہ حضرت کو سچے اسلامی احکام کی اشاعت کے مواقع حاصل تھے۔

ہارون کا آخری زمانہ اپنے دونوں بیٹوں، امین اور مامون کی باہمی رقابتوں سے بہت بے لطفی میں گزرا، امین پہلی بیوی سے تھا جو خاندان شاہی سے منصور دوانقی کی پوتی تھی اور اس لیے عرب سردار سب اس کے طرف دار تھے اور مامون ایک عجمی کنیز کے پیٹ سے تھا اس لیے دربار کا عجمی طبقہ اس سے محبت رکھتا تھا، دونوں کی آپس کی رسہ کشی ہارون کے لیے سوہان روح بنی ہوئی تھی اس نے اپنے خیال میں اس کا تصفیہ مملکت کی تقسیم کے ساتھ یوں کر دیا کہ دارالسلطنت بغداد اور اس کے چاروں طرف کے عربی حصہ جیسے شام، مصر حجاز، یمن، وغیرہ محمد امین کے نام کئے اور مشرقی ممالک جیسے ایران، خراسان، ترکستان، وغیرہ مامون کے لیے مقرر کئے مگر یہ تصفیہ تو اس وقت کارگر ہو سکتا تھا جب جو دونوں فریق "جیو اور جینے دو" کے اصول پر عمل کرتے ہوتے لیکن جہاں اقتدار کی ہوس کار فرما ہو، وہاں بنی عباس میں ایک گھر کے اندر دو بھائی اگر ایک دوسرے کے مدمقابل ہوں تو کیوں نہ ایک دوسرے کے خلاف جارحانہ کاروائی کرنے پر تیار نظر آئے اور کیوں نہ ان طاقتوں میں باہمی تصادم ہو جب کہ ان میں سے کوئی اس ہمدردی اور ایثار اور خلق خدا کی خیر خواہی کا بھی حامل نہیں ہے

جسے بنی فاطمہ اپنے پیش نظر رکھ کر اپنے واقعی حقوق سے چشم پوشی کرلیا کرتے تھے اسی کا نتیجہ تھا کہ ادھر ہارون کی آنکھ بند ہوئی اورادھر بھائیوں میں خانہ جنگیوں کے شعلے بھڑک اٹھے آخر چار برس کی مسلسل کشمکش اورطویل خونریزی کے بعد مامون کو کامیابی حاصل ہوئی اوراس کا بھائی امین محرم ۱۹۸ھ میں تلوا کے گھاٹ اتار دیا گیااور مامون کی خلافت تمام بنی عباس کے حدود سلطنت پر قائم ہوگئی۔

یہ سچ ہے کہ ہارون رشید کے ایام سلطنت میں آپ کی امامت کے دس سال گزرے اس زمانہ میں عیسی جلودی کی تاخت کے بعد پھراس نے آپ کے معاملات کی طرف بالکل سکوت اورخاموشی اختیار کرلی اس کی دو وجہیں معلوم ہوتی ہیں:

اول تو یہ کہ اس س سالہ زندگی کے ابتدائی ایام میں وہ آل برامکہ کے استیصال رافع بن لیث ابن تیار کے غداورفساد کے انسداد میں جوسمرقند کے علاقہ سے نمودار ہوکر ماوراء النہراورحدود عرب تک پھیل چکا تھاایسا ہمہ وقت اور ہمہ دم الجھارہا کہ پھراس کوان امور کی طرف توجہ کرنے کی ذرابھی فرصت نہ ملی

دوسرے یہ کہ اپنی دس سالہ مدت کے آخری ایام میں یہ اپنے بیٹوں میں ملک تقسیم کردینے کے بعد خودایسا کمزوراورمجبورہوگیا تھا کہ کوئی کام اپنے اختیار سے نہیں کرسکتا تھا نام کا بادشاہ بنا بیٹھا ہوا، اپنی زندگی کے دن نہایت عسرت اورتنگی کی حالتوں میں کاٹ رہا تھااس کے ثبوت کے لیے واقعہ ذیل ملاحظہ فرمائیں:

صباح طبری کا بیان ہے کہ ہارون جب خراسان جانے لگا تو میں نہروان تک اس کی مشایعت

کو گیا راستہ میں اس نے بیان کیا کہ اے صباح تم اب کے بعد پھر مجھے زندہ نہ پاؤ گے میں نے کہا امیر المومنین ایسا خیال نہ کریں آپ انشاء اللہ صحیح وسالم اس سفر سے واپس آئیں گے یہ سن کر اس نے کہا کہ شاید تجھ کو میرا حال معلوم نہیں ہے آؤ میں دکھادوں، پھر مجھے راستہ کاٹ کر ایک سمت درخت کے نیچے لے گیا اور وہاں سے اپنے خواصوں کو ہٹا کر آپنے بدن کا کپڑا اٹھا کر مجھے دکھایا، تو ایک پارچہ ریشم شکم پر لپیٹا ہوا تھا، اور اس سے سارا بدن کسا ہوا تھا یہ دکھا کر مجھ سے کہا کہ میں مدت سے بیمار ہوں تمام بدن میں درد اٹھتا ہے مگر کسی سے اپنا حال نہیں کہہ سکتا تمہارے پاس بھی یہ راز امانت رہے میرے بیٹوں میں سے ہر ایک کا گماشتہ میرے اوپر مقرر رہے ماموں کی طرف سے مسرور، امین کی جانب سے بختیشوع، یہ لوگ میری سانس تک گنتے رہتے ہیں، اور نہیں چاہتے کہ میں ایک روز بھی زندہ رہوں، اگر تم کو یقین نہ ہو تو دیکھو میں تمہارے سامنے گھوڑا سوار ہونے کو مانگتا ہوں، ایسا لاغر ٹٹو میرے لیے لائیں گے جس پر سوار ہو کر میں اور زیادہ بیمار ہو جاؤں، یہ کہہ کر گھوڑا طلب کیا واقعی ایسا ہی لاغر اڑیل ٹٹو حاضر کیا اس پر ہارون نے بے چون وچرا سوار ہو گیا اور مجھ کو وہاں سے رخصت کر کے جرجان کا راستہ پکڑ لیا (لمعۃ الضیاء ص ۹۲)۔

بہر حال ہارون رشید کی یہی مجبوریاں تھیں جنہوں نے اس کو حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے مخالفانہ امور کی طرف متوجہ نہیں ہونے دیا ورنہ اگر اسے فرصت ہوتی اور وہ اپنی قدیم ذی اختیاری کی حالتوں پر قائم رہتا تو اس سلسلہ کی غارت گری و بربادی کو کبھی بھولنے والا نہیں تھا، مگر اس وقت کیا کر سکتا تھا اپنے ہی دست وپا اپنے اختیار میں نہیں تھے بہر حال حارون

رشید اسی ضیق النفس مجبوری ناداری اور بے اختیاری کی غیر متحمل مصیبتوں میں خراسان پہنچ کر شروع ۱۹۳ھ مر گیا۔

ان دونوں بھائیوں امین اور مامون کے متعلق مورخین کا کہنا ہے کہ مامون تو پھر بھی سوجھ بوجھ اور اچھے کیرکٹر کا آدمی تھا لیکن امین عیاش، لاابالی اور کمزور طبیعت کا تھا سلطنت کے تمام حصوں، بازی گر، مسخرے اور نجومی جوتشی بلوائے، نہایت خوبصورت طوائف اور نہایت کامل گانے والیوں اور خواجہ سراوں کو بڑی بڑی رقمیں خرچ کر کے اور ناٹک کی ایک محفل مثل اندر سبھا کے ترتیب دی، یہ تھیٹر اپنے زرق برق سامانوں سے پریوں کا اکھاڑا ہوتا تھا سیوطی نے ابن جریر سے نقل کیا ہے کہ امین اپنی بیویوں اور کنیزوں کو چھوڑ کر خصیوں سے لواطت کرتا تھا (تاریخ اسلام جلد ا ص ۶۰)۔

امام علی رضا کا حج اور ہارون رشید عباسی

زمانہ ہارون رشید میں حضرت امام علی رضا علیہ السلام حج کے لیے مکہ معظّمہ تشریف لے گئے اسی سال ہارون رشید بھی حج کے لیے آیا ہوا تھا خانہ کعبہ میں داخلہ کے بعد امام علی رضا علیہ السلام ایک دروازہ سے اور ہارون رشید دوسرے دروازہ سے نکلے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ دوسرے دروازہ سے نکلنے والا جو ہم سے دور جا رہا ہے عنقریب طوس میں دونوں ایک جگہ ہوں گے ایک روایت میں ہے کہ یحیٰ ابن خالد برمکی کو امام علیہ السلام نے مکہ میں دیکھا کہ وہ رومال سے گرد کی وجہ سے منہ بند کئے ہوئے جا رہا ہے آپ نے فرمایا کہ اسے پتہ

بھی نہیں کہ اس کے ساتھ امسال کیا ہونے والا ہے یہ عنقریب تباہی کی منزل میں پہنچا دیا جائے گا چنانچہ ایسا ہوی ہوا۔

راوی مسافر کا بیان ہے کہ حج کے موقع پر امام علیہ السلام نے ہارون رشید کو دیکھ کر اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ملاتے ہوئے فرمایا کہ میں اور یہ اسی طرح ایک ہو جائیں گے وہ کہتا ہے کہ میں اس ارشاد کا مطلب اس وقت سمجھا جب آپ کی شہادت واقع ہوئی اور دونوں ایک مقبرہ میں دفن ہوئے موسیٰ بن عمران کا کہنا ہے کہ اسی سال ہارون رشید مدینہ منورہ پہنچا اور امام علیہ السلام نے اسے خطبہ دیتے ہوئے دیکھ کر فرمایا کہ عنقریب میں اور ہارون ایک ہی مقبرہ میں دفن کئے جائیں گے (نور الابصار ص ۱۴۴)۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کا مجدد مذہب امامیہ ہونا

حدیث میں ہر سو سال کے بعد ایک مجدد اسلام کے نمود و شہود کا نشان ملتا ہے یہ ظاہر ہے کہ جو اسلام کا مجدد ہوگا اس کے تمام ماننے والے اسی کے مسلک پر گامزن ہوں گے اور مجدد کا جو بنیادی مذہب ہوگا اس کے ماننے والوں کا بھی وہی مذہب ہوگا، حضرت امام رضا علیہ السلام جو قطعی طور پر فرزند رسول اسلام تھے وہ اسی مسلک پر گامزن تھے جس مسلک کی بنیاد پیغمبر اسلام اور علی خیر الانام کا وجود ذی وجود تھا یہ مسلمات سے ہے کہ آل محمد علیہم السلام پیغمبر علیہ السلام کے نقش قدم پر چلتے تھے اور انہیں کے خدائی منشاء اور بنیادی مقصد کی تبلیغ فرمایا کرتے تھے یعنی آل محمد کا مسلک وہ تھا جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مسلک

تھا۔

علامہ ابن اثیر جزری اپنی کتاب جامع الاصول میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام تیسری صدی ہجری میں اور ثقۃ الاسلام علامہ کلینی چوتھی صدی ہجری میں مذہب امامیہ کے مجدد تھے علامہ قونوی اور ملا مبین نے اسی کو دوسری صدی کے حوالہ سے تحریر فرمایا ہے (وسیلۃ النجات ص ۳۷۶، شرح جامع صغیر)۔

محدث دہلوی شاہ عبدالعزیز ابن اثیر کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابن اثیر جذری صاحب جامع الاصول کہ حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا مجدد مذہب امامیہ دو قرن ثالث گفتہ است ابن اثیر جذری صاحب جامع الاصول نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو تیسری صدی میں مذہب امامیہ کا مجدد ہونا ظاہر و واضح فرمایا ہے (تحفہ اثنا عشریہ کید ۸۵ ص ۸۳)

بعض علماء اہل سنت نے آپ کو دوسری صدی کا اور بعض نے تیسری صدی کا مجدد بتلایا ہے میرے نزدیک دونوں درست ہے کیوں کہ دوسری صدی میں امام رضا علیہ السلام کی ولادت اور تیسری صدی کے آغاز میں آپ کی شہادت ہوئی ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کے اخلاق و عادات اور شمائل وخصائل

آپ کے اخلاق و عادات اور شمائل وخصائل کا لکھنا اس لیے دشوار ہے کہ وہ بے شمار ہیں "مشتی نمونہ از خرداری" یہ ہیں بحوالہ علامہ شبلنجی ابراہیم بن عباس تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام علی

رضا علیہ السلام نے کبھی کسی شخص کے ساتھ گفتگو کرنے میں سختی نہیں کی، اور کبھی کسی بات کو قطع نہیں فرمایا آپ کے مکارم عادات سے تھا کہ جب بات کرنے والا اپنی بات ختم کر لیتا تھا تب اپنی طرف سے آغاز کلام فرماتے تھے کسی کی حاجت روائی اور کام نکالنے میں حتی المقدور دریغ نہ فرماتے، کبھی ہمنشین کے سامنے پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھتے اور نہ اہل محفل کے روبرو تکیہ لگا کر بیٹھتے تھے کبھی اپنے غلاموں کو گالی نہ دی اور چیزوں کا کیا ذکر، میں نے کبھی آپ کے تھوکتے اور ناک صاف کرتے نہیں دیکھا، آپ قہقہہ لگا کر ہرگز نہیں ہنستے تھے خندہ زنی کے موقع پر آپ تبسم فرمایا کرتے تھے محاسن اخلاق اور تواضع وانکساری کی یہ حالت تھی کہ دسترخوان پر سائیس اور دربان تک کو اپنے ساتھ بٹھا لیتے ،راتوں کو بہت کم سوتے اور اکثر راتوں کو شام سے صبح تک شب بیداری کرتے تھے اکثر اوقات روزے سے ہوتے تھے مگر ہر مہینے کے تین روزے تو آپ سے کبھی قضا نہیں ہوئے ارشاد فرماتے تھے کہ ہر ماہ میں کم از کم تین روزے رکھ لینا ایسا ہے جیسے کوئی ہمیشہ روزے سے رہے۔

آپ کثرت سے خیرات کیا کرتے تھے اور اکثر رات کے تاریک پردہ میں اس استحباب کو ادا فرمایا کرتے تھے موسم گرما میں آپ کا فرش جس پر آپ بیٹھ کر فتوی دیتے یا مسائل بیان کیا کرتے بوریا ہوتا تھا اور سرما میں کمبل آپ کا یہی طرز اس وقت بھی رہا جب آپ ولی عہد حکومت تھے آپ کا لباس گھر میں موٹا اور خشن ہوتا تھا اور رفع طعن کے لیے باہر آپ اچھا لباس پہنتے تھے ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کہا کہ حضور اتنا عمدہ لباس کیوں استعمال فرماتے ہیں آپ نے اندر کا پیراہن دکھلا کر فرمایا اچھا لباس دنیا والوں کے لیے اور کمبل

کا پیراہن خدا کے لیے ہے۔

علامہ موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ حمام میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک شخص جندی نامی آ گیا اور اس نے بھی نہانا شروع کیا دوران غسل میں اس نے بھی نہانا شروع کیا دوران غسل میں اس نے امام رضا علیہ السلام سے کہا کہ میرے جسم پر پانی ڈالئے آپ نے پانی ڈالنا شروع کیا اتنے میں ایک شخص نے کہا اے جندی فرزند رسول سے خدمت لے رہا ہے ارے یہ امام رضا ہیں، یہ سننا تھا کہ وہ پیروں پر گر پڑا اور معافی مانگنے لگا (نور الابصار ص ۳۸، ۳۹)۔

ایک مرد بلخی ناقل ہے کہ حضرت کے ساتھ ایک سفر میں تھا ایک مقام پر دستر خوان بچھا تو آپ نے تمام غلاموں کو جن میں حبشی بھی شامل تھے بلا کر بٹھلا لیا میں نے عرض کیا مولا انہیں علیحدہ بٹھلائیں تو کیا حرج ہے آپ نے فرمایا کہ سب کا رب ایک ہے اور ماں باپ آدم و حوا بھی ایک ہیں اور جزا و سزا اعمال پر موقوف ہے، تو پھر تفرقہ کیا آپ کے ایک خادم یاسر کا کہنا ہے کہ آپ کا یہ تاکیدی حکم تھا کہ میرے آنے پر کوئی خادم کھانا کھانے کی حالت میں میری تعظیم کو نہ اٹھے۔

معمر بن خلاد کا بیان ہے کہ جب بھی دستر خوان بچھتا آپ ہر کھانے میں سے ایک ایک لقمہ نکال لیتے تھے، اور اسے مسکینوں اور یتیموں کو بھیج دیا کرتے تھے شیخ صدوق تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ بزرگی تقوی سے ہے جو مجھ سے زیادہ متقی ہے وہ مجھ سے بہتر ہے۔

ایک شخص نے آپ سے درخواست کی کہ آپ مجھے اپنی حیثیت کے مطابق کچھ مال عنایت کیجیے، فرمایا یہ ممکن ہے چنانچہ آپ نے اسے دوسواشرفی عنایت فرمادی، ایک مرتبہ نویں ذی الحجہ یوم عرفہ آپ نے راہ خدامیں سارا گھر لٹادیا یہ دیکھ کر فضل بن سہیل وزیر مامون نے کہا حضرت یہ توغرامت یعنی اپنے آپ کونقصان پہنچانا ہے آپ نے فرمایا یہ غرامت نہیں ہے غنیمت ہے میں اس کے عوض میں خدا سے نیکی اورحسنہ لوں گا۔

آپ کے خادم یاسر کا بیان ہے کہ ہم ایک دن میوہ کھا رہے تھے اورکھانے میں ایسا کرتے تھے کہ ایک پھل سے کچھ کھاتے اور کچھ پھینک دیتے ہمارے اس عمل کوآپ نے دیکھ لیا اورفرمایا نعمت خدا کوضائع نہ کروٹھیک سے کھاؤ اور جو بچ جائے اسے کسی محتاج کو دیدو، آپ فرمایا کرتے تھے کہ مزدور کی مزدوری پہلے طے کرنا چاہئے کیونکہ ں چکائی ہوئی اجرت سے زیادہ جو کچھ دیا جائے گا پانے والا اس کوانعام سمجھے گا۔

صولی کا بیان ہے کہ آپ اکثر عود ہندی کا بخور کرتے اور مشک وگلاب کا پانی استعمال کرتے تھے عطریات کا آپ کو بڑا شوق تھا نماز صبح اول وقت پڑھتے اس کے بعد سجدہ میں چلے جاتے تھے اورنہایت ہی طول دیتے تھے پھر لوگوں کو پندونصائح فرماتے۔

سلیمان بن جعفر کا کہنا ہے کہ آپ آباؤاجداد کی طرح خرمے کو بہت پسند فرماتے تھے آپ شب وروز میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے جب بھی آپ بستر پر لیٹتے تھے تابہ خواب قرآن مجید کے سورے پڑھا کرتے تھے موسی بن سیار کا کہنا ہے کہ آپ اکثر اپنے شیعوں کی میت میں شرکت فرماتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہر روز شام کے وقت امام وقت کے

سامنے شیعوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں اگر کوئی شیعہ گناہ گار ہوتا ہے تو امام اس کے لیے استغفار کرتے ہیں علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ آپ کے سامنے جب بھی کوئی آتا تھا آپ پہچان لیتے تھے کہ مومن ہے یا منافق (اعلام الوری، تحفہ رضویہ، کشف الغمہ ص ۱۱۲)۔

علامہ محمد رضا لکھتے ہیں کہ آپ ہر سوال کا جواب قرآن مجید سے دیتے تھے اور روزانہ ایک قرآن ختم کرتے تھے (جنات الخلود ص ۳۱)۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کا علمی کمال

مورخین کا بیان ہے کہ آل محمد کے اس سلسلہ میں ہر فرد حضرت احدیت کی طرف سے بلندترین علم کے درجے پر قرار دیا گیا تھا جسے دوست اور دشمن کو ماننا پڑتا تھا یہ اور بات ہے کہ کسیکو علمی فیوض پھیلانے کا زمانے نے کم موقع دیا اور کسی کو زیادہ، چنانچہ ان حضرات میں سے امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد اگر کسی کو سب سے زیادہ موقع حاصل ہوا ہے تو وہ حضرت امام رضا علیہ السلام ہیں، جب آپ امامت کے منصب پر نہیں پہنچے تھے اس وقت حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام اپنے تمام فرزندوں اور خاندان کے لوگوں کو نصیحت فرماتے تھے کہ تمہارے بھائی علی رضا عالم آل محمد ہیں، اپنے دین مسائل کو ان سے دریافت کرلیا کرو، اور جو کچھ اسے کہیں یاد رکھو، اور پھر حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کی وفات کے بعد جب آپ مدینہ میں تھے اور روضہ رسول پر تشریف فرما رہے تھے تو علمائے اسلام مشکل مسائل میں آپ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

محمد بن عیسی یقطینی کا بیان ہے کہ میں نے ان تحریری مسائل کو جو حضرت امام رضا علیہ السلام سے پوچھے گئے تھے اورآپ نے ان کا جواب تحریر فرمایا تھا، اکھٹا کیا تو اٹھارہ ہزار کی تعداد میں تھے، صاحب لمعۃ الرضاء تحریر کرتے ہیں کہ حضرت آئمہ طاہرین علیہم السلام کے خصوصیات میں یہ امر تمام تاریخی مشاہداور نیز حدیث وسیر کے اسانید معتبر سے ثابت ہے ،باوجودیکہ اہل دنیا کوآپ حضرات کی تقلیداور متابعت فی الاحکام کا بہت کم شرف حاصل تھا، مگر باین ہمہ تمام زمانہ وہرخویش وبیگانہ آپ حضرات کوتمام علوم الٰہی اوراسرار الٰہی کا گنجینہ سمجھتا تھااور محدثین ومفسرین اور تمام علماء وفضلاء جوآپ کے مقابلہ کا دعوی رکھتے تھے وہ بھی علمی مباحث ومجالس میں آپ حضرات کے آگے زانوئے ادب تہ کرتے تھےاور علمی مسائل کوحل کرنے کی ضرورتوں کے وقت حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے لے کرامام زین العابدین علیہ السلام تک استعفادے کئے وہ سب کتابوں میں موجود ہے۔

جابر بن عبداللہ انصاری اورحضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں سمع حدیث کے واقعات تمام احادیث کی کتابوں میں محفوظ ہیں ،اسی طرح ابوالطفیل عامری اورسعید بن جبیرآخری صحابہ کی تفصیل حالات جوان بزرگون کے حال میں پائے جاتے ہیں وہ سیر وتواریخ میں مذکور ومشہور ہیں صحابہ کے بعد تابعین اور تبع تابعین اوران لوگوں کی فیض یابی کی بھی یہی حالت ہے، شعبی ،زہری،ابن قتیبہ،سفیان ثوری،ابن شیبہ،عبدالرحمن،عکرمہ،حسن بصری،وغیرہ وغیرہ یہ سب کے سب جواس وقت اسلامی دنیا میں دینیات کے پیشوااور مقدس سمجھے جاتے تھے ان ہی بزرگوں کے چشمہ فیض کے جرعہ نوش اورانہی حضرات کے مطیع وحلقہ

بگوش تھے۔

جناب امام رضا علیہ السلام کو اتفاق حسنہ سے اپنے علم وفضل کے اظہار کے زیادہ موقع پیش آئے کیوں کہ مامون عباسی کے پاس جب تک دارالحکومت مرو تشریف فرما رہے، بڑے بڑے علماء وفضلاء علوم مختلفہ میں آپ کی استعداد اور فضیلت کا اندازہ کرایا گیا اور کچھ اسلامی علماء پر موقوف نہیں تھا بلکہ علماء یہودی ونصاری سے بھی آپ کا مقابلہ کرایا گیا، مگر ان تمام مناظروں ومباحثوں مین ان تمام لوگوں پر آپ کی فضیلت وفوقیت ظاہر ہوئی، خود مامون بھی خلفائے عباسیہ میں سب سے زیادہ اعلم واقفہ تھا باوجود اس کے تبحر فی العلوم کا لوہا مانتا تھا اور چارونا چار اس کا اعتراف پر اعتراف اور اقرار پر اقرار کرتا تھا چنانچہ علامہ ابن حجر صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ آپ جلالت قدر عزت وشرافت میں معروف ومذکور ہیں، اسی وجہ مامون آپ کو بمنزلہ اپنی روح وجان جانتا تھا اس نے اپنی دختر کا نکاح آنحضرت علیہ السلام سے کیا، اور ملک ولایت میں اپنا شریک گردانا، مامون برابر علماء ادیان وفقہائے شریعت کو جناب امام رضا علیہ السلام کے مقابلہ میں بلاتا اور مناظرہ کراتا، مگر آپ ہمیشہ ان لوگوں پر غالب آتے تھے اور خود ارشاد فرماتے تھے کہ میں مدینہ میں روضہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بیٹھتا، وہاں کے علمائے کثیر جب کسی علمی مسئلہ میں عاجز آجاتے تو بالاتفاق میری طرف رجوع کرتے، جواب ہائے شافی دے کر ان کی تسلی وتسکین کردیتا۔

ابوصلت ابن صالح کہتے ہیں کہ حضرت امام علی بن موسی رضا علیہما السلام سے زیادہ کوئی عالم میری نظر سے نہیں گزرا، اور مجھ پر موقوف نہیں جوکوئی آپ کی زیارت سے مشرف ہوگا وہ

میری طرح آپ کی اعلمیت کی شہادت دے گا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کے بعض مرویات وارشادات

حضرت امام رضا علیہ السلام سے بے شمار احادیث مروی ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ بچوں کے لیے ماں کے دودھ سے بہتر کوئی دودھ نہیں۔

۲۔ سرکہ بہترین سالن ہے جس کے گھر میں سرکہ ہوگا وہ محتاج نہ ہوگا۔

۳۔ ہر انار میں ایک دانہ جنت کا ہوتا ہے

۴ ۔منقی صفرا کو درست کرتا ہے بلغم کو دور کرتا ہے پٹھوں کو مضبوط کرتا ہے نفس کو پاکیزہ بناتا اور رنج وغم کو دور کرتا ہے

۵ ۔شہد میں شفا ہے، اگر کوئی شہد ہدیہ کرے تو واپس نہ کرو ۶ ۔گلاب جنت کے پھولوں کا سردار ہے۔

۷ ۔ بنفشہ کا تیل سر میں لگانا چاہیے اس کی تاثیر گرمیوں میں سرد اور سردیوں میں گرم ہوتی ہے۔

۸ ۔ جوزیتون کا تیل سر میں لگائے یا کھائے اس کے پاس چالیس دن تک شیطان نہ آئے گا۔

۹۔ صلہ رحم اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے سے مال میں زیادتی ہوتی ہے۔

۱۰۔ اپنے بچوں کا ساتویں دن ختنہ کردیا کرو اس سے صحت ٹھیک ہوتی ہے اور جسم پر گوشت

چڑھتا ہے۔

۱۱۔ جمعہ کے دن روزہ رکھنا دس روزوں کے برابر ہے۔

۱۲۔ جو کسی عورت کا مہر نہ دے یا مزدور کی اجرت روکے یا کسی کو فروخت کردے وہ بخشانہ جاوے گا۔

۱۳۔ شہد کھانے اور دودھ پینے سے حافظہ بڑھتا ہے۔ ۱۴۔ گوشت کھانے شفا ہوتی ہے اور مرض دور ہوتا ہے۔

۱۵۔ کھانے کی ابتداء نمک سے کرنی چاہئے کیونکہ اس سے ستر بیماریوں سے حفاظت ہوتی ہے جن میں جذام بھی ہے۔

۱۶۔ جو دنیا میں زیادہ کھائے گا قیامت میں بھوکا رہے گا۔

۱۷۔ مسور ستر انبیاء کی پسندیدہ خوراک ہے اس سے دل نرم ہوتا ہے اور آنسو بنتے ہیں۔ ۱۸۔ جو چالیس دن گوشت نہ کھائے گا بداخلاق ہو جائے گا۔

۱۹۔ کھانا ٹھنڈا کر کے کھانا چاہئے۔ ۲۰۔ کھانے پیالے کے کنارے سے کھانا چاہئے۔

۲۱۔ عمر طول کے لیے اچھا کھانا، اچھی جوتی پہننا اور قرض سے بچنا، کثرت جماع سے پرہیز کرنا مفید ہے۔

۲۲۔ اچھے اخلاق والا پیغمبر اسلام کے ساتھ قیامت میں ہوگا۔ ۲۳۔ جنت میں متقی اور حسن خلق والوں کی اور جہنم میں پیٹو اور زناکاروں کی کثرت ہوگی۔

۲۴۔ امام حسین کے قاتل بخشے نہ جائیں گے ان کا بدلہ خدا لے گا۔

۲۵۔حسن اور حسین علیہم السلام جوانان جنت کے سردار ہیں اوران کے پدر بزرگواران سے بہتر ہیں۔

۲۶۔اہل بیت کی مثال سفینہ نوح جیسی ہے،نجات وہی پائے گا جواس پر سوار ہوگا۔

۲۷۔حضرت فاطمہ ساق عرش پکڑ کر قیامت کے دن واقعہ کربلا کا فیصلہ چاہیں گی اس دن ان کے ہاتھ میں امام حسین علیہ السلام کا خون بھرا پیراہن ہوگا۔

۲۸۔خدا سے روزی صدقہ دیے کر مانگو۔

۲۹۔سب سے پہلے جنت میں وہ شہدااور عیال دار جائیں گے جو پرہیز گار ہوں گےاور سب سے پہلے جہنم میں حاکم غیر عادل اور مالدار جائیں گے(مسندامام رضا طبع مصر ۱۳۴۱ ہجری)

۳۰۔ہر مومن کا کوئی نہ کوئی پڑوسی اذیت کا باعث ضرور ہوگا۔

۳۱۔بالوں کی سفیدی کا سر کے اگلے حصے سے شروع ہونا سلامتی اوراقبال مندی کی دلیل ہے اوررخساروں ڈاڑھی کے اطراف سے شروع ہونا سخاوت کی علامت ہے اورگیسوؤں سے شروع ہونا شجاعت کا نشان ہےاور گدی سے شروع ہونانحوست ہے۔

۳۲۔قضاوقدر کے بارے میں آپ نے فضیل بن سہیل کے جواب میں فرمایا کہ انسان نہ بالکل مجبور ہےاور نہ بالکل آزاد ہے(نورالابصار ص ۱۴۰)۔

حضرت امام رضا علیہ السلام اور مجلس شہدا ء کربلا

علامہ مجلسی بحارالانوار میں لکھتے ہیں کہ شاعر آل محمد، دعبل خزاعی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ عاشورہ کے دن میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، تو دیکھا کہ آپ اصحاب کے حلقہ میں انتہائی غمگین وحزیں بیٹھے ہوئے ہیں مجھے حاضر ہوتے دیکھ کر فرمایا، آؤ آؤ ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں میں قریب پہنچا تو آپ نے اپنے پہلو میں مجھے جگہ دے کر فرمایا کہ اے دعبل چونکہ آج یوم عاشورا ہے اور یہ دن ہمارے لیے انتہائی رنج وغم کا دن ہے لہذا تم میرے جد مظلوم حضرت امام حسین علیہ السلام کے مرثیہ سے متعلق کچھ شعر پڑھو، اے دعبل جو شخص ہماری مصیبت پر روئے یا رلائے اس کا اجر خدا پر واجب ہے ، اے دعبل جس شخص کی آنکھ ہمارے غم میں تر ہو وہ قیامت میں ہمارے ساتھ محشور ہوگا ، اے دعبل جو شخص ہمارے جد نامدار حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے غم میں روئے گا خدا اس کے گناہ بخش دے گا۔

یہ فرما کر امام علیہ السلام نے اپنی جگہ سے اٹھ کر پردہ کھینچا اور مخدرات عصمت کو بلا کر اس میں بٹھا دیا پھر آپ میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے ہاں دعبل ! اب میرے جد امجد کا مرثیہ شروع کرو، دعبل کہتے ہیں کہ میرا دل بھر آیا اور میری آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور آل محمد میں رونے کا کہرام عظیم برپا تھا صاحب درالمصائب تحریر فرماتے ہیں کہ دعبل کا مرثیہ سن کر معصومہ قم جناب فاطمہ ہمشیرہ حضرت امام رضا علیہ السلام اس قدر روئیں کہ آپ کو غش آ گیا۔

اس اجتماعی طریقہ سے ذکر حسینی کو مجلس کہتے ہیں اس کا سلسلہ عہد امام رضا میں مدینہ سے شروع ہو کر مرو تک جاری رہا، علامہ علی نقی لکھتے ہیں کہ اب امام رضا علیہ السلام کو تبلیغ حق کے لیے نام حسین کی اشاعت کے کام کو ترقی دینے کا بھی پورا موقع حاصل ہو گیا تھا جس کی بنیاد اس کے پہلے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام قائم کر چکے تھے مگر وہ زمانہ ایسا تھا کہ جب امام کی خدمت میں وہی لوگ حاضر ہوتے تھے جو بحیثیت امام یا بحیثیت عالم دین آپ کے ساتھ عقیدت رکھتے تھے اور اب امام رضا علیہ السلام تو امام روحانی بھی ہیں اور ولی عہد سلطنت بھی، اس لیے آپ کے دربار میں حاضر ہونے والوں کا دائرہ وسیع ہے۔

مرو، وہ مقام ہے جو ایران کے تقریبا وسط میں واقع ہے ہر طرف کے لوگ یہاں آتے ہیں اور یہاں یہ عالم کہ ادھر محرم کا چاند نکلا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے دوسروں کو بھی ترغیب وتحریص کی جانے لگی کہ آل محمد کے مصائب کو یاد کرو اور اثرات غم کو ظاہر کرو یہ بھی ارشاد ہونے لگا کہ جو اس مجلس میں بیٹھے جہاں ہماری باتیں زندہ کی جاتی ہیں اس کا دل مردہ نہ ہوگا اس دن کے جب سب کے دل مردہ ہوں گے۔

تذکرہ امام حسین کے لیے جو مجمع ہو، اس کا نام اصطلاحی طور پر مجلس اسی امام رضا علیہ السلام کی حدیث سے ہی ماخوذ ہے آپ نے عملی طور پر بھی خود مجلسیں کرنا شروع کر دیں جن میں کبھی خود ذاکر ہوئے اور دوسرے سامعین جیسے ریان بن شبیب کی حاضری کے موقع پر آپ نے مصائب امام حسین علیہ السلام بیان فرمائے اور کبھی عبداللہ بن ثابت یا دعبل خزاعی ایسے کسی

شاعر کی حاضری کے موقع پر اس شاعر کو حکم ہوا کہ تم ذکر امام حسین میں اشعار پڑھو وہ ذا کر ہوا، اور حضرت سامعین میں داخل ہوئے الخ۔

مامون رشید کی مجلس مشاورت

حالات سے متاثر ہو کر مامون رشید نے ایک مجلس مشاورت طلب کی جس میں علماء وفضلاء ،زعماء اور امراء سب ہی کو مدعو کیا جب سب جمع ہو گئے تو اصل راز دل میں رکھتے ہوئے ان سے یہ کہا کہ چونکہ شہر خراسان میں ہماری طرف سے کوئی حاکم نہیں ہے اور امام رضا سے زیادہ لائق کوئی نہیں ہے اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ امام رضا کو بلا کر وہاں کی ذمہ داری ان کے سپرد کر دیں، مامون کا مقصد تو یہ تھا کہ ان کو خلیفہ بنا کر علویوں کی بغاوت اور ان کی چابکدستی کو روک دے لیکن یہ بات اس نے مجلس مشاورت میں ظاہر نہیں کی، بلکہ ملکی ضرورت کا حوالہ دے کر انہیں خراسان کا حاکم بنانا ظاہر کیا، اور لوگوں نے تو اس پر جو بھی رائے دی ہو لیکن حسن بن سہل اور وزیر اعظم فضل بن سہل اس پر راضی نہ ہوئے اور یہ کہا کہ اس طرح خلافت بنی عباس سے آل محمد کی طرف منتقل ہو جائے گی مامون نے کہا کہ میں نے جو کچھ سوچا ہے وہ یہی ہے اور اس پر عمل کروں گا یہ سن کر وہ لوگ خاموش ہو گئے اتنے میں حضرت علی ابن ابی طالب کے ایک معزز صحابی، سلیمان بن ابراہیم بن محمد بن داؤد بن قاسم بن ہیبت بن عبداللہ بن حبیب بن شیخان بن ارقم، کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے اے مامون رشید "راست می گوئی امامی ترسم کہ تو با حضرت امام رضا ہمان کنی کہ کوفیان با حضرت امام حسین کردند" تو سچ کہتا ہے

لیکن میں ڈرتا ہوں کہ تو کہیں ان کے ساتھ وہی سلوک نہ کرے جو کوفیوں نے امام حسین کے ساتھ کیا ہے۔

مامون رشید نے کہا کہ اے سلیمان تم یہ کیا سوچ رہے ہو، ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، میں ان کی عظمت سے واقف ہوں جو انہیں ستائے گا قیامت میں حضرت رسول کریم اور حضرت علی حکیم کو کیون کر منہ دکھائے گا تم مطمئن رہو، انشاء اللہ ان کا ایک بال بھی بیکا نہ ہوگا یہ کہہ کر بروایت ابومخنف مامون رشید نے قرآن مجید پر ہاتھ رکھا اور قسم کھا کر کہا کہ میں ہرگز اولاد پیغمبر پر کوئی ظلم نہ کروں گا اس کے بعد سلیمان نے تمام لوگوں کو قسم دے کر بیعت لے لی پھر انہوں نے ایک بیعت نامہ تیار کیا اور اس پر اہل خراسان کے دستخط لیے دستخط کرنے والوں کی تعداد چالیس ہزار تھی بیعت نامہ تیار ہونے کے بعد مامون رشید نے سلیمان کو بیعت نامہ سمیت مدینہ بھیج دیا، سلیمان قطع مراحل وطے منازل کرتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے اور حضرت امام رضا علیہ السلام سے ملاقات کی، ان کی خدمت میں مامون کا پیغام پہنچا دیا۔

اور مجلس مشاورت کے تمام واقعات بیان کئے اور بیعت نامہ حضرت کی خدمت میں پیش کیا، حضرت نے جونہی اس کو کھولا اور اس کا سرنامہ دیکھا، سر مبارک ہلا کر فرمایا کہ یہ میرے لیے کسی طرح مفید نہیں ہے، اس وقت آپ آبدیدہ تھے پھر آپ نے فرمایا کہ مجھے جدنامدار نے خواب میں نتائج واعواقب سے آگاہ کر دیا ہے، سلیمان نے کہا کہ مولا یہ تو خوشی کا موقع ہے آپ اس درجہ پریشان کیوں ہیں، ارشاد فرمایا کہ میں اس دعوت میں اپنی موت دیکھ رہا ہوں انہوں نے کہا کہ مولا میں نے سب سے بیعت لے لی ہے کہا درست ہے لیکن

جدنامدار نے جوفرمایا ہے وہ غلط نہیں ہوسکتا، میں مامون کے ہاتھوں شہید کیا جاؤں گا۔

بلآخر آپ پر کچھ دباؤ پڑا کہ آپ مروخراسان کے لیے عازم ہوگئے جب آپ کے عزیزوں اوروطن والوں کوآپ کی روانگی کا حال معلوم ہوا بے پناہ روئے۔

غرضکہ آپ روانہ ہوگئے، راستے میں ایک چشمہ آب کے کنارے چندآہوؤں کودیکھا کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں جب ان کی نظر حضرت پر پڑی سب دوڑ پڑے اور باچشم تر کہنے لگے کہ حضورخراسان نہ جائیں کہ دشمن بہ لباس دوستی آپ کی تاک میں ہےاورملک الموت استقبال کے لیے تیارہیں، حضرت نے فرمایا کہ اگرموت آنی ہے تووہ ہرحال میں آئے گی (کنزالانساب ابومخنف ص ۸۷ طبع بمبئی ۱۳۰۲ھ)۔

ایک روایت میں ہے کہ مامون نے اپنی غرض کے لیے حضرت کوخلیفہ وقت بنانے کے لیے لکھاتوآپ نے انکارکردیا پھراس نے تحریرکیا کہ آپ میری ولی عہدی قبول کیجئے آپ نے اس سے بھی انکارکردیاجب وہ آپ کی طرف سے مایوس ہوگیاتواس نے تین سوافراد پرمشتمل فوج بھیج دی اورحکم دیدیا کہ وہ جس حالت میں ہوں اور جہاں ہوں ان کوگرفتارکرکے لایاجائے اورانہیں اتنی مہلت نہ دی جائے کہ وہ کسی سے مل سکیں چنانچہ فوج غالبا فضل بن سہل وزیراعظم کی قیادت میں مدینہ پہنچی اورامام علیہ السلام کومسجد سے گرفتاررکے مروخراسان کے لے روانہ ہوگئی، اتنا موقع نہ دیا کہ امام علیہ السلام، اپنے اہل وعیال سے رخصت ہولیتے۔

مامون کی طلبی سے قبل امام علیہ السلام کی روضہ رسول پر فریاد

ابومخنف بن لوط بن یحی خزاعی کا بیان ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم کی شہادت کے بعد ۱۵/ محرم الحرام شب یک شنبہ کو حضرت امام رضا علیہ السلام نے روضہ رسول خدا پر حاضری دی وہاں مشغول عبادت تھے کہ آنکھ لگ گئی، خواب میں دیکھا کہ حضرت رسول کریم بالباس سیاہ تشریف لائے ہیں اور سخت پریشان ہیں امام علیہ السلام نے سلام کیا حضور نے جواب سلام دے کر فرمایا، اے فرزند، میں اور علی وفاطمہ، حسن وحسین سب تمہارے غم میں نالاں وگریاں ہیں اور ہم ہی نہیں فرزندم زین العابدین، محمد باقر، جعفر صادق اور تمہارے پدر موسیٰ کاظم سب غمگین اور رنجیدہ ہیں، اے فرزند عنقریب مامون رشید تم کو زہر سے شہید کرے گا، یہ دیکھ کر آپ کی آنکھ کھل گئی، اور آپ زارزار رونے لگے پھر روضہ مبارک سے باہر آئے ایک جماعت نے آپ سے ملاقات کی اور آپ کو پریشان دیکھ کر پوچھا کہ مولا اضطراب کی وجہ کیا ہے فرمایا ابھی ابھی جدنامدار نے میری شہادت کی خبر دی ہے اے ابوصلت دشمن مجھے شہید کرنا چاہتا ہے اور میں خدا پر بھروسہ کرتا ہوں جو مرضی معبود ہو وہی میری مرضی ہے اس خواب کے تھوڑے عرصہ بعد مامون رشید کا لشکر مدینہ پہنچ گیا اور وہ امام علیہ السلام کو اپنی سیاسی غرض کرنے کے لیے وہاں سے دارالخلافت "مرو" میں لے آیا (کنزالانساب ص ۸۶)

-

امام رضا علیہ السلام کی مدینہ سے مرو میں طلبی

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ حالات کی روشنی میں مامون نے اپنے مقام پر یہ قطعی فیصلہ اور عزم بالجزم کر لینے کے بعد کہ امام رضا علیہ السلام کو ولیعہد خلافت بنائے گا اپنے وزیر اعظم فضل بن سہل کو بلا بھیجا اور اس سے کہا کہ ہماری رائے ہے کہ ہم امام رضا کو ولی عہدی سپرد کر دیں تم خود بھی اس پر سوچ و بچار کرو، اور اپنے بھائی حسن بن سہل سے مشورہ کرو ان دونوں نے آپس میں تبادلہ خیال کرنے کے بعد مامون کی بارگاہ میں حاضری دی، ان کا مقصد تھا کہ مامون ایسا نہ کرے ورنہ خلافت آل عباس سے آل محمد میں چلی جائے گی ان لوگوں نے اگرچہ کھل کر مخالفت نہیں کی، لیکن دبے لفظوں میں ناراضگی کا اظہار کیا مامون نے کہا کہ میرا فیصلہ اٹل ہے اور میں تم دونوں کو حکم دیتا ہوں کہ تم مدینہ جا کر امام رضا کو اپنے ہمراہ لاؤ (حکم حاکم مرگ مفاجات) آخر کار یہ دونوں امام رضا کی خدمت میں مقام مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور انہوں نے بادشاہ کا پیغام پہنچایا۔

حضرت امام علی رضا نے اس عرضداشت کو مسترد کر دیا اور فرمایا کہ میں اس امر کے لیے اپنے کو پیش کرنے سے معذور ہوں لیکن چونکہ بادشاہ کا حکم تھا کہ انہیں ضرور لاؤ اس لیے ان دونوں نے بے انتہا اصرار کیا اور آپ کے ساتھ اس وقت تک لگے رہے جب تک آپ نے مشروط طور پر وعدہ نہیں کر لیا (نور الابصار ص ۱۴۱)۔

امام رضا علیہ السلام کی مدینہ سے روانگی

تاریخ ابوالفداء میں ہے کہ جب امین قتل ہوا تو مامون سلطنت عباسیہ کا مستقل بادشاہ بن گیا یہ ظاہر ہے کہ امین کے قتل ہونے کے بعد سلطنت مامون کے پائے نام ہوگئی مگر یہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ امین ننہیال کی طرف سے عربی النسل تھا، اور مامون عجمی النسل تھا امین کے قتل ہونے سے عراق کی عرب قوم اور ارکان سلطنت کے دل مامون کی طرف سے صاف نہیں ہوسکتے تھے بلکہ وہ ایک غم وغصہ کی کیفیت محسوس کرتے تھے دوسری طرف خود بنی عباس میں سے ایک بڑی جماعت جو امین کی طرف دار تھی اس سے بھی مامون کو ہر طرح خطرہ لگا ہوا تھا۔ اولاد فاطمہ میں سے بہت سے لوگ جو وقتاً فوقتاً بنی عباس کے مقابل میں کھڑے ہوتے رہتے تھے وہ خواہ قتل کردیے گئے ہوں یا جلاوطن کئے گئے ہوں یا قید رکھے گئے ہوں ان کے موافق جماعت تھی جو اگرچہ حکومت کا کچھ بگاڑ نہ سکتی تھی مگر دل ہی دل میں حکومت بن عباس سے بیزار ضرور تھی ایران میں ابومسلم خراسانی نے بنی امیہ کے خلاف جو اشتعال پیدا کیا وہ ان مظالم ہی کو یاد دلا کر جو بنی امیہ کے ہاتھوں حضرت امام حسین علیہ السلام اور دوسرے بنی فاطمہ کے ساتھ کیے تھے اس سے ایران میں اس خاندان کے ساتھ ہمدردی کا پیدا ہونا فطری تھا درمیان میں بنی عباس نے اس سے غلط فائدہ اٹھایا مگر اتنی مدت میں کچھ نہ کچھ تو ایرانیوں کی آنکھیں بھی کھل گئی ہوں گی کہ ہم سے کہا گیا تھا کیا اور اقتدار کن لوگوں نے حاصل کرلیا، ممکن ہے ایرانی قوم کے ان رجحانات کا چرچا مامون کے کانوں تک بھی پہنچا ہو اب جس وقت کہ امین کے قتل کے بعد وہ عرب قوم پر اور بنی عباس کے خاندان

پر بھروسہ نہیں کرسکتا تھا اور اسے ہر وقت اس حلقہ سے بغاوت کا اندیشہ تھا، تو اسے سیاسی مصلحت اسی میں معلوم ہوئی کہ عرب کے خلاف عجم اور بنی عباس کے خلاف بنی فاطمہ کو اپنا لیا جائے، اور چونکہ طرز عمل میں خلوص سمجھا نہیں جا سکتا اور وہ عام طبائع پر اثر نہیں ڈال سکتا اگر یہ نمایاں ہو جائے کہ وہ سیاسی مصلحتوں کی بنا پر ہے اس لے ضرورت ہوئی کہ مامون مذہبی حیثیت سے اپنی شیعت نوازی اور ولائے اہلبیت کے چرچے عوام کے حلقوں میں پھیلائے اور یہ دکھلائے کہ وہ انتہائی نیک نیتی پر قائم ہے اب "حق بہ حقدار رسید" کے مقولہ کو سچا بنانا چاہتا ہے۔

اس سلسلہ میں جناب شیخ صدوق اعلی اللہ مقامہ نے تحریر فرمایا ہے کہ اس نے اپنی زندگی کی حکایت بھی شائع کی کہ جب امین کا اور میرا مقابلہ تھا، اور بہت نازک حالت تھی اور عین اسی وقت میرے خلاف سیستان اور کرمان میں بھی بغاوت ہوگئی تھی اور خراسان میں بھی بے چینی پھیلی ہوئی تھی اور فوج کی طرف سے بھی اطمینان نہ تھا اور اس سخت اور دشوار ماحول میں، میں نے خدا سے التجا کی اور منت مانی کہ اگر یہ سب جھگڑے ختم ہو جائیں اور میں بام خلافت تک پہنچوں تو اس کو اس کے اصل حقدار یعنی اولاد فاطمہ میں سے جو اس کا اہل ہے اس تک پہنچا دوں گا اسی نذر کے بعد سے میرے سب کام بننے لگے، اور آخر تمام دشمنوں پر مجھے فتح حاصل ہوئی۔

یقیناً یہ واقعہ مامون کی طرف سے اس لیے بیان کیا گیا کہ اس کا طرز عمل خلوص نیت اور حسن نیت پر بھی مبنی سمجھا جائے، یوں تو جو اہلبیت کے کھلے ہوئے دشمن سخت سے سخت تھے وہ بھی

ان کی حقیقت اور فضیلت سے واقف تھے اور ان کی عظمت کو جانتے تھے مگر شیعیت کے معنی صرف یہ جاننا تو نہیں ہیں بلکہ محبت رکھنا اور اطاعت کرنا ہیں اور مامون کے طرز عمل سے یہ ظاہر ہے کہ وہ اس دعوے شیعیت اور محبت اہل بیت کا ڈھنڈورا پیٹنے کے باوجود خود امام کی اطاعت نہیں کرنا چاہتا تھا، بلکہ امام کو اپنے منشا کے مطابق چلانے کی کوشش تھی ولی عہد بننے کے بارے میں آپ کے اختیارات کو بالکل سلب کر دیا گیا اور آپ کو مجبور بنا دیا گیا تھا اس سے ظاہر ہے کہ یہ ولی عہدی کی تفویض بھی ایک حاکمانہ تشدد تھا جو اس وقت شیعیت کے بھیس میں امام کے ساتھ کیا جا رہا تھا۔

امام رضا علیہ السلام کا ولی عہد کو قبول کرنا بالکل ویسا ہی تھا جیسا ہارون کے حکم سے امام موسی کاظم کا جیل خانہ میں چلا جانا اسی لیے جب امام رضا علیہ السلام مدینہ سے خراسان کی طرف روانہ ہو رہے تھے تو آپ کے رنج وصدمہ اور اضطراب کی کوئی حد نہ تھی روضہ رسول سے رخصت کے وقت آپ کا وہی عالم تھا جو حضرت امام حسین علیہ السلام کا مدینہ سے روانگی کے وقت تھا دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ بے تابانہ روضہ کے اندر جاتے ہیں اور نالہ وآہ کے ساتھ امت کی شکایت کرتے ہیں پھر باہر نکل کر گھر جانے کا ارادہ کرتے ہیں اور پھر دل نہیں مانتا پھر روضہ سے جا کر لپٹ جاتے ہیں یہ ہی صورت کئی مرتبہ ہوئی، راوی کا بیان ہے کہ میں حضرت کے قریب گیا تو فرمایا اۓ محول! میں اپنے جد امجد کے روضے سے بہ جبر جدا کیا جا رہا ہوں اب مجھ کو یہاں آنا نصیب نہ ہوگا (سوانح امام رضا جلد ۳ ص ۷)۔

محول شیبانی کا بیان ہے کہ جب وہ ناگوار وقت پہنچ گیا کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام اپنے

جد بزرگوار کے روضہ اقدس سے ہمیشہ کے لے وداع ہوئے تو میں نے دیکھا کہ آپ نے تابانہ اندرجاتے ہیں اور بانالہ وآہ باہرآتے ہیں اورظلمہ امت کی شکایت کرتے ہیں یاباہرآکر گریہ وبکافرماتے ہیں اور پھراندرواپس چلے جاتے ہیں آپ نے چند بارایسا ہی کیااورمجھ سے نہ رہا گیااورمیں نے حاضرہوکرعرض کی مولااضطراب کی کیاوجہ ہے؟ فرمایااۓمحول ! میں اپنے نانا کے روضہ سے جبراجدا کیاجارہاہوں مجھے اس کے بعداب یہاں آنانصیب نہ ہوگامیں اسی مسافرت اورغریب الوطنی میں شہیدکردیاجاؤں گا،اورہارون رشید کےمقبرہ میں مدفون ہوں گااس کے بعدآپ دولت سرامیں تشریف لائے اورسب کوجمع کرکےفرمایا کہ میں تم سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہورہاہوں یہ سن کرگھرمیں ایک عظیم کہرام بپاہوگیااورسب چھوٹے بڑے رونے لگے،آپ نے سب کوتسلی دی اورکچھ دیناراعزامیں تقسیم کرکے راہ سفراختیارفرمالیا ایک روایت کی بناپرآپ مدینہ سے روانہ ہوکرمکہ معظّمہ پہنچے اوروہاں طواف کرکےخانہ کعبہ کورخصت فرمایا۔

حضرت امام رضاعلیہ السلام کانیشاپورمیں ورودمسعود

رجب ۲۰۰ ہجری میں حضرت مدینہ منورہ سے مرو”خراسان“ کی جانب روانہ ہوئے اہل وعیال اورمتعلقین سب کومدینہ منورہ ہی میں چھوڑااس وقت امام محمدتقی علیہ السلام کی عمرپانچ برس کی تھی آپ مدینہ ہی میں رہے مدینہ سے روانگی کےوقت کوفہ اورقم کی سیدھی راہ چھوڑکر بصرہ اوراہوازکا غیرمتعارف راستہ اس خطرہ کے پیش نظراختیارکیا گیا کہ کہیں عقیدت مندان

امام مزاحمت نہ کریں غرضکہ قطع مراحل اور طے منازل کرتے ہوئے یہ لوگ نیشاپور کے نزدیک جا پہنچے۔

مورخین لکھتے ہیں کہ جب آپ کی مقدس سواری نیشاپوری کے قریب پہنچی تو جملہ علماء وفضلاء شہر نے بیرون شہر حاضر ہوکر آپ کی رسم استقبال ادا کی، داخل شہر ہوئے تو تمام خورد وبزرگ شوق زیارت میں امنڈ پڑے، مرکب عالی جب مربعہ شہر (چوک) میں پہنچا تو خلاق سے زمین پر تل رکھنے کی جگہ نہ تھی اس وقت حضرت امام رضا قاطر نامی خچر پر سوار تھے جس کا تمام سازوسامان نقرئی تھا خچر پر عماری تھی اوراس پر دونوں طرف پردہ پڑے ہوئے تھے اور برواییتے چھتری لگی ہوئی تھی اس وقت امام المحدثین حافظ ابوزرعہ رازی اور محمد ن بن اسلم طوسی آگے آگے اوران کے پیچھے اہل علم وحدیث کی ایک عظیم جماعت حاضر خدمت ہوئی اور بایں کلمات امام علیہ السلام کو مخاطب کیا" اے جمیع سادات کے سردار، اے تمام مومنوں کے امام اوراے مرکز پاکیزگی، آپ کو رسول اکرم کا واسطہ، آپ اپنے اجداد کے صدقہ میں اپنے دیدار کا موقع دیجئے اورکوئی حدیث اپنے جدنامدار کی بیان فرمائیے یہ کہہ کر محمد بن رافع ،احمد بن حارث، یحی بن یحی اوراسحاق بن راہویہ نے آپ کے خاطر کی باگ تھام لی۔

ان کی استدعا سن کر آپ نے سواری روک دیئے جانے کے لیے اشارہ فرمایا، اورشارہ کیا کہ حجاب اٹھادیئے جائیں فوراً تعمیل کی گئی حاضرین نے جونہی وہ نورانی چہرہ اپنے پیارے رسول کے جگر گوشہ کا دیکھا سینوں میں دل بیتاب ہوگئے دوزلفین نورانور پر مانند گیسوئے مشک بوئے جناب رسول خدا چھوٹی ہوئی تھیں کسی کو یارائے ضبط باقی نہ رہا وہ سب کے سب بے

اختیار ڈھاریں مارکر رونے لگے بہتوں نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے کچھ زمین پر گر کر لوٹنے لگے بعض سواری کے گرد وپیش گھومنے اور چکر لگانے لگے اور مرکب اقدس کی زین ولجام چومنے لگے اور عماری کا بوسہ دینے لگے آخر مرکب عالی کے قدم چومنے کے اشتیاق میں درانہ بڑھے چلے آتے تھے غرضکہ عجیب طرح کا ولولہ تھا کہ جمال باکمال کو دیکھنے سے کسی کو سیری نہیں ہوئی تھی ٹکٹکی لگائے رخ انور کی طرف نگراں تھے یہاں تک دوپہر ہوگئی اور ان کے موجودہ اشتیاق وتمنا کی پر جوشیوں میں کوئی کمی نہیں آئی اس وقت علماء وفضلاء کی جماعت نے بآواز بلند پکار کر کہا کہ مسلمانوں ذرا خاموش ہو جاؤ، اور فرزند رسول کے لیے آزار نہ بنو، ان کی استدعا پر قدرے شور وغل تھما تو امام علیہ السلام نے فرمایا:

حدثنی ابی موسی الکاظم عن ابیه جعفر الصادق عن ابیه محمد الباقر عن ابیه زین العابدین عن ابیه الحسین الشهید بکربلا عن ابیه علی المرتضی قال حدثنی حبیبی وقرة عینی رسو ل الله صلی الله علیه وآله وسلم قال حدثنی جبرئیل علیه السلام قال حدثنی رب العزت سبحانه وتعالی قال لااله الاالله حصنی فمن قالها دخل حصنی ومن دخل حصنی امن من عذابی (مسند امام رضا علیه السلام ص ۷، طبع مصر ۱۳۴۱ھ)۔

ترجمہ:

میرے پدر بزرگوار حضرت امام موسیٰ کاظم نے مجھ سے بیان فرمایا اور ان سے امام جعفر صادق علیہ السلام نے اور ان سے امام محمد باقر نے اور ان سے امام زین العابدین نے

اوران سے امام حسین نے اوران سے حضرت علی مرتضیٰ نے اوران سے حضرت رسول کریم جناب محمد مصطفیٰ صلعم نے اوران سے جناب جبرئیل امین نے اوران سے خداوند عالم نے ارشادفرمایا کہ "لا الہ الا اللہ" میرا قلعہ ہے جو اسے زبان پر جاری کرے گا میرے قلعہ میں داخل ہوجائے گا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوگا میرے عذاب سے محفوظ ہوجائے گا۔

یہ کہہ کرآپ نے پردہ کھینچوادیا، اور چندقدم بڑھنے کے بعد فرمایا بشرطہاوشروطہاوانامن شروطہا کہ لا الہ الا اللہ کہنے والانجات ضرور پائے گا لیکن اس کے کہنے اورنجات پانے میں چندشرطیں ہیں جن میں سے ایک شرط میں بھی ہوں یعنی اگرآل محمد کی محبت دل میں نہ ہوگی تولا الہ الا اللہ کہنا کافی نہ ہوگا علماء نے "تاریخ نیشابور" کے حوالے سے لکھاہے کہ اس حدیث کے لکھنے میں مفرددواتوں کے علاوہ ۲۴ ہزارقلمدان استعمال کئے گئے احمد بن حنبل کا کہنا ہے کہ یہ حدیث جن اسناداوراسماء کے ذریعہ سے بیان فرمائی گئی ہے اگرانہیں اسماء کو پڑھ کر مجنون پردم کیاجائے تو "لا فاق من جنونہ" ضروراس کا جنون جاتارہے گا اوروہ اچھاہوجائے گا علامہ شبلنجی نورالابصارمیں بحوالہ ابوالقاسم تضیری لکھتے ہیں کہ ساسانہ کے رہنے والے بعض رؤسا نے جب اس سلسلہ حدیث کوسناتواسے سونے کے پانی سے لکھواکراپنے پاس رکھ لیااورمرتے وقت وصیت کی کہ اسے میرے کفن میں رکھ دیاجائے چنانچہ ایساہی کیا گیامرنے کے بعداس نے خواب میں بتایا کہ خداوندعالم نے مجھے ان ناموں کی برکت سے بخش دیاہےاورمیں بہت آرام کی جگہ ہوں۔

مؤلف کہتاہے کہ اسی فائدہ کے لیے شیعہ اپنے کفن میں خواب نامہ کے طور پران اسماء کولکھ

کررکھتے ہیں بعض کتابوں میں ہے کہ نیشاپورمیں آپ سے بہت سے کرامات نمودارہوئے۔

شہرطوس میں آپ کانزول وورود

جب اس سفرمیں چلتے چلتے شہرطوس پہنچے تووہاں دیکھا کہ ایک پہاڑسے لوگ پتھرتراش کرہانڈی وغیرہ بناتے ہیں آپ اس سے ٹیک لگا کرکھڑے ہوگئے اورآپ نے اس کے نرم ہونے کی دعا کی وہاں کے باشندوں کا کہنا ہے کہ اس پہاڑ کا پتھر بالکل نرم ہوگیااوربڑی آسانی سے برتن بننے لگے۔

امام رضا کادارالخلافہ مرومیں نزول

امام علیہ السلام طے مراحل اورقطع منازل کرنے کے بعد جب مرو پہنچے جسے سکندرذوالقرنین نے بروایت معجم البلدان آبادکیاتھا اورجواس وقت دارالسلطنت تھا توماموں نے چندروزضیافت تکریم کے مراسم اداکرنے کے بعدقبول خلافت کا سوال پیش کیا حضرت نے اس سے اسی طرح انکارکیا جس طرح امیرالمومنین چوتھے موقعہ پرخلافت پیش کئے جانے کے وقت انکارفرمارہے تھے مامون کوخلافت سے دستبردارہونا،درحقیقت منظورنہ تھاورنہ وہ امام کواسی پرمجبورکرتا۔

چنانچہ جب حضرت نے خلافت کے قبول کرنے سے انکارفرمایا،تواس نے ولیعہدی کا سوال

پیش کیا حضرت اس کے بھی انجام سے ناواقف نہ تھے نیز بخوشی جابر حکومت کی طرف سے کوئی منصب قبول کرنا آپ کے خاندانی اصول کے خلاف تھا حضرت نے اس سے بھی انکار فرمایا مگر اس پر مامون کا اصرار جبر کی حد تک پہنچ گیا اور اس نے صاف کہہ دیا کہ "لابد من قبولک" اگر آپ اس کو منظور نہیں کر سکتے تو اس وقت آپ کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا جان کا خطرہ قبول کیا جا سکتا ہے جب مذہبی مفاد کا قیام جان دینے پر موقوف ہو ورنہ حفاظت جان شریعت اسلام کا بنیادی حکم ہے امام نے فرمایا، یہ ہے تو میں مجبورا قبول کرتا ہوں مگر کاروبار سلطنت میں بالکل دخل نہ دوں گا ہاں اگر کسی بات میں مجھ سے مشورہ لیا جائے تو نیک مشورہ ضرور دوں گا۔

اس کے بعد یہ ولی عہدی صرف برائے نام سلطنت وقت کے ایک ڈھکوسلے سے زیادہ کوئی وقعت نہ رکھتی تھی جس سے ممکن ہے کچھ عرصہ تک سیاسی مقصد میں کامیابی حاصل کر لی گئی ہو مگر امام کی حیثیت اپنے فرایض کے انجام دینے میں بالکل وہ تھی جو ان کے پیش رو حضرت علی مرتضی اپنے زمانے کے با اقتدار طاقتوں کے ساتھ اختیار کر چکے تھے جس طرح ان کا کبھی کبھی مشورہ دیدنا ان حکومتوں کو صحیح و ناجائز نہیں بنا سکتا ویسے ہی امام رضا علیہ السلام کا اس نوعیت سے ولیعہدی کا قبول فرمانا اس سلطنت کے جواز کا باعث نہیں ہو سکتا تھا صرف مامون کی ایک راج ہٹ تھی جو سیاسی غرض کے پیش نظر اس طرح پوری ہو گئی مگر امام نے اپنے دامن کو سلطنت ظلم کے اقدامات اور نظم و نسق سے بالکل الگ رکھا۔

تواریخ میں ہے کہ مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے کہا کہ شرطیں قبول کر لیں اس

کے بعد آپ نے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کئے اور بارگاہ احدیت میں عرض کی پروردگار تو جانتا ہے کہ اس امر کو میں نے بہ مجبور و ناچاری اور خوف قتل کی وجہ سے قبول کر لیا ہے۔
خداوندا تو میرے اس فعل پر مجھ سے اسی طرح مواخذہ نہ کرنا جس طرح جناب یوسف اور جناب دانیال سے باز پرس نہیں فرمائی اس کے بعد کہا میرے پالنے والے تیرے عہد کے سوا کوئی عہد نہیں اور تیری عطا کی ہوئی حیثیت کے سوا کوئی عزت نہیں خدایا تو مجھے اپنے دین پر قائم رہنے کی توفیق عنایت فرما، خواجہ محمد پارسا کا کہنا ہے کہ ولیعہدی کے وقت آپ رو رہے تھے ملا حسین لکھتے ہیں کہ مامون کی طرف سے اصرار اور حضرت کی طرف سے انکار کا سلسلہ دو ماہ جاری رہا اس کے بعد ولی عہدی قبول کی گئی۔

جلسہ ولیعہدی کا انعقاد

یکم رمضان ۲۰۱ ھجری بروز پنجشنبہ جلسہ ولیعہدی منعقد ہوا، بڑی شان وشوکت اور تزک واحتشام کے ساتھ یہ تقریب عمل میں لائی گئی سب سے پہلے مامون نے اپنے بیٹے عباس کو اشارہ کیا اور اس نے بیعت کی، پھر اور لوگ بیعت سے شرفیاب ہوئے سونے اور چاندی کے سکے سر مبارک پر نثار ہوئے اور تمام ارکان سلطنت اور ملازمین کو انعامات تقسیم ہوئے مامون نے حکم دیا کہ حضرت کے نام کا سکہ تیار کیا جائے، چنانچہ درہم و دینا پر حضرت کے نام کا نقش ہوا، اور تمام قلمرو میں وہ سکہ چلایا گیا جمعہ کے خطبہ میں حضرت کا نام نامی داخل کیا گیا۔

یہ ظاہر ہے کہ حضرت کے نام مبارک کا سکہ عقیدت مندوں کے لیے تبرک اور ضمانت کی حیثیت رکھتا تھا اس سکہ کو سفر وحضر میں حرز جان کے لیے ساتھ رکھنا یقینی امر تھا صاحب جنات الخلو د نے بحر و بر کے سفر میں تحفظ کے لیے آپ کے توسل کا ذکر کیا ہے اسی کی یادگار میں بطور ضمانت بعقیدہ تحفظ ہم اب بھی سفر میں باز و پر امام ضامن ثامن کا پیسہ باندھتے ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ ۳۳ ہزار عباسی مرد وزن وغیرہ کی موجودگی میں آپ کو ولیعہد خلافت بنا دیا گیا اس کے بعد اس نے تمام حاضرین سے حضرت امام علی رضا کے لیے بیعت لی اور دربار کا لباس بجائے سیاہ کے سبز قرار دیا گیا جو سادات کا امتیازی لباس تھا فوج کی وردی بھی بدل دی گئی تمام ملک میں احکام شاہی نافذ ہوئے کہ مامون کے بعد علی رضا تخت وتاج کے مالک ہیں اور ان کا لقب ہے "الرضا من آل محمد" حسن بن سہل کے نام بھی فرمان گیا کہ ان کے لیے بیعت عام لی جائے اور عموما اہل فوج وعمائد بنی ہاشم سبز رنگ کے پھرہرے اور سبز کلاہ وقبائیں استعمال کریں۔

علامہ شریف جرجانی نے لکھا ہے کہ قبول ولیعہدی کے متعلق جو تحریر حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے مامون کو لکھی اس کا مضمون یہ تھا کہ "چونکہ مامون نے ہمارے ان حقوق کو تسلیم کرلیا ہے جن کو ان کے آباؤ اجداد نے نہیں پہچانا تھا لہذا میں نے اس کی درخواست ولی عہدی قبول کرلی اگرچہ جفر وجامعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام انجام کو نہ پہنچے گا"۔

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ قبول ولیعہدی کے سلسلہ میں آپ نے جو کچھ تحریر فرمایا تھا اس پر گواہ کی حیثیت سے فضل بن سہل، سہل بن فضل، یحی بن اکثم، عبداللہ بن طاہر، ثمامہ بن

اشرس، بشر بن معتمر، حماد بن نعمان وغیرہم کے دستخط تھے انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے اس جلسہ ولیعہدی میں اپنے مخصوص عقیدت مندوں کو قریب بلا کر کان میں فرمایا تھا کہ اس تقریب پر دل میں خوشی کو جگہ نہ دو ملاحظہ ہو صواعق محرقہ ص ۱۲۲، مطالب السول ص ۲۸۲، نور الابصار ص ۱۴۲، اعلام الوری ص ۱۹۳، کشف الغمہ ص ۱۱۲، جنات الخلود ص ۳۱، المامون ص ۸۲، وسیلۃ النجات ص ۳۷۹، ارجح المطالب ص ۴۵۴، مسند امام رضا ص ۷، تاریخ طبری، شرح مواقف، تاریخ آئمہ ص ۴۷۲، تاریخ احمدی ص ۳۵۴، شواہد النبوت، ینابع المودۃ، فصل الخطاب، حلیۃ الاولیا، روضۃ الصفا، عیون اخبار رضا، دمعہ ساکبہ، سوانح امام رضا۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کا دشمنوں پر اثر

تاریخ اسلام میں ہے کہ امام رضا علیہ السلام کی ولیعہدی کی خبر سن کر بغداد کے عباسی یہ خیال کر کے کہ خلافت ہمارے خاندان سے نکل چکی ہے کمال دل سوختہ ہوئے اور انہوں نے ابراہیم بن مہدی کو بغدا کے تخت پر بٹھا دیا اور محرم ۲۰۲ ہجری میں مامون کی معزولی کا اعلان کر دیا بغداد اور اس کے نواح میں بالکل بد نظمی پھیل گئی لچے غنڈے دن دھاڑے لوٹ مار کرنے لگے جنوبی عراق اور حجاز میں بھی معاملات کی حالت ایسی ہی خراب ہو رہی تھی فضل وزیر اعظم سب خبروں کو بادشاہ سے پوشیدہ رکھتا تھا مگر امام رضا علیہ السلام نے اسے

خبردار کردیا بادشاہ وزیر کی طرف سے بدگمان ہوگیا مامون کو جب ان شورشوں کی خبر ہوئی تو بغداد کی طرف روانہ ہوگیا سرخس میں پہنچ کر اس نے فضل بن سہل وزیر سلطنت کو حمام میں قتل کرادیا (تاریخ اسلام جلد ا ص ٦١)۔

شمس العلماء شبلی نعمانی حضرت امام رضا کی بیعت ولیعہدی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس انوکھے حکم نے بغداد میں ایک قیامت انگیز ہلچل مچادی اور مامون سے مخالفت کا پیمانہ لبریز ہوگیا بعضوں نے (سبز رنگ وغیرہ کے اختیار کرنے کے حکم کی بہ جبر تعمیل کی مگر عام صدا یہی تھی کہ خلافت خاندان عباس کے دائرہ سے باہر نہیں جاسکتی (المامون ص ٨٢)۔

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام جب ولی عہد خلافت مقرر کئے جانے لگے مامون کے حاشیہ نشین سخت بدظن اور دل تنگ ہوگئے اور ان پر یہ خوف چھا گیا کہ اب خلافت بنی عباس سے نکل کر بنی فاطمہ کی طرف چلی جائے گی اور اسی تصور نے انہیں حضرت امام رضا علیہ السلام سے سخت متنفر کردیا (نورالابصار ص ١٤٣)۔

واقعہ حجاب

مورخین لکھتے ہیں کہ اس واقعہ ولیعہدی سے لوگوں میں اس درجہ بغض وحسد اور کینہ پیدا ہوگیا کہ وہ لوگ معمولی معمولی باتوں پر اس کا مظاہرہ کردیتے تھے علامہ شبلنجی اور علامہ ابن طلحہ شافعی لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام کا ولیعہدی کے بعد یہ اصول تھا کہ آپ مامون سے اکثر ملنے کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے اور ہوتا یہ تھا کہ جب آپ

دہلیز کے قریب پہنچتے تھے تو تمام دربان اور خدام آپ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوجاتے تھے اور سلام کر کے پردہ دراٹھایا کرتے تھے ایک دن سب نے مل کر طے کرلیا کہ کوئی پردہ نہ اٹھائے چنانچہ ایسا ہی ہوا جب امام علیہ السلام تشریف لائے تو حاجب نے پردہ نہیں اٹھایا مطلب یہ تھا کہ اس سے امام کی توہین ہوگی، لیکن اللہ کے ولی کو کوئی ذلیل نہیں کرسکتا جب ایسا واقعہ آیا تو ایک تند ہوا نے پرداہ اٹھایا اور امام داخل دربار ہوگئے پھر جب آپ واپس تشریف لائے تو ہوا نے بدستور پردہ اٹھانے میں سبقت کی اسی طرح کئی دن تک ہوتا رہا بالآخرہ وہ سب کے سب شرمندہ ہوگئے اور امام علیہ السلام کی خدمت مثل سابق کرنے لگے (نورالابصار ص ۱۴۳، مطالب السؤل ص ۲۸۲، شواہدالنبوت ص ۱۹۷)۔

حضرت امام رضا علیہ السلام اور نماز عید

ولی عہدی کو ابھی زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ عید کا موقع آ گیا مامون نے حضرت سے کہلا بھیجا کہ آپ سواری پر جا کر لوگوں کو نماز عید پڑھائیں حضرت نے فرمایا کہ میں نے پہلے ہی تم سے شرط کرلی ہے کہ بادشاہت اور حکومت کے کسی کام میں حصہ نہیں لوں گا اور نہ اس کے قریب جاؤں گا اس وجہ سے تم مجھ کو اس نماز عید سے بھی معاف کردو تو بہتر ہے ورنہ میں نماز عید کے لے اسی طرح جاؤں گا جس طرح میرے جدامجد حضرت محمد رسول اللہ صلعم تشریف لے جایا کرتے تھے مامون نے کہا کہ آپ کو اختیار ہے جس طرح چاہیں جائیں اس کے بعد اس نے سواروں اور پیادوں کو حکم دیا کہ حضرت کے دروازے پہ حاضر ہوں۔

جب یہ خبر شہر میں مشہور ہوئی تو لوگ عید کے روز سڑکوں اور چھتوں پر حضرت کی سواری کی شان دیکھنے کو جمع ہو گئے، اکی بھیڑ لگ گئی عورتوں اور لڑکوں سب کو آرزو تھی کہ حضرت کی زیارت کریں اورآفتاب نکلنے کے بعد حضرت نے غسل کیااور کپڑے بدلے، سفید عمامہ سر پر باندھا،عطر لگایااور عصا ہاتھ میں لے کر عیدگاہ جانے پرآمادہ ہوگئے اس کے بعد نوکروں اور غلاموں کو حکم دیا کہ تم بھی غسل کر کے کپڑے بدل لواور اسی طرح پیدل چلو۔

اس انتظام کے بعد حضرت گھر سے باہر نکلے پائجامہ آدھی پنڈلی تک اٹھالیا کپڑوں کو سمیٹ لیا، ننگے پاؤں ہوگئے اور پھر دو تین قدم چل کر کھڑے ہوگئے اور سر کو آسمان کی طرف بلند کر کے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر، حضرت کے ساتھ نوکروں، غلاموں اور فوج کے سپاہیوں نے بھی تکبر کہی راوی کا بیان ہے کہ جب امام رضا علیہ السلام تکبر کہتے تھے تو ہم لوگوں کو معلوم ہوتا تھا کہ درو دیوار اور زمین آسمان سے حضرت کی تکبیر کا جواب سنائی دیتا ہے اس ہیبت کو دیکھ کر یہ حالت ہوئی کہ سب لوگ اور خود لشکر والے زمین پر گر پڑے سب کی حالت بدل گئی لوگوں نے چھریوں سے اپنی جوتیوں کے کل تسمے کاٹ دیئے اور جلدی جلدی جوتیاں پھینک کر ننگے پاؤں ہوگئے شہر بھر کے لوگ چیخ چیخ کر رونے لگے ایک کہرام بپا ہوگیا۔

اس کی خبر مامون کو بھی ہوگئی اس کے وزیر فضل بن سہل نے اس سے کہا کہ اگر امام رضا اسی حالت سے عیدگاہ تک پہنچ جائیں گے تو معلوم نہیں کیا فتنہ اور ہنگام بر پا ہو جائے گا سب لوگ ان کی طرف ہو جائیں گے اور ہم نہیں جانتے کہ ہم لوگ کیسے بچیں گے وزیر کی اس تقریر پر متنبہ ہو کر مامون نے اپنے پاس سے ایک شخص کو حضرت کی خدمت میں بھیج

کرکہلا بھیجا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی جو آپ سے عیدگاہ جانے کے لیے کہا اس سے آپ کو زحمت ہورہی ہے اور میں آپ کی مشقت کو پسند نہیں کرتا بہتر ہے کہ آپ واپس چلے آئیں اور عیدگاہ جانے کی زحمت نہ فرمائیں پہلے جو شخص نماز پڑھاتا تھا وہ پڑھائے گا یہ سن کر حضرت امام رضا علیہ السلام واپس تشریف لائے اور نماز عید نہ پڑھا سکے (وسیلۃ النجات ص ۳۸۲، مطالب السول ص ۲۸۲ و اصول کافی)۔

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں، فرجع علی رضا الی بیتہ ورکب المامون فصلی بالناس" کہ امام رضا علیہ السلام دولت سرا کو واپس تشریف لائے اور مامون نے جا کر نماز پڑھائی (نور الابصار ص ۱۴۳)۔

حضرت امام رضا کی مدح سرائی اور دعبل خزاعی اور ابونواس

عرب کے مشہور شاعر جناب دعبل خزاعی کا نام ابوعلی دعبل ابن علی بن زرین ہے آپ ۱۴۸ ہجری میں پیدا کر ۲۴۵ ہجری میں بمقام شوش وفات پاگئے (رجال طوسی ۳۷۶) ۔اور ابونواس کا پورا نام ابوعلی حسن بن ہانی ابن عبدالاول ہوازی بصری بغدادی ہے یہ ۱۳۶ ہجری میں پیدا ہوکر ۱۹۶ ہجری میں فوت ہوئے دعبل آل محمد کے مدح خاص تھے اور ابونواس ہارون رشید امین و مامون کا ندیم تھا۔

دعبل خزاعی کے بے شمار اشعار مدح آل محمد میں موجود ہیں علامہ شبلنجی تحریر فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام ولی عہد سلطنت تھے دعبل خزاعی ایک دن دار السلطنت

مرو میں آپ سے ملے اورانہوں نے کہا کہ حضور میں نے آپ کی مدح میں ۱۲۰ اشعار پر مشتمل ایک قصیدہ لکھا ہے میری تمنا ہے میں اسے سب سے پہلے حضور ہی کو سناؤں حضرت نے فرمایا بہتر ہے، پڑھو:

دعبل خزاعی نے اشعار پڑھنا شروع کیا قصیدہ کا مطلع یہ ہے:

ذکرت محل الربع من عرفات
فاجریت دمع العین بالعبرات

جب دعبل قصیدہ پڑھ چکے تو امام علیہ السلام نے ایک سو اشرفی کی تھیلی انہیں عطا فرمائی دعبل نے شکریہ ادا کرنے کے بعد اسے واپس کرتے ہوئے کہا کہ مولا میں نے یہ قصیدہ قربۃ الی اللہ کہا ہے میں کوئی عطیہ نہیں چاہتا خدا نے مجھے سب کچھ دے رکھا ہے البتہ حضور اگر مجھے جسم سے اترے ہوئے کپڑے عنایت فرمادیں، تو وہ میری عین خواہش کے مطابق ہوگا آپ نے ایک جبہ عطا کرتے ہوئے فرمایا کہ اس رقم کو بھی رکھ لو یہ تمہارے کام آئے گی دعبل نے اسے لے لیا۔

تھوڑے عرصہ کے بعد دعبل مرو سے عراق جانے والے قافلے کے ساتھ ہوکر روانہ ہوئے راستہ میں چوروں نے اور ڈاکوں نے حملہ کر کے سب کچھ لوٹ لیا اور چند آدمیوں کو گرفتار بھی کرلیا جن میں دعبل بھی تھے ڈاکوؤں نے مال تقسیم کرتے وقت دعبل کا ایک شعر پڑھا دعبل

نے پوچھا یہ کس کا شعر ہے انہوں نے کسی کا ہوگا دعبل نے کہا کہ یہ میرا شعر ہے اس کے بعد انہوں نے سارا قصیدہ سنا دیا ان لوگوں نے دعبل کے صدقے میں سب کو چھوڑ دیا اور سب کا مال واپس کر دیا یہاں تک کہ یہ نوبت آئی کہ ان لوگوں نے واقعہ سن کر امام رضا کا دیا ہوا جبہ خریدنا چاہا، اور اس کی قیمت ایک ہزار دینار لگائی دعبل نے جواب دیا کہ یہ میں نے بطور تبرک اپنے پاس رکھا ہے اسے فروخت نہ کروں گا بالآخر بار بار گرفتار ہونے کے بعد انہوں نے اسے ایک ہزار اشرفی پر فروخت کر دیا۔

علامہ شبلنجی بحوالہ ابوصلت ہروی لکھتے ہیں کہ دعبل نے جب امام رضا کے سامنے یہ قصیدہ پڑھا تھا تو آپ رو رہے تھے اور آپ نے دو بیتوں کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ اشعار الہامی ہیں (نور الابصار ص ۱۳۸)۔

علامہ عبدالرحمن لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے قصیدہ سنتے ہوئے نفس زکیہ کے تذکرہ پر فرمایا کہ اے دعبل اس جگہ ایک شعر کا اور اضافہ کرو، تاکہ تمہارا قصیدہ مکمل ہو جائے انہوں نے عرض کی مولا فرمایئے ارشاد ہوا:

وقبر بطوس نالہا من مصیبۃ

الحت علی الاحشاء بالزفرات

دعبل نے گھبرا کے پوچھا مولا، یہ کس کی قبر ہوگی، جس کا حضور نے حوالہ دیا ہے فرمایا اے

دعبل یہ قبر میری ہوگی اور میں عنقریب اس عالم میں غربت میں جب کہ میرے اعزا و اقرباء بال بچے مدینہ میں ہیں شہید کر دیا جاؤں گا اور میری قبر یہیں بنے گی اے دعبل جو میری زیارت کو آئے گا جنت میں میرے ہمراہ ہوگا (شواہد النبوت ص ۱۹۹)۔

دعبل کا یہ مشہور قصیدہ مجالس المومنین ص ۴۶۶ میں مکمل منقول ہے البتہ اس کا مطلع بدلا ہوا ہے علامہ شیخ عباس قمی نے لکھا ہے کہ دعبل نے ایک کتاب لکھی تھی جس کا نام تھا "طبقات الشعراء" (سفینۃ البحار جلد ا ص ۴۴۱)۔

ابونواس کے متعلق علماء اسلام لکھتے ہیں کہ ایک دن اس کے دوستوں نے اس سے کہا کہ تم اکثر شعار کہتے ہو اور پھر مدح بھی کیا کرتے ہو لیکن افسوس کی بات ہے کہ تم نے حضرت امام رضا علیہ السلام کی مدح میں اب تک کوئی شعر نہیں کہا اس نے جواب دیا کہ حضرت کی جلالت قدر ہی نے مجھے مدح سرائی سے روکا ہے میری ہمت نہیں پڑتی کہ آپ کی مدح کروں یہ کہہ کر اس نے چند شعر پڑھے جس کا ترجمہ یہ ہے:

لوگوں نے مجھ سے کہا کہ عمدہ کلام کے ہر رنگ اور مذاق کے اشعار سب لوگوں سے سننے والوں کے سامنے موتی جھڑتے ہیں پھر تم نے حضرت کے فضائل و مناقب میں کوئی قصیدہ کیوں نہیں کہا؟ تو میں نے سب کے جواب میں کہہ دیا کہ بھائیو جن جلیل الشان امام کے آبائے کرام کے خادم جبرئیل ایسے فرشتے ہوں ان کی مدح کرنا مجھ سے ممکن نہیں ہے۔

اس کے بعد اس نے چند اشعار آپ کی مدح میں لکھے جس کا ترجمہ یہ ہے:

یہ حضرات آئمہ طاہرین خدا کے پاک و پاکیزہ کئے ہوئے ہیں اور ان کا لباس بھی طیب

وظاہر ہے جہاں بھی ان کا ذکر ہوتا ہے وہاں ان پر درود کا نعرہ بلند ہو جاتا ہے جب حسب ونسب بیان ہوتے وقت کوئی شخص علوی خاندان کا نہ نکلے تو اس کو ابتدائے زمانہ سے کوئی فخر کی بات نہیں ملے گی جب خدا نے سب سے زیادہ شریف بھی قرار دیا اور سب پر فضیلت بھی دی، میں سچ کہتا ہوں کہ آپ حضرات ہی ملااعلی ہیں اور آپ ہی کے پاس قرآن مجید کا علم اور سوروں کے مطالب ومفاہیم ہیں" (وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۳۲۲، نورالابصار ص ۱۳۸ طبع مصر)۔

مذاہب عالم کے علماء سے حضرت امام رضا کے علمی مناظرے

مامون رشید کو خود بھی علمی ذوق تھا اس نے ولی عہدی کے مرحلہ کو طے کرنے کے بعد حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے کافی استفادہ کیا پھر اپنے ذوق کے تقاضے پر اس نے مذاہب عالم کے علماء کو دعوت مناظرہ دی اور ہر طرف سے علماء کو طلب کر کے حضرت امام رضا علیہ السلام سے مقابلہ کرایا عہد مامون میں امام علیہ السلام سے جس قدر مناظرے ہوئے ہیں ان کی تفصیل اکثر کتب میں موجود ہے اس سلسلہ میں احتجاج طبرسی، بحار، دمعہ ساکبہ، وغیرہ جیسی کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں، میں اختصار کے پیش نظر صرف دو چار مناظرے لکھتا ہوں۔

عالم نصاریٰ سے مناظرہ

مامون رشید کے عہد میں نصاری کا ایک بہت بڑا عالم ومناظر شہرت عامہ رکھتا تھا جس کا نام ”جاثلیق“ تھا اس کی عادت تھی کہ متکلمین اسلام سے کہا کرتا تھا کہ ہم تم دونوں نبوت عیسی اوران کی کتاب پر متفق ہیں اوراس بات پر بھی اتفاق رکھتے ہیں کہ وہ آسمان پر زندہ ہیں اختلاف ہے تو صرف نبوت محمد مصطفی صلعم میں ہے تم ان کی نبوت کا اعتقاد رکھتے ہو اور ہمیں انکار ہے پھر ہم تم ان کی وفات پر متفق ہو گئے ہیں اب ایسی صورت میں کونسی دلیل تمہارے پاس باقی ہے جو ہمارے لیے حجت قرار پائے یہ کلام سن کر اکثر مناظر خاموش ہوجایا کرتے تھے۔

مامون رشید کے اشارے پر ایک دن وہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے بھی ہم کلام ہوا موقع مناظرہ میں اس نے مذکورہ سوال دھراتے ہوئے کہا کہ پہلے آپ یہ فرمائیں کہ حضرت عیسی کی نبوت اوران کی کتاب دونوں پر آپ کا ایمان واعتقاد ہے یا نہیں آپ نے ارشاد فرمایا، میں اس عیسی کی نبوت کا یقینا اعتقاد رکھتا ہوں جس نے ہمارے نبی حضرت محمد مصطفی صلعم کی نبوت کی اپنے حوارین کو بشارت دی ہے اوراس کتاب کی تصدیق کرتا ہوں جس میں یہ بشارت درج ہے جو عیسائی اس کے معترف نہیں اور جو کتاب اس کی شارح اور مصدق نہیں اس پر میرا ایمان نہیں ہے یہ جواب سن کر جاثلیق خاموش ہو گیا۔

پھر آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے جاثلیق ہم اس عیسی کو جس نے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی بشارت دی، نبی برحق جانتے ہیں مگر تم ان کی تنقیص کرتے ہو، اور کہتے

ہو کہ وہ نماز روزہ کے پابند نہ تھے جاثلیق نے کہا کہ ہم تو یہ نہیں کہتے وہ تو ہمیشہ قائم اللیل اور صائم النہار رہا کرتے تھے آپ نے فرمایا عیسی تو بنا بر اعتقاد نصاری خود معاذ اللہ خدا تھے تو یہ روزہ اور نماز کس کے لیے کرتے تھے یہ سن کر جاثلیق مبہوت ہو گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔

البتہ یہ کہنے لگا کہ جو مردوں کو زندہ کرے جذامی کو شفا دے نابینا کو بینا کر دے اور پانی پر چلے کیا وہ اس کا سزاوار نہیں کہ اس کی پرستش کی جائے اور اسے معبود سمجھا جائے آپ نے فرمایا الیسع بھی پانی پر چلتے تھے اندھے کوڑی کو شفا دیتے تھے اسی طرح حزقیل پیغمبر نے ۳۵ ہزار انسانوں کو ساٹھ برس کے بعد زندہ کیا تھا قوم اسرائیل کے بہت سے لوگ طاعون کے خوف سے اپنے گھر چھوڑ کر باہر چلے گئے تھے حق تعالی نے ایک ساعت میں سب کو مار دیا بہت دنوں کے بعد ایک نبی استخوان ہائے بوسیدہ پر گزرے تو خداوند تعالی نے ان پر وحی نازل کی کہ انہیں آواز دو انہوں نے کہا کہ اے استخوان بالیہ" استخوان مردہ) اٹھ کھڑے ہو وہ سب بحکم خدا اٹھ کھڑے ہوئے اسی طرح حضرت ابراہیم کے پرندوں کو زندہ کرنے اور حضرت موسی کے کوہ طور پر لے جانے اور رسول خدا کے احیاء اموات فرمانے کا حوالہ دے کر فرمایا کہ ان چیزوں پر تورات انجیل اور قرآن مجید کی شہادت موجود ہے اگر مردوں کو زندہ کرنے سے انسان خدا ہو سکتا ہے تو یہ سب انبیاء بھی خدا ہونے کے مستحق ہیں یہ سن کر وہ چپ ہو گیا اور اس نے اسلام قبول کرنے کے سوا اور کوئی چارہ نہ دیکھا۔

عالم یہود سے مناظرہ

عالم یہود میں سے ایک عالم جس کا نام"راس الجالوت" تھا کو اپنے علم پر بڑا غروراور تکبرو ناز تھا وہ کسی کو بھی اپنی نظر میں نہ لاتا تھاایک دن اس کا مناظرہ اور مباحثہ فرزندرسول حضرت امام رضا علیہ السلام سے ہوگیا آپ سے گفتگو کے بعداس نے اپنے علم کی حقیقت جانی اور سمجھا کہ میں خودفریبی میں مبتلا ہوں۔

امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کے بعداس نے اپنے خیال کے مطابق بہت سخت سوالات کئے جن کے تسلی بخش اوراطمینان آفرین جوابات سے بہرہ ورہوا جب وہ سوالات کر چکا تو امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے راس الجالوت ! تم تورات کی اس عبارت کا کیا مطلب سمجھتے ہو کہ" آیا نور سینا سے روشن ہوا جبل ساعیر سے اورظاہر ہوا کوہ فاران سے" اس نے کہا کہ اسے ہم نے پڑھا ضرور ہے لیکن اس کی تشریح سے واقف نہیں ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ نور سے وحی مراد ہے طورسینا سے وہ پہاڑ مراد ہے جس پرحضرت موسی خدا سے کلام کرتے تھے جبل ساعیر سے محل ومقام عیسی علیہ السلام مراد ہے کوہ فاران سے جبل مکہ مراد ہے جوشہر سے ایک منزل کے فاصلے پرواقع ہے پھرفرمایا تم نے حضرت موسی کی یہ وصیت دیکھی ہے کہ تمہارے پاس بنی اخوان سے ایک نبی آئے گا اس کی بات ماننا اوراس کے قول کی تصدیق کرنا اس نے کہا ہاں دیکھی ہے آپ نے پوچھا کہ بنی اخوان سے کون مراد ہے اس نے کہا معلوم نہیں، آپ نے فرمایا کہ وہ اولاد اسماعیل ہیں، کیوں کہ وہ حضرت ابراہیم کے ایک بیٹے ہیں اور بنی اسرائیل کے مورث اعلی حضرت اسحاق بن ابراہیم کے

بھائی ہیں اورانہیں سے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔
اس کے بعد جبل فاران والی بشارت کی تشریح فرما کرکہا کہ شعیا نبی کا قول توریت میں مذکور ہے کہ میں نے دوسوار دیکھے کہ جن کے پرتو سے دنیا روشن ہوگئی، ان میں ایک گدھے پرسواری کئے تھا اور ایک اونٹ پر، اے راس الجالوت تم بتلا سکتے ہو کہ اس سے کون مراد ہیں؟ اس نے انکارکیا، آپ نے فرمایا کہ راکب الحمار سے حضرت عیسی اور راکب الجمل سے مراد حضرت محمد مصطفی صلعم ہیں۔
پھر آپ نے فرمایا کہ تم حضرت حبقوق نبی کے اس قول سے واقف ہو کہ خدا اپنا بیان جبل فاران سے لایا اور تمام آسمان حمد الہی کی (آوازوں) سے بھر گئے اسکی امت اوراس کے لشکر کے سوار خشکی اور تری میں جنگ کرینگے ان پر ایک کتاب آئے گی اور سب کچھ بیت المقدس کی خرابی کے بعد ہوگا اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ تمہارے پاس حضرت موسی علیہ السلام کی نبوت کی کیا دلیل ہے اس نے کہا کہ ان سے وہ امور ظاہر ہوئے، جو ان سے پہلے کے انبیاء پر نہیں ہوئے تھے مثلا دریائے نیل کا شگافتہ ہونا، عصا کا سانپ بن جانا، ایک پتھر سے بارہ چشمہ جاری ہوجانا اور ید بیضا وغیرہ،
آپ نے فرمایا کہ جو بھی اس قسم کے معجزات کو ظاہر کرے اور نبوت کا مدعی ہو، اس کی تصدیق کرنی چاہیے اس نے کہا نہیں آپ نے فرمایا کیوں؟ کہا اس لیے کہ موسی کو جو قربت یا منزلت حق تعالی کے نزدیک تھی وہ کسی کو نہیں ہوئی لہذا ہم پر واجب ہے کہ جب تک کوئی شخص بعینہ وہی معجزات وکرامات نہ دکھلائے ہم اس کی نبوت کا اقرار نہ کریں، ارشاد فرمایا کہ تم موسی سے

پہلے انبیاء مرسلین کی نبوت کا کس طرح اقرار کرتے ہو حالانکہ انہوں نے نہ کوئی دریا شگافتہ کیا، نہ کسی پتھر سے چشمے نکالے نہ ان کا ہاتھ روشن ہوا، اور نہ ان کا عصا اژدھا بنا، راس الجالوت نے کہا کہ جب ایسے امور وعلامات خاص طور سے ان سے ظاہر ہوں جن کے اظہار سے عموماً تمام خلائق عاجز ہو، تو وہ اگر چہ بعینہ ایسے معجزات ہوں یا نہ ہوں ان کی تصدیق ہم پر واجب ہو جائے گی حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ بھی مردوں کو زندہ کرتے تھے کور مادرنوزاد کو بینا بناتے تھے مبروص کو شفا دیتے تھے مٹی کی چڑیا بنا کر ہوا میں اڑاتے تھے وہ یہ امور ہیں جن سے عام لوگ عاجز ہیں پھر تم ان کو پیغمبر کیوں نہیں مانتے؟ راس الجالوت نے کہا کہ لوگ ایسا کہتے ہیں، مگر ہم نے ان کو ایسا کرتے دیکھا نہیں ہے فرمایا تو کیا آیات ومعجزات موسیٰ کو تم نے بچشم خود دیکھا ہے آخر وہ بھی تو معتبر لوگوں کی زبانی سنا ہی ہو گا ویسا ہی اگر عیسیٰ کے معجزات ثقہ اور معتبر لوگوں سے سنو، تو تم کو ان کی نبوت پر ایمان لانا چاہیے اور بالکل اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ کی نبوت ورسالت کا اقرار آیات ومعجزات کی روشنی میں کرنا چاہیئے سنو ان کا عظیم معجزہ قرآن مجید ہے جس کی فصاحت وبلاغت کا جواب قیامت تک نہیں دیا جا سکے گا یہ سن کر وہ خاموش ہو گیا۔

عالم مجوسی سے مناظرہ

مجوسی یعنی آتش پرست کا ایک مشہور عالم ہر بذ اکبر حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر علمی گفتگو کرنے لگا آپ نے اس کے سوالات کے مکمل جوابات عنایت فرمائے اس

کے بعد اس سے سوال کیا کہ تمہارے پاس زرتشت کی نبوت کی کیا دلیل ہے اس نے کہا کہ انہوں نے ہماری ایسی چیزوں کی طرف رہبری فرمائی ہے جس کی طرف پہلے کسی نے رہنمائی نہیں کی تھی ہمارے اسلاف کہا کرتے تھے کہ زرتشت نے ہمارے لیے وہ امور مباح کئے ہیں کہ ان سے پہلے کسی نے نہیں کئے تھے آپ نے فرمایا کہ تم کو اس امر میں کیا عذر ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص کسی نبی اور رسول کے فضائل و کمالات تم پر روشن کرے اور تم اس کے ماننے میں پس و پیش کرو، مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم نے معتبر لوگوں سے سن کر زرتشت کی نبوت مان لی اسی طرح معتبر لوگوں سے سن کر انبیاء اور رسل کی نبوت کے ماننے میں تمہیں کیا عذر ہوسکتا ہے؟ یہ سن کر وہ خاموش ہوگیا۔

آپ کی تصانیف

علماء نے آپ کی تصانیف میں صحیفۃ الرضا، صحیفۃ الرضویہ، طب الرضا اور مسند امام رضا کا حوالہ دیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ آپ کی تصانیف ہیں صحیفۃ الرضا کا ذکر علامہ مجلسی علامہ طبرسی اور علامہ زمخشری نے کیا ہے اس کا اردو ترجمہ حکیم اکرام الرضا لکھنوی نے طبع کرایا تھا اب جو تقریباً نا پید ہے۔

صحیفۃ الرضویہ کا ترجمہ مولوی شریف حسین صاحب بریلوی نے کیا ہے طب الرضا کا ذکر علامہ مجلسی شیخ منتخب الدین نے کیا ہے اس کی شرح فضل اللہ بن علی الراوندی نے لکھی ہے اسی کو رسالہ ذھبیہ بھی کہتے ہیں اور اس کا ترجمہ مولانا حکیم مقبول احمد صاحب قبلہ مرحوم نے بھی

کیاہے اس کا تذکرہ شمس العلماء شبلی نعمانی نے المامون ص ۹۲ میں کیاہے مسندامام رضا کاذکرعلامہ چلپی نے کتاب کشف الظنون میں کیاہے جس کوعلامہ عبداللہ امرت سری نے کتاب ارجح المطالب کے ص ۴۵۴ پرنقل کیاہے ناچیزمؤلف کے پاس یہ کتاب مصرکی مطبوعہ موجود ہے یہ کتاب ۱۳۲۱ ہجری میں چھپی ہے اوراس کے مرتب علامہ شیخ عبدالواسع مصری اورمحشی علامہ محمدابن احمدہیں۔

حضرت امام رضاعلیہ السلام نے ماءاللحم بنانے اورموسمیات کے متعلق جوافادہ فرمایاہے اس کاذکرکتابوں میں موجودہے تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو(دمعہ ساکبہ وغیرہ)۔

مامون رشید عباسی اور حضرت امام رضاعلیہ السلام کی شہادت

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ غیرمعصوم ارباب اقتدارہوس حکمرانی میں کسی قسم کاصرفہ نہیں کرتے اگرحصول حکومت یاتحفظ حکمرانی میں باپ بیٹے، ماں بیٹی یامقدس سے مقدس ترین ہستیوں کوبھینٹ چڑھادے، تووہ اس کی پرواہ نہیں کیاکرتے اسی بناء پرعرب میں مثل کے طورپرکہاجاتاہے کہ الملک عقیم، علامہ وحیدالزمان حیدرآبادی لکھتے ہیں کہ الملک عقیم بادشاہت بانجھ ہے یعنی بادشاہت حاصل کرنے کے لیے باپ بیٹے کی پرواہ نہیں کرتابیٹاباپ کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ ایسابھی ہوجاتاہے کہ بیٹاباپ کومارکرخودبادشاہ بن جاتاہے(انوارالغۃ پارہ ۸ ص ۱۷۳)۔

اب اس ہوس حکمرانی میں کسی مذہب اور عقیدہ کا سوال نہیں ہر وہ شخص جو اقتدار کا بھوکا ہوگا وہ اس قسم کی حرکتیں کرے گا۔

مثال کے لیے اسلامی تواریخ کی روشنی میں حضور رسول کریم کی وفات کے فوراً بعد کے واقعات کو دیکھیے جناب سیدہ کے مصائب وآلام اور وجہ شہادت پر غور کیجیے امام حسن کے ساتھ برتاؤ پر غور فرمائیے ،واقعہ کربلا اور شہادت کے واقعات کو ملاحظہ کیجیے ان امور سے یہ بات واضح ہوجائے گی کہ حکمرانی کے لیے کیا کیا مظالم کیے جاسکتے ہیں اور کیسی کیسی ہستیوں کی جانیں لی جاسکتی ہیں اور کیا کچھ کیا جاسکتا ہے تواریخ میں موجود ہے کہ مامون رشید عباسی کی دادی نے اپنے بیٹے خلیفہ ہادی کو ۲۶ سال کی عمر میں زہر دلوکر مار دیا مامون رشید کے باپ ہارون رشید نے اپنے وزیروں کے خاندان کو تباہ و برباد کر دیا (المامون ص ۲۰)۔

مروان کی بیوی نے اپنے خاوند کو بستر خواب پر دو تکیوں سے گلا گھٹوا کر مروادیا ولید بن عبدالملک نے فرزند رسول امام زین العابدین کو زہر سے شہید کیا ہشام بن عبدالملک نے امام محمد باقر کو زہر سے شہید کیا امام جعفر صادق کو منصور دوانقی نے زہر سے شہید کیا امام موسی کاظم کو ہارون رشید نے زہر سے شہید کیا امام علی رضا علیہ السلام کو مامون عباسی نے زہر دیے کر شہید کیا امام محمد تقی کو معتصم باللہ نے ام الفضل بنت مامون کے ذریعہ سے زہر دلوایا امام علی نقی کو معتمد عباسی نے زہر سے شہید کیا اسی طرح امام حسن عسکری کو بھی زہر سے شہید کیا گیا غرضیکہ حکومت کے سلسلے میں یہ سب کچھ ہوتا رہتا ہے اورنگ زیب کو دیکھیے اس نے اپنے بھائی کو قتل کرادا اور اپنے باپ کو سلطنت سے محروم کر کے قید کر دیا تھا اسی نے شہید ثالث

حضرت نوراللہ شوشتری (آگرہ) کی زبان گدی سے کھچوائی تھی بہرحال جس طرح سب کے ساتھ ہوتا رہا حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ بھی ہوا۔

تاریخ شہادت

حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت ۲۳ / ذی قعدہ ۲۰۳ ہجری مطابق ۸۱۸ ء یوم جمعہ کو بمقام طوس واقع ہوئی ہے (جلاء العیون ص ۲۸۰، انوار النعمانیہ ص ۱۲۷، جنات الخلود ص ۳۱)۔

آپ کے پاس اس وقت عزاء واقرباء اولاد وغیرہ میں سے کوئی نہ تھا ایک تو آپ خود مدینہ سے غریب الوطن ہو کر آئے دوسرے یہ کہ دارالسلطنت مرو میں بھی آپ نے وفات پائی بلکہ آپ سفر کی حالت میں بعالم غربت فوت ہوئے اسی لیے آپ کو غریب الغرباء کہتے ہیں۔

واقعہ شہادت کے متعلق مورخین نے لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ "فما یقتلنی واللہ غیرہ" خدا کی قسم مجھے مامون کے سواء کوئی اور قتل نہیں کرے گا اور میں صبر کرنے پر مجبور ہوں (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۷۱)۔ علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ ہرثمہ بن اعین سے آپ نے اپنی وفات کی تفصیل بتلائی تھی اور یہ بھی بتایا تھا کہ انگور اور انار میں مجھے زہر دیا جائے گا (نورالابصار ص ۱۴۴)۔

علامہ معاصر لکھتے ہیں کہ ایک روز مامون نے حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنے گلے سے لگایا اور پاس بٹھا کر ان کی خدمت میں بہترین انگوروں کا ایک طبق رکھا اور اس میں سے ایک

خوشا اٹھا کر آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا ابن رسول اللہ یہ انگور نہایت ہی عمدہ ہیں تناول فرمایئے آپ نے یہ کہتے ہوئے انکار فرمایا کہ جنت کے انگور اس سے بہتر ہیں اس نے شدید اصرار کیا اور آپ نے اس میں سے تین دانے کھالیے یہ انگور کے دانے زہر آلود تھے انگور کھانے کے بعد آپ اٹھ کھڑے ہوئے، مامون نے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا جہاں تو نے بھیجا ہے وہاں جا رہا ہوں قیام گاہ پر پہنچنے کے بعد آپ تین دن تک تڑپتے رہے بالآخر انتقال فرما گئے (تاریخ آئمہ ص ۴۷۶)۔

انتقال کے بعد حضرت امام محمد تقی علیہ السلام باعجاز تشریف لائے اور نماز جنازہ پڑھائی اور آپ واپس چلے گئے بادشاہ نے بڑی کوشش کی کہ آپ سے ملے مگر نہ مل سکا (مطالب السول ص ۲۸۸) اس کے بعد آپ کو بمقام طوس محلہ سناباد میں دفن کر دیا گیا جو آج کل مشہد مقدس کے نام سے مشہور ہے اور اطراف عالم کے عقیدت مندوں کے حوائج کا مرکز ہے۔

شہادت امام رضا کے موقع پر امام محمد تقی کا خراسان پہنچنا

ابومخنف کا بیان ہے کہ جب حضرت امام رضا علیہ السلام کو خراسان میں زہر دیدیا اور آپ بستر علالت پر کروٹیں لینے لگے، تو خداوند عالم نے امام محمد تقی کو وہاں بھیجنے کا بندوبست کیا چنانچہ امام محمد تقی جب کہ مسجد مدینہ میں مشغول عبادت تھے ایک ہاتف غیبی نے آواز دی

کہ ”اگرمی خواہی پدرخودرازندہ دریابی قدم درراہ نہ“ اگرآپ اپنے والد بزرگوار سے ان کی زندگی میں ملنا چاہتے ہیں توفوراخراسان کے لیے روانہ ہوجائیں یہ آوازسنناتھا کہ آپ مسجد سے برآمدہوکر داخل خانہ ہوئے اورآپ نے اپنے اعزاواقرباکوشہادت پدر سے آگاہ کیا، گھرمیں کہرام برپاہوگیااس کے بعدآپ وہاں سے روانہ ہوکرایک ساعت میں خراسان پہنچے وہاں پہنچ کردیکھا کہ دربان نے دروازہ بندکررکھاہے آپ نے فرمایا کہ دروازہ کھول دو میں اپنے پدربزرگوارکی خدمت میں جاناچاہتاہوں آپ کی آواز سنتے ہی امام علیہ السلام خوداپنے بستر سے اٹھےاوردروزاہ کھول کرامام محمدتقی کواپنے گلے سے لگالیااور بے پناہ گریہ کیا امام محمدتقی پدربزرگوارکی بےبسی ، بےکسی اورغربت پرآنسوبہانے لگے پھرامام علیہ السلام تبرکات امامت فرزندکے سپردکرکے راہی ملک بقاہوگئے”اناللہ واناالیہ راجعون“۔ (کنزالانساب ص ۹۵)۔

علامہ شیخ عباس قمی بحوالہ اعلام الوری تحریرفرماتے ہیں کہ حضرت امام محمدتقی علیہ السلام کوجونہی خبرشہادت ملی ،خراسان تشریف لے گئےاوراپنے والد بزرگوارکودفن کرکےایک ساعت میں واپس آئے اوریہاں پہنچ کرلوگوں کوحکم دیا کہ امام علیہ السلام کاماتم کریں (منتہی الآمال جلد ۲ ص ۳۱۲)۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام

ولادت باسعادت

علماء کا بیان ہے کہ امام المتقین حضرت امام محمد تقی علیہ السلام بتاریخ ۱۰/ رجب المرجب ۱۹۵ ھ بمطابق ۸۱۱ ء یوم جمعہ بمقام مدینہ منورہ متولد ہوئے تھے (روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۱۶ ،شواہدالنبوت ص ۲۰۴، انوار النعمانیہ ص ۱۲۷)۔

علامہ یگانہ جناب شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں چونکہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے کوئی اولاد آپ کی ولادت سے قبل نہ تھی اس لئے لوگ طعنہ زنی کرتے ہوئے کہتے تھے کہ شیعوں کے امام منقطع النسل ہیں یہ سن کر حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اولاد کا ہونا خدا کی عنایت سے متعلق ہے اس نے مجھے صاحب اولاد کیا ہے اور عنقریب میرے یہاں مسند امامت کا وارث پیدا ہوگا چنانچہ آپ کی ولادت باسعادت ہوئی (ارشاد ص ۴۷۳)۔

علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا کہ میرے یہاں جو بچہ عنقریب پیدا ہوگا وہ عظیم برکتوں کا حامل ہوگا (اعلام الوریٰ ص ۲۰۰)۔

واقعہ ولادت کے متعلق لکھا ہے کہ امام رضا علیہ السلام کی بہن جناب حکیمہ خاتون فرماتی ہیں کہ ایک دن میرے بھائی نے مجھے بلا کر کہا کہ آج تم میرے گھر میں قیام کرو، کیونکہ خیزران

کے بطن سے آج رات کو خدا مجھے ایک فرزند عطا فرمائے گا، میں نے خوشی کے ساتھ اس حکم کی تعمیل کی جب رات آئی تو ہمسایہ کی اور چند عورتیں بھی بلائی گئیں، نصف شب سے زیادہ گزرنے پر یکا یک وضع حمل کے آثار نمودار ہوئے یہ حال دیکھ کر میں خیزران کو حجرہ میں لے گئی، اور میں نے چراغ روشن کر دیا تھوڑی دیر میں امام محمد تقی علیہ السلام پیدا ہوئے میں نے دیکھا کہ وہ مختون اور ناف بریدہ ہیں ولادت کے بعد میں نے انہیں نہلانے کے لیے طشت میں بٹھایا، اس وقت جو چراغ روشن تھا وہ گل ہو گیا مگر پھر بھی اس حجرہ میں روشنی بدستور رہی ،اور اتنی روشنی رہی کہ میں نے آسانی سے بچہ کو نہلا دیا،

تھوڑی دیر میں میرے بھائی امام رضا علیہ السلام بھی وہاں تشریف لے آئے میں نے نہایت عجلت کے ساتھ صاحبزادے کو کپڑے میں لپیٹ کر حضرت کی آغوش میں دیدیا آپ نے سر اور آنکھوں پر بوسہ دیے کر پھر مجھے واپس کر دیا، دو دن تک امام محمد تقی علیہ السلام کی آنکھیں بند رہیں تیسرے دن جب آنکھیں کھلیں تو آپ نے سب سے پہلے آسمان کی طرف نظر کی پھر داہنے بائیں دیکھ کر کلمہ شہادتین زبان پر جاری کیا میں یہ دیکھ کر سخت متعجب ہوئی اور میں نے سارا ماجرا اپنے بھائی سے بیان کیا، آپ نے فرمایا تعجب نہ کرو، یہ میرا فرزند حجت خدا اور وصی رسول ہدی ہے اس سے جو عجائبات ظہور پذیر ہوں، ان میں تعجب کیا؟ محمد بن علی ناقل ہیں کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے دونوں کندھوں کے درمیان اسی طرح مہر امامت تھی جس طرح دیگر آئمہ علیہم السلام کے دونوں کندھوں کے درمیان مہریں ہوا کرتی تھیں (مناقب)۔

نام کنیت اور القاب

آپ کا اسم گرمی ،لوح محفوظ کے مطابق ان کے والد ماجد حضرت امام رضا علیہ السلام نے "محمد" رکھا آپ کی کنیت "ابوجعفر" اور آپ کے القاب جواد، قانع ،مرتضی تھے اور مشہور ترین لقب تقی تھا(روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۱۶،شواہد النبوت ص ۲۰۲ ،اعلام الوری ص ۱۹۹)۔

بادشاہان وقت

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی ولادت ۱۹۵ ھ میں ہوئی اس وقت بادشاہ وقت ،امین ابن ہارون رشید عباسی تھا(وفیات الاعیان)۔

۱۹۸ ہجری میں مامون رشید بادشاہ وقت ہوا(تاریخ خمیس وابوالفد اء)۲۱۸ ہجری میں معتصم عباسی خلیفہ وقت مقرر ہوا(ابوالفد اء)۔

اسی معتصم نے ۲۲۰ ہجری میں آپ کو زہر سے شہید کرادیا(وسیلۃ النجات)۔

امام محمد تقی کی نشونما اور تربیت

یہ ایک حسرتناک واقعہ ہے کہ امام محمد تقی علیہ السلام کو نہایت کمسنی ہی کے زمانہ میں مصائب اور پریشانیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوجانا پڑاانہیں بہت ہی کم اطمینان اور سکون کے لمحات میں ماں باپ کی محبت اور شفقت وتربیت کے سایہ میں زندگی گزارنے کا موقع مل سکا

آپ کو صرف پانچ برس تھا، جب حضرت امام رضا علیہ السلام مدینہ سے خراسان کی طرف سفر کرنے پر مجبور ہوئے امام محمد تقی علیہ السلام اس وقت سے جو اپنے باپ سے جدا ہوئے تو پھر زندگی میں ملاقات کا موقع نہ ملا، امام محمد تقی علیہ السلام سے جدا ہونے کے تیسرے سال امام رضا علیہ السلام کی وفات ہوگئی، دنیا سمجھتی ہوگی کہ امام محمد تقی کے لیے علمی اور عملی بلندیوں تک پہنچنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہا، اس لیے اب امام جعفر صادق علیہ السلام کی علمی مسند شاید خالی نظر آئے مگر خالق خدا کی حیرت کی انتہا نہ رہی جس اس کمسن بچے کو تھوڑے دن بعد مامون کے پہلو میں بیٹھ کر بڑے بڑے علماء سے فقہ وحدیث وتفسیر اور کلام پر مناظرے کرتے اور ان سب کو قائل ہوجاتے دیکھا ان کی حیرت اس وقت تک دور ہونا ممکن نہ تھی جب تک وہ مادی اسباب کے آگے ایک مخصوص خداوندی مدرسہ تعلیم وتربیت کے قائل نہ ہوتے جس کے بغیر یہ معمہ نہ حل ہوا، اور نہ کبھی حل ہوسکتا ہے (سوانح امام محمد تقی ص ۴)۔

مقصد یہ ہے کہ امام کو علم لدنی ہوتا ہے یہ انبیاء کی طرح پڑھے لکھے اور تمام صلاحیتوں سے بھرپور پیدا ہوتے ہیں انہوں نے سرور کائنات کی طرح کبھی کسی کے سامنے زانوئے تلمذ نہیں تہ کیا اور نہ کرسکتے تھے، یہ اس کے بھی محتاج نہیں ہوتے تھے کہ آباؤاجداد انہیں تعلیم دیں، یہ اور بات ہے کہ ازدیاد علم وشرف کے لیے ایسا کردیا جائے، یا علوم مخصوصہ کی تعلیم دیدی جائے۔

والد ماجد کے سایہ عاطفت سے محرومی

یوں تو عمومی طور پر کسی کے باپ کے مرنے سے سایہ عاطفت سے محرومی ہوا کرتی ہے لیکن حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اپنے والد ماجد کے سایہ عاطفت سے ان کی زندگی ہی میں محروم ہو گئے تھے، ابھی آپ کی عمر ۶ سال کی بھی نہ ہونے پائی تھی کہ آپ اپنے پدر بزرگوار کی شفقت وعطوفت سے محروم کر دیئے گئے اور مامون رشید عباسی نے آپ کے والد ماجد حضرت امام رضا علیہ السلام کو اپنی سیاسی غرض کے ماتحت مدینہ سے خراسان طلب کر لیا۔

اور ساتھ ہی یہ شق بھی لگا دی کہ آپ کے بال بچے مدینہ ہی میں رہیں گے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ سب کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ کر خراسان تشریف لے گئے اور وہیں عالم غربت میں سب سے جدا مامون رشید کے ہاتھوں ہی شہید ہو کر دنیا سے رخصت ہو گئے۔

آپ کے مدینہ سے تشریف لے جانے کا اثر خاندان پر یہ پڑا کہ سب کے دل کا سکون جاتا رہا اور سب کے سب اپنے کو زندہ درگور سمجھتے رہے بالآخر وہ نوبت پہنچی، کہ آپ کی ہمشیرہ جناب فاطمہ جو بعد میں "معصومہ قم" کے نام سے ملقب ہوئیں، انتہائی بے چینی کی حالت میں گھر سے نکل کر خراسان کی طرف روانہ ہوئیں، ان کے دل میں جذبات یہ تھے کہ کسی طرح اپنے بھائی علی رضا علیہ السلام سے ملیں، لیکن ایک روایت کی بناء پر آپ مدینہ سے روانہ ہو کر جب مقام ساوہ میں پہنچیں تو علیل ہو گئیں، آپ نے پوچھا کہ یہاں سے قم کتنی دور ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہاں سے قم کی مسافت دس فرسخ ہے، آپ نے خواہش کی کہ کسی صورت سے وہاں پہنچا دی جائیں، چنانچہ آپ آل سعد کے رئیس موسی بن خزرج کی کوششوں سے

وہاں پہنچیں اور اسی کے مکان میں ۱۷/ یوم بیمار رہ کر اپنے بھائی کو روتی پیٹتی دنیا سے رخصت ہوگئیں اور مقام "بابلان" قم میں دفن ہوئیں یہ واقعہ ۲۰۱ ہجری کا ہے (انوار الحسینیہ جلد ۴ ص ۵۳)۔

اور ایک روایت کی بنا پر آپ اس وقت خراسان پہنچیں جب بھائی شہید ہو چکا تھا اور لوگ دفن کے لیے کالے کالے علموں کے سایہ میں لیے جا رہے تھے آپ قم آ کر وفات پا گئیں۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے لیے حضرت امام رضا علیہ السلام کی جدائی ہی کیا کم تھی کہ اس پر مستزاد اپنی پھوپھی کے سایہ سے بھی محروم ہو گئے ہمارے امام کے لیے کمسنی میں یہ دونوں صدمے انتہائی تکلیف دہ اور رنج رساں تھے لیکن مشیت ایزدی میں چارہ نہیں آخر آپ کو تمام مراحل کا مقابلہ کرنا پڑا اور آپ صبر وضبط کے ساتھ ہر مصیبت کو جھیلتے رہے۔

مامون رشید عباسی اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا پہلا سفر عراق

عباسی خلیفہ مامون رشید حضرت امام رضا علیہ السلام کی شہادت سے فراغت کے بعد یا اس لیے کہ اس پر امام رضا کے قتل کا الزام ثابت نہ ہو سکے یا اس لیے کہ وہ امام رضا کی ولیعہدی کے موقع پر اپنی لڑکی ام حبیب کی شادی کا اعلان بھی کر چکا تھا کہ ولی عہد کے فرزند امام محمد تقی کے ساتھ کرے گا اسے نبھانے کے لیے یا اس لیے کہ ابھی اس کی سیاسی ضرورت اسے امام محمد تقی کی طرف توجہ کی دعوت دے رہی تھی، بہرحال جو بات بھی ہو، اس نے یہ فیصلہ کر لیا کہ

امام محمد تقی علیہ السلام کو مدینہ سے دعوت نامہ ارسال کیا اورانہیں اسی طرح مجبور کر کے بلایا جس طرح امام رضا علیہ السلام کو بلوایا تھا "حکم حاکم مرگ مفاجات" بالاخرامام محمد تقی علیہ السلام کو بغداد آنا پڑا۔

بازاور مچلی کا واقعہ

امام محمد تقی علیہ السلام جن کی عمراس وقت تقریباً ۹ سال کی تھی ایک دن بغداد کے کسی گزرگاہ میں کھڑے ہوئے تھے اور چند لڑکے وہاں کھیل رہے تھے کہ ناگہاں خلیفہ مامون کی سواری دکھائی دی، سب لڑکے ڈرکر بھاگ گئے مگر حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اپنی جگہ پر کھڑے رہے جب مامون کی سواری وہاں پہنچی تو اس نے حضرت امام محمد تقی سے مخاطب ہوکر کہا کہ صاحبزادے جب سب لڑکے بھاگ گئے تھے تو تم کیوں نہیں بھاگے انہوں نے بے ساختہ جواب دیا کہ میرے کھڑے رہنے سے راستہ تنگ نہ تھا جو ہٹ جانے سے وسیع ہوجاتا اور میں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا کہ ڈرتا نیز میرا حسن ظن ہے کہ تم بے گناہ کو ضرر نہیں پہنچاتے مامون کو حضرت امام محمد تقی کا انداز بیان بہت پسند آیا۔

اس کے بعد مامون وہاں سے آگے بڑھا، اس کے ساتھ شکاری باز بھی تھے جب آبادی سے باہر نکل گیا تو اس نے ایک باز کو ایک چکور پر چھوڑا باز نظروں سے اوجھل ہوگیا اور جب واپس آیا تو اس کی چونچ میں ایک چھوٹی سی مچھلی تھی جس کو دیکھ کر مامون بہت متعجب ہوا تھوڑی دیر میں جب وہ اسی طرف لوٹا تو اس نے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو دوسرے لڑکوں کے

ساتھ وہیں دیکھا جہاں وہ پہلے تھے لڑکے مامون کی سواری دیکھ کر پھر بھاگ گئے لیکن حضرت امام محمد تقی علیہ السلام بدستور سابق وہیں کھڑے رہے جب مامون ان کے قریب آیا تو مٹھی بند کر کے کہنے لگا کہ صاحبزادے بتاؤ، میرے ہاتھ میں کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اپنے دریائے قدرت مین چھوٹی مچھلیاں پیدا کی ہیں اورسلاطین اپنے باز سے ان مچھلیوں کا شکار کر کے اہلبیت رسالت کے علم کا امتحان لیتے ہیں یہ سن کر مامون بولا! بے شک تم علی بن موسی رضا کے فرزند ہو، پھر ان کو اپنے ساتھ لیتا گیا (صواعق محرقہ ص ۱۲۳، مطالب السول ص ۲۹۰، شواہد النبوت ص ۲۰۴، نورالابصار ص ۱۴۵، ارجح المطالب ص ۴۵۹)۔

یہ واقعہ ہماری بھی بعض کتابوں میں ہے اس واقعہ کے سلسلہ میں میں نے جن کتابوں کا حوالہ دیا ہے ان میں "ان اللہ خلق فی بحر قدرتہ سمکا صغارا" مندرج ہے البتہ بعض کتب میں "بین السماء والھواء" لکھا ہے، اول الذکر کے متعلق تو تاویل کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ ہر دریا خداہ کی قدرت سے جاری ہے اور مذکورہ واقعہ میں امکان قوی ہے کہ باز اسی زمین پر جو دریا ہیں انھیں کے کسی ایک سے شکار کر کے لایا ہوگا البتہ آخر الذکر کے متعلق کہا جا سکتا ہے:

۱۔ جہاں تک مجھے علم ہے ہر گہرے سے گہرے دریا کی انتہا کسی سطح ارضی پر ہے۔

۲۔ بقول علامہ مجلسی بعض دریا ایسے ہیں جن سے ابر چھوٹی مچھلیوں کو اڑا کر اوپر لے جاتے ہیں۔

۳۔ ۱۹۲۳ء کے اخبار میں یہ شائع ہو چکا ہے کہ امریکہ کی نہر پانامہ میں جوسڈوبول بندرگاہ

کے قریب ہے مچھلیوں کی بارش ہوئی ہے۔

۴۔ آسمان اور ہوا کے درمیان بحر متلاطم سے مراد فضا کی وہ کیفیات ہوں جو دریا کی طرح پیدا ہوتے ہیں۔

۵۔ کہا جاتا ہے کہ علم حیوان میں یہ ثابت ہے کہ مچھلی دریا سے ایک سو پچاس گز تک بعض حالات میں بلند ہو جاتی ہے، بہر حال انہیں گہرائیوں کی روشنی میں فرزند رسول نے مامون سے فرمایا کہ بادشاہ بحر قدرت خداوندی سے شکار کر کے لایا ہے اور آل محمد کا امتحان لیتا ہے۔

ام الفضل کی رخصتی، امام محمد تقی علی السلام کی مدینہ کو واپسی اور حضرت کے اخلاق واوصاف عادات وخصائل

اس شادی کا پس منظر جو بھی ہو، لیکن مامون نے نہایت اچھوتے انداز سے اپنی لخت جگر ام الفضل کو حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے حبالہ نکاح میں دیدیا تقریباً ایک سال تک امام علیہ السلام بغداد میں مقیم رہے، مامون نے دوران قیام بغداد میں آپ کی عزت وتوقیر میں کوئی کمی نہیں کی ”الی ان توجہ بزوجتہ ام الفضل الی المدینۃ المشرفۃ“۔ یہاں تک آپ اپنی زوجہ ام الفضل سمیت مدینہ مشرفہ تشریف لے آئے (نور الابصار ص ۱۴۶)۔

مامون نے بہت ہی انتظام واہتمام کے ساتھ ام الفضل کو حضرت کے ساتھ رخصت کر دیا۔

علامہ شیخ مفید، علامہ طبرسی، علامہ شبلنجی، علامہ جامی علیہم الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ امام علیہ السلام اپنی اہلیہ کو لئے ہوئے مدینہ تشریف لے جارہے تھے، آپ کے ہمراہ بہت سے

حضرات بھی تھے چلتے چلتے شام کے وقت آپ واردکوفہ ہوئے وہاں پہنچ کرآپ نے جناب مسیب کے مکان پر قیام فرمایااورنماز مغرب پڑھنے کے لیے وہاں کی ایک نہایت ہی قدیم مسجد میں تشریف لے گئے آپ نے وضو کے لیے پانی طلب فرمایا، پانی آنے پر ایک ایسے درخت کے تھالے میں وضو کرنے لگے جو بالکل خشک تھا اور مدتوں سے سرسبزی اورشادابی سے محروم تھا امام علیہ السلام نے اس جگہ وضوکیا، پھرآپ نماز مغرب پڑھ کروہاں سے واپس ہوئے اوراپنے پروگرام کے مطابق وہاں سے روانہ ہوگئے۔

امام علیہ السلام توتشریف لے گئےلیکن ایک عظیم نشانی چھوڑ گئے اوروہ یہ تھی کہ جس خشک درخت کے تھالے میں آپ نے وضوفرمایا تھاوہ سرسبزوشاداب ہوگیا،اوررات ہی بھر میں وہ تیارپھلوں سے لدگیالوگوں نے اسے دیکھ کربے انتہا تعجب کیا(ارشاد ص ۴۷۹،اعلام الوری ص ۲۰۵،نورالابصارص ۱۴۷،شواہداالنبوت ص ۲۰۵)۔

کوفہ سے روانہ ہوکر طے مراحل وقطع منازل کرتے ہوئے آپ مدینہ منورہ پہنچے وہاں پہنچ کرآپ اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں منہمک ومشغول ہوگئے پندونصائح تبلیغ وہدایت کے علاوہ آپ نے اخلاق کاعملی درس شروع کردیاخاندانی طرہ امتیاز کے بموجب ہرایک سے جھک کرملناضرورت مندوں کی حاجت روائی کرنا مساوات اورسادگی کوہرحال میں پیش نظررکھنا،غرباء کی پوشیدہ طورپرخبرلینا،دوستوں کےعلاوہ دشمنوں تک سے اچھاسلوک کرتے رہنامہمانوں کی خاطرداری میں انہاک اورعلمی ومذہبی پیاسوں کیے لیےفیض کے چشموں کوجاری رکھنا ،آپ کی سیرت زندگی کانمایاں پہلوتھا اہل دنیاجوآپ کی بلندی نفس

کا پورا اندازہ رنہ رکھتے تھے انہیں یہ تصور ضروری ہوتا تھا کہ ایک کمسن بچے کا عظیم الشان مسلمان سلطنت کے شہنشاہ کا داماد ہو جانا یقینا اس کے چال ڈھال، طور طریقے کو بدل دے گا اور اس کی زندگی دوسرے سانچے میں ڈھل جائے گی۔

حقیقت میں یہ ایک بہت بڑا مقصد ہوسکتا ہے جو مامون کی کوتاہ نگاہ کے سامنے بھی تھا بنی امیہ یا بنی عباس کے بادشاہوں کو آل رسول کی ذات سے اتنا اختلاف نہ تھا، جتنا ان کی صفات سے تھا وہ ہمیشہ اس کے درپئے رہتے تھے کہ بلندی اخلاق اور معراج انسانیت کا وہ مرکز جو مدینہ منورہ میں قائم ہے اور جو سلطنت کے مادی اقتدار کے مقابلہ میں ایک مثالی روحانیت کا مرکز بنا ہوا ہے، یہ کسی طرح ٹوٹ جائے اسی کے لیے گھبرا گھبرا کر وہ مختلف تدبیریں کرتے تھے۔

امام حسین علیہ السلام سے بیعت طلب کرنا، اسی کی ایک شکل تھی اور پھر امام رضا کو ولی کو عہد بنانا اسی کا دوسرا طریقہ تھا فقط ظاہری شکل وصورت میں ایک کا انداز معاندانہ اور دوسرے کا طریقہ ارادت مندی کے روپ میں تھا، مگر اصل حقیقت دونوں صورتوں کی ایک تھی، جس طرح امام حسین نے بیعت نہ کی، تو وہ شہید کر ڈالے گئے، اسی طرح امام رضا علیہ السلام ولی عہد ہونے کے باوجود حکومت کے مادی مقاصد کے ساتھ ساتھ نہ چلے تو آپ کو زہر کے ذریعہ سے ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا گیا۔

اب مامون کے نقطہ نظر سے یہ موقع انتہائی قیمتی تھا کہ امام رضا کا جانشین ایک آٹھ، نو، برس کا بچہ ہے، جو تین چار برس پہلے ہی باپ سے چھڑا لیا جا چکا تھا حکومت وقت کی سیاسی سوجھ

بوجھ کہہ رہی تھی کہ اس بچہ کو اپنے طریقے پرلانا نہایت آسان ہے اوراس کے بعدوہ مرکز جوحکومت وقت کے خلاف ساکن اورخاموش مگرانتہائی خطرناک قائم ہے ہمیشہ کے لیے ختم ہوجائے گا۔

مامون رشید عباسی، امام رضاعلیہ السلام کے ولی عہدی کی مہم میں اپنی ناکامی کو مایوسی کا سبب نہیں تصور کرتا تھا اس لے ے کہ امام رضا کی زندگی ایک اصول پرقائم رہ چکی تھی، اس میں تبدیلی نہیں ہوئی تو یہ ضروری نہیں کہ امام محمد تقی جو آٹھ،نو برس کے سن سے قصرحکومت میں نشوونما پاکر بڑھیں وہ بھی بالکل اپنے بزرگوں کے اصول زندگی پر برقرار رہیں۔

سوائے ان لوگوں کے جوان مخصوص افراد کے خداداد کمالات کو جانتے تھے اس وقت کا ہر شخص یقینا مامون ہی کا ہم خیال ہوگا،مگرحکومت کو حیرت ہوگئی جب یہ دیکھا کہ وہ نو برس کا بچہ جسے شہنشاہ اسلام کا داماد بنایا گیاہے اس عمرمیں اپنے خاندانی رکھ رکھاؤاوراصول کا اتنا پابند ہے کہ وہ شادی کے بعدمحل شاہی میں قیام سے انکارکردیتاہے ،اوراس وقت بھی کہ جب بغدادمیں قیام رہتاہےتوایک علیحدہ مکان کرایہ پرلے کراس میں قیام فرماتے ہیں اس سے بھی امام کی مستحکم قوت ارادی کااندازہ کیاجاسکتاہےعموماًمالی اعتبارسےلڑکی والے جوکچھ بھی بڑادرجہ رکھتے ہوتے ہیں تووہ یہ پسندکرتے ہیں کہ جہاں وہ رہیں وہیں دامادبھی رہے اس گھرمیں نہ سہی توکم ازکم اسی شہرمیں اس کا قیام رہے،مگرامام محمد تقی نے شادی کے ایک سال بعدہی مامون کوحجازواپس جانے کی اجازت پرمجبورکردیا یقینایہ امرایک چاہنے والے باپ اورمامون ایسے باقتدارکے لیے انتہائی ناگوارتھا مگراسے لڑکی کی جدائی گوارا کرنا پڑی

اورامام مع ام الفضل کے مدینہ تشریف لے گئے۔

مدینہ تشریف لانے کے بعد ڈیوڑھی کا وہی عالم رہا جو اس کے پہلے تھا، نہ پہرہ دار نہ کوئی خاص روک ٹوک، نہ تزک واحتشام نہ اوقات ملاقات، نہ ملاقاتیوں کے ساتھ برتاؤ میں کوئی تفریق زیادہ تر نشست مسجد نبوی میں رہتی تھی جہاں مسلمان حضرت کے وعظ ونصیحت سے فائدہ اٹھاتے تھے راویان حدیث، اخبار واحادیث دریافت کرتے تھے طالب علم مسائل پوچھتے تھے ،صاف ظاہر تھا کہ جعفر صادق ہی کا جانشین اور امام رضا کا فرزند ہے جو اسی مسند علم پر بیٹھا ہوا ہدایت کا کام انجام دے رہا ہے۔

امور خانہ داری اور ازدواجی زندگی میں آپ کے بزرگوں نے اپنی بیویوں کو جن حدود میں رکھا ہوا تھا انہیں حدود میں آپ نے ام الفضل کو بھی رکھا، آپ نے اس کی مطلق پرواہ نہ کی کہ آپ کی بیوی ایک شہنشاہ وقت کی بیٹی ہے چنانچہ ام الفضل کے ہوتے ہوئے آپ نے حضرت عمار یاسر کی نسل سے ایک محترم خاتون کے ساتھ عقد بھی فرمایا اور قدرت کو نسل امامت اسی خاتون سے باقی رکھنا منظور تھی، یہی امام علی نقی کی ماں ہوئیں ام الفضل نے اس کی شکایت اپنے باپ کے پاس لکھ کر بھیجی، مامون کے دل کے لیے بھی یہ کچھ کم تکلیف دہ امر نہ تھا، مگر اسے اب اپنے کئے کو نباہنا تھا اس نے ام الفضل کو جواب میں لکھا کہ میں نے تمہارا عقد ابوجعفر سے ساتھ اس لیے نہیں کیا کہ ان پر کسی حلال خدا کو حرام کردوں خبردار! مجھ سے اب اس قسم کی شکایت نہ کرنا۔

یہ جواب دے کر حقیقت میں اس نے اپنی خفت مٹائی ہے ہمارے سامنے اس کی نظریں

موجود ہیں کہ اگر مذہبی حیثیت سے کوئی با احترام خاتون ہوئی ہے تو اس کی زندگی میں کسی دوسری بیوی سے نکاح نہیں کیا گیا، جیسے پیغمبر اسلام کے لیے جناب خدیجۃ اور حضرت علی المرتضی کے لیے جناب فاطمۃ الزہراء، مگر شہنشاہ دنیا کی بیٹی کو یہ امتیاز دینا صرف اس لیے کہ وہ ایک بادشاہ کی بیٹی ہے اسلام کی اس روح کے خلاف تھا جس کے آل محمد محافظ تھے اس لیے امام محمد تقی علیہ السلام نے اس کے خلاف طرز عمل اختیار کرنا اپنا فریضہ سمجھا (سوانح محمد تقی جلد ۲ ص ۱۱)۔

امام محمد تقی علیہ السلام اور طی الارض

امام محمد تقی علیہ السلام اگر چہ مدینہ میں قیام فرماتے تھے لیکن فرائض کی وسعت نے آپ کو مدینہ ہی کے لے محدود نہیں رکھا تھا آپ مدینہ میں رہ کر اطراف عالم کے عقیدت مندوں کی خبر گیری فرمایا کرتے تھے یہ ضروری نہیں کہ جس کے ساتھ کرم گستری کی جائے وہ آپ کے کوائف وحالات سے بھی آگاہ ہو عقیدہ کا تعلق دل کی گہرائی سے ہے کہ زمین وآسمان ہی نہیں ساری کائنات ان کے تابع ہوتی ہے انہیں اس کی ضرورت نہیں پڑتی کہ وہ کسی سفر میں طے مراحل کے لیے زمین اپنے قدموں سے ناپا کریں، ان کے لیے یہی بس ہے کہ جب اور جہاں چاہیں چشم زدن میں پہنچ جائیں اور یہ عقلا محال بھی نہیں ہے ایسے خاصان خدا کے اس قسم کے واقعات قران مجید میں بھی ملتے ہیں۔

آصف بن برخیا وصی جناب سلیمان علیہ السلام کے لیے علماء نے اس قسم کے واقعات کا حوالہ

دیا ہے ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ آپ مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر شام پہنچے، وہاں ایک شخص کو اس مقام پر عبادت میں مصروف ومشغول پایا جس جگہ امام حسین کا سر مبارک لٹکایا گیا تھا آپ نے اس سے کہا کہ میرے ہمراہ چلو وہ روانہ ہوا، ابھی چند قدم نہ چلا تھا، کہ کوفہ کی مسجد میں جا پہنچا وہاں نماز ادا کرنے کے بعد جو روانگی ہوئی، تو صرف چند منٹوں میں مدینہ منورہ جا پہنچے اور زیارت ونماز سے فراغت کی گئی، پھر وہاں سے چل کر لمحوں میں مکہ معظّمہ رسیدگی ہوئی، طواف ودیگر عبادت سے فراغت کے بعد آپ نے چشم زدن میں اسے شام کی مسجد میں پہنچا دیا۔

اور خود نظروں سے اوجل ہو کر مدینہ منورہ جا پہنچے پھر جب دوسرا سال آیا تو آپ بدستور شام کی مسجد میں تشریف لے گئے اور اس عابد سے کہا کہ میرے ہمراہ چلو، چنانچہ وہ چل پڑا آپ نے چند لمحوں میں اسے سال گزشتہ کی طرح تمام مقدس مقامات کی زیارت کرادی پہلے ہی سال کے واقعہ سے وہ شخص بے انتہا متاثر تھا ہی، کہ دوسرے سال بھی ایسا ہی واقعہ ہو گیا اب کی مرتبہ اس نے مسجد شام واپس پہنچتے ہی ان کا دامن تھام لیا اور قسم دے کر پوچھا کہ فرمایئے آپ اس عظیم کرامت کے مالک کون ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں محمد بن علی (امام محمد تقی ہوں) اس نے بڑی عقیدت اور تعظیم وتکریم کے مراسم دا اکئے۔

آپ کے واپس تشریف لے جانے کے بعد یہ خبر بجلی کی طرح تمام پھیل گئی جب والی شام محمد بن عبدالملک کو اس کی اطلاع ملی اور یہ بھی پتہ چلا کہ لوگ اس واقعہ سے بے انتہا متاثر ہو گئے ہیں تو اس نے اس عابد پر "مدعی نبوت" ہونے کا الزام لگا کر اسے قید کر دیا

اور پھر شام سے منتقل کرا کے عراق بھجوا دیا اس نے والی کو قید خانہ سے ایک خط بھیجا جس میں لکھا کہ میں بے خطا ہوں، مجھے رہا کیا جائے، تو اس نے خط کی پشت پر لکھا کہ جو شخص تجھے شام سے کوفہ اور کوفہ سے مدینہ اور وہاں سے مکہ اور پھر وہاں سے شام پہنچا سکتا ہے اپنی رہائی میں اسی کی طرف رجوع کر۔

اس جواب کے دوسرے دن یہ شخص مکمل سختی کے باوجود، سخت ترین پہرہ کے ہوتے ہوئے قید خانہ سے غائب ہو گیا، علی بن خالد راوی کا بیان ہے کہ جب میں قید خانہ کے پھاٹک پر پہنچا تو دیکھا کہ تمام ذمہ داران حیران و پریشان ہیں، اور کچھ پتہ نہیں چلتا کہ عابد شامی زمین میں سما گیا یا آسمان پر اٹھا لیا گیا، علامہ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے علی بن خالد جو دوسرے مذہب کا پیرو تھا، امامیہ مسلک کا معتقد ہو گیا (شواہد النبوت ص ۲۰۵ ،نور الابصار ص ۱۴۶، اعلام الوری ص ۲۳۱، ارشاد مفید ص ۴۸۱)۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے بعض کرامات

صاحب تفسیر علامہ حسین واعظ کاشفی کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے کرامات بے شمار ہیں (روضۃ الشہد اص ۴۳۸) میں بعض کا تذکرہ مختلف کتب سے کرتا ہوں۔

علامہ عبد الرحمن جامی تحریر کرتے ہیں کہ:

۱۔ مامون رشید کے انتقال کے بعد حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اب تیس ماہ بعد میرا بھی انتقال ہو گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۲۔ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ایک مسماۃ (ام الحسن) نے آپ سے درخواست کی ہے کہ اپنا کوئی جامہ کہنہ دیجیے تاکہ میں اسے اپنے کفن میں رکھوں آپ نے فرمایا کہ اب جامہ کہنہ کی ضرورت نہیں ہے روای کا بیان ہے کہ میں وہ جواب لے کر جب واپس ہوا تو معلوم ہوا کہ ۱۳۔ ۱۴ دن ہو گئے ہیں کہ وہ انتقال کر چکی ہے۔

۳۔ ایک شخص (امیہ بن علی) کہتا ہے کہ میں اور حماد بن عیسی ایک سفر میں جاتے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے تا کہ آپ سے رخصت ہولیں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم آج اپنا سفر ملتوی کردو، چنانچہ میں حسب الحکم ٹھہر گیا، لیکن میرا ساتھی حماد بن عیسی نے کہا کہ میں نے سارا سامان سفر گھر سے نکال رکھا ہے اب اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ سفر ملتوی کردوں، یہ کہہ کر وہ روانہ ہو گیا اور چلتے چلتے رات کو ایک وادی میں جا پہنچا اور وہیں قیام کیا، رات کے کسی حصہ میں عظیم الشان سیلاب آ گیا، اور وہ تمام لوگوں کے ساتھ حماد کو بھی بہا کر لے گیا (شواہد النبوت ص ۲۰۲)۔

۴۔علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ معمر بن خلاد کا بیان ہے کہ ایک دن مدینہ منورہ میں جب کہ آپ بہت کمسن تھے مجھ سے فرمایا کہ چلو میرے ہمراہ چلو! چنانچہ میں ساتھ ہو گیا حضرت نے مدینہ سے باہر نکل کر ے ایک وادی میں جا کر مجھ سے فرمایا کہ تم ٹھر جاؤ میں ابھی آتا ہوں چنانچہ آپ نظروں سے غائب ہو گئے اور تھوڑی دیر کے بعد واپس ہوئے واپسی پر آپ بے انتہاء ملول اور رنجیدہ تھے، میں نے پوچھا: فرزند رسول! آپ کے چہرہ مبارک سے آثار حزن وملال کیوں ہویدا ہیں ارشاد فرمایا کہ اسی وقت بغداد سے واپس آرہا ہوں وہاں میرے

والد ماجد حضرت امام رضا علیہ السلام زہر سے شہید کر دیئے گئے ہیں میں ان پر نماز وغیرہ ادا کرنے گیا تھا۔

۵۔قاسم بن عباد الرحمن کا بیان ہے کہ میں بغداد میں تھا میں نے دیکھا کہ کسی شخص کے پاس تمام لوگ برابر آتے جاتے ہیں میں نے دریافت کیا کہ جس کے پاس آنے جانے کا تانتا بندھا ہوا ہے یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ ابوجعفر محمد بن علی علیہ السلام ہیں ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ آپ ناقہ پر سوار اس طرف سے گذرے، قاسم کہتا ہے کہ انہیں دیکھ کر میں نے دل میں کہا کہ وہ لوگ بڑے بیوقوف ہیں جو آپ کی امامت کے قائل ہیں اور آپ کی عزت وتوقیر کرتے ہیں، یہ تو بچے ہیں اور میرے دل میں ان کی کوئی وقعت محسوس نہیں ہوتی، میں اپنے دل میں یہی سوچ رہا تھا کہ آپنے قریب آ کر فرمایا کہ اے قاسم بن عبدالرحمن جو شخص ہماری اطاعت سے گریزاں ہے وہ جہنم میں جائے گا آپ کے اس فرمانے پر میں نے خیال کیا کہ یہ جادوگر ہیں کہ انہوں نے میرے دل کے ارادے کو معلوم کر لیا ہے جیسے ہی یہ خیال میرے دل میں آیا آپ نے فرمایا کہ تمہارے خیال بالکل غلط ہیں تم اپنے عقیدے کی اصلاح کرو یہ سن کر میں نے آپ کی امامت کا اقرار کیا اور مجھے ماننا پڑا کہ آپ حجت اللہ ہیں۔

۶۔قاسم بن الحسن کا بیان ہے کہ میں ایک سفر میں تھا، مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مفلوج الحال شخص نے مجھ سے سوال کیا، میں نے اسے روٹی کا ایک ٹکڑا دیدیا ابھی تھوڑی دیر گذری تھی کہ ایک زبردست آندھی آئی اور وہ میری پگڑی اڑا کر لے گئی میں نے بڑی تلاش کی لیکن

وہ دستیاب نہ ہوسکی جب میں مدینہ پہنچا اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام سے ملنے گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے قاسم تمہاری پگڑی ہوا اڑا لے گئی میں نے عرض کی جی حضور! آپ نے اپنے ایک غلام کو حکم دیا کہ ان کی پگڑی لے آؤ غلام نے پگڑی حاضر کی میں نے بڑے تعجب سے دریافت کیا کہ مولا! یہ پگڑی یہاں کیسے پہنچی ہے آپ نے فرمایا کہ تم نے جو رہ خدا میں روٹی کا ٹکڑا دیا تھا، اسے خدا نے قبول فرمالیا ہے، اے قاسم خداوند عالم یہ نہیں چاہتا جو اس کی راہ میں صدقہ دیے وہ اسے نقصان پہنچنے دے۔

۷۔ ام الفضل نے حضرت امام محمد تقی کی شکایت اپنے والد مامون رشید عباسی کو لکھ کر بھیجی کہ ابوجعفر میرے ہوتے ہوئے دوسری شادی بھی کررہے ہیں اس نے جواب دیا کہ میں نے تیری شادی ان کے ساتھ اس نہیں کی حلال خدا کو حرام کردوں انہیں قانون خداوندی اجازت دیتا ہے کہ وہ دوسری شادی کریں، اس میں تیرا کیا دخل ہے دیکھ آئندہ سے اس قسم کی کوئی شکایت نہ کرنا اور سن تیرا فریضہ ہے کہ تو اپنے شوہر ابوجعفر کو جس طرح ہو راضی رکھ اس تمام خط وکتابت کی اطلاع حضرت کو ہوگئی (کشف الغمہ ص ۱۲۰)۔

علامہ شیخ حسین بن عبدالوہاب تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن ام الفضل نے حضرت کی ایک بیوی کو جو عمار یاسر کی نسل سے تھی دیکھا تو مامون رشید کو کچھ اس طرح سے کہا کہ وہ حضرت کے قتل پر آمادہ ہوگیا، مگر قتل نہ کرسکا (عیون المعجزات ص ۱۵۴ طبع ملتان)۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے ہدایات وارشادات

یہ ایک مسلہ حقیقت ہے کہ بہت سے بزرگ مرتبہ علماء نے آپ سے علوم اہل بیت کی تعلیم حاصل کی آپ کے لیے مختصر حکیمانہ مقولوں کا بھی ایک ذخیرہ ہے، جیسے آپ کے جد بزرگوار حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کے کثرت سے پائے جاتے ہیں جناب امیر علیہ السلام کے بعد امام محمد تقی علیہ السلام کے مقولوں کو ایک خاص درجہ حاصل ہے بعض علماء نے آپ کے مقولوں کو تعداد کئی ہزار بتائی ہے علامہ شبلنجی بحوالہ فصول المہمہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ:

۱۔ خداوند عالم جسے جو نعمت دیتا ہے بہ ارادہ دوام دیتا ہے، لیکن اس سے وہ اس وقت زائل ہوجاتی ہے جب وہ لوگوں یعنی مستحقین کو دینا بند کر دیتا ہے۔

۲۔ ہر نعمت خداوندی میں مخلوق کا حصہ ہے جب کسی کو عظیم نعمتیں دیتا ہے تو لوگوں کی حاجتیں بھی کثیر ہوجاتی ہیں اس موقع پر اگر صاحب نعمت (مالدار) عہدہ برآ ہوسکا تو خیر ورنہ نعمت کا زوال لازمی ہے۔

۳۔ جو کسی کو بڑا سمجھتا ہے اس سے ڈرتا ہے۔

۴۔ جس کی خواہشات زیادہ ہوں گی اس کا جسم موٹا ہوگا۔ ۵۔ صحیفہ حیات مسلم کا سرنامہ "حسن خلق" ہے۔

۶۔ جو خدا کے بھروسے پر لوگوں سے بے نیاز ہوجائے گا، لوگ اس کے محتاج ہوں گے۔ ۷

۔جو خدا سے ڈرے گا تو لوگ اسے دوست رکھیں گے۔

۸۔انسان کی تمام خوبیوں کا مرکز زبان ہے۔۹۔انسان کے کمالات کا دارومدار عقل کے کمال پر ہے۔

۱۰۔انسان کے لیے فقر کی زینت "عفت" ہے خدائی امتحان کی زینت شکر ہے حسب کی زینت تواضع اور فرتنی ہے کلام کی زینت "فصاحت" ہے روایات کی زینت "حافظہ" ہے علم کی زینت انکساری ہے ورع وتقوی کی زینت "حسن ادب" ہے قناعت کی زینت "خندہ پیشانی" ہے ورع و پرہیز گاری کی زینت تمام مہملات سے کنارہ کشی ہے۔

۱۱۔ظالم اور ظالم کا مددگار اور ظالم کے فعل کے سراہانے والے ایک ہی زمر میں ہیں یعنی سب کا درجہ برابر ہے۔

۱۲۔ جو زندہ رہنا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ برداشت کرنے کے لیے اپنے دل کو صبر آزما بنا لے۔

۱۳۔خدا کی رضا حاصل کرنے کے لیے تین چیزیں ہونی چاہئیں اول استغفار دوم نرمی اور فرتنی سوم کثرت صدقہ۔

۱۴۔جو جلد بازی سے پرہیز کرے گا لوگوں سے مشورہ لے گا، اللہ پر بھروسہ کرے گا وہ کبھی شرمندہ نہیں ہوگا۔ ۱۵۔اگر جاہل زبان بندر کھے تو اختلافات نہ ہوں گے ۱۶۔تین باتوں سے دل موہ لیے جاتے ہیں ۱۔معاشرہ انصاف ۲۔مصیبت میں ہمدردی ۳۔پریشان خاطری میں تسلی۔

۱۷۔ جوکسی بری بات کواچھی نگاہ سے دیکھے گا، وہ اس میں شریک سمجھا جائے گا۔ ۱۸۔ کفران نعمت کرنے والا خدا کی ناراضگی کودعوت دیا ہے۔

۱۹۔ جوتمہارے کسی عطیہ پر شکریہ ادا کرے، گویا اس نے تمہیں اس سے زیادہ دیدیا۔

۲۰ ۔ جواپنے بھائی کو پوشیدہ طور پر نصیحت کرے وہ اس کا حسن ہے، اور جوعلانیہ نصیحت کرے، گویا اس نے اس کے ساتھ برائی کی۔

۲۱۔ عقلمندی اور حماقت جوانی کے قریب تک ایک دوسرے پر انسان پر غلبہ کرتے رہتے ہیں اور جب ۱۸ سال پورے ہوجاتے ہیں تو استقلال پیدا ہوجاتا ہے اور راہ معین ہوجاتی ہے۔

۲۲ ۔ جب کسی بندہ پر نعمت کا نزول ہواور وہ اس نعمت سے متاثر ہوکر یہ سمجھے کہ یہ خدا کی عنایت ومہربانی ہے تو خداوندعالم کاشکر کرنے سے پہلے اس کا نام شاکرین میں لکھ لیتا ہے اور جب کوئی گناہ کرنے کے ساتھ یہ محسوس کرے کہ میں خدا کے ہاتھ میں ہوں، وہ جب اور جس طرح چاہے عذاب کرسکتا ہے تو خداوندعالم اسے استغفار سے قبل بخش دیتا ہے۔

۲۳ ۔ شریف وہ ہے جوعالم ہے اور عقلمند وہ ہے جو متقی ہے۔ ۲۴ ۔ جلد بازی کر کے کسی امر کوشہرت نہ دو، جب تک تکمیل نہ ہوجائے۔

۲۵ ۔ اپنی خواہشات کواتنا نہ بڑھاؤ کہ دل تنگ ہوجائے۔ ۲۶ ۔ اپنے ضعیفوں پر رحم کرو اوران پر ترحم کے ذریعہ سے اپنے لیے خدا سے رحم کی درخواست کرو۔

۲۷ ۔ عام موت سے بری موت وہ ہے جوگناہ کے ذریعہ سے ہو اور عام زندگی سے خیر وبرکت کے ساتھ والی زندگی بہتر ہے۔

۲۸۔ جوخدا کے لیے اپنے کسی بھائی کو فائدہ پہنچائے وہ ایسا ہے جیسے اس نے اپنے لیے جنت میں گھر بنالیا۔
۲۹۔ جوخدا پر اعتماد رکھے اور اس پر توکل اور بھروسہ کرے خدا اسے ہر برائی سے بچاتا ہے اور اس کی ہر قسم کے دشمن سے حفاظت کرتا ہے۔
۳۰۔ دین عزت ہے، علم خزانہ ہے اور خاموشی نور ہے۔ ۳۱۔ زہد کی انتہا ورع وتقوی ہے۔
۳۲۔ دین کو تباہ کردینے والی چیز بدعت ہے۔
۳۳۔ انسان کو برباد کرنے والی چیز "لالچ" ہے۔ ۳۴۔ حاکم کی صلاحیت رعایا کی خوشحالی کا دارومدار ہے۔ ۳۵۔ دعا کے ذریعہ سے ہر بلا ٹل جاتی ہے۔
۳۶۔ جو صبر وضبط کے ساتھ میدان میں آجائے وہ کامیاب ہوگا۔ ۳۷۔ جو دنیا میں تقوی کا بیج بوئے گا آخرت میں دلی مرادوں کا پھل پائے گا۔ (نور الابصار ص ۱۴۸ طبع مصر)۔

امام محمد تقی کی نظربندی، قید اور شہادت

مدینہ رسول سے فرزند رسول کو طلب کرنے کی غرض چونکہ نیک نیتی پر مبنی نہ تھی، اس لیے عظیم شرف کے باوجود آپ حکومت وقت کی کسی رعایت کے قابل نہیں متصور ہوئے معتصم نے بغداد بلوا کر آپ کو قید کردیا، علامہ اربلی لکھتے ہیں، کہ چون معتصم بخلافت بہ نشست آنحضرت را از مدینہ طیبہ بدار الخلافۃ بغداد آورد وحبس نمود (کشف الغمہ ص ۱۲۱)۔
ایک سال تک آپ نے قید کی سختیاں صرف اس جرم میں برداشت کیں کہ آپ کمالات

امامت کے حامل کیوں ہیں اور آپ کو خدا نے یہ شرف کیوں عطا فرمایا ہے بعض علماء کا کہنا ہے کہ آپ پر اس قدر سختیاں تھیں اور اتنی کڑی نگرانی اور نظر بندی تھی کہ آپ اکثر اپنی زندگی سے بیزار ہو جاتے تھے بہر حال وہ وقت آ گیا کہ آپ صرف ۲۵ / سال ۳ ماہ ۱۲ / یوم کی عمر میں قید خانہ کے اندر آخری ذی قعدہ (بتاریخ ۲۹ / ذی قعدہ ۲۲۰ ہجری یوم سہ شنبہ) معتصم کے زہر سے شہید ہو گئے (کشف الغمہ ص ۱۲۱ ، صواعق محرقہ ص ۱۲۳ ، روضۃ الصفا جلد ۳ ص ۱۶ ، اعلام الوری ص ۲۰۵ ، ارشاد ص ۴۸۰ ، انوار النعمانیہ ص ۱۲۷ ، انوار الحسینیہ ص ۵۴)۔

آپ کی شہادت کے متعلق ملا مبین کہتے ہیں کہ معتصم عباسی نے آپ کو زہر سے شہید کیا (وسیلۃ النجات ص ۲۹۷) علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ آپ کو امام رضا کی طرح زہر سے شہید کیا گیا (صواعق محرقہ ص ۱۲۳) علامہ حسین واعظ کاشفی لکھتے ہیں کہ " گویند یہ زہر شہید شہ " کہتے ہیں کہ آپ زہر سے شہید ہوئے (روضۃ الشہداء ص ۴۳۸)۔ ملا جامی کی کتاب میں ہے " قیل مات مسموما " کہا جاتا ہے کہ آپ کی وفات زہر سے ہوئی ہے (شواہد النبوت ص ۲۰۴)۔ علامہ نعمت اللہ جزائری لکھتے ہیں کہ " مات مسموما قد سمہ المعتصم " آپ زہر سے شہید ہوئے ہیں اور یقینا معتصم نے آپ کو زہر دیا ہے، انوار النعمانیہ ص ۱۹۵) علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ انہ مات مسموما آپ زہر سے شہید ہوئے ہیں " یقال ان ام الفضل بنت المامون سقتہ، بامرابیہا " کہا جاتا ہے کہ آپ کو آپ کی بیوی ام الفضل نے اپنے باپ مامون کے حکم کے مطابق (معتصم کی مدد سے) زہر دے کر شہید کیا (نور الابصار ص ۱۴۷ ، ارجح

المطالب ص ۴۶۰)۔

مطالب یہ ہوا کہ مامون رشید نے امام محمد تقی کے والد ماجد امام رضا کو اور اس کی بیٹی نے امام محمد تقی کو بقول امام شبلنجی شہید کر کے اپنے وطیرہ مستمرۃ اور اصول خاندانی کو فروغ بخشا ہے، علامہ موصوف لکھتے ہیں کہ "دخلت امراتہ ام الفضل الی قصرالمعتصم " کہ امام محمد تقی کو شہید کر کے ان کی بیوی ام الفضل معتصم کے پاس چلی گئی بعض معاصرین لکھتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے شہادت کے وقت ام الفضل کے بدترین مستقبل کا ذکر فرمایا تھا جس کے نتیجہ میں اس کے ناسور ہو گیا تھا اور وہ آخر میں دیوانی ہو کر مری۔

مختصر یہ کہ شہادت کے بعد امام علی نقی علیہ السلام نے آپ کی تجہیز و تکفین میں شرکت کی اور نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے بعد آپ مقابر قریش اپنے جد نامدار حضرت امام موسی کاظم علیہ السلام کے پہلو میں دفن کئے گئے چونکہ آپ کے دادا کا لقب کاظم اور آپ کا لقب جواد بھی تھا اس لیے اس شہرت کو آپ کی شرکت سے "کاظمین" اور وہاں کے اسٹیشن کو آپ کے دادا کی شرکت کی رعایت سے "جوادین" کہا جاتا ہے۔

اس مقبرہ قریش میں جسے کاظمین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ۳۵۶ ہجری میں مطابق ۹۹۸ء میں معزالدولہ اور ۴۵۲ ہجری مطابق ۱۰۴۴ء میں جلال الدولہ شاہان آل بویہ کے جنازے اعتقادمندی سے دفن کئے گئے کاظمین میں جوشاندار روضہ بنا ہوا ہے اس پر بہت سے تعمیری دور گزرے لیکن اس کی تعمیر تکمیل شاہ اسماعیل صفوی نے ۹۲۶ ہجری مطابق ۱۵۲۰ء میں کرائی ۱۲۵۵ ہجری مطابق ۱۸۵۶ء میں محمد شاہ قاچار نے اسے جواہرات سے مرصع کیا۔

آپ کی ازواج اور اولاد

علماء نے لکھا ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے چند بیویاں تھیں جن ام الفضل بنت مامون رشید عباسی اورسمانہ خاتون یاسری نمایاں حیثیت رکھتی تھیں جناب سمانہ خاتون جو کہ حضرت عمار یاسر کی نسل سے تھیں، کے علاوہ کسی سے کوئی اولا دنہیں ہوئی، آپ کو اولاد کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ دو نرینہ اور دو غیر نرینہ تھیں، جن کے اسماء یہ ہیں ا۔ حضرت امام علی نقی علیہ السلام، ۲۔ جناب موسی مبرقع علیہ الرحمۃ، ۳۔ جناب فاطمہ، ۴۔ جناب امامہ، (ارشاد مفید ص ۴۹۳ ،صواعق محرقہ ص ۱۲۳ ،روضۃ الشہدا ص ۴۳۸ ،نورالابصار ص ۱۴۷ ،انوار النعمانیہ ص ۱۲۷ ،کشف الغمہ ص ۱۱٦ ،اعلام الوری ص ۲۰۵ وغیرہ)۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام

ولادت باسعادت

آپ بتاریخ ۵ / رجب المرجب ۲۱۴ ہجری یوم سہ شنبہ بمقام مدینہ منورہ متولد ہوئے (نورالابصار ص ۱۴۹، دمعہ ساکبہ ص ۱۲۰)۔

شیخ مفید کا کہنا ہے کہ مدینہ کے قریب ایک قریہ ہے جس کا نام صریا ہے آپ وہاں پیدا ہوئے ہیں (ارشاد ص ۴۹۴)۔

اسم گرامی، کنیت، اور القاب

آپ کا اس گرامی علی، آپ کے والد ماجد حضرت امام محمد تقی نے رکھا، اسے یوں سمجھنا چاہیئے کہ سرورکائنات نے جو اپنے بارہ جانشین اپنی ظاہری حیات کے زمانہ میں معین فرمائے تھے، ان میں سے ایک آپ کی ذات گرامی بھی تھی آپ کے والد ماجد نے اسی معین اسم سے موسوم کردیا علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ چہاردہ معصومین کے اسماء لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں سرورکائنات نے اسی کے مطابق سب کے نام معین فرمائے ہیں اور ہر ایک کے والد نے اسی کی روشنی میں اپنے فرزند کو موسوم کیا ہے (اعلام الوریٰ ص ۲۲۵)۔

کتاب کشف الغطاء ص ۴ میں ہے کہ آنحضرت نے سب کے نام حضرت عائشہ کو لکھوا دیئے

تھے آپ کی کنیت ابوالحسن تھی ...... آپ کے القاب بہت کثیر ہیں جن میں نقی، ناصح ،متوکل مرتضی اور عسکری زیادہ مشہور ہیں (کشف الغمہ ص ۱۲۲ ،نورالابصار ۱۴۹ ،مطالب السؤل ص ۲۹۱)۔

آپ کا عہد حیات اور بادشاہان وقت

آپ جب ۲۱۴ ہجری میں پیدا ہوئے تو اس وقت بادشاہ وقت مامون رشید عباسی تھا ۲۱۸ ہجری میں مامن رشید نے انتقال کیا اور معتصم خلیفہ ہوا (ابوالفدا ء)

۲۲۷ ہجری میں واثق بن معتصم خلیفہ بنایا گیا (ابوالفدا ء) ۲۳۲ ہجری میں واثق کا انتقال ہوا اور متوکل عباسی خلیفہ مقرر کیا گیا (ابوالفدا ء)۔

پھر ۲۴۷ ہجری میں منتصر بن متوکل اور ۲۴۸ ہجری میں مستعین اور ۲۵۲ ہجری میں زبیر ابن متوکل المکنی بہ متز باللہ علی الترتیب خلیفہ بنائے گئے (ابوالفدا ء، دمعہ ساکبہ ۱۲۱) ۲۵۴ ہجری میں معتز کے زہر دینے سے امام علی نقی علیہ السلام شہید ہوئے (تذکرۃ المعصو مین)۔

حضرت امام محمد تقی کا سفر بغداد اور حضرت امام علی نقی کی ولیعہدی

مامون رشید کے انتقال کے بعد معتصم باللہ خلیفہ ہوا تو اس نے بھی اپنے آبائی کردار کو سراہا اور خاندانی رویہ کا اتباع کیا اس کے دل میں بھی آل محمد کی طرف سے وہ جذبات ابھرے جو اس کے آباؤ اجداد کے دلوں میں ابھر چکے تھے، اس نے بھی چاہا کہ آل محمد کو کوئی فرد سطح ارض پر باقی نہ رہے، چنانچہ اس نے تخت نشین ہوتے ہی حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو مدینہ سے بغداد طلب کر کے نظر بند کر دیا امام محمد تقی علیہ السلام نے جو اپنے آباؤ اجداد کی طرح قیامت تک کے حالات سے واقف تھے مدینہ سے چلتے وقت اپنے فرزند کو اپنا جانشین مقرر کر دیا اور وہ تمام تبرکات جو امام کے پاس ہوا کرتے ہیں آپ نے امام علی نقی علیہ السلام کے سپرد کر دیئے مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر آپ ۹ /محرم الحرام ۲۲۰ ہجری کو وارد بغداد ہوئے بغداد میں آپ کو ایک سال بھی نہ گزر تھا کہ معتصم عباسی نے آپ کو بتاریخ ۲۰ / ذی قعدہ زہر سے شہید کر دیا (نور الابصار ص ۱۴۷)۔

اصول کافی میں ہے کہ جب امام محمد تقی علیہ السلام کو پہلی بار مدینہ سے بغداد طلب کیا گیا تو راوی خبر اسماعیل بن مہران نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی مولا، آپ کو بلانے والے دشمن آل محمد ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بے امام ہو جائیں آپ نے فرمایا کہ ہم کو علم ہے تم گھبراؤ نہیں اس سفر میں ایسا نہ ہوگا اسماعیل کا بیان ہے کہ جب دوبارہ آپ کو معتصم نے بلایا تو پھر میں حاضر ہو کر عرض پرداز ہوا کہ مولا یہ سفر کیسا رہے گا اس سوال کا جواب آپ نے

آنسوؤں کے تار سے دیا اور باچشم نم کہا کہ اے اسماعیل میرے بعد علی نقی کو اپنا امام جاننا اور صبر وضبط سے کام لینا۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا علم لدنی

بچپن کا واقعہ

یہ ہمارے مسلمات سے ہے کہ ہمارے آئمہ کو علم لدنی ہوتا ہے یہ خدا کی بارگاہ سے علم وحکمت لے کر کامل اور مکمل دنیا میں تشریف لاتے رہے ہیں انہیں کسی سے علم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، اورانہوں نے کسی دنیاوالے کے سامنے زانوئے ادب تہ نہیں فرمایا "ذاتی علم وحکمت کے علاوہ مزید شرف کمال کی تحصیل اپنے آباؤاجداد سے کرتے رہے یہی وجہ ہے کہ انتہائی کمسنی میں بھی یہ دنیا کے بڑے بڑے عالموں کو علمی شکست دینے میں ہمیشہ کامیاب رہے اور جب کسی نے اپنے کو ان کی کسی فرد سے مافوق سمجھا تو وہ ذلیل ہوکر رہ گیا، یا پھر سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہوگیا۔

علامہ مسعودی کا بیان ہے کہ حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی وفات کے بعد امام علی نقی علیہ السلام جن کی اس وقت عمر ۷۔۶/ سال کی تھی مدینہ میں مرجع خلائق بن گئے تھے، یہ دیکھ کر وہ لوگ جو آل محمد سے دلی دشمنی رکھتے تھے یہ سوچنے پر مجبور ہوگئے کہ کسی طرح ان کی مرکزیت کو ختم کیا جائے اور کوئی ایسا معلم ان کے ساتھ لگا دیا جائے جو انہیں تعلیم بھی دے

اوران کی اپنے اصول پر تربیت کرنے کے ساتھ ان کے پاس لوگوں کے پہونچنے کا سد باب کرے، یہ لوگ اسی خیال میں تھے کہ عمر بن فرج رخجی فراغت حج کے بعد مدینہ پہنچا لوگوں نے اس سے عرض مدعا کی بالآخر حکومت کے دباؤ سے ایسا انتظام ہوگیا کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو تعلیم دینے کے لیے عراق کا سب سے بڑا عالم، ادیب عبیداللہ جنیدی معقول مشاہرہ پر لگایا گیا یہ جنیدی آل محمد کی دشمنی میں خاص شہرت رکھتا تھا۔

الغرض جنیدی کے پاس حکومت نے امام علی نقی علیہ السلام کو رکھ دیا اور جنیدی کو خاص طور پر اس امر کی ہدایت کردی کہ ان کے پاس روافض نہ پہنچنے پائیں جنیدی نے آپ کو قصر صربا میں اپنے پاس رکھا ہوتا یہ تھا کہ جب رات ہوتی تھی تو دروازہ بند کردیا جاتا تھا اور دن میں بھی شیعوں کے ملنے کی اجازت نہ تھی اس طرح آپ کے ماننے والوں کی آمد کا سلسلہ منقطع ہوگیا اور آپ کا فیض جاری بند ہوگیا لوگ آپ کی زیارت اور آپ سے استفادہ سے محروم ہوگئے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن جنیدی سے کہا غلام ہاشمی کا کیا حال ہے اس نے نہایت بری صورت بنا کر کہا انہیں غلام ہاشمی نہ کہو، وہ رئیس ہاشمی ہیں، خدا کی قسم وہ اس کمسنی مین مجھ سے کہیں زیادہ علم رکھتے ہیں سنو میں اپنی پوری کوشش کے بعد جب ادب کا کوئی باب ان کے سامنے پیش کرتا ہوں تو وہ اس کے متعلق ایسے ابواب کھول دیتے ہیں کہ میں حیران رہ جاتا ہوں "یظن الناس اتی اعلمہ وانا واللہ اتعلم منہ" لوگ سمجھ رہے ہیں کہ میں انہیں تعلیم دے رہا ہوں لیکن خدا کی قسم میں ان سے تعلیم حاصل کررہا ہوں میرے بس میں یہ نہیں کہ میں

انھیں پڑھا سکوں "ہذا واللہ خیر اہل الارض وافضل من بقاء اللہ" خدا کی قسم وہ حافظ قرآن ہی نہیں وہ اس کی تاویل وتنزیل کو بھی جانتے ہیں اور مختصر یہ ہے کہ وہ زمین پر بسنے والوں میں سب سے بہتر اور کائنات میں سب سے افضل ہیں (اثبات الوصیت ودمعہ سا کبہ ص ۱۲۱)۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے کرامات اور آپ کا علم باطن

امام علی نقی علیہ السلام تقریبا ۲۹ / سال مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہے آپ نے اس مدت عمر مین کئی بادشاہوں کا زمانہ دیکھا تقریبا ہر ایک نے آپ کی طرف رخ کرنے سے احتراز کیا یہی وجہ ہے کہ آپ امور امامت کو انجام دینے میں کامیاب رہے یعنی تبلیغ دین اور تحفظ بنائے مذہب اور رہبری ہواخواہاں میں فائز المرام رہے آپ چونکہ اپنے آباؤاجداد کی طرح علم باطن اور علم غیب بھی رکھتے تھے اسی لیے آپ اپنے ماننے والوں کو ہونے والے واقعات سے باخبر فرمادیا کرتے تھے اور سعی فرماتے تھے کہ حتی الوسع مقدورات کے علاوہ کوئی گزند نہ پہنچنے پائے اس سلسلہ میں آپ کے کرامات بے شمار ہیں جن میں سے ہم اس مقام پر کتاب کشف الغمہ سے چند کرامات تحریر کرتے ہیں۔

۱۔ محمد بن فرج رجی کا بیان ہے کہ حضرت امام علی نقی نے مجھے تحریر فرمایا کہ تم اپنے تمام امور ومعاملات کو راست اور نظام خانہ کو درست کرلو اور اپنے اسلحوں کو سنبھال لو، میں نے ان کے حکم کے بموجب تمام درست کرلیا لیکن یہ نہ سمجھ سکا کہ یہ حکم آپ نے کیوں دیا ہے لیکن

چند دنوں کے بعد مصر کی پولیس میرے یہاں آئی اور مجھے گرفتار کر کے لے گئی اور میرے پاس جو کچھ تھا سب لے لیا اور مجھے قید خانہ میں بند کر دیا میں آٹھ سال اس قید خانہ میں پڑا رہا، ایک دن امام علیہ السلام کا خط پہنچا، جس میں مرقوم تھا کہ اے محمد بن فرج تم اس ناحیہ کی طرف نہ جانا جو مغرب کی طرف واقع ہے خط پاتے ہی میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی میں سوچتا رہا کہ میں تو قید خانہ میں ہوں میرا تو ادھر جانا ممکن ہی نہیں پھر امام نے کیوں یہ کچھ تحریر فرمایا آپ کے خط آنے کو ابھی دو چار یوم ہی گذرے تھے کہ میری رہائی کا حکم آ گیا اور میں ان کے حسب الحکم مقام ممنوع کی طرف نہیں گیا قید خانہ سے رہائی کے بعد میں نے امام علیہ السلام کو لکھا کہ حضور میں قید سے چھوٹ کر گھر آ گیا ہوں، اب آپ خدا سے دعاء فرمائیں کہ میرا مال مغصوبہ واپس کرادے آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ عنقریب تمہارا سارا مال تمہیں واپس مل جائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

۲۔ایک دن امام علی نقی علیہ السلام اور علی بن حصیب نامی شخص دونوں ساتھ ہی راستہ چل رہے تھے علی بن حصیب آپ سے چند گام آگے بڑھ کر لولے آپ بھی قدم بڑھا کر جلد آ جایئے حضرت نے فرمایا کہ اے ابن حصیب "تمہیں پہلے جانا ہے" تم جاؤ اس واقعہ کے چار یوم بعد ابن حصیب فوت ہو گئے۔

۳۔ایک شخص محمد بن فضل بغدادی کا بیان ہے کہ میں نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو لکھا کہ میرے پاس ایک دکان ہے میں اسے بیچنا چاہتا ہوں آپ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا جواب نہ ملنے پر مجھے افسوس ہوا لیکن جب میں بغداد واپس پہنچا تو وہ آگ لگ جانے کی وجہ

سے جل چکی تھی۔

۴۔ ایک شخص ابوایوب نامی نے امام علیہ السلام کولکھا کہ میری زوجہ حاملہ ہے، آپ دعا فرمایئے کہ لڑکا پیدا ہو، آپ نے فرمایا انشاءاللہ اس کے لڑکا ہی پیدا ہوگا اور جب پیدا ہوتو اس کا نام محمد رکھنا چنانچہ لڑکا ہی پیدا ہوا، اور اس کا نام محمد رکھا گیا۔

۵۔ یحی بن زکریا کا بیان ہے کہ میں نے امام علی نقی علیہ السلام کولکھا کہ میری بیوی حاملہ ہے آپ دعا فرمائیں کہ لڑکا پیدا ہو آپ نے جواب میں تحریر فرمایا، کہ بعض لڑکیاں لڑکوں سے بہتر ہوتی ہیں، چنانچہ لڑکی پیدا ہوئی۔

عہد واثق کا ایک واقعہ

٦۔ ابوہاشم کا بیان ہے کہ میں ٢٢٧ ہجری میں ایک دن حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ کسی نے آ کر کہا کہ ترکوں کی فوج گذر رہی ہے امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابوہاشم چلو ان سے ملاقات کریں میں حضرت کے ہمراہ ہوکر لشکریوں تک پہنچا حضرت نے ایک غلام ترکی سے اس کی زبان میں گفتگو شروع فرمائی اور دیر تک باتیں کرتے رہے اس ترکی سپاہی نے آپ کے قدموں کا بوسہ دیا میں نے اس سے پوچھا کہ وہ کونسی چیز ہے جس نے تجھے امام کا گرویدہ بنادیا ہے اس نے کہا امام نے مجھے اس نام سے پکارا جس کا جاننے والا میرے باپ کے علاوہ کوئی نہ تھا۔

تہتر زبانوں کی تعلیم

۷۔ابو ہاشم کہتے ہیں کہ میں ایک دن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے ہندی زبان میں گفتگو کی جس کا میں جواب نہ دے سکا تو آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں ابھی ابھی تمام زبانوں کا جاننے والا بتائے دیتا ہوں یہ کہہ کر آپ نے ایک سنگریزہ اٹھایا اور اسے اپنے منہ میں رکھ لیا اس کے بعد اس سنگریزہ کو مجھے دیتے ہوئے فرمایا کہ اسے چوسو، میں نے منہ میں رکھ کر اسے اچھی طرح چوسا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں تہتر زبانوں کا عالم بن گیا جن میں ہندی بھی شامل تھی اس کے بعد سے پھر مجھے کسی زبان کے سمجھنے اور بولنے میں دقت نہ ہوئی ص ۱۲۲ تا ۱۲۵

امام علی نقی کے ہاتھوں میں ریت کی قلب ماہیت

۸۔آئمہ طاہرین کے اولوالامر ہونے پر قرآن مجید کی نص صریح موجود ہے ان کے ہاتھوں اور زبان میں خداوند جو ارادہ کریں اس کی تکمیل ہوجائے جو حکم دیں اس کی تعمیل ہوجائے ابو ہاشم کا بیان ہے کہ ایک دن میں نے امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں اپنی تنگ دستی کی شکایت کی آپ نے فرمایا بڑی معمولی بات ہے تمہاری تکلیف دور ہوجائے گی اس کے بعد آپ نے رمل یعنی ریت کی ایک مٹھی زمین سے اٹھا کر میرے دامن میں ڈال دی اور فرمایا اسے غور سے دیکھو اور اسے فروخت کر کے کام نکالو ابو ہاشم کہتے ہیں کہ خدا کی قسم جب میں نے اسے دیکھا تو وہ بہترین سونا تھا، میں نے اسے بازار لے جا کر فروخت

کر دیا (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۵ ص ۱۱۹)۔

امام علی نقی اور اسم اعظم

۹۔ حضرت ثقۃ الاسلام علامہ کلینی اصول کافی میں لکھتے ہیں کہ امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا اسم اللہ الاعظم ۷۳ / حروف میں ان میں سے صرف ایک حرف آصف برخیا وصی سلیمان کو دیا گیا تھا جس کے ذریعہ سے انہوں نے چشم زدن میں ملک سبا سے تخت بلقیس منگوالیا تھا اور اس منگوانے میں ہوا یہ تھا کہ زمین سمٹ کر تخت کو قریب لے آئی تھی، اے نوفلی (راوی) خداوند عالم نے ہمیں اسم عظم کے بہتر حروف دیئے ہیں اور اپنے لیے صرف ایک حرف محفوظ رکھا ہے جو علم غیب سے متعلق ہے مسعودی کا کہنا کا ہے کہ اس کے بعد امام نے فرمایا کہ خداوندا عالم نے اپنی قدرت اور اپنے اذن وعلم سے ہمیں وہ چیزیں عطا کی ہیں جو حیرت انگیز اور تعجب خیز ہیں مطلب یہ ہے کہ امام جو چاہیں کر سکتے ہیں ان کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں ہوسکتی (اصول کافی، مناقب ابن شہر آشوب جلد ۵ ص ۱۱۸، دمعہ ساکبہ ص ۱۲۶)۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور صیحفہ کاملہ کی ایک دعا

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے ایک صحابی سیع بن حمزہ قمی نے آپ کو تحریر کیا کہ مولا مجھے خلیفہ معتصم کے وزیر سے بہت دکھ پہنچ رہا ہے مجھے اس کا بھی اندیشہ ہے کہ کہیں وہ میری جان

نہ لے لے حضرت نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ گھبراؤ نہیں اور دعائے "صحیفہ کاملہ" یامن تحل بہ عقد المکارہ الخ پڑھو مصیبت سے نجات پاؤ گے۔

یسع بن حمزہ کا بیان ہے کہ میں نے امام کے حسب الحکم نماز صبح کے بعد اس دعا کی تلاوت کی جس کا پہلے ہی دن یہ نتیجہ نکلا کہ وزیر خود میرے پاس آیا مجھے اپنے ہمراہ لے گیا اور لباس فاخرہ پہنا کر مجھے بادشاہ کے پہلو میں بٹھا دیا۔

حکومت کی طرف سے امام علی نقی کی مدینہ سے سامرہ میں طلبی اور راستہ کا ایک اہم واقعہ

متوکل ۲۳۲ ہجری میں خلیفہ ہوا اور اس نے ۲۳۶ ہجری میں امام حسین علیہ السلام کی قبر کے ساتھ پہلی بار بے ادبی کی، لیکن اس میں پوری کامیابی نہ حاصل ہونے پر اپنے فطری بغض کی وجہ سے جو آل محمد کے ساتھ تھا وہ حضرت علی نقی علیہ السلام کے طرف متوجہ ہوا متوکل ۲۴۳ ہجری میں امام علی نقی کو ستانے کی طرف متوجہ ہوا، اور اس نے حاکم مدینہ عبداللہ بن محمد کو خفیہ حکم دے کر بھیجا کہ فرزند رسول امام علی نقی کو ستانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرے چنانچہ اس نے حکومت کے منشاء کے مطابق پوری توجہ اور پورے انہماک کے ساتھ اپنا کام شروع کر دیا خود جس قدر ستا سکا اس نے ستایا اور آپ کے خلاف ریکارڈ کے لیے متوکل کو شکایات بھیجنی شروع کیں۔

علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ امام علی نقی علیہ السلام کو یہ معلوم ہو گیا کہ حاکم مدینہ نے آپ کے خلاف

ریشہ دوانیاں شروع کردی ہیں اوراس سلسلہ میں اس نے متوکل کوآپ کی شکایات بھیجنی شروع کردی ہیں توآپ نے بھی ایک تفصیلی خط لکھا جس میں حاکم مدینہ کی بے اعتدالی اورظلم آفرینی کا خاص طورسے ذکرکیا متوکل نے آپ کا خط پڑھ کرآپ کواس کے جواب میں لکھا کہ آپ ہمارے پاس چلے آیئے اس میں حاکم مدینہ کے عمل کی معذرت بھی تھی، یعنی جوکچھ وہ کررہاہے اچھانہیں کرتا ہم اس کی طرف سے معذرت خواہ ہیں مطلب یہ تھا کہ اسی بہانہ سے انہیں سامرہ بلالے خط میں اس نے اتنانرم لہجہ اختیارکیا تھا جوایک بادشاہ کی طرف سے نہیں ہواکرتا یہ سب حیلہ سازی تھی اورغرض محض یہ تھی کہ آپ مدینہ چھوڑکرسامرہ پہنچ جائیں (نورالابصارص ۱۴۹)۔

علامہ مجلسی تحریرفرماتے ہیں کہ متوکل نے یہ بھی لکھا تھا کہ میں آپ کی خاطرسے عبداللہ ابن محمدکومعزول کرکے اس کی جگہ پرمحمد بن فضل کومقررکررہاہوں (جلاءالعیون ص ۲۹۲)۔

علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ متوکل نے صرف یہ نہیں کیا کہ علی نقی علیہ السلام کوخط لکھا ہوکہ آپ سامرہ چلے آیئے بلکہ اس نے تین سوکالشکریحی بن ہرثمہ کی قیادت میں مدینہ بھیج کرانہیں بلاناچاہا، یحی بن ہرثمہ کا بیان ہے کہ میں حکم متوکل پاکرامام علیہ السلام کولانے کے لیے بہ ارادہ مدینہ منورہ روانہ ہوگیا میرے ہمراہ تین سوکالشکرتھا اوراس میں ایک کاتب بھی تھاجوامامیہ مذہب رکھتا تھا ہم لوگ اپنے راستہ پرجارہے تھے اوراس سعی میں تھے کہ کسی طرح جلدسے جلدمدینہ پہنچ کرامام علیہ السلام کولے آئیں اورمتوکل کے سامنے پیش کریں ہمارے ہمراہ جوایک شیعہ کاتب تھا اس سے ایک لشکرکے افسرسے راستہ بھرمذہبی مناظرہ

ہوتا رہا۔

یہاں تک کہ ہم لوگ ایک عظیم الشان وادی میں پہنچے جس کے اردگرد میلوں کوئی آبادی نہ تھی اور وہ ایسی جگہ تھی جہاں سے انسان کا مشکل سے گزر ہوتا تھا بالکل جنگل اور بے آب و گیاہ صحرا تھا جب ہمارے لشکر وہاں پہنچا تو اس افسر نے جس کا نام "شادی" تھا، اور جو کاتب سے مناظرہ کرتا چلا آرہا تھا کہنے لگا اے کاتب تمہارے امام حضرت علی کا یہ قول ہے کہ دنیا کی کوئی ایسی وادی نہ ہوگی جس میں قبر نہ ہو یا عنقریب قبر نہ بن جائے کاتب نے کہا بے شک ہمارے امام علیہ السلام غالب کل غالب کا یہی ارشاد ہے اس نے کہا بتاؤ اس زمین پر کس کی قبر ہے یا کس کی قبر بن سکتی ہے تمہارے امام یونہی کہہ دیا کرتے ہیں ابن ہرثمہ کا کہنا ہے کہ میں چونکہ حشوی خیال کا تھا لہذا جب یہ باتیں ہم نے سنیں تو ہم سب ہنس پڑے اور کاتب شرمندہ ہو گیا غرض کہ لشکر بڑھتا رہا اور اسی دن مدینہ پہنچ گیا وارد مدینہ ہونے کے بعد میں نے متوکل کا خط امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا امام علیہ السلام نے اسے ملاحظہ فرما کر لشکر پر نظر ڈالی اور سمجھ گئے کہ دال میں کچھ کالا ہے آپ نے فرمایا اے ابن ہرثمہ چلنے کو تیار ہوں لیکن ایک دو روز کی مہلت ضروری ہے میں نے عرض کی حضور "خوشی سے" جب حکم فرمائیں میں حاضر ہو جاؤں اور روانگی ہو جائے۔

ابن ہرثمہ کا بیان ہے کہ امام علیہ السلام نے میرے سامنے ملازمین سے کہا کہ درزی بلا دو اور اس سے کہو کہ مجھے سامرہ جانا ہے لہذا راستے کے لیے گرم کپڑے اور گرم ٹوپیاں جلد سے جلد تیار کر دے میں وہاں سے رخصت ہو کر اپنے قیام گاہ پر پہنچا اور راستے بھر یہ

سوچتا رہا کہ امامیہ کیسے بیوقوف ہیں کہ ایک شخص کو امام مانتے ہیں جسے (معاذ اللہ) یہ تک تمیز نہیں ہے کہ یہ گرمی کا زمانہ ہے یا جاڑے کا، اتنی شدید گرمی میں جاڑے کے کپڑے سلوا رہے ہیں اور اسے ہمراہ لے جانا چاہتے ہیں الغرض میں دوسرے دن ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ جاڑے کے بہت سے کپڑے سلے ہوئے رکھے ہیں اور آپ سامان سفر درست فرما رہے ہیں اور اپنے ملازمین سے کہتے جاتے ہیں دیکھو کلاہ بارانی اور برساتی وغیرہ رہنے نہ پائے سب ساتھ میں باندھ دو، اس کے بعد مجھے کہا اے یحیٰ بن ہرثمہ جاؤ تم بھی اپنا سامان درست کرو تا کہ مناسب وقت میں روانگی ہو جائے میں وہاں سے نہایت بددل واپس آیا دل میں سوچتا تھا کہ انہیں کیا ہو گیا ہے کہ اس شدید گرمی کے زمانہ میں سردی اور برسات کا سامان ہمراہ لے رہے ہیں اور مجھے بھی حکم دیتے ہیں کہ تم بھی اس قسم کے سامان ہمراہ لے لو۔

مختصر یہ کہ سامان سفر درست ہو گیا اور روانگی ہو گئی میر الشکر امام علیہ السلام کو گھیرے میں لیے ہوئے جا رہا تھا کہ ناگاہ اسی وادی میں جا پہنچے، جس کے متعلق کاتب امامیہ اور افسر شادی میں یہ گفتگو ہوئی تھی کہ یہاں پر کس کی قبر ہے یا ہو گی اس وادی میں پہنچنا تھا کہ قیامت آ گئی، بادل گرجنے لگے، بجلی چمکنے لگی اور دوپہر کے وقت اس قدر تاریکی چھائی کہ ایک دوسرے کو دیکھ نہ سکتا تھا، یہاں تک کہ بارش ہوئی اور ایسی موسلا دھار بارش ہوئی کہ عمر بھر نہ دیکھی تھی امام علیہ السلام نے آثار پیدا ہوتے ہی ملازمین کو حکم دیا کہ برساتی اور بارانی ٹوپیاں پہن لو اور ایک برساتی یحیٰ بن ہرثمہ اور ایک کاتب کو دیدو غرض کہ خوب بارش ہوئی اور ہوا اتنی ٹھنڈی چلی کہ

جان کے لالے پڑ گئے جب بارش تھمی اور بادل چھٹے تو میں نے دیکھا کہ ۸۰ / افراد میری فوج کے ہلاک ہو گئے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اے یحی بن ہرثمہ اپنے مردوں کو دفن کر دو اور یہ جان لو کہ "خدائے تعالی ہم چنین پر می گرواند بقاع را از قبور" اس طرح خداوند عالم نے ہر بقعہ ارض کو قبروں سے پر کرتا ہے اسی لیے میرے جدنامدار حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ زمین کا کوئی ٹکڑا ایسا نہ ہوگا جس میں قبر نہ بنی ہو

"یہ سن کر میں اپنے گھوڑے سے اتر پڑا اور امام علیہ السلام کے قریب جا کر پابوس ہوا، اور ان کی خدمت میں عرض کی مولا میں آج آپ کے سامنے مسلمان ہوتا ہوں، یہ کہہ کر میں نے اس طرح کلمہ پڑھا "اشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمد اعبدہ ورسولہ وانکم خلفاء اللہ فی ارضہ" اور یقین کرلیا کہ یہی حضرت خدا کی زمین پر خلیفہ ہیں اور دل میں سوچنے لگا کہ اگر امام علیہ السلام نے جاڑے اور برسات کا سامان نہ لیا ہوتا اور اگر مجھے نہ دیا ہوتا تو میرا کیا حشر ہوتا پھر وہاں سے روانہ ہوکر "عسکر" پہنچا اور آپ کی امامت کا قائل رہ کر زندہ رہا اور تاحیات آپ کے جدنامدار کا کلمہ پڑھتا رہا (کشف الغمہ ص ۱۲۴)۔

علامہ جامی اور علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ دوسو سے زائد افراد آپ کے اپنے گھیرے میں لیے ہوئے سامرہ پہنچے وہاں آپ کے قیام کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا تھا اور حکم تھا متوکل کا کہ انہیں فقیروں کے ٹھہرانے کی جگہ اتارا جائے چنانچہ آپ کو خان الصعالیک میں اتار گیا وہ جگہ بدترین تھی وہاں شرفاء نہیں جایا کرتے تھے ایک دن صالح بن سعید نامی ایک شخص جو آپ کے

ماننے والے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے مولا یہ لوگ آب کی قدر ومنزلت پر پردہ ڈالنے اور نور خدا کو چھپانے کی کس قدر کوشش کرتے ہیں کجا حضور کی ذات اقدس اور کجا یہ قیام گاہ حضرت نے فرمایا اے صالح تم دل تنگ نہ ہو۔ میں اس کی عزت افزائی کا خواہاں اور ان کی کرم گستری کا جویاں نہیں ہوں خداوند عالم نے آل محمد کو جو درجہ دیا ہے اور جو مقام عطا فرمایا ہے اسے کوئی چھین نہیں سکتا اے صالح بن سعید میں تمہیں خوش کرنے کے لیے بتانا چاہتا ہوں کہ تم مجھے اس مقام پر دیکھ کر پریشان نہ ہو خداوند عالم نے یہاں بھی میرے لیے بہشت جیسا بندوبست فرمایا ہے یہ کہہ کر آپ نے انگلی سے اشارہ کیا اور صالح کی نظر میں بہترین باغ بہترین قصور اور بہترین نہریں وغیرہ نظر آنے لگیں صالح کا بیان ہے کہ یہ دیکھ کر مجھے قدرے تسلی ہوگئی (شواہد النبوت ص ۲۰۸ ، نور الابصار ص ۱۵۰)۔

امام علی نقی علیہ السلام کی نظر بندی

امام علی نقی علیہ السلام کو دھوکہ سے بلانے کے بعد پہلے تو خان الصعالیک میں پھر اس کے بعد ایک دوسرے مقام میں آپ کو نظر بند کر دیا اور تا حیات اسی میں قید رکھا امام شبلنجی لکھتے ہیں کہ متوکل آپ کے ساتھ ظاہرداری ضرور کرتا تھا، لیکن آپ کا سخت دشمن تھا اس نے حیلہ سازی اور دھوکہ بازی سے آپ کو بلایا اور در پردہ ستانے اور تباہ کرنے اور مصیبتوں میں مبتلا کرنے کے درپے رہا (نور الابصار ص ۱۵۰)۔

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ متوکل نے آپ کو جبرا بلا کر سامرہ میں نظر بند کر دیا اور تا زندگی باہر نہ نکلنے دیا (صواعق محرقہ ص ۱۲۴)۔

امام علی نقی علیہ السلام کا جذبہ ہمدردی

مدینہ سے سامرہ پہنچنے کے بعد بھی آپ کے پاس لوگوں کی آمد کا تانتا بندھا رہا لوگ آپ سے فائدے اٹھاتے اور دینی اور دنیاوی امور میں آپ سے مدد چاہتے رہے اور آپ حل مشکل میں ان کے کام آتے رہے علمائے اسلام لکھتے ہیں کہ سامرہ پہنچنے کے بعد جب آپ کی نظر بندی میں سختی اور شدت نہ تھی ایک دن آپ سامرہ کے ایک قریہ میں تشریف لے گئے آپ کے جانے کے بعد ایک سائل آپ کے مکان پر آیا، اسے یہ معلوم ہوا کہ آپ فلاں گاوں میں تشریف لے گئے ہیں، وہ وہاں چلا گیا اور جا کر آپ سے ملا، آپ نے پوچھا کہ تم کیسے آئے ہو تمہارا کیا کام ہے؟

اس نے عرض کی مولا میں غریب آدمی ہوں، مجھ پر دس ہزار درہم قرض ہو گیا ہے اور اس کی ادائیگی کی کوئی سبیل نہیں، مولا خدا کے لیے مجھے اس بلا سے نجات دلایئے حضرت نے فرمایا گھبراؤ نہیں، انشاء اللہ تمہارا قرضہ کی ادائیگی کا بندوبست ہو جائے گا وہ سائل رات کو آپ کے ہمراہ مقیم رہا صبح کے وقت آپ نے اس سے کہا کہ میں تمہیں جو کہوں اس کی تعمیل کرنا اور دیکھو اس امر میں ذرا بھی مخالفت نہ کرنا اس نے تعمیل ارشاد کا وعدہ کیا آپ نے اسے ایک خط لکھ کر دیا جس میں یہ مرقوم تھا کہ "میں دس ہزار درہم اس کے ادا کر دوں

گا" اور فرمایا کہ کل میں سامرہ پہنچ جاؤں گا جس وقت میں وہاں کے بڑے بڑے لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوں تو تم مجھ سے روپے کا تقاضا کرنا اس نے عرض کی حضور یہ کیوں کر ہوسکتا ہے کہ میں لوگوں میں آپ کی توہین کروں حضرت نے فرمایا کوئی حرج نہیں، میں تم سے جو کہوں وہ کرو غرض کہ سائل چلا گیا اور جب آپ سامرہ واپس ہوئے اور لوگوں کو آپ کی واپسی کی اطلاع ملی تو اعیان شہر آپ سے ملنے آئے جس وقت آپ لوگوں سے محو ملاقات تھے سائل مذکور بھی پہنچ گیا سائل نے ہدایت کے مطابق آپ سے رقم کا تقاضہ کیا آپ نے بہت نرمی سے اسے ٹالنے کی کوشش کی، لیکن وہ نہ ٹلا اور بدستور رقم مانگتا رہا بالاخر حضرت نے اس سے تین میں ادائیگی کا وعدہ فرمایا اور وہ چلا گیا یہ خبر جب بادشاہ وقت کو پہنچی تو اس نے مبلغ تیس ہزار درہم آپ کی خدمت میں بھیج دیئے، تیسرے دن جب سائل آیا تو آپ نے اسے فرمایا کہ تیس ہزار درہم لے لے اور اپنی راہ لگ اس نے عرض کی مولا میرا قرضہ تو صرف دس ہزار ہے آپ تیس ہزار دے رہے ہیں آپ نے فرمایا جو قرضہ کی ادائیگی سے بچے اسے اپنے بچوں پر صرف کرنا وہ بہت خوش ہوا اور یہ پڑھتا ہوا "اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ" خدا ہی خوب جانتا ہے کہ رسالت وامامت کا کون اہل ہے) اپنے گھر چلا گیا (نورالابصار ص ۱۴۹، صواعق محرقہ، ۱۲۳، شواہد النبوت ص ۲۰۷، ارجح المطالب ص ۴۶۱)۔

امام علی نقی کی حالت سامرہ پہنچنے کے بعد

متوکل کی نیت خراب تھی ہی امام علیہ السلام کے سامرہ پہنچنے کے بعد اس نے اپنی نیت کا مظاہر عمل سے شروع کیا اور آپ کے ساتھ نا مناسب طریقہ سے دل کا بخار نکالنے کی طرف متوجہ ہوا لیکن اللہ جس کی لاٹھی میں آواز نہیں اس نے اسے کیفر کردار تک پہنچا دیا مگر اس کی زندگی میں بھی ایسے آثار اور اثرات ظاہر کئے جس سے وہ یہ بھی جان لے کہ وہ جو کچھ کر رہا تھا خداوندا سے پسند نہیں کرتا مورخ اعظم لکھتے ہیں کہ متوکل کے زمانے میں بڑی آفتیں نازل ہوئیں بہت سے علاقوں میں زلزلے آئے زمینیں دھنس گئیں آگیں لگیں، آسمان سے ہولناک آوازیں سنائی دیں، بادسموم سے بہت سے جانور اور آدمی ہلاک ہوئے، آسمان سے مثل ٹڈی کے کثرت سے ستارے ٹوٹے دس دس رطل کے پتھر آسمان سے برسے، رمضان ۲۴۳ ہجری میں حلب میں ایک پرندہ کوے سے بڑا آکر بیٹھا اور یہ شور مچایا "یا ایہاالناس اتقوااللہ اللہ اللہ" چالیس دفعہ یہ آواز لگا کر اڑ گیا دو دن ایسا ہی ہوا (تاریخ اسلام جلد ا ص ۶۵)۔

حضرت امام علی نقی اور سواری کی برق رفتاری

علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے مدینہ سے سامرہ تشریف لے جانے کے بعد ایک دن ابو ہاشم نے کہا مولا میرا دل نہیں مانتا کہ میں ایک دن بھی آپ کی زیارت سے محروم رہوں، بلکہ جی چاہتا ہے کہ ہر روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کروں حضرت نے

پوچھا اس کے لیے تمہیں کونسی رکاوٹ ہے انھوں نے عرض کی میرا قیام بغداد ہے اور میری سواری کمزور ہے حضرت نے فرمایا" جاؤ" اب تمہاری سواری کا جانور طاقتور ہوجائے گا اور اس کی رفتار بہت تیز ہوجائے گی ابو ہاشم کا بیان ہے کہ حضرت کے اس ارشاد کے بعد سے ایسا ہو گیا کہ میں روزانہ نماز صبح بغداد میں نماز ظہر سامرہ عسکر میں اور نماز مغرب بغداد میں پڑھنے لگا (اعلام الوری ص ۲۰۸)۔

دو ماہ قبل عزل قاضی کی خبر

علامہ جامی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ سے آپ کے ایک ماننے والے نے اپنی تکلیف بیان کرتے ہوئے بغداد کے قاضی شہر کی شکایت کی اور کہا کہ مولا وہ بڑا ظالم ہے ہم لوگوں کو بے حد ستاتا ہے آپ نے فرمایا گھبراؤ نہیں دو ماہ بعد بغداد میں نہ رہے گا راوی کا بیان ہے کہ جونہی دو ماہ پورے ہوئے قاضی اپنے منصب سے معزول ہو کر اپنے گھر بیٹھ گیا (شواہد النبوت)۔

آپ کا احترام جانوروں کی نظر میں

علامہ موصوف یہ بھی لکھتے ہیں کہ متوکل کے مکان میں بہت سی بطخیں پلی ہوئی تھیں جب کوئی وہاں جاتا تو وہ اتنا شور مچایا کرتی تھیں کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی لیکن جب امام علیہ السلام تشریف لے جاتے تھے تو وہ سب خاموش ہو جاتی تھیں اور جب تک آپ وہاں تشریف رکھتے تھے وہ چپ رہتی تھیں (شواہد النبوت)۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور خواب کی عملی تعبیر

احمد بن عیسی الکاتب کا بیان ہے کہ میں نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں اور میں ان کی خدمت میں حاضر ہوں، حضرت نے میری طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور اپنے دست مبارک سے ایک مٹھی خرمہ اس طشت سے عطا فرمایا جو آپ کے سامنے رکھا ہوا تھا میں نے انہیں گنا تو وہ پچیس تھے اس خواب کو ابھی زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ مجھے معلوم ہوا کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام سامرہ سے تشریف لائے ہیں میں ان کی زیارت کے لیے حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ ان کے سامنے ایک طشت رکھا ہے جس میں خرمے ہیں میں نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو سلام کیا حضرت نے جواب سلام دینے کے بعد ایک مٹھی خرمہ مجھے عطا فرمایا، میں نے ان خرموں کو شمار کیا تو وہ پچیس تھے میں نے عرض کی مولا کیا کچھ خرمہ اور مل سکتا ہے جواب میں فرمایا! اگر خواب میں تمہیں رسول خدا نے اس سے زیادہ دیا ہوتا تو میں بھی اضافہ کر دیتا (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۲۴)۔

اسی قسم کا واقعہ امام جعفر صادق علیہ السلام اور امام علی رضا علیہ السلام کے لیے بھی گزرا ہے۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور فقہائے مسلمین

یہ تو مانی ہوئی بات ہے کہ آل محمد وہ ہیں جن کے گھر میں قرآن مجید نازل ہوا ان سے بہتر نہ

قرآن کا سمجھنے والا ہے، نہ اس کی تفسیر جاننے والا، علماء کا بیان ہے کہ جب متوکل کو زہر دیا گیا تو اس نے یہ نذر مانی کہ ”اگر میں اچھا ہو گیا تو راہ خدا میں مال کثیر دوں گا“ پھر صحت پانے کے بعد اس نے اپنے علماء اسلام کو جمع کیا اور ان سے واقعہ بیان کر کے مال کثیر کی تفصیل معلوم کرنا چاہی اس کے جواب میں ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ بیان دیا ایک فقیہ نے کہا مال کثیر سے ایک ہزار درہم دوسرے فقیہ نے کہا دس ہزار درہم، تیسرے نے کہا ایک لاکھ درہم مراد لینا چاہئے متوکل ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ ایک دربان سامنے آیا جس کا نام ”حسن“ تھا عرض کرنے لگا کہ حضور اگر مجھے حکم ہو تو میں اس کا صحیح جواب لا دوں متوکل نے کہا بہتر ہے جواب لاو اگر تم صحیح جواب لائے تو دس ہزار درہم تم کو انعام دوں گا اور اگر تسلی بخش جواب نہ لا سکے تو سو کوڑے ماروں گا اس نے کہا مجھے منظور ہے اس کے بعد دربان حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں گیا امام علیہ السلام جو نظر بندی کی زندگی بسر کر رہے تھے دربان کو دیکھ کر بولے اچھا مال کثیر کی تفصیل پوچھنے آیا ہے جا اور متوکل سے کہہ دے مال کثیر سے اسی درہم مراد ہے دربان نے متوکل سے یہی کہہ دیا متوکل نے کہا جا کر دلیل معلوم کر، وہ واپس آیا حضرت نے فرمایا کہ قرآن مجید میں آنحضرت علیہ السلام کے لیے آیا ہے ہ ”لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ“ اے رسول اللہ نے تمہاری مدد مواطن کثیرہ یعنی بہت سے مقامات پر کی ہے جب ہم نے ان مقامات کا شمار کیا جن میں خدا نے آپ کی مدد فرمائی ہے تو وہ حساب سے اسی ہوتے ہیں معلوم ہوا کہ لفظ کثیر کا اطلاق اسی پر ہوتا ہے یہ سن کر متوکل خوش ہو گیا اور اس نے اسی درہم صدقہ نکال کر دس ہزار درہم دربان کو انعام دیا (مناقب ابن شہر آشوب جلد ۵ ص

(۱۱۶)۔

اسی قسم کا ایک واقعہ یہ ہے کہ متوکل کے دربار میں ایک نصرانی پیش کیا گیا جو مسلمان عورت سے زنا کرتا ہوا پکڑا گیا جب وہ دربار میں آیا تو کہنے لگا مجھ پر حد جاری نہ کی جائے میں اس وقت مسلمان ہوتا ہوں یہ سن کر قاضی یحی بن اکثم نے کہا کہ اسے چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ یہ مسلمان ہوگیا ایک فقیہ نے کہا کہ نہیں حد جاری ہونا چاہیے غرض کہ فقہائے مسلمین میں اختلاف ہوگیا متوکل نے جب یہ دیکھا کہ مسئلہ حل ہوتا نظر نہیں آتا تو حکم دیا کہ امام علی نقی کو خط لکھ کر ان سے جواب منگایا جائے۔

چنانچہ مسئلہ لکھا گیا حضرت امام علیہ السلام نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا "یضرب حتی یموت" کہ اسے اتنا مارا جائے کہ مرجائے جب یہ جواب متوکل کے دربار میں پہنچا تو یحی بن اکثم قاضی شہر اور فقیہ سلطنت نیز دیگر فقہا نے کہا اس کا کوئی ثبوت قران مجید میں نہیں ہے براہ مہربانی اس کی وضاحت فرمایئے آپ نے خط ملاحظہ فرما کر یہ آیت تحریر فرمائی جس کا ترجمہ یہ ہے (جب کافروں نے ہماری سختی دیکھی تو کہا کہ ہم اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور اپنے کفر سے توبہ کرتے ہیں یہ ان کا کہنا ان کے لیے مفید نہ ہوا، اور نہ ایمان لانا کام آیا)

آیت پڑھنے کے بعد متوکل نے تمام فقہا کے اقوال کو مسترد کردیا اور نصرانی کے لیے حکم دیدیا کہ اسے اس قدر مارا جائے کہ "مرجائے" (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۴۰)۔

شاہ روم کو حضرت امام علی نقی کا جواب

علامہ محمد باقر نجفی لکھتے ہیں کہ بادشاہ روم نے خلیفہ وقت کو لکھا کہ میں نے انجیل میں پڑھا ہے کہ جو شخص اس سورہ کی تلاوت کرے گا جس میں یہ سات لفظ نہ ہوں ث، ج، ح، ز، ش، ظ، ف، وہ جنت میں جائے گا اسے دیکھنے کے بعد میں نے توریت وزبور کا اچھی طرح مطالعہ کیا لیکن اس قسم کا کوئی سورہ اس میں نہیں ملا آپ ذرا اپنے علماء سے تحقیق کر کے لکھیے کہ شاید یہ بات آپ کے قرآن مجید میں ہو بادشاہ وقت نے بہت سے علماء جمع کئے اوران کے سامنے یہ چیز پیش کی سب نے بہت دیر تک غور کیا لیکن کوئی اس نتیجہ پر نہ پہنچ سکا کہ تسلی بخش جواب دے سکے جب خلیفہ وقت تمام علماء سے مایوس ہو گیا تو امام علی نقی علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا جب آپ دربار میں تشریف لائے اور آپ کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا گیا تو آپ نے بلا تاخیر فرمایا وہ سورہ حمد ہے اب جو غور کیا گیا تو بالکل ٹھیک پایا گیا، بادشاہ اسلام خلیفہ وقت نے عرض کی، ابن رسول اللہ کیا اچھا ہوتا اگر آپ اس کی وجہ بھی بتا دیتے کہ یہ حروف اس سورہ میں کیوں نہیں لائے گیے کہ آپ نے فرمایا یہ سورہ رحمت وبرکت ہے اس میں یہ حروف اس لئے نہیں لائے گئے کہ (ث) سے ثبور ہلاکت تباہی، بربادی کی طرف، ج۔ سے جہیم جہنم کی طرف، خ۔ خبیت یعنی خسران کی طرف، ز۔ سے زقوم یعنی تھوہڑ کی طرف، ش۔ سے شقاوت کی طرف، ظ۔ سے ظلمت کی طرف، ف۔ سے فرقت کی طرف تبادر ذہنی ہوتا ہے اور یہ تمام چیزیں رحمت وبرکت کے معافی ہیں۔

خلیفہ وقت نے آپ کا تفصیلی بیان شاہ روم کو بھیج دیا بادشاہ روم نے جونہی اسے پڑھا وہ مسرور ہوگیا اوراسی وقت اسلام لایا اورتاحیات مسلمان رہا (معہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۴۰ بحوالہ شرح شافیہ ابوفراس)۔

متوکل کے کہنے سے ابن سکیت وابن اکثم کا امام علی نقی سے سوال

علماء کا بیان ہے کہ ایک دن متوکل اپنے دربار میں بیٹھا ہوا تھا دیگر کاموں سے فراغت کے بعد ابن سکیت کی طرف متوجہ ہوکر بولا ابوالحسن سے ذرا سخت سخت سوال کرو ابن سکیت نے اپنی قابلیت بھر سوال کئے امام علیہ السلام نے تمام سوالات کے مفصل اور مکمل جواب دیئے یہ دیکھ کر یحی ابن اکثم قاضی سلطنت نے کہا اے ابن سکیت تم نحو، شعر، لغت کے عالم ہو، تمہیں مناظرہ سے کیا دلچسپی، ٹھہرو میں سوال کرتا ہوں یہ کہہ کر اس نے ایک سوالنامہ نکالا جو پہلے سے لکھ کر اپنے ہمراہ رکھے ہوئے تھا اور حضرت کو دیدیا حضرت نے اس کا اسی وقت جوال لکھنا شروع کردیا اور ایسا مکمل جواب دیا کہ قاضی شہر کو متوکل سے کہنا پڑا کہ ان جوابات کو پوشیدہ رکھا جائے، ورنہ شیعوں کی حوصلہ افزائی ہوگی ان سوالات میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ قرآن مجید میں "سبعة البحر" اورنفدت کلمات اللہ" جو ہے اس میں کن سات دریاؤں کی طرف اشارہ ہے اور کلمات اللہ سے مراد کیا ہے آپ نے اس کے جواب میں تحریر فرمایا کہ وہ سات دریا یہ ہیں عین الکبریت، عین الیمن، عین البرہوت، عین الطبر یہ، عین

السیدان، عین الافریقہ، عین الیا حوران، اور کلمات سے ہم محمد وآل محمد مراد ہیں جن کے فضائل کا احصا ناممکن ہے (مناقب جلد ۵ ص ۱۱۷)۔

قضاوقدر کے متعلق امام علی نقی علیہ السلام کی رہبری ورہنمائی

قضاوقدر کے بارے میں تقریباً تمام فرقے جادہ اعتدال سے ہٹے ہوئے ہیں، اس کی وضاحت میں کوئی جبر کا قائل نظر آتا ہے کوئی مطلقا تفویض پر ایمان رکھتا ہوا دکھائی دیتا ہے ہمارے امام علی نقی علیہ السلام نے اپنے آباؤ اجداد کی طرح قضاوقدر کی وضاحت ان لفظوں میں فرمائی ہے "لا جبر ولا تفویض بل امر بین امرین" نہ انسان بالکل مجبور ہے نہ بالکل آزاد ہے بلکہ دونوں حالتوں کے درمیان ہے (معہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۳۴)۔

میں حضرت کا مطلب یہ سمجھتا ہوں کہ انسان اسباب واعمال میں بالکل آزاد ہے اور نتیجہ کی برآمدگی میں خدا کا محتاج ہے۔

علماء امامیہ کی ذمہ داریوں کے متعلق امام علی نقی علیہ السلام کا ارشاد

حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہمارے علماء، غیبت قائم آل محمد کے زمانے میں محافظ دین اور رہبر علم ویقین ہوں گے ان کی مثال شیعوں کے لیے بالکل ویسی ہی ہوگی جیسی کشتی کے لیے ناخدا کی ہوتی ہے وہ ہمارے ضیعفوں کے دلوں کو تسلی دیں گے وہ افضل ناس اور قائد ملت ہوں گے (معہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۳۷)۔

حضرت امام علی نقی اور عبدالرحمن مصری کا ذہنی انقلاب

علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ ایک دن متوکل نے برسر دربار امام علی نقی کو قتل کر دینے کا فیصلہ کر کے آپ کو دربار میں طلب کیا آپ سواری پر تشریف لائے عبدالرحمن مصری کا بیان ہے کہ میں سامرہ گیا ہوا تھا اور متوکل کے دربار کا یہ حال سنا کہ ایک علوی کے قتل کا حکم دیا گیا ہے تو میں دروازے پر اس انتظار میں کھڑا ہو گیا کہ دیکھوں وہ کون شخص ہے جس کے قتل کے انتظامات ہو رہے ہیں اتنے میں دیکھا کہ امام علی نقی علیہ السلام تشریف لا رہے ہیں مجھے کسی نے بتایا کہ اسی علوی کے قتل کا بندوبست ہوا ہے میری نظر جونہی ان کے چہرہ پر پڑی میرے دل میں ان کی محبت سرایت کر گئی اور میں دعا کرنے لگا خدایا متوکل کے شر سے اس شریف علوی کو بچانا میں دل میں دعا کر ہی رہا تھا کہ آپ نزدیک آپہنچے اور مجھ سے بلا جانے پہچانے فرمایا کہ اے عبدالرحمن تمہاری دعا قبول ہو گئی ہے اور میں انشاء اللہ محفوظ رہوں گا چنانچہ دربار میں آپ پر کوئی ہاتھ نہ اٹھا سکا اور آپ محفوظ رہے پھر آپ نے مجھے دعا دی اور میں مالا مال ہو گیا اور صاحب اولاد ہو گیا عبدالرحمن کہتا ہے کہ میں اسی وقت آپ کی امامت کا قائل ہو کر شیعہ ہو گیا (کشف الغمہ ص ۱۲۳، دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۲۵)۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور برکتہ السباع

علماء کا بیان ہے کہ ایک دن متوکل کے دربار میں ایک عورت جوان اور خوبصورت آئی اور اس نے آکر کہا کہ میں زینب بنت علی وفاطمہ ہوں متوکل نے کہا کہ تو جوان ہے اور زینب کو پیدا ہوئے اور وفات پائے عرصہ گذر گیا اگر تجھے زینب تسلیم کرلیا جائے تو یہ کیسے مانا جائے، کہ زینب اتنی عمر تک جوان رہ سکتی ہےں اس نے کہا کہ مجھے رسول خدا نے یہ دعا دی تھی کہ میں ہر چالیس اور پچاس سال کے بعد جوان ہو جاؤں اسی لیے میں جوان ہوں متوکل نے علماء دربار کو جمع کر کے ان کے سامنے اس مسئلہ کو پیش کیا سب نے کہا یہ جھوٹی ہے زینب کے انتقال کو عرصہ ہو گیا ہے متوکل نے کہا کوئی ایسی دلیل دو کہ میں اسے جھٹلا سکوں سب نے اپنے عجز کا حوالہ دیا۔

فتح ابن خاقان وزیر متوکل نے کہا کہ اس مسئلہ کو "ابن الرضا" علی نقی کے سوا کوئی حل نہیں کرسکتا لہذا انہیں بلایا جائے متوکل نے حضرت کو زحمت تشریف آوری دی جب آپ دربار میں پہنچے متوکل نے صورت مسئلہ پیش کی امام نے فرمایا جھوٹی ہے، متوکل نے کہا کوئی ایسی دلیل دیجئیے کہ میں اسے جھوٹی ثابت کرسکوں، آپ نے فرمایا میرے جد نامدار کا ارشاد ہے کہ "حرم لحوم اولادی علی السباع" درندوں پر میری اولاد کا گوشت حرام ہے اے بادشاہ تو اس عورت کو درندوں میں ڈال دے، اگر یہ سچی ہوگی اس کا زینب ہونا تو درکنار اگر یہ سیدہ بھی ہوگی تو جانور اسے نہ چھیڑیں گے اور اگر سادات سے بھی بے بہرہ اور خالی ہوگی تو درندے اسے پھاڑ کھائیں گے ابھی یہ گفتگو جاری ہی تھی کہ دربار میں اشارہ بازی ہونے لگی اور دشمنوں نے

مل جل کر متوکل سے کہا کہ اس کا امتحان امام علی نقی ہی کے ذریعہ سے کیوں نہ لیا جائے اور دیکھا جائے کہ آیا درندے سیدوں کو کھاتے ہیں یا نہیں۔

مطلب یہ تھا کہ اگر انہیں جانوروں نے پھاڑ کھایا تو متوکل کا منشاء پورا ہو جائے گا اور اگر یہ بچ گئے تو متوکل کی وہ الجھن دور ہو جائے گی جو زینب کذاب نے ڈال رکھی ہے غرض کی متوکل نے امام علیہ السلام سے کہا "اے ابن الرضا" کیا اچھا ہوتا کہ آپ خود برکتہ السباع میں جا کر اسے ثابت کر دیجئے کہ آل رسول کا گوشت درندوں پر حرام ہے امام علیہ السلام تیار ہو گئے متوکل نے اپنے بنائے ہوئے برکت السباع شیر خانہ میں آپ کو ڈلوا کر پھاٹک بند کروا دیا، اور خود مکان کے بالا خانہ پر چلا گیا تا کہ وہاں سے امام کے حالات کا مطالعہ کرے۔

علامہ ابن حجر مکی لکھتے ہیں کہ جب درندوں نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی تو خاموش ہو گئے جب آپ صحن میں پہنچ کر سیڑھی پر چڑھنے لگے تو درندے آپ کی طرف بڑھے (جن میں تین شیر اور بروایت دمعہ سا کبہ چھ شیر بھی تھے) اور ٹھہر گئے اور آپ کو چھو کر آپ کے گرد پھرنے لگے، آپ نے اپنی آستین ان پر ملتے تھے پھر درندے گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے متوکل امام علیہ السلام کے متعلق چھت پر سے یہ باتیں دیکھتا رہا اور اتر آیا، پھر جناب صحن سے باہر تشریف لے آئے متوکل نے آپ کے پاس گراں بہا صلہ بھیجا لوگوں نے متوکل سے کہا تو بھی ایسا کر کے دکھلا دے اس نے کہا شاید تم میری جان لینا چاہتے ہو۔

علامہ محمد باقر لکھتے ہیں کہ زینب کذابہ نے جب ان حالات کو بچشم خود دیکھا تو فوراً اپنی کذب بیانی کا اعتراف کر لیا، ایک روایت کی بنا پر اسے توبہ کی ہدایت کر کے چھوڑ دیا گیا دوسری

روایت کی بنا پر متوکل نے اسے درندوں میں ڈلوا کر پھڑ واڈالا (صواعق محرقہ ص ۱۲۴، ارجح المطالب ص ۴۶۱، دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۴۵، جلاء العیون ص ۲۹۳، روضۃ الصفاء، فصل الخطاب، علامہ ابن حجر کا کہنا ہے کہ اسی قسم کا واقعہ عہد رشید عباسی میں جناب یحیٰ بن عبداللہ بن حسن مثنی ابن امام حسن علیہ السلام کے ساتھ بھی ہوا ہے۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور متوکل کا علاج

علامہ عبدالرحمن جامی تحریر فرماتے ہیں کہ جس زمانہ میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام نظر بندی کی زندگی بسر کر رہے تھے متوکل کے بیٹنے کی جگہ یعنی کمر کے نیچے جسم کے پچھلے حصہ میں ایک زبردست زہریلا پھوڑا نکل آیا، ہر چند کوشش کی گئی مگر کسی صورت سے شفاء کی امید نہ ہوئی جب جان خطرہ میں پڑ گئی تو متوکل کی ماں نے منت مانی کہ اگر متوکل اچھا ہوگیا تو میں ابن الرضا کی خدمت میں مال کثیر نذر کروں گی اور فتح بن خاقان نے متوکل سے درخواست کی کہ اگر آپ کا حکم ہو تو میں مرض کی کیفیت ابوالحسن سے بیان کر کے کوئی دواء تجویز کرالاؤں۔

متوکل نے اجازت دی اور ابن خاقان حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے سارا واقعہ بیان کر کے دوا کی تجویز چاہی، امام علیہ السلام نے فرمایا "کسب غنم" (بکری کی مینگنیاں) لے کر گلاب کے عرق میں حل کر کے لگاؤ، انشاء اللہ ٹھیک ہوجائے گا وزیر فتح ابن خاقان نے دربار میں امام علیہ السلام کی تجویز پیش کی، لوگ ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ امام ہو کر کیا دوا تجویز فرمائی ہے وزیر نے کہا اے خلیفہ تجربہ کرنے میں کیا حرج ہے اگر حکم ہو تو میں

انتظام کروں خلیفہ نے حکم دیا، دوالگائی گئی، پھوڑا پھوٹا، متوکل کی آنکھ کھل گئی اور رات بھر پورا سویا تین یوم کے اندر شفاء کامل ہوجانے کے بعد متوکل کی ماں نے دس ہزار اشرفی کی سربمہر تھیلی امام علیہ السلام کی خدمت میں بھجوادی (شواہد النبوت ص ۲۰۷، اعلام الوری ص ۲۰۸)۔

امام علی نقی علیہ السلام کے تصور حکومت پر خوف خدا غالب تھا

حضرت کی سیرت زندگی اور اخلاق وکمالات وہی تھے جو اس سلسلہ عصمت کی ہر فرد کے اپنے اپنے دور میں امتیازی طور پر مشاہدہ میں آتے رہتے تھے قید خانہ اور نظر بندی کا عالم ہو یا آزادی کا زمانہ ہر وقت ہر حال میں یاد الٰہی، عبادت، خلق خدا سے استغناء، ثبات قدم، صبر واستقلال، مصائب کے ہجوم میں ماتھے پر شکن کا نہ ہونا، دشمنوں کے ساتھ حلم ومروت سے کام لینا، محتاجوں اور ضرورت مندوں کی امداد کرنا، یہی وہ اوصاف ہیں جو امام علی نقی کی سیرت زندگی میں نمایاں نظر آتے ہیں۔

قید کے زمانہ میں جہاں بھی آپ رہے آپ کے مصلے کے سامنے ایک قبر کھدی تیار رہتی تھی دیکھنے والوں نے جب اس پر حیرت اور دہشت کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا میں اپنے دل میں موت کا خیال رکھنے کے لیے یہ قبر اپنی نگاہوں کے سامنے تیار رکھتا ہوں حقیقت میں یہ ظالم طاقت کو اس کے باطل مطالبہ اطاعت اور اسلام کے حقیقی تعلیمات کی نشر واشاعت کے

ترک کردینے کی خواہش کا ایک عملی جواب تھا یعنی زیادہ سے زیادہ سلاطین وقت کے ہاتھ میں جو کچھ ہے وہ جان کا لے لینا مگر جو شخص موت کے لیے اتنا تیار ہو وہ ہر وقت کھدی ہوئی قبر اپنے سامنے رکھے وہ ظالم حکومت سے ڈر کر سر تسلیم خم کرنے پر کیسے مجبور کیا جا سکتا ہے مگر اس کے ساتھ دنیاوی سازشوں میں شرکت یا حکومت وقت کے خلاف کسی بے محل اقدام کی تیاری سے آپ کا دامن اس طرح بری رہا کہ باوجود دارالسلطنت کے اندر مستقل قیام اور حکومت کے سخت ترین جاسوسی انتظام کے کبھی آپ کے خلاف تشدد کے جواز کی نہ مل سکی باوجود یکہ سلطنت عباسیہ کی بنیادیں اس وقت اتنی کھوکھلی ہو رہی تھیں کہ دارالسلطنت میں ہر روز ایک نئی سازش کا فتنہ کھڑا ہوتا تھا۔

متوکل سے خود اس کے بیٹے کی مخالفت اور اس کے انتہائی عزیز غلام باغر رومی کی اس سے دشمنی منتصر کے بعد امرائے حکومت کا انتشار اور آخر متوکل کے بیٹوں کو خلافت سے محروم کرنے کا فیصلہ مستعین کے دور حکومت میں یحی بن عمر بن یحی بن حسین بن زید علوی کا کوفہ میں خروج اور حسن بن زید الملقب بہ داعی الحق کا علاقہ طبرستان پر قبضہ کر لینا اور مستقل سلطنت قائم کر لینا پھر دارالسلطنت میں ترکی غلاموں کی بغاوت، مستعین کا سامرہ کو چھوڑ کر بغداد کی طرف بھاگنا اور قلعہ بند ہو جانا آخر کو حکومت سے دست برداری پر مجبور ہونا اور کچھ عرصہ کے بعد معتز باللہ کے ہاتھ سے تلوار کے گھاٹ اترنا، پھر معتز باللہ کے دور میں رومیوں کا مخالفت پر تیار رہنا، معتز باللہ کو خود اپنے بھائیوں سے خطرہ محسوس ہونا اور مویدی زندگی کا خاتمہ اور موفق کا بصرہ میں قید کیا جانا، ان تمام ہنگامی حالات، ان تمام

شورشوں، ان تمام بے چینیوں اور جھگڑوں میں سے کسی میں بھی امام علی نقی کی شرکت کا شبہ تک نہ پیدا ہونا، کیا اس طرز عمل کے خلاف نہیں ہے؟۔
جو ایسے موقعوں پر جذبات سے کام لینے والوں کا ہوا کرتا ہے ایک ایسے اقتدار کے مقابلہ میں جسے نہ صرف وہ حق وانصاف کے روسے ناجائز سمجھتے ہیں بلکہ ان کے ہاتھوں انہیں جلاوطنی قید اور اہانتوں کا سامنا بھی کرنا پڑا ہے مگر جذبات سے بلند اور عظمت نفس کے کامل مظہر دنیاوی ہنگاموں اور وقت کے اتفاقی موقعوں سے کسی طرح کا فائدہ اٹھانا اپنی بے لوث حقانیت اور کوہ سے بھی گراں صداقت کے خلاف سمجھتا ہے اور مخالفت پر پس پشت حملہ کرنے کو اپنے بلند نقطۂ نگاہ اور معیار عمل کے خلاف جانتے ہوئے ہمیشہ کنارہ کش رہتا ہے (دسویں امام ص ۱۶)۔

امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت

متوکل کے بعد اس کا بیٹا مستنصر پھر مستعین پھر ۲۵۲ ہجری میں معتز باللہ خلیفہ ہوا معتز ابن متوکل نے بھی اپنے باپ کی سنت کو نہیں چھوڑا اور حضرت کے ساتھ سختی ہی کرتا رہا یہاں تک کہ اسی نے آپ کو زہر دیدیا۔
"سمعہ المعتز، انوار الحسینیہ جلد ۲ ص ۵۵، اور آپ بتاریخ ۳/ رجب ۲۵۴ ہجری یوم دوشنبہ انتقال فرما گئے (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۴۹)۔
علامہ ابن جوزی تذکرۃ خواص الامۃ میں لکھتے ہیں کہ آپ معتز باللہ کے زمانہ خلافت میں

شہید کئے گئے ہیں اور آپ کی شہادت زہر سے واقع ہوئی ہے، علامہ شبلنجی لکھتے ہیں کہ آپ کو زہر سے شہید کیا گیا ہے (انوار الابصار ص ۱۵۰)۔

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں کہ آپ زہر سے شہید ہوئے ہیں، صواعق محرقہ ص ۱۲۴، دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۴۸ میں ہے کہ آپ نے انتقال سے قبل امام حسن عسکری علیہ السلام کو مواریث انبیاء وغیرہ سپرد فرمائے تھے وفات کے بعد جب امام حسن عسکری علیہ السلام نے گریبان چاک کیا تو لوگ معترض ہوئے آپ نے فرمایا کہ یہ سنت انبیاء ہے حضرت موسیٰ نے وفات حضرت ہارون پر اپنا گریبان پھاڑا تھا (دمعہ ساکبہ ص ۱۴۸، جلاء العیون ص ۲۹۴)۔

آپ پر امام حسن عسکری نے نماز پڑھی اور آپ سامرہ ہی میں دفن کئے گئے "انا للہ وانا الیہ راجعون"، علامہ مجلسی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی وفات انتہائی کس مپرسی کی حالت میں ہوئی انتقال کے وقت آپ کے پاس کوئی بھی نہ تھا (جلاء العیون ص ۲۹۲)۔

آپ کی ازواج واولاد

آپ کی کئی بیویاں تھیں، ان سے کئی اولادیں پیدا ہوئیں جن کے اسماء یہ ہیں امام حسن عسکری، حسین بن علی، محمد بن علی، جعفر بن علی، دختر موسومہ عائشہ بن علی (ارشاد مفید ص ۵۰۲، صواعق محرقہ ص ۱۲٦ طبع مصر)۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

امام حسن عسکری کی ولادت اور بچپن کے بعض حالات

علماء فریقین کی اکثریت کا اتفاق ہے کہ آپ بتاریخ ۱۰ / ربیع الثانی ۲۳۲ ہجری یوم جمعہ بوقت صبح بطن جناب حدیثہ خاتون سے بمقام مدینہ منورہ متولد ہوئے ہیں ملاحظہ ہو شواہد النبوت ص ۲۱۰ ،صواعق محرقہ ص ۱۲۴ ،نورالابصار ص ۱۱۰ ،جلاء العیون ص ۲۹۵ ، ارشاد مفید ص ۵۰۲ ،دمعہ ساکبہ ص ۱۶۳۔

آپ کی ولادت کے بعد حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے حضرت محمد مصطفی صلعم کے رکھے ہوئے "نام حسن بن علی" سے موسوم کیا (ینابع المودۃ)۔

آپ کی کنیت اور آپ کے القاب

آپ کی کنیت "ابو محمد" تھی اور آپ کے القاب بے شمار تھے جن میں عسکری، ہادی، زکی خالص، سراج اور ابن الرضا زیادہ مشہور ہیں (نورالابصار ص ۱۵۰ ،شواہد النبوت ص ۲۱۰ ،دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۲۲ ،مناقب ابن شہر آشوب جلد ۵ ص ۱۲۵)۔

آپ کا لقب عسکری اس لئے زیادہ مشہور ہوا کہ آپ جس محلہ میں بمقام "سرمن رائے" رہتے تھے اسے عسکر کہا جاتا تھا اور بظاہر اس کی وجہ یہ تھی کہ جب خلیفہ معتصم باللہ نے اس مقام پر لشکر جمع کیا تھا اور خود بھی قیام پذیر تھا تو اسے "عسکر" کہنے لگے تھے، اور خلیفہ متوکل نے امام علی نقی علیہ السلام کو مدینہ سے بلوا کر یہیں مقیم رہنے پر مجبور کیا تھا نیز یہ بھی تھا کہ ایک مرتبہ خلیفہ وقت نے امام زمانہ کو اسی مقام پر نوے ہزار لشکر کا معائنہ کرایا تھا اور آپ نے اپنی دوانگلیوں کے درمیان سے اسے اپنے خدائی لشکر کا مطالعہ کرا دیا تھا انہیں وجوہ کی بنا پر اس مقام کا نام عسکر ہو گیا تھا جہاں امام علی نقی اور امام حسن عسکری علیہما السلام مدتوں مقیم رہ کر عسکری مشہور ہو گئے (بحارالانوار جلد ۱۲ ص ۱۵۴، وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۱۳۵، مجمع البحرین ص ۳۲۲، دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۶۳، تذکرۃ المعصومین ص ۲۲۲)۔

آپ کا عہد حیات اور بادشاہان وقت

آپ کی ولادت ۲۳۲ ہجری میں اس وقت ہوئی جبکہ واثق باللہ بن معتصم بادشاہ وقت تھا جو ۲۲۷ ہجری میں خلیفہ بنا تھا (تاریخ ابوالفداء) پھر ۲۳۳ ہجری میں متوکل خلیفہ ہوا (تاریخ ابن الوردی) جو حضرت علی اور ان کی اولاد سے سخت بغض و عناد رکھتا تھا، اور ان کی منقصت کیا کرتا تھا (حیواۃ الحیوان و تاریخ کامل) اسی نے ۲۳۶ ہجری میں امام حسین کی زیارت جرم قرار دی اور ان کے مزار کو ختم کرنے کی سعی کی (تاریخ کامل) اور اسی نے امام علی نقی علیہ السلام کو جبرا مدینہ سے رمن رائے میں طلب کرالیا، (صواعق محرقہ) اور آپ کو گرفتار کرا کے

آپ کے مکان کی تلاشی کرائی (وفیات الاعیان) پھر ۲۴۷ ہجری میں مستنصر بن متوکل خلیفہ وقت ہوا۔ (تاریخ ابوالفداء) پھر ۲۴۸ ہجری میں مستعین خلیفہ بنا (ابوالفداء) پھر ۲۵۲ ہجری میں معتز باللہ خلیفہ ہوا (ابوالفداء) اسی زمانے میں امام علیہ السلام کو زہر سے شہید کر دیا گیا (نورالابصار) پھر ۲۵۵ ہجری میں مہدی باللہ خلیفہ بنا (تاریخ ابن الوردی) پھر ۲۵۶ ہجری میں معتمد علی اللہ خلیفہ ہوا (تاریخ ابوالفداء) اسی زمانہ میں ۲۶۰ ہجری میں امام علیہ السلام زہر سے شہید ہوئے (تاریخ کامل) ان تمام خلفاء نے آپ کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جو آل محمد کے ساتھ برتاؤ کئے جانے کا دستور چلا آ رہا تھا۔

چار ماہ کی عمر اور منصب امامت

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی عمر جب چار ماہ کے قریب ہوئی تو آپ کے والد امام علی نقی علیہ السلام نے اپنے بعد کے لیے منصب امامت کی وصیت کی اور فرمایا کہ میرے بعد یہی میرے جانشین ہوں گے اور اس پر بہت سے لوگوں کو گواہ کر دیا (ارشاد مفید ۵۰۲، دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۶۳ بحوالہ اصول کافی)۔

علامہ ابن حجر مکی کا کہنا ہے کہ امام حسن عسکری، امام علی نقی کی اولاد میں سب سے زیادہ اجل وارفع اعلیٰ وافضل تھے۔

چار سال کی عمر میں آپ کا سفر عراق

متوکل عباسی جو آل محمد کا ہمیشہ سے دشمن تھا اس نے امام حسن عسکری کے والد بزرگوار امام علی نقی علیہ السلام کو جبراً ۲۳۶ ہجری میں مدینہ سے "سر من رائے" بلالیا آپ ہی کے ہمراہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو بھی جانا پڑا اس وقت آپ کی عمر چار سال چند ماہ کی تھی (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۶۲)۔

یوسف آل محمد کنوئیں میں

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نہ جانے کس طرح اپنے گھر کے کنوئیں میں گر گئے، آپ کے گرنے سے عورتوں میں کہرام عظیم برپا ہو گیا سب چیخنے اور چلانے لگیں، مگر امام علی نقی علیہ السلام جو محو نماز تھے، مطلق متاثر نہ ہوئے اور اطمینان سے نماز کا اختتام کیا، اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں حجت خدا کو کوئی گزند نہ پہنچے گی، اسی دوران میں دیکھا کہ پانی بلند ہو رہا ہے اور امام حسن عسکری پانی میں کھیل رہے ہیں (معہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۷۹)۔

امام حسن عسکری اور کمسنی میں عروج فکر

آل محمد جو تدبر قرآنی اور عروج فکر میں خاص مقام رکھتے ہیں ان میں سے ایک بلند مقام بزرگ حضرت امام حسن عسکری ہیں، علماء فریقین نے لکھا ہے کہ ایک دن آپ ایک ایسی جگہ کھڑے رہے جس جگہ کچھ بچے کھیل میں مصروف تھے اتفاقاً ادھر سے عارف آل محمد جناب

بہلول دانا گزرے، انہوں نے یہ دیکھ کر کہ سب بچے کھیل رہے ہیں اور ایک خوبصورت سرخ وسفید بچہ کھڑا رو رہا ہے ادھر متوجہ ہوئے اور کہا کہ اے نونہال مجھے بڑا افسوس ہے کہ تم اس لیے رو رہے رہو کہ تمہارے پاس وہ کھلونے نہیں ہیں جوان بچوں کے پاس ہیں سنو! میں ابھی ابھی تمہارے لیے کھلونے لے کر آتا ہوں یہ کہنا تھا کہ اس کمسنی کے باوجود بولے، انا نہ سمجھ ہم کھیلنے کے لیے نہیں پیدا کئے گئے ہم علم وعبادت کے لیے پیدا کئے گئے ہیں انہوں نے پوچھا کہ تمہیں یہ کیونکر معلوم ہوا کہ غرض خلقت علم وعبادت ہے، آپ نے فرمایا کہ اس کی طرف قرآن مجید رہبری کرتا ہے، کیا تم نے نہیں پڑھا کہ خدا فرماتا ہے"افحسبتم انما خلقنا کم عبثا" الخ (پ ۱۸ رکوع ٦)۔

کیاتم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تم کو عبث (کھیل وکود) کے لیے پیدا کیا ہے؟ اور کیا تم ہماری طرف پلٹ کر نہ آؤ گے یہ سن کر بہلول حیران رہ گئے، اور کہنے پر مجبور ہو گئے کہ اے فرزند تمہیں کیا ہو گیا تھا کہ تم رو رہے تھے گناہ کا تصور تو ہو نہیں سکتا کیونکہ تم بہت کم سن ہو، آپ نے فرمایا کہ کمسنی سے کیا ہوتا ہے میں نے اپنی والدہ کو دیکھا ہے کہ بڑی لکڑیوں کو جلانے کے لیے چھوٹی لکڑیاں استعمال کرتی ہیں میں ڈرتا ہوں کہ کہیں جہنم کے بڑے ایندھن کے لیے ہم چھوٹے اور کمسن لوگ استعمال نہ کئے جائیں (صواعق محرقہ ص ۱۲۴، نور الابصار ص ۱۵۰، تذکرۃ المعصومین ص ۲۳۰)۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کے ساتھ بادشاہان وقت کا سلوک اور طرز عمل

جس طرح آپ کے آباؤ اجداد کے وجود کو ان کے عہد کے بادشاہ اپنی سلطنت اور حکمرانی کی راہ میں روڑا سمجھتے رہے ان کا یہ خیال رہا کہ دنیا کے قلوب ان کی طرف مائل ہیں کیونکہ یہ فرزند رسول اور اعمال صالح کے تاجدار ہیں لہذا ان کو انظار عامہ سے دور رکھا جائے ورنہ امکان قوی ہے کہ لوگ انہیں اپنا بادشاہ وقت تسلیم کر لیں گے اس کے علاوہ یہ بغض وحسد بھی تھا کہ ان کی عزت بادشاہ وقت کے مقابلہ میں زیادہ کی جاتی ہے اور یہ کہ امام مہدی انہیں کی نسل سے ہوں گے جو سلطنتوں کا انقلاب لائیں گے انہیں تصورات نے جس طرح آپ کے بزرگوں کو چین نہ لینے دیا اور ہمیشہ مصائب کی آماجگاہ بنائے رکھا اسی طرح آپ کے عہد کے بادشاہوں نے بھی آپ کے ساتھ کیا عہد واثق میں آپ کی ولادت ہوئی اور عہد متوکل کے کچھ ایام میں بچپنا گزرا، متوکل جو آل محمد کا جانی دشمن تھا اس نے صرف اس جرم میں کہ آل محمد کی تعریف کی ہے ابن سکیت شاعر کی زبان گدی سے کھنچوالی (ابوالفداء جلد ۲ ص ۱۴)۔ اس نے سب سے پہلے تو آپ پر یہ ظلم کیا کہ چار سال کی عمر میں ترک وطن کرنے پر مجبور کیا یعنی امام علی نقی علیہ السلام کو جبراً مدینہ سے سامرہ بلوالیا جن کے ہمراہ امام حسن عسکری علیہ السلام کو لازماً جانا تھا پھر وہاں آپ کے گھر کی لوگوں کے کہنے سننے سے تلاشی کرائی اور آپ کے والد ماجد کو جانوروں سے پھڑوا ڈالنے کی کوشش کی، غرضکہ جو جو سعی آل محمد کو ستانے کی ممکن تھی وہ سب اس نے اپنے عہد حیات میں کر ڈالی اس کے بعد اس کا بیٹا مستنصر خلیفہ ہوا یہ

بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر چل کر آل محمد کوستانے کی سنت ادا کرتا رہا اور اس کی مسلسل کوشش یہی رہی کہ ان لوگوں کو سکون نصیب نہ ہونے پائے اس کے بعد مستعین کا جب عہد آیا تو اس نے آپ کے والد ماجد کو قید خانہ میں رکھنے کے ساتھ ساتھ اس کی سعی پیہم کی کہ کسی صورت سے امام حسن عسکری کو قتل کرادے اور اس کے لیے اس نے مختلف راستے تلاش کیے۔

ملا جامی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ اس نے اپنے شوق کے مطابق ایک نہایت زبردست گھوڑا خریدا، لیکن اتفاق سے وہ کچھ اس درجہ سرکش نکلا کہ اس نے بڑے بڑے لوگوں کو سواری نہ دی اور جو اس کے قریب گیا اس کو زمین پر دے مار کر ٹاپوں سے کچل ڈالا، ایک دن خلیفہ مستعین باللہ کے ایک دوست نے رائے دی کہ امام حسن عسکری کو بلا کر حکم دیا جائے کہ وہ اس پر سواری کریں، اگر وہ اس پر کامیاب ہوگئے تو گھوڑا رام ہوجائے گا اور اگر کامیاب نہ ہوئے اور کچل ڈالے گئے تو تیرا مقصد حل ہوجائے گا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا لیکن اللہ رے شان امامت جب آپ اس کے قریب پہنچے تو وہ اس طرح بھیگی بلی بن گیا کہ جیسے کچھ جانتا ہی نہیں بادشاہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور اس کے پاس اس کے سوا کوئی اور چارہ نہ تھا کہ گھوڑا حضرت ہی کے حوالے کردے (شواہد النبوت ص ۲۱۰)۔

پھر مستعین کے بعد جب معتز باللہ خلیفہ ہوا تو اس نے بھی آل محمد کوستانے کی سنت جاری رکھی اور اس کی کوشش کرتا رہا کہ عہد حاضر کے امام زمانہ اور فرزند رسول امام علی نقی علیہ السلام کو درجہ شہادت پر فائز کردے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس نے ۲۵۴ ہجری میں آپ کے

والد بزرگوار کو زہر سے شہید کرادیا، یہ ایک ایسی مصیبت تھی کہ جس نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو بے انتہا مایوس کردیا امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت کے بعد امام حسن عسکری علیہ السلام خطرات میں محصور ہوگئے کیونکہ حکومت کا رخ اب آپ ہی کی طرف رہ گیا آپ کو کھٹکا لگا ہی تھا کہ حکومت کی طرف سے عمل درآمد شروع ہوگیا معتز نے ایک شقی ازلی اور ناصب ابدی ابن یارش کی حراست اور نظر بندی میں امام حسن عسکری کو دیدیا اس نے آپ کو ستانے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا لیکن آخر میں وہ آپ کا معتقد بن گیا، آپ کی عبادت گزاری اور روزہ داری نے اس پر ایسا گہرا اثر کیا کہ اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر معافی مانگ لی اور آپ کو دولت سرا تک پہنچادیا۔

علی بن محمد زیاد کا بیان ہے کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے مجھے ایک خط تحریر فرمایا جس میں لکھا تھا کہ تم خانہ نشین ہوجاؤ کیونکہ ایک بہت بڑا فتنہ اٹھنے والا ہے غرضکہ تھوڑے دنوں کے بعد ایک عظیم ہنگامہ برپا ہوا اور حجاج بن سفیان نے معتز کو قتل کردیا (کشف الغمہ ص ۱۲۷)۔

پھر جب مہدی باللہ کا عہد آیا تو اس نے بھی بدستور اپنا عمل جاری رکھا اور حضرت کو ستانے میں ہر قسم کی کوشش کرتا رہا ایک دن اس نے صالح بن وصیف نامی ناصبی کے حوالہ آپ کو کردیا اور حکم دیا کہ ہر ممکن طریقہ سے آپ کو ستائے، صالح کے مکان کے قریب ایک بدترین حجرہ تھا جس میں آپ قید کئے گئے صالح بدبخت نے جہاں اور طریقہ سے ستایا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ آپ کو کھانا اور پانی سے بھی حیران اور تنگ رکھتا تھا آخر ایسا ہوتا رہا کہ آپ تیمم سے نماز ادا فرماتے رہے ایک دن اس کی بیوی نے کہا کہ اے دشمن خدا یہ فرزند رسول

ہیں ان کے ساتھ رحم کا برتاؤ کر، اس نے کوئی توجہ نہ کی ایک دن کا ذکر ہے کہ بنی عباسیہ کے ایک گروہ نے صالح سے جاکر درخواست کی کہ حسن عسکری پر زیادہ ظلم کیا جانا چاہیئے اس نے جواب دیا کہ میں نے ان کے اوپر دو ایسے شخصوں کو مسلط کر دیا ہے جن کا ظلم وتشدد میں جواب نہیں ہے، لیکن میں کیا کروں، کہ ان کے تقوی اور ان کی عبادت گذاری سے وہ اس درجہ متاثر ہو گئے ہیں کہ جس کی کوئی حد نہیں، میں نے ان سے جواب طلبی کی تو انہوں نے قلبی مجبوری ظاہر کی یہ سن کر وہ لوگ مایوس واپس گئے (تذکرۃ المعصومین ص ۲۲۳)۔

غرضکہ مہدی کا ظلم وتشدد زوروں پر تھا اور یہی نہیں کہ وہ امام علیہ السلام پر سختی کرتا تھا بلکہ یہ کہ وہ ان کے ماننے والوں کو برابر قتل کر رہا تھا ایک دن آپ کے ایک صحابی احمد بن محمد نے ایک عریضہ کے ذریعہ سے اس کے ظلم کی شکایت کی، تو آپ نے تحریر فرمایا کہ گھبراؤ نہیں کہ مہدی کی عمر اب صرف پانچ یوم باقی رہ گئی ہے چنانچہ چھٹے دن اسے کمال ذلت وخواری کے ساتھ قتل کر دیا گیا (کشف الغمہ ص ۱۲۶)۔ اسی کے عہد میں جب آپ قید خانہ میں پہنچے تو عیسی بن فتح سے فرمایا کہ تمہاری عمر اس وقت ۶۵ سال ایک ماہ دو یوم کی ہے اس نے نوٹ بک نکال کر اس کی تصدیق کی پھر آپ نے فرمایا کہ خدا تمہیں اولاد نرینہ عطا کرے گا وہ خوش ہو کر کہنے لگا مولا! کیا آپ کو خدا فرزند نہ دے گا آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم عنقریب مجھے مالک ایسا فرزند عطا کرے گا جو ساری کائنات پر حکومت کرے گا اور دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا (نور الابصار ص ۱۰۱) پھر جب اس کے بعد معتمد خلیفہ ہوا تو اس نے امام علیہ السلام پر ظلم وتشدد واستبداد کا خاتمہ کر دیا۔

امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت اورامام حسن عسکری کاآغازامامت

حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے اپنے فرزندامام حسن عسکری علیہ السلام کی شادی جناب نرجس خاتون سے کردی جوقیصرروم کی پوتی اورشمعون وصی عیسی کی نسل سے تھیں (جلاء العیون ص ۲۹۸)۔

اس کے بعدآپ ۳/ رجب ۲۵۴ ہجری کودرجہ شہادت پرفائز ہوئے۔

آپ کی شہادت کے بعدحضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی امامت کا آغاز ہوا آپ کے تمام معتقدین نے آپ کومبارک باددی اورآپ سے ہرقسم کا استفادہ شروع کردیا آپ کی خدمت میں آمدورفت اورسوالات وجوابات کا سلسلہ جاری ہوگیا آپ نے جوابات میں ایسے حیرت انگیزمعلومات کاانکشاف فرمایاکہ لوگ دنگ رہ گئے آپ نے علم غیب اورعلم بالموت تک کا ثبوت پیش فرمایا اوراس کی بھی وضاحت کی کہ فلاں شخص کواتنے دنوں میں موت آجائے گی۔

علامہ ملاجامی لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنے والدسمیت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی راہ میں بیٹھ کریہ سوال کرناچاہا کہ باپ کوپانچ سو درہم اوربیٹے کوتین سوردرہم اگرامام دیدیں توتوسارے کام ہوجائیں، یہاں تک امام علیہ السلام اس راستے پرآپہنچے، اتفاقا یہ دونوں امام کوپہچانتے نہ تھے امام خودان کے قریب گئے اوران سے کہاکہ تمہیں آٹھ سودرہم

کی ضرورت ہے آؤ تمہیں دیدوں دونوں ہمراہ ہولیے اور رقم معہود حاصل کر لی اسی طرح ایک اور شخص قید خانہ میں تھا اس نے قید کی پریشانی کی شکایت امام علیہ السلام کو لکھ کر بھیجی اور تنگ دستی کا ذکر شرم کی وجہ سے نہ کیا آپ نے تحریر فرمایا کہ تم آج ہی قید سے رہا ہو جاؤ گے اور تم نے جو شرم سے تنگدستی کا تذکرہ نہیں کیا اس کے متعلق معلوم کرو کہ میں اپنے مقام پر پہنچتے ہی سو دینار بھیج دوں گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا اسی طرح ایک شخص نے آپ سے اپنی تندستی کا کی شکایت کی آپ نے زمین کرید کر ایک اشرفی کی تھیلی نکالی اور اس کے حوالہ کر دی اس میں سو دینار تھے۔

اسی طرح ایک شخص نے آپ کو تحریر کیا کہ مشکوۃ کے معنی کیا ہیں؟ نیز یہ کہ میری بیوی حاملہ ہے اس سے جو فرزند پیدا ہوگا اس کا نام رکھ دیجیے آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ مشکوۃ سے مراد قلب محمد مصطفی صلعم ہے اور آخر میں لکھ دیا ”اعظم اللہ اجرک واخلف علیک“ خدا تمہیں جزائے خیر دے اور نعم البدل عطا کرے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس کے یہاں مردہ بیٹا پیدا ہوا۔

اس کے بعد اس کی بیوی حاملہ ہوئی، فرزند نرینہ متولد ہوا، ملاحظہ ہو (شواہد النبوت ص ۲۱۱)۔

علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ حسن ابن ظریف نامی ایک شخص نے حضرت سے لکھ کر دریافت کیا کہ قائم آل محمد پوشیدہ ہونے کے بعد کب ظہور کریں گے آپ نے تحریر فرمایا جب خدا کی مصلحت ہوگی اس کے بعد لکھا کہ تم تپ ربع کا سوال کرنا بھول گئے جسے تم مجھ سے پوچھنا چاہتے تھے، تو دیکھو ایسا کرو کہ جو اس میں مبتلا ہو اس کے گلے میں ایۃ ”یانارکونی

بردا ولا ما علی ابراہیم" لکھ کر لٹکا دو شفایاب ہوجائے گا علی بن زید ابن حسین کا کہنا ہے کہ میں ایک گھوڑا پر سوار ہو کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس گھوڑے کی عمر صرف ایک رات باقی رہ گئی ہے چنانچہ وہ صبح ہونے سے پہلے مرگیا اسماعیل بن محمد کا کہنا ہے کہ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، اور میں نے ان سے قسم کھا کر کہا کہ میرے پاس ایک درہم بھی نہیں ہے آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ قسم مت کھاؤ تمہارے گھر دوسو دینار مدفون ہیں یہ سن کر وہ حیران رہ گیا پھر حضرت نے غلام کو حکم دیا کہ انہیں سو اشرفیاں دیدو عبدی روایت کرتا ہے کہ میں اپنے فرزند کو بصرہ میں بیمار چھوڑ کر سامرہ گیا اور وہاں حضرت کو تحریر کیا کہ میرے فرزند کے لیے دعائے شفاء فرمائیں آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ" خدا اس پر رحمت نازل فرمائے" جس دن یہ خط اسے ملا اسی دن اس کا فرزند انتقال کر چکا تھا محمد بن افرغ کہتا ہے کہ میں نے حضرت کی خدمت میں ایک عریضہ کے ذریعہ سے سوال کیا کہ" آئمہ کو بھی احتلام ہوتا ہے" جب خط روانہ کر چکا تو خیال ہوا کہ احتلام تو وسوسہ شیطانی سے ہوا کرتا ہے اور امام تک شیطان پہنچ نہیں سکتا بہرحال جواب آیا کہ امام نوم اور بیداری دونوں حالتوں میں وسوسہ شیطانی سے دور ہوتے ہیں جیسا کہ تمہارے دل میں بھی خیال پیدا ہوا ہے پھر احتلام کیونکر ہوسکتا ہے جعفر بن محمد کا کہنا ہے کہ میں ایک دن حضرت کی خدمت میں حاضر تھا، دل میں خیال آیا کہ میری عورت جو حاملہ ہے اگر اس سے فرزند نرینہ پیدا ہو تو بہت اچھا ہو آپ نے فرمایا کہ اے جعفر لڑکا نہیں لڑکی ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا (کشف الغمہ ص ۱۲۸)۔

اپنے عقیدت مندوں میں حضرت کا دورہ

جعفر بن شریف جرجانی بیان کرتے ہیں کہ میں حج سے فراغت کے بعد حضرت امام حسن عسکری کی خدمت میں حاضر ہوا، اوران سے عرض کی کہ مولا! اہل جرجان آپ کی تشریف آوری کے خواستگار ہیں آپ نے فرمایا کہ تم آج سے ایک سو نوے دن کے بعد واپس جرجان پہنچو گے اور جس دن تم پہچو گے اسی دن شام کو میں بھی پہنچ جاؤں گا تم انہیں باخبر کر دینا، چنانچہ ایسا ہی ہوا میں وطن پہنچ کر لوگوں کو آگاہ کر چکا تھا کہ امام علیہ السلام کی تشریف آوری ہوئی آپ نے سب سے ملاقات کی اور سب نے شرف زیارت حاصل کیا، پھر لوگوں نے اپنی مشکلات پیش کیں امام علیہ السلام نے سب کو مطمئن کر دیا اسی سلسلہ میں نصر بن جابر نے اپنے فرزند کو پیش کیا، جو نابینا تھا حضرت نے اس کے چہرہ پر دست مبارک پھیر کر اسے بینائی عطا کی پھر آپ اسی روز واپس تشریف لے گئے (کشف الغمہ ص ۱۲۸)۔

ایک شخص نے آپ کو ایک خط بلا روشنائی کے قلم سے لکھا آپ نے اس کا جواب مرحمت فرمایا اور ساتھ ہی لکھنے والے کا اور اس کے باپ کا نام بھی تحریر فرما دیا یہ کرامت دیکھ کر وہ شخص حیران ہو گیا اور اسلام لایا اور آپ کی امامت کا معتقد بن گیا (دمعہ ساکبہ ص ۱۷۲)۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کا پتھر پر مہر لگانا

ثقۃ الاسلام علامہ کلینی اور امام اہلسنت علامہ جامی رقمطراز ہیں کہ ایک دن حضرت امام حسن

عسکری علیہ السلام کی خدمت میں ایک خوبصورت سا یمنی آیا اور اس نے ایک سنگ پارہ یعنی پتھر کا ٹکڑا پیش کر کے خواہش کی کہ آپ اس پر اپنی امامت کی تصدیق میں مہر کر دیں حضرت نے مہر نکالی اور اس پر لگا دی آپ کا اسم گرامی اس طرح کندہ ہو گیا جس طرح موم پر لگانے سے کندہ ہوتا ہے ایک سوال کے جواب میں کہا گیا کہ آنے والا مجمع ابن صلت بن عقبہ بن سمعان ابن غانم ابن ام غانم تھا یہ وہی سنگ پارہ لایا تھا جس پر اس کے خاندان کی ایک عورت ام غانم نے تمام آئمہ طاہرین سے مہر لگوا رکھی تھی اس کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی امامت کا دعوی کرتا تھا تو وہ اس کو لے کر اس کے پاس چلی جاتی تھی اگر اس مدعی نے پتھر پر مہر لگا دی تو اس نے سمجھ لیا کہ یہ امام زمانہ ہیں اور اگر وہ اس عمل سے عاجز رہا تو وہ اسے نظر انداز کر دیتی تھی چونکہ اس نے اسی سنگ پارہ پر کئی اماموں کی مہر لگوائی تھی، اس لیے اس کا لقب (صاحبۃ الحصاۃ) ہو گیا تھا۔

علامہ جامی لکھتے ہیں کہ جب مجمع بن صلت نے مہر لگوائی تو اس سے پوچھا گیا کہ تم حضرت امام حسن عسکری کو پہلے سے پہچانتے تھے اس نے کہا نہیں، واقعہ یہ ہوا کہ میں ان کا انتظار کر ہی رہا تھا کہ کہ آپ تشریف لائے میں لیکن پہچانتا نہ تھا اس لیے خاموش ہو گیا اتنے میں ایک ناشناس نوجوان نے میری نظروں کے سامنے آ کر کہا کہ یہی حسن بن علی ہیں۔

راوی ابو ہاشم کہتا ہے کہ جب وہ جوان آپ کے دربار میں آیا تو میرے دل میں یہ آیا کہ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ یہ کون ہے، دل میں اس کا خیال آنا تھا کہ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ مہر لگوانے کے لیے وہ سنگ پارہ لایا ہے، جس پر میرے باپ دادا کی مہریں لگی ہوئی ہیں

چنانچہ اس نے پیش کیا اورآپ نے مہرلگادی وہ شخص آیۃ "ذریۃ بعضہا من بعض" پڑھتاہوا چلا گیا (اصول کافی، دمعہ ساکبہ ص ۱۶۴، شواہدالنبوت ص ۲۱۱، طبع لکھنو ۱۹۰۵ء اعلام الوری ۲۱۴)۔

حضرت امام حسن عسکری کا عراق کے ایک عظیم فلسفی کو شکست دینا

مورخین کا بیان ہے کہ عراق کے ایک عظیم فلسفی اسحاق کندی کو یہ خبط سوار ہوا کہ قرآن مجید میں تناقض ثابت کرے اور یہ بتادے کہ قرآن مجید کی ایک آیت دوسری آیت سے، اور ایک مضمون دوسرے مضمون سے ٹکراتا ہے اس نے اس مقصد کی تکمیل کے لیے "تناقض القرآن" لکھنا شروع کی اور اس درجہ منہمک ہوگیا کہ لوگوں سے ملنا جلنا اور کہیں آنا جانا سب ترک کردیا حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اس کے خبط کو دور کرنے کا ارادہ فرمایا، آپ کا خیال تھا کہ اس پر کوئی ایسا اعتراض کردیا جائے کہ جس کا وہ جواب نہ دے سے اور مجبوراً اپنے ارادہ سے باز آئے۔

اتفاقاً ایک دن آپ کی خدمت میں اس کا ایک شاگرد حاضر ہوا، حضرت نے اس سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو اسحاق کندی کو "تناقض القرآن" سے لکھنے سے باز رکھے اس نے عرض کی مولا! میں اس کا شاگرد ہوں، بھلا اس کے سامنے لب کشائی کرسکتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ اچھا یہ تو کرسکتے ہو کہ جو میں کہوں وہ اس تک پہنچادو، اس نے کہا کرسکتا ہوں،

حضرت نے فرمایا کہ پہلے تو تم اس سے موانست پیدا کرو، اور اس پر اعتبار جماؤ جب وہ تم سے مانوس ہوجائے اور تمہاری بات توجہ سے سننے لگے تو اس سے کہنا کہ مجھے ایک شبہ پیدا ہو گیا ہے آپ اس کو دور فرمادیں، جب وہ کہے کہ بیان کرو تو کہنا کہ "ان اتاک ہذا لمتکلم بہذا القرآن ہل یجوز مرادہ بما تکلم منہ عن المعانی التی قد ظنعتہا انک ذہبتھا الیہا"

اگر اس کتاب یعنی قرآن کا مالک تمہارے پاس اسے لائے تو کیا ہوسکتا ہے کہ اس کلام سے جو مطلب اس کا ہو، وہ تمہارے سمجھے ہوئے معانی و مطالب کے خلاف ہو، جب وہ تمہارا یہ اعتراض سنے گا تو چونکہ ذہین آدمی ہے فوراً کہے گا کہ بے شک ایسا ہوسکتا ہے جب وہ یہ کہے تو تم اس سے کہنا کہ پھر کتاب "تناقض القرآن" لکھنے سے کیا فائدہ؟ کیونکہ تم اس کے جو معنی سمجھ کر اس پر اعتراض کر رہے ہو، ہوسکتا ہے کہ وہ خدائی مقصود کے خلاف ہو، ایسی صورت میں تمہاری محنت ضائع اور برباد ہوجائے گی کیونکہ تناقض تو جب ہوسکتا ہے کہ تمہارا سمجھا ہوا مطلب صحیح اور مقصود خداوندی کے مطابق ہو اور ایسا یقینی طور پر نہیں تو تناقض کہاں رہا؟۔

الغرض وہ شاگرد، اسحاق کندی کے پاس گیا اور اس نے امام کے بتائے ہوئے اصول پر اس سے مذکورہ سوال کیا اسحاق کندی یہ اعتراض سن کر حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ پھر سوال کو دہراؤ اس نے پھر اعادہ کیا اسحاق تھوڑی دیر کے لیے محو تفکر ہو گیا اور کہنے لگا کہ بے شک اس قسم کا احتمال باعتبار لغت اور بلحاظ فکر و تدبر ممکن ہے پھر اپنے شاگرد کی طرف متوجہ ہوا کر بولا! میں تمہیں قسم دیتا ہوں تم مجھے صحیح صحیح بتاؤ کہ تمہیں یہ اعتراض کس نے بتایا ہے اس نے جواب دیا کہ میرے شفیق استاد یہ میرے ہی ذہن کی پیداوار ہے اسحاق نے کہا ہرگز نہیں، یہ تمہارے

جیسے علم والے کے بس کی چیز نہیں ہے، تم سچ بتاؤ کہ تمہیں کس نے بتایا اور اس اعتراض کی طرف کس نے رہبری کی ہے شاگرد نے کہا کہ سچ تو یہ ہے کہ مجھے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا تھا اور میں نے انھیں کے بتائے ہوئے اصول پر آپ سے سوال کیا ہے اسحاق کندی بولا "ان جئت بہ" اب تم نے سچ کہا ہے ایسے اعتراضات اور ایسی اہم باتیں خاندان رسالت ہی سے برآمد ہوسکتی ہیں" ثم انہ دعا بالنار واحرق جمیع ما کان الفہ" پھر اس نے آگ منگائی اور کتاب تناقض القرآن کا سارا مسودہ نذر آتش کردیا (مناقب ابن شہر آشوب مازندرانی جلد ۵ ص ۱۲۷، بحارالانوار جلد ۱۲ ص ۱۷۲، دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۸۳)۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور خصوصیات

مذہب

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ ہمارے مذہب میں ان لوگوں کا شمار ہوگا جو اصول وفروع اور دیگر لوزم کے ساتھ ساتھ ان دس چیزوں کے قائل ہوں بلکہ ان پر عامل ہوں گے۔:

۱۔ شب وروز میں ۵۱/ رکعت نماز پڑھنا۔

۲۔ سجدگاہ کربلا پر سجدہ کرنا۔

۳۔ داہنے ہاتھ میں انگھوٹھی پہننا۔

۴۔ اذان واقامت کے جملے دو دو مرتبہ کہنا۔

۵۔اذان واقامت میں حی علی خیر العمل کہنا۔

٦۔نماز میں بسم اللہ زور سے پڑھنا۔

۷۔ہر دوسری رکعت میں قنوت پڑھنا۔

۸۔آفتاب کی زردی سے پہلے نماز عصر اور تاروں کے ڈوب جانے سے پہلے نماز صبح پڑھنا۔

۹۔سر اور ڈاڑھی میں وسمہ کا خضاب کرنا۔

۱۰۔نماز میت میں پانچ تکبیر کہنا (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۷۲)۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور عید نہم ربیع الاول

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام چند عظیم اصحاب جن میں احمد بن اسحاق قمی بھی تھے، ایک دن محمد بن ابی علاء ہمدانی اور یحی بن محمد بن جریح بغدادی کے درمیان ۹ / ربیع الاول کے یوم عید ہونے پر گفتگو ہو رہی تھی، بات چیت کی تکمیل کے لیے یہ دونوں احمد بن اسحاق کے مکان پر گئے، دق الباب کیا، ایک عراقی لڑکی نکلی، آنے کا سبب پوچھا کہا، احمد سے ملنا ہے اس نے کہا وہ اعمال کر رہے ہیں انہوں نے کہا کیسا عمل ہے؟ لڑکی نے کہا کہ احمد بن اسحاق نے حضرت امام علی نقی سے روایت کی ہے کہ ۹ / ربیع الاول یوم عید ہے اور ہماری بڑی عید ہے اور ہمارے دوستوں کی عید ہے الغرض وہ احمد سے ملے، انہوں نے کہا میں ابھی غسل عید سے فارغ ہوا ہوں اور آج عید نہم ہے پھر انہوں نے کہا کہ میں آج حضرت امام حسن عسکری علیہ

السلام کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، ان کے یہاں انگیٹھی سلگ رہی تھی اور تمام گھر کے لوگ اچھے کپڑے پہنے ہوئے تھے خوشبو لگائے ہوئے تھے میں نے عرض کی ابن رسول اللہ آج کیا کوئی تازہ یوم مسرت ہے فرمایا ہاں آج ۹ / ربیع الاول ہے، ہم اہلبیت اور ہمارے ماننے والوں کے لیے یوم عید ہے پھر امام علیہ السلام نے اس دن کے یوم عید ہونے اور رسول خدا اور امیر المومنین کے طرز عمل کی نشان دہی فرمائی۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے پند سود مند

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے پند و نصائح حکم اور مواعظ میں سے مشتی نمونہ از خرواری یہ ہیں:

۱۔ دو بہترین عادتیں یہ ہیں کہ اللہ پر ایمان رکھے اور لوگوں کو فائدے پہنچائے۔

۲۔ اچھوں کو دوست رکھنے میں ثواب ہے۔

۳۔ تواضع اور فروتنی یہ ہے کہ جب کسی کے پاس سے گزرے تو سلام کرے اور مجلس میں معمولی جگہ بیٹھے۔

۴۔ بلا وجہ ہنسنا جہالت کی دلیل ہے۔

۵۔ پڑوسیوں کی نیکی کو چھپانا، اور برائیوں کو اچھالنا ہر شخص کے لیے کمر توڑ دینے والی مصیبت اور بے چارگی ہے۔

۶۔ یہی عبادت نہیں ہے کہ نماز، روزے کو ادا کرتا رہے، بلکہ یہ بھی اہم عبادت ہے کہ خدا کے

بارے میں سوچ وبچار کرے۔

۷۔ وہ شخص بدترین ہے جو دومونہا اور دوزبانا ہو، جب دوست سامنے آئے تو اپنی زبان سے خوش کردے اور جب وہ چلا جائے تو اسے کھا جانے کی تدبیر سوچے، جب اسے کچھ ملے تو یہ حسد کرے اور جب اس پر کوئی مصیبت آئے تو قریب نہ پھٹکے۔

۸۔غصہ ہر برائی کی کنجی ہے۔

۹۔حسد کرنے اور کینہ رکھنے والے کو کبھی سکون قلب نصیب نہیں ہوتا۔

۱۰۔ پرہیز گار وہ ہے کہ جو شب کے وقت توقف وتدبر سے کام لے اور ہر امر میں محتاط رہے۔

۱۱۔بہترین عبادت گزار وہ ہے جو فرائض ادا کرتا رہے۔

۱۲۔بہترین متقی اور زاہد وہ ہے جو گناہ مطلقا چھوڑ دے۔

۱۳۔ جو دنیا میں بوئے گا وہی آخرت میں کاٹے گا۔

۱۴۔موت تمہارے پیچھے لگی ہوئی ہے اچھا بوگے تو اچھا کاٹو گے، برا بوگے تو ندامت ہوگی۔

۱۵۔حرص اور لالچ سے کوئی فائدہ نہیں جو ملنا ہے وہی ملے گا۔

۱۶۔ایک مومن دوسرے مون کے لیے برکت ہے۔

۱۷۔ بیوقوف کا دل اس کے منہ میں ہوتا ہے اور عقلمند کا منہ اس کے دل میں ہوتا ہے۔ ۱۸۔ دنیا کی تلاش میں کوئی فریضہ نہ گنوا دینا۔

۱۹۔طہارت میں شک کی وجہ سے زیادتی کرنا غیر ممدوح ہے۔

۲۰۔کوئی کتنا ہی بڑا آدمی کیوں نہ ہو جب وہ حق کو چھوڑ دے گا ذلیل تر ہو جائے گا۔

۲۱۔ معمولی آدمی کے ساتھ اگر حق ہوتو وہی بڑا ہے۔

۲۲۔ جاہل کی دوستی مصیبت ہے۔

۲۳۔ غمگین کے سامنے ہنسنا بے ادبی اور بدعملی ہے۔

۲۴۔ وہ چیز موت سے بدتر ہے جو تمہیں موت سے بہتر نظر آئے۔

۲۵۔ وہ چیز زندگی سے بہتر ہے جس کی وجہ سے تم زندگی کو برا سمجھو۔

۲۶۔ جاہل کی دوستی اور اس کے ساتھ گزارا کرنا معجزہ کے مانند ہے۔

۲۷۔ کسی کی پڑی ہوئی عادت کو چھڑانا اعجاز کی حیثیت رکھتا ہے۔

۲۸۔ تواضع ایسی نعمت ہے جس پر حسد نہیں کیا جا سکتا۔

۲۹۔ اس انداز سے کسی کی تعظیم نہ کرو جسے وہ برا سمجھے۔

۳۰۔ اپنے بھائی کی پوشیدہ نصیحت کرنی اس کی زینت کا سبب ہوتا۔

۳۱۔ کسی کی علانیہ نصیحت کرنا برائی کا پیش خیمہ ہے۔

۳۲۔ ہر بلا اور مصیبت کے پس منظر میں رحمت اور نعمت ہوتی ہے۔

۳۳۔ میں اپنے والوں کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈریں دین کے بارے میں پرہیزگاری کو شعار بنالیں خدا کے متعلق پوری سعی کریں اور اس کے احکام کی پیروی میں کمی نہ کریں، سچ بولیں، امانتیں چاہے مون کی ہوں یا کافر کی ،ادا کریں، اور اپنے سجدوں کو طول دیں اور سوالات کے شیریں جواب دیں تلاوت قرآن مجید کیا کریں موت اور خدا کے ذکر سے کبھی غافل نہ ہوں۔

۳۴۔ جو شخص دنیا سے دل کا اندھا اٹھے گا، آخرت میں بھی اندھا رہے گا، دل کا اندھا ہونا ہماری مودت سے غافل رہنا ہے قرآن مجید میں ہے کہ قیامت کے دن ظالم کہیں گے" رب لما حشرتنی اعمی وکنت بصیرا" میرے پالنے والے ہم تو دنیا میں بینا تھے ہمیں یہاں اندھا کیوں اٹھایا ہے جواب ملے گا ہم نے جو نشانیاں بھیجی تھیں تم نے انھیں نظر انداز کیا تھا۔" لوگو! اللہ کی نعمت اللہ کی نشانیاں ہم آل محمد ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے دوشنبہ کے شر و نحوست سے بچنے کے لیے ارشاد فرمایا ہے کہ نماز صبح کی رکعت اولی میں سورہ" ہل اتی" پڑھنا چاہیے، نیز یہ فرمایا ہے کہ نہار منہ خربوزہ نہیں کھانا چاہئے کیونکہ اس سے فالج کا اندیشہ ہے (بحار الانوار جلد ۱۴)۔

معتمد عباسی کی خلافت اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی گرفتاری

۲۵۶ ہجری میں معتمد عباسی خلافت مقبوضہ کے تخت پر متمکن ہوا، اس نے حکومت کی عنان سنبھالتے ہی اپنے آبائی طرز عمل کو اختیار کرنا اور جدی کردار کو پیش کرنا شروع کر دیا اور دل سے اس کی سعی شروع کر دی کہ آل محمد کے وجود سے زمین خالی ہو جائے، یہ اگر چہ حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لیتے ہی ملکی بغاوت کا شکار ہو گیا تھا لیکن پھر بھی اپنے وظیفے اور اپنے مشن سے غافل نہیں رہا" اس نے حکم دیا کہ عہد حاضر میں خاندان رسالت کی یادگار، امام حسن عسکری کو قید کر دیا جائے اور انہیں قید میں کسی قسم کا سکون نہ دیا جائے حکم حاکم

مرگ مفاجات آخر امام علیہ السلام بلا جرم وخطا آزادو فضا سے قید خانہ میں پہنچا دیئے گئے اور آپ پر علی بن اوتاش نامی ایک ناصبی مسلط کر دیا گیا جو آل محمد اورال ابی طالب کا سخت ترین دشمن تھا اوراس سے کہہ دیا گیا کہ جو جی چاہے کرو، تم سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے ابن اوتاش نے حسب ہدایت آپ پر طرح طرح کی سختیاں شروع کر دیں اس نے نہ خدا کا خوف کیا نہ پیغمبر کی اولاد ہونے کا لحاظ کیا۔

لیکن اللہ رے آپ کا زہدوتقوی کہ دو چار ہی یوم میں دشمن کا دل موم ہو گیا اور وہ حضرت کے پیروں پر پڑ گیا، آپ کی عبادت گذاری اور تقوی وطہارت دیکھ کر وہ اتنا متاثر ہوا کہ حضرت کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ نہ سکتا تھا، آپ کی عظمت وجلالت کی وجہ سے سر جھکا کر آتا اور چلا جاتا، یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا کہ دشمن بصیرت آگیں بن کر آپ کا معترف اور ماننے والا ہو گیا (اعلام الوری ص ۲۱۸)۔

ابو ہاشم داؤد بن قاسم کا بیان ہے کہ میں اور میرے ہمراہ حسن بن محمد القتفی ومحمد بن ابراہیم عمری اور دیگر بہت سے حضرات اس قید خانہ میں آل محمد کی محبت کے جرم کی سزا بھگت رہے تھے کہ ناگاہ ہمیں معلوم ہوا کہ ہمارے امام زمانہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام بھی تشریف لا رہے ہیں ہم نے ان کا استقبال کیا وہ تشریف لا کر قید خانہ میں ہمارے پاس بیٹھ گئے، اور بیٹھتے ہی ایک اندھے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہ شخص نہ ہوتا تو میں تمہیں یہ بتا دیتا کہ اندرونی معاملہ کیا ہے اور تم کب رہا ہو گے لوگوں نے یہ سن کر اس اندھے سے کہا کہ تم ذرا ہمارے پاس سے چند منٹ کے لیے ہٹ جاؤ، چنانچہ وہ ہٹ گیا اس کے چلے

جانے کے بعد آپ نے فرمایا کہ یہ نابینا قیدی نہیں ہے بلکہ تمہارے لیے حکومت کا جاسوس ہے اس کی جیب میں ایسے کاغذات موجود ہیں جو اس کی جاسوسی کا ثبوت دیتے ہیں یہ سن کر لوگوں نے اس کی تلاشی لی اور واقعہ بالکل صحیح نکلا ابو ہاشم کہتے ہیں کہ ہم قید کے ایام گذار رہے تھے کہ ایک دن غلام کھانا لایا حضرت نے شام کا لیے کھانا نہ لوں گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ عصر کے وقت قید خانہ سے برآمد ہوگئے۔(اعلام الوریٰ ص ۲۱۴)۔

اسلام پر امام حسن عسکری کا احسان عظیم واقعہ قحط

امام علیہ السلام قید خانہ ہی میں تھے کہ سامرہ میں جو تین سال سے قحط پڑا ہوا تھا اس نے شدت اختیار کر لی اور لوگون کا حال یہ ہوگیا کہ مرنے کے قریب پہنچ گئے بھوک اور پیاس کی شدت نے زندگی سے عاجز کر دیا یہ حال دیکھ خلیفہ معتمد عباسی نے لوگوں کو حکم دیا کہ تین دن تک باہر نکل کر نماز استسقاء پڑھیں چنانچہ سب نے ایسا ہی کیا ،مگر پانی نہ برسا، چوتھے روز بغداد کے نصاریٰ کی جماعت صحرا میں آئی اور ان میں سے ایک راہب نے آسمان کی طرف اپنا ہاتھ بلند کیا، اس کا ہاتھ بلند ہونا تھا کہ بادل چھا گئے اور پانی برسنا شروع ہوگیا اسی طرح اس راہب نے دوسرے دن بھی عمل کیا اور بدستور اس دن بھی باران رحمت کا نزول ہوا، یہ دیکھ کر سب کو نہایت تعجب ہوا حتی کہ بعض جاہلوں کے دلوں میں شک پیدا ہوگیا، بلکہ ان میں سے اسی وقت مرتد ہوگئے، یہ واقعہ خلیفہ پر بہت شاق گذرا۔

اس نے امام حسن عسکری کو طلب کر کے کہا کہ اۓ ابومحمد اپنے جد کے کلمہ گویوں کی خبر لو، اوران کو ہلاکت یعنی گمراہی سے بچاؤ، حضرت امام حسن عسکری نے فرمایا کہ اچھاراہبوں کو حکم دیا جائے کہ کل پھر وہ میدان میں آ کر دعائے باران کریں، انشاء اللہ تعالی میں لوگوں کے شکوک زائل کردوں گا، پھر جب دوسرے دن وہ لوگ میدان میں طلب باران کے لیے جمع ہوئے تو اس راہب نے معمول کے مطابق آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیا، ناگہاں آسمان پر ابر نمودار ہوئے اور مینہ برسنے لگا یہ دیکھ کر امام حسن عسکری نے ایک شخص سے کہا کہ راہب کا ہاتھ پکڑ کر جو چیز راہب کے ہاتھ میں ملے لے لو، اس شخص نے راہب کے ہاتھ میں ایک ہڈی دبی ہوئی پائی اور اس سے لے کر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی، انہوں نے راہب سے فرمایا کہ اب تو ہاتھ اٹھا کر بارش کی دعا کر اس نے ہاتھ اٹھایا تو بجائے بارش ہونے کے مطلع صاف ہو گیا اور دھوپ نکل آئی، لوگ کمال تعجب ہوئے۔

خلیفہ معتمد نے حضرت امام حسن عسکری سے پوچھا، کہ اۓ ابومحمد یہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ ایک نبی کی ہڈی ہے جس کی وجہ سے راہب اپنے مدعا میں کامیاب ہوتا رہا، کیونکہ نبی کی ہڈی کا یہ اثر ہے کہ جب وہ زیر آسمان کھولی جائے گی، تو باران رحمت ضرور نازل ہوگا یہ سن کر لوگوں نے اس ہڈی کا امتحان کیا تو اس کی وہی تاثیر دیکھی جو حضرت امام حسن عسکری نے بیان کی تھی، اس واقعہ سے لوگوں کے دلوں کے وہ شکوک زائل ہو گئے جو پہلے پیدا ہو گئے تھے پھر امام حسن عسکری علیہ السلام اس ہڈی کو لے کر اپنی قیام گاہ پر تشریف لائے (صواعق

محرقہ ص ۱۲۴، کشف الغمہ ص ۱۲۹)۔/

پھر آپ نے اس ہڈی کو کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا (اخبار الدول ص ۱۱۷)۔

شیخ شہاب الدین قلبونی نے کتاب غرائب وعجائب میں اس واقعہ کو صوفیوں کی کرامات کے سلسلہ میں لکھا ہے بعض کتابوں میں ہے کہ ہڈی کی گرفت کے بعد آپ نے نماز ادا کی اور دعا فرمائی خداوند عالم نے اتنی بارش کی کہ جل تھل ہو گیا اور قحط جاتا رہا۔

یہ بھی مرقوم ہے کہ امام علیہ السلام نے قید سے نکلتے وقت اپنے ساتھیوں کی رہائی کا مطالبہ فرمایا تھا جو منظور ہو گیا تھا، اور وہ لوگ بھی راہب کی ہوا اکھاڑ نے کلے ہمراہ تھے (نور الابصار ص ۱۵۱)۔

ایک روایت میں ہے کہ جب آپ نے دعائے باران کی اور ابر آیا تو آپ نے فرمایا کہ فلاں ملک کے لیے ہے اور وہ وہیں چلا گیا، اسی طرح کئی بار ہوا پھر وہاں برسا۔

امام حسن عسکری اور عبید اللہ وزیر معتمد عباسی

اسی زمانہ میں ایک دن حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام متوکل کے وزیر فتح ابن خاقان کے بیٹے عبید اللہ ابن خاقان جو کہ معتمد کا وزیر تھا ملنے کے لیے تشریف لے گیے اس نے آپ کی بے انتہا تعظیم کی اور آپ سے اس طرح محو گفتگو رہا کہ معتمد کا بھائی موفق دربار میں آیا تو اس نے کوئی پرواہ نہ کی یہ حضرت کی جلالت اور خدا کی دی ہوئی عزت کا نتیجہ تھا۔

ہم اس واقعہ کو عبید اللہ کے بیٹے احمد خاقان کی زبانی بیان کرتے ہیں کتب معتبرہ میں ہے کہ

جس زمانہ میں احمد خاقان قم کا والی تھا اس کے دربار میں ایک دن علویوں کا تذکرہ چھڑ گیا، وہ اگرچہ دشمن آل محمد ہونے میں مثالی حیثیت رکھتا تھا لیکن یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ میری نظر میں امام حسن عسکری سے بہتر کوئی نہیں ہے ان کی جو وقعت ان کے ماننے والوں اور اراکین دولت کی نظر میں تھی وہ ان کے عہد میں کسی کو بھی نصیب نہیں ہوئی ،سنو! ایک مرتبہ میں اپنے والد عبیداللہ ابن خاقان کے پاس کھڑا تھا کہ ناگاہ دربان نے اطلاع دی کہ امام حسن عسکری تشریف لائے ہوئے ہیں وہ اجازت داخل چاہتے ہیں یہ سن کر میرے والد نے پکار کر کہا کہ حضرت ابن الرضا کو آنے دو، والد نے چونکہ کنیت کے ساتھ نام لیا تھا اس لیے مجھے سخت تعجب ہوا، کیونکہ اس طرح خلیفہ یا ولیعہد کے علاوہ کسی کا نام نہیں لیا جاتا تھا اس کے بعد ہی میں نے دیکھا کہ ایک صاحب جو سبز رنگ ،خوش قامت، خوب صورت، نازک اندام جوان تھے، داخل ہو گئے جن کے چہرے سے رعب وجلال ہویدا تھا میرے والد کی نظر جونہی ان کے اوپر پڑی وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے استقبال کے لیے آگے بڑھے اور انھیں سینے سے لگا کر ان کے چہرہ اور سینے کا بوسہ دیا اور اپنے مصلے پر انہیں بٹھایا اور کمال ادب سے ان کی طرف مخاطب رہے، اور تھوڑی دیر کے بعد کہتے تھے میری جان آپ پر قربان اے فرزند رسول۔

اسی اثناء میں دربان نے آکر اطلاع دی کہ خلیفہ کا بھائی موفق آیا ہے میرے والد نے کوئی توجہ نہ دی، حالانکہ اس کا عموما یہ انداز رہتا تھا کہ جب تک واپس نہ چلا جائے دربار کے لوگ دورویہ سر جھکائے کھڑے رہتے تھے یہاں تک کہ موفق کے غلامان خاص کو اس نے اپنی

نظروں سے دیکھ لیا، انہیں دیکھنے کے بعد میرے والد نے کہا یا ابن رسول اللہ اگر اجازت ہوتو موفق سے کچھ باتیں کرلوں حضرت نے وہاں سے اٹھ کر روانہ ہو جانے کا ارادہ کیا میرے والد نے انہیں سینے سے لگایا اور دربانوں کو حکم دیا کہ انہیں دو مکمل صفوں کے درمیان سے لے جاؤ کہ موفق کی نظر آپ پر نہ پڑے چنانچہ اسی انداز سے واپس تشریف لے گئے۔

آپ کے جانے کے بعد میں نے خادموں اور غلاموں سے کہا کہ وائے ہوتم نے کنیت کے ساتھ کس کا نام لے کر اسے میرے والد کے سامنے پیش کیا تھا جس کی اس نے اس درجہ تعظیم کی جس کی مجھے توقع نہ تھی ان لوگوں نے پھر کہا کہ یہ شخص سادات علویہ میں سے تھا اس کا نام حسن بن علی اور کنیت ابن الرضا ہے، یہ سن کر میرے غم وغصہ کی کوئی انتہا نہ رہی اور میں دن بھر اسی غصہ میں بھنتا رہا کہ علوی سادات کی میرے والد نے اتنی عزت وتوقیر کیوں کی یہاں تک کہ رات آ گئی۔

میرے والد نماز میں مشغول تھے جب وہ فریضہ عشاء سے فارغ ہوئے تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے پوچھا اے احمد اس وقت آنے کا سبب کیا ہے، میں نے عرض کی کہ اجازت دیجیے تو میں کچھ پوچھوں، انہوں نے فرمایا جو جی چاہے پوچھو میں نے کہا یہ شخص کون تھا؟ جو صبح آپ کے پاس آیا تھا جس کی آپ نے زبردست تعظیم کی اور ہر بات میں اپنے کو اور اپنے ماں باپ کو اس پر سے فدا کرتے تھے انہوں نے فرمایا کہ اے فرزند یہ رافضیوں کے امام ہیں ان کا نام حسن بن علی اور ان کی مشہور کنیت ابن الرضا ہے یہ فرما کر وہ تھوڑی دیر چپ رہے پھر بولے اے فرزند یہ وہ کامل انسان ہے کہ اگر عباسیوں سے سلطنت چلی

جائے تواس وقت دنیا میں اس سے زیادہ اس حکومت کا مستحق کوئی نہیں ہے یہ شخص عفت زہد، کثرت عبادت، حسن اخلاق، صلاح، تقوی وغیرہ میں تمام بنی ہاشم سے افضل واعلی ہے اورائے فرزنداگرتوان کے باپ کودیکھتا تو حیران رہ جاتا وہ اتنے صاحب کرم اورفاضل تھے کہ ان کی مثال بھی نہیں تھی یہ سب باتیں سن کر میں خاموش تو ہو گیا لیکن والد سے حد درجہ ناخوش رہنے لگااورساتھ ہی ساتھ ابن الرضا کے حالات کا تفحص کرنا اپنا شیوہ بنالیا۔

اس سلسلہ میں میں نے بنی ہاشم، امراء لشکر، منشیان دفتر قضاۃ اورفقہاء اورعوام الناس سے حضرت کا حالات کا استفسار کیا سب کے نزدیک حضرت ابن الرضا کوجلیل القدراورعظیم پایا اورسب نے بالاتفاق یہی بیان کیا کہ اس مرتبہ اوران خوبیوں کا کوئی شخص کسی خاندان میں نہیں ہے جب میں نے ہرایک دوست اوردشمن کوحضرت کے بیان اخلاق اوراظہار مکارم اخلاق میں متفق پایا تو میں بھی ان کا دل سے ماننے والا ہو گیا اوراب ان کی قدرومنزلت میرے نزدیک بے انتہا ہے یہ سن کر تمام اہل دربارخاموش ہو گئے البتہ ایک شخص بول اٹھا کہ ائے احمد تمہاری نظر میں ان کے برادر جعفر کی کیا حثیت ہے احمد نے کہا کہ ان کے مقابلہ میں اس کا کیا ذکر کرتے ہو وہ تو علانیہ فسق وفجور کا ارتکاب کرتا تھا، دائم الخمر تھا خفیف العقل تھا، انواع ملاہی ومناہی کا مرتکب ہوتا تھا۔

ابن الرضا کے بعد جب خلیفہ معتمد سے اس نے ان کی جانشینی کا سوال کیا تو اس نے اس کے کردار کی وجہ سے اسے دربار سے نکلوادیا تھا (مناقب ابن آشوب جلد ۵ ص ۱۲۴، ارشادمفید ص ۵۰۵)۔

بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ گفتگو امام حسن عسکری کی شہادت کے ۱۸ / سال بعد ماہ شعبان ۲۷۸ ہجری کی ہے (دمعہ ساکبہ ص ۱۹۲ جلد ۳ طبع نجف اشرف)۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت

امام یازدہم حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام قید و بند کی زندگی گزارنے کے دوران میں ایک دن اپنے خادم ابوالادیان سے ارشاد فرماتے ہوئے کہ تم جب اپنے سفر مدائن سے ۱۵ / یوم کے بعد پلٹو گے تو میرے گھر سے شیون و بکا کی آواز آتی ہوگی (جلاء العیون ص ۲۹۹)۔

نیز آپ کا یہ فرمانا بھی معقول ہے کہ ۲۶۰ ہجری میں میرے ماننے والوں کے درمیان انقلاب عظیم آئے گا (دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۷۷)۔

الغرض امام حسن عسکری علیہ السلام کو بتاریخ یکم ربیع الاول ۲۶۰ ہجری معتمد عباسی نے زہر دلوادیا اور آپ ۸ / ربیع الاول ۲۶۰ ہجری کو جمعہ کے دن بوقت نماز صبح خلعت حیات ظاہری اتار کر بطرف ملک جاودانی رحلت فرما گئے "اناللہ وانا الیہ راجعون" (صواعق محرقہ ص ۱۲۴، فصولف المہمہ، ارجح المطالب ص ۲۶۴، جلاء العیون ص ۲۹۶، انوار الحسینیہ جلد ۳ ص ۱۲۴)۔

علماء فریقین کا اتفاق ہے کہ آپ نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے علاوہ کوئی اولاد نہیں چھوڑی (مطالب السول ص ۲۹۲، صواعق محرقہ ص ۱۲۴، نور الابصار ارجح المطالب ۴۶۲، کشف الغمہ ص ۱۲۶، اعلام الوری ص ۲۱۸)۔

حضرت امام محمد مھدی علیہ السلام

امام زمانہ حضرت امام مہدی علیہ السلام سلسلہ عصمت محمد یہ کی چودھوے ں اورسلک امامت علویہ کی بارھوے ں کڑی ہیں آپ کے والد ماجد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور والدہ ماجدہ جناب نرجس (ا) خاتون تھے ں۔

آپ اپنے آباؤ اجداد کی طرح امام منصوص، معصوم، اعلم زمانہ اورافضل کائنات ہیں۔ آپ بچپن ہی میں علم وحکمت سے بھرپور تھے۔ (صواعق محرقہ ۱۲۴۱#) آپ کو پانچ سال کی عمر میں وے سی ہی حکمت دے دی گئی تھی، جے سی حضرت ے حے ی کو ملی تھی اورآپ بطن مادر میں اسی طرح امام قرار دئے ے گئے تھے،جس طرح حضرت عیسی علیہ السلام نبی قرار پائے تھے۔ (کشف الغمہ ص ۱۳۰) آپ انبیاء سے بہتر ہیں۔ (اسعاف الراغبے ن ص ۱۲۸) آپ کے متعلق حضرت رسول کرے م صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے شمار پے شے ن گوئیاں فرمائی ہیں اوراس کی وضاحت کی ہے کہ آپ حضور کی عترت اورحضرت فاطمۃ الزہرا کی اولاد سے ہوں گے۔ ملاحظہ ہوجامع صغے رسیوطی ص ۱۶۰ طبع مصرومسند احمد بن حنبل جلد ا ص ۸۴ طبع مصروکنوز الحقائق ص ۱۲۲ ومستدرک جلد ۴ ص ۵۲۰ ومشکوۃ شرے ف) آپ نے یہ بھی فرمایاہے کہ امام مہدی کا ظہورآخرزمانہ میں ہوگا۔اورحضرت

عیسی ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ملاحظہ ہو صحیح بخاری پ ۱۴ ص ۳۹۹ وصحیح مسلم جلد ۲ ص ۹۵ صحیح ترمذی ص ۲۷۰ وصحیح ابوداؤد جلد ۲ ص ۲۱۰ وصحیح ابن ماجہ ص ۳۴ وص ۳۰۹ وجامع صغیر ص ۱۳۴ وکنوزالحقائق ص ۹۰) آپ نے یہ بھی کہا ہے کہ امام مہدی میرے خلیفہ کی حیثیت سے ظہور کریں گے اور یختم الدین بہ کما فتح بنا جس طرح میرے ذریعہ سے دین اسلام کا آغاز ہوا۔اسی طرح ان کے ذریعہ سے مہر اختتام لگا دی جائے گی۔ملاحظہ ہو کنوزالحقائق ص ۲۰۹ آپ نے اس کی بھی وضاحت فرمائی ہے کہ امام مہدی کا اصل نام میرے نام کی طرح محمد اور کنیت میری کنیت کی طرح ابوالقاسم ہوگی وہ جب ظہور کریں گے تو ساری دنیا کو عدل وانصاف سے اسی طرح پر کردیں گے جس طرح وہ اس وقت ظلم وجور سے بھری ہوگی۔ملاحظہ ہو جامع صغیر ص ۱۰۴ ومستدرک امام حاکم ص ۴۲۲ و ۴۱۵ ظہور کے بعد ان کی فورا بیعت کرنی چاہیے کیونکہ وہ خدا کے خلیفہ ہوں گے۔(سنن ابن ماجہ اردو ص ۲۶۱ طبع کراچی ۱۳۷۷ ھج)۔

حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام کی ولادت باسعادت

مورخین کا اتفاق ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت ۱۵ شعبان ۲۵۵ ھج یوم جمعہ بوقت طلوع فجر واقع ہوئی ہے جیسا کہ (وفیات الاعیان،روضۃ الاحباب،تاریخ ابن الوردی ،ینابع المودۃ،تاریخ کامل طبری،کشف الغمہ،جلاالعیون،اصول کافی،نورالابصار، ارشاد،جامع عباسی،اعلام الوری،اورانوارالحسینیہ وغیرہ میں موجود ہے (بعض علما کا کہنا

ہے کہ ولادت کا سن ۲۵۶ ھج اور مادۂ تاریخ نور ہے) یعنی آپ شب برات کے اختتام پر بوقت صبح صادق عالم ظھور وشہود میں تشریف لائے ہیں۔

۱# نرجس ایک بے منی بوٹی کو کہتے ہیں جس کے پھول کی شعرأ آنکھوں سے تشبیہ دے تے ہیں (المنجد ص ۸۶۵) منتہی الادب جلد ۴ ص ۲۲۲۷ میں ہے کہ یہ جملہ دخیل اور معرب یعنی کسی دوسری زبان سے لایا گیاہے۔صراح ص ۴۲۵ اورالعماط صدےق حسن ص ۴۷ میں ہے کہ یہ لفظ نرجس ،نرگس سے معرب ہے جوکہ فارسی ہے ۔رسالہ آج کل لکھنؤ کے سالنامہ ۱۹۴۷ کے ص ۱۱۸ میں ہے کہ یہ لفظ یونانی نرکسوس سے معرب ہے ، جسے لاطےنی میں نرکسس اورانگرےزی میں نرس سس کہتے ہیں۔ ۱۲

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی پھوپھی جناب حکےمہ خاتون کا بیان ہے کہ ایک روز میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے پاس گئی تو آپ نے فرمایا کہ اے پھوپھی آپ آج ہمارے ہی گھر میں رہیئے کےونکہ خداوند عالم مجھے آج ایک وارث عطافرمائے گا۔ میں نے کہا کہ یہ فرزند کس کے بطن سے ہوگا۔آپ نے فرمایا کہ بطن نرجس سے متولد ہوگا ، جناب حکےمہ نے کہا: بےٹے! میں تو نرجس میں کچھ بھی حمل کے آثار نہیں پاتی، امام نے فرمایا کہ اے پھوپھی نرجس کی مثال مادر موسی جےسی ہے جس طرح حضرت موسی کا حمل ولادت کے وقت سے پہلے ظاہر نہیں ہوا۔اسی طرح میرے فرزند کا حمل بھی بروقت ظاہر ہوگا غرضکہ میں امام کے فرمانے سے اس شب وہیں رہی جب آدھی رات گذر گئی تو میں اٹھی اور نماز تہجد میں مشغول ہوگئی اور نرجس بھی اٹھ کر نماز تہجد پڑھنے لگی ۔ اس کے بعد میرے دل میں یہ خیال

گذرا کہ صبح قریب ہے اورامام حسن عسکری علیہ السلام نے جو کہا تھا وہ ابھی تک ظاہر نہیں ہوا ، اس خیال کے دل میں آتے ہی امام علیہ السلام نے اپنے حجرہ سے آواز دی :اے پھوپھی جلدی نہ کیجئے ، حجت خدا کے ظہور کا وقت بالکل قریب ہے یہ سن کر میں نرجس کے حجرہ کی طرف پلٹی ،نرجس مجھے راستے ہی میں ملیں ،مگران کی حالت اس وقت متغیر تھی ،وہ لرزہ براندام تھیں اوران کا سارا جسم کانپ رہا تھا ،میں نے یہ دیکھ کران کو اپنے سینے سے لپٹالیا ،اورسورہ قل ھواللہ ،انا انزلنا وآیۃ الکرسی پڑھ کران پر دم کیا بطن مادر سے بچے کی آواز آنے لگی ،یعنی میں جو کچھ پڑھتی تھی ،وہ بچہ بھی بطن مادر میں وہی کچھ پڑھتا تھا اس کے بعد میں نے دیکھا کہ تمام حجرہ روشن ومنور ہوگیا۔ اب جو میں دیکھتی ہوں تو ایک مولود مسعود زمین پر سجدہ میں پڑا ہوا ہے میں نے بچہ کو اٹھالیا حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے حجرہ سے آواز دی اے پھوپھی ! میرے فرزند کو میرے پاس لائیے میں لے گئی آپ نے اسے اپنی گود میں بٹھالیا،اورزبان دردھان دیکراوراپنی زبان بچے کے منہ میں دے دی اور کہا کہ اے فرزند! خدا کے حکم سے کچھ بات کرو، بچے نے اس آیت : بسم اللہ الرحمن الرحیم ونریدان نمن علی اللذین استضعفوا فی الارض ونجعلھم الوارثین کی تلاوت کی ،جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم چاہتے ہیں کہ احسان کریں ان لوگوں پر جوزمین پر کمزور کردیئے گئے ہیں اوران کوامام بنائیں اورانھیں کوروئے زمین کا وارث قراردیں۔

اس کے بعد کچھ سبز طائروں نے آکر ہمیں گھیرلیا،امام حسن عسکری نے ان میں سے ایک

طائر کو بلایا اور بچے کو دیتے ہوئے کہا کہ خدہ فاحفظہ الخ اس کو لے جا کر اس کی حفاظت کرو یہاں تک کہ خدا اس کے بارے میں کوئی حکم دے کے ونکہ خدا اپنے حکم کو پورا کر کے رہے گا میں نے امام حسن عسکری سے پوچھا کہ یہ طائر کون تھا اور دوسرے طائر کون تھے؟ آپ نے فرمایا کہ جبرئیل تھے، اور دوسرے فرشتگان رحمت تھے اس کے بعد فرمایا کہ اے پھوپھی اس فرزند کو اس کی ماں کے پاس لے آو تا کہ اس کی آنکھےں خنک ہوں اور محزون ومغوم نہ ہو اور یہ جان لے کہ خدا کا وعدہ حق ہے وا کثرھم لا ےعلمون لےکن اکثر لوگ اسے نہیں جانتے۔ اس کے بعد اس مولود مسعود کو اس کی ماں کے پاس پہنچا دیا گیا (شواہد النبوۃ ص ۲۱۲ طبع لکھنؤ ۱۹۰۵ء علامہ حائری لکھتے ہیں کہ ولادت کے بعد آپ کو جبرئیل پرورش کے لئے اٹھا کر لے گئے (غایۃ المقصود جلد ۱ ص ۷۵) کتاب شواہد النبوت اور وفیات الاعیان وروضۃ الاحباب میں ہے کہ جب آپ پےدا ہوے تو مختون اور ناف برےدہ تھے اور آپ کے داہنے بازو پر یہ آیت منقوش تھی جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا یعنی حق آیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی کے قابل تھا۔ یہ قدرتی طور پر بحر متقارب کے دو مصرعے بن گئے ہیں حضرت نسےم امروہوی نے اس پر کیا خوب تضمےن کی ہے وہ لکھتے ہیں#

"چشم و چراغ دےدہ ٔنرجس

عین خدا کی آنکھ کا تارا

بدر کمال نے مہ ٔشعبان

چودھواں اختر اوج بقا کا

حامی ملت ماحیٔ بدعت

کفر مٹانے خلق میں آیا

وقت ولادت ماشاءاللہ

قرآن صورت دے کھ کے بولا

جاء الحق وزھق الباطل

ان الباطل کان زھوقا

محدث دہلوی شیخ عبدالحق اپنی کتاب مناقب ائمہ اطہار میں لکھتے ہیں کہ حکیمہ خاتون جب نرجس کے پاس آئیں تو دیکھا کہ ایک مولود پیدا ہوا ہے، جومختون اور مفروغ منہ ہے یعنی جس کا ختنہ کیا ہوا ہے اور نہلانے دھلانے کے کاموں سے جو مولود کے ساتھ ہوتے ہیں بالکل مستغنی ہے۔ حکیمہ خاتون بچے کو امام حسن عسکری کے پاس لائیں، امام نے بچے کو لیا اوراس کی پشت اقدس اور چشم مبارک پر ہاتھ پھیرا اپنی زبان مطہران کے منہ میں ڈالی اورداہنے کان میں اذان اوربائیں میں اقامت کہی یہی مضمون فصل الخطاب اور بحارالانوار میں بھی ہے، کتاب روضۃ الاحباب ینابع المودۃ میں ہے کہ آپ کی ولادت بمقام سرمن رائے سامرہ میں ہوئی ہے۔

کتاب کشف الغمہ ص ۱۳۰ میں ہے کہ آپ کی ولادت چھپائی گئی اور پوری سعی کی گئی کہ آپ

کی پیدائش کسی کو معلوم نہ ہو سکے، کتاب دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۹۴ میں ہے کہ آپ کی ولادت اس لئے چھپائی گئی کہ بادشاہ وقت پوری طاقت کے ساتھ آپ کی تلاش میں تھا اسی کتاب کے ص ۱۹۲ میں ہے کہ اس کا مقصد یہ تھا کہ حضرت حجت کو قتل کر کے نسل رسالت کا خاتمہ کر دے۔ تاریخ ابوالفدا میں ہے کہ بادشاہ وقت معتز باللہ تھا، تذکرہ خواص الامۃ میں ہے کہ اسی کے عہد میں امام علی نقی کو زہر دیا گیا تھا۔ معتز کے بارے میں مورخین کی رائے کچھ اچھی نہیں ہے۔ ترجمہ تاریخ الخلفاء علامہ سیوطی کے ص ۳۶۳ میں ہے کہ اس نے اپنے عہد خلافت میں اپنے بھائی کو ولی عہدی سے معزول کرنے کے بعد کوڑے لگوائے تھے اور تاحیات قید میں رکھا تھا۔ اکثر تواریخ میں ہے کہ بادشاہ وقت معتمد بن متوکل تھا جس نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو زہر سے شہید کیا۔ تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۶۷ میں ہے کہ خلیفہ معتمد بن متوکل کمزور متلون مزاج اور عیش پسند تھا۔ یہ عیاشی اور شراب نوشی میں بسر کرتا تھا، اسی کتاب کے صفحہ ۲۹ میں ہے کہ معتمد حضرت امام حسن عسکری کو زہر سے شہید کرنے کے بعد حضرت امام مہدی کو قتل کرنے کے درپے ہو گیا تھا۔

آپ کا نسب نامہ

آپ کا پدری نسب نامہ یہ ہے محمد بن حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسی ابن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی و فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یعنی آپ فرزند رسول، دلبند علی اور نور نظر بتول علیھم السلام ہیں۔ امام احمد بن حنبل کا کہنا ہے کہ اس سلسلہ نسب کے اسما کو

اگر کسی مجنون پر دم کر دیا جائے تو اسے بے تے نا شفا حاصل ہوگی (مسند امام رضاص ۷)
آپ سلسہ نسب ماں کی طرف سے حضرت شمعون بن حمون الصفا وصی حضرت عیسی تک پہنچتا ہے۔ علامہ مجلسی اور علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ آپ کی والدہ جناب نرجس خاتون تھےں، جن کا ایک نام "ملے کہ" بھی تھا، نرجس خاتون ے شوعا کی بےٹی تھےں، جوروم کے بادشاہ" قے صر" کے فرزند تھے جن کا سلسلہ نسب وصی حضرت عیسی جناب شمعون تک منتہی ہوتا ہے۔
۱۳ سال کی عمر میں قے صرروم نے چاہا تھا کہ نرجس کا عقد اپنے بھتے جے سے کر دے لے کن بعض قدرتی حالات کی وجہ سے وہ اس مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا، بالاخر ایک اے سا وقت آ گیا کہ عالم ارواح میں حضرت عیسی، جناب شمعون حضرت محمد مصطفی، جناب امیر المومنین اور حضرت فاطمہ بمقام قصر قے صر جمع ہوئے، جناب سے دہ نے نرجس خاتون کو اسلام کی تلقے ن کی اور آنحضرت صلعم نے بتوسط حضرت عیسی جناب شمعون سے امام حسن عسکری کے لئے نرجس خاتون کی خواستگاری کی، نسبت کی تکمیل کے بعد حضرت محمد مصطفی صلعم نے ایک نوری منبر پر بےٹھ کر عقد پڑھا اور کمال مسرت کے ساتھ یہ محفل نشاط برخواست ہوگئی جس کی اطلاع جناب نرجس کو خواب کے طور پر ہوئی، بالاخر وہ وقت آیا کہ جناب نرجس خاتون حضرت امام حسن عسکری کی خدمت میں آپہنچےں اور آپ کے بطن مبارک سے نور خدا کا ظہور ہوا۔ (کتاب جلاًا لعے ون ص ۲۹۸ وغایۃ المقصود ص ۱۷۵)۔

آپ کا اسم گرامی:

آپ کا نام نامی واسم گرامی "محمد" اور مشہور لقب "مہدی" ہے علمأ کا کہنا ہے کہ آپ کا نام زبان پر جاری کرنے کی ممانعت ہے علامہ مجلسی اس کی تائے دکرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "حکمت آن مخفی است" اس کی وجہ پوشیدہ اور غیرمعلوم ہے۔ (جلاألعیون ص ۲۹۸) علماء کا بیان ہے کہ آپ کا یہ نام خود حضرت محمد مصطفی نے رکھا تھا۔ ملاحظہ ہو روضۃ الاحباب وینابع المودۃ۔ مورخ اعظم ذاکر حسین تاریخ اسلام جلد ۱ ص ۳۱ میں لکھتے ہیں کہ "آنحضرت نے فرمایا کہ میرے بعد بارہ خلیفہ قریش سے ہوں گے آپ نے فرمایا کہ آخرزمانہ میں جب دنیا ظلم وجور سے بھر جائے گی، تو میری اولاد میں سے مہدی کا ظہور ہوگا جو ظلم وجور کو دور کر کے دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔ شرک وکفر کو دنیا سے نابود کردے گا، نام "محمد" اور لقب "مہدی" ہوگا حضرت عیسی آسمان سے اتر کر اس کی نصرت کریں گے اور اس کے پیچھے نماز پڑھیں گے، اور دجال کو قتل کریں گے۔

آپ کی کنیت:

اس پر علمأ فریقین کا اتفاق ہے کہ آپ کی کنیت "ابوالقاسم" اور آپ ابوعبداللہ تھی اور اس پر بھی علمأ متفق ہیں کہ ابوالقاسم کنیت خود سرور کائنات کی تجویز کردہ ہے۔ ملاحظہ ہو جامع صغیر ص ۱۰۴ تذکرہ خواص الامۃ ۲۰۴ روضۃ الشہدأ ص ۴۳۹ صواعق محرقہ ص ۱۲۴

شواہدالنبوت ص ۳۱۲، کشف الغمہ ص ۱۳۰ جلاَ العیون ص ۲۹۸۔

یہ مسلمات سے ہے کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ مہدی کا نام میرا نام اور ان کی کنیت میری کنیت ہوگی۔ لیکن اس روایت میں بعض اہل اسلام نے یہ اضافہ کیا ہے کہ آنحضرت نے یہ بھی فرمایا ہے کہ مہدی کے باپ کا نام میرے والد محترم کا نام ہوگا مگر ہمارے راویوں نے اس کی روایت نہیں کی اور خود ترمذی شریف میں بھی "اسم ابیہ اسم ابی" نہیں ہے، تاہم بقول صاحب المناقب علامہ گنجی شافعی یہ کہا جا سکتا ہے کہ روایت میں لفظ "ابیہ" سے مراد ابوعبداللہ الحسین ہیں۔ یعنی اس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ امام مہدی حضرت امام حسین کی اولاد سے ہیں۔

آپ کے القاب:

آپ کے القاب مہدی، حجۃ اللہ، خلف الصالح، صاحب العصر، صاحب الامر، والزمان القائم، الباقی اور المنتظر ہیں۔ ملاحظہ ہو تذکرہ خواص الامۃ ۲۰۴، روضۃ الشہداٗ ص ۴۳۹، کشف الغمہ ۱۳۱، صواعق محرقہ ۱۲۴، مطالب السؤال ۲۹۴، اعلام الوری ۲۴ حضرت دانیال نبی نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کی ولادت سے ۱۴۲۰ سال پہلے آپ کا لقب منتظر قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب دانیال باب ۱۲ آیت ۱۲۔ علامہ ابن حجر مکی، المنتظر کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انھیں منتظر یعنی جس کا انتظار کیا جائے اس لئے کہتے ہیں کہ وہ سرداب میں غائب ہوگئے ہیں اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کہاں سے گئے (مطلب یہ ہے

کہ لوگ ان کا انتظار کررہے ہیں، شیخ العراقین علامہ شیخ عبدالرضا تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کو منتظر اس لئے کہتے ہیں کہ آپ کی غیبت کی وجہ سے آپ کے مخلصین آپ کا انتظار کررہے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ (انوارالحسینیہ جلد ۲ ص ۵۷ طبع بمبئی)۔

آپ کا حلیہ مبارک

کتاب اکمال الدین میں شیخ صدوق فرماتے ہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ امام مہدی، شکل وشباہت خلق وخلق شمائل وخصائل، اقوال وافعال میں میرے مشابہہ ہوں گے۔

آپ کے حلیہ کے متعلق علمأ نے لکھا ہے کہ آپ کا رنگ گندگون، قدمیانہ ہے۔ آپ کی پیشانی کھلی ہوئی ہے اور آپ کے ابرو گھنے اور باہم پیوستہ ہیں۔ آپ کی ناک باریک اور بلند ہے آپ کی آنکھیں بڑی اور آپ کا چہرہ نہایت نورانی ہے۔ آپ کے داہنے رخسارہ پر ایک تل ہے " کانہ کوکب دری" جو ستارہ کی مانند چمکتا ہے، آپ کے دانت چمکدار اور کھلے ہوئے ہیں۔ آپ کی زلفیں کندھوں پر پڑی رہتی ہیں۔ آپ کا سینہ چوڑا اور آپ کے کندھے کھلے ہوئے ہیں آپ کی پشت پر اسی طرح مہر امامت ثبت ہے جس طرح پشت رسالت مآب پر مہر نبوت ثبت تھی (اعلام الوریٰ ص ۲۶۵ وغایۃ المقصود جلد ۱ ص ۶۴ ونورالابصار ص ۱۵۲)۔

تین سال کی عمر میں حجت اللہ ہونے کا دعوی:

کتب تواریخ وسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پرورش کا کام جناب جبرئیل علیہ السلام کے سپرد تھا اور وہ ہی آپ کی پرورش و پرداخت کرتے تھے ظاہر ہے کہ جو بچہ ولادت کے وقت کلام کر چکا ہو اور جس کی پرورش جبرئیل جیسے مقرب فرشتہ کے سپرد ہو وہ یقینا دنیا میں چند دن گزارنے کے بعد بہرصورت اس صلاحیت کا مالک ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی زبان سے حجت اللہ ہونے کا دعوی کر سکے۔ علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ احمد ابن اسحاق اور سعد الاشقری ایک دن حضرت امام حسن عسکری کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے خیال کیا کہ آج امام علیہ السلام سے یہ دریافت کریں گے کہ آپ کے بعد حجت اللہ فی الارض کون ہوگا، جب سامنا ہوا تو امام حسن عسکری نے فرمایا کہ اے احمد! تم جو دل میں لے کر آئے ہو میں اس کا جواب تمہیں دیے دیتا ہوں، یہ فرما کر آپ اپنے مقام سے اٹھے اور اندر جا کر واپس آئے کہ آپ کے کندھے پر ایک نہایت خوب صورت بچہ تھا، جس کی عمر تین سال کی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اے احمد! میرے بعد حجت خدا یہ ہوگا اس کا نام محمد اور اس کی کنیت ابوالقاسم ہے یہ خضر کی طرح زندہ رہے گا۔ اور ذوالقرنین کی طرح ساری دنیا پر حکومت کرے گا۔ احمد بن اسحاق نے کہا مولا! کوئی ایسی علامت بتا دیجئے کہ جس سے دل کو اطمینان کامل ہو جائے۔ آپ نے امام مہدی کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا، بیٹا! اس کو تم جواب دو۔ امام مہدی علیہ السلام نے کمسنی کے باوجود بزبان فصیح فرمایا: "انا حجۃ اللہ وانا بقیۃ اللہ"۔ میں ہی خدا کی حجت اور حکم خدا سے باقی رہنے

والا ہوں، ایک وہ دن آئے گا جس میں دشمن خدا سے بدلہ لوں گا ، یہ سن کر احمد خوش ومسرور اور مطمئن ہو گئے (کشف الغمہ ۱۳۸)

پانچ سال کی عمر میں خاص الخاص اصحاب سے آپ کی ملاقات

یعقوب بن منقوش ومحمد بن عثمان عمری وابی ہاشم جعفری اور موسی بن جعفر بن وہب بغدادی کا بیان ہے کہ ہم حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے عرض کی مولا! آپ کے بعد امرامامت کس کے سپرد ہوگا اور کون حجت خدا قرار پائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ میرا فرزند محمد میرے بعد حجت اللہ فی الارض ہوگا ہم نے عرض کی مولا ہمیں ان کی زیارت کروادے جئے آپ نے فرمایا وہ پردہ جو سامنے آوے ختہ ہے اسے اٹھاؤ۔ ہم نے پردہ اٹھایا، تو اس سے ایک نہایت خوب صورت بچہ جس کی عمر پانچ سال تھی برآمد ہوا ،اور وہ آکر امام حسن عسکری کی آغوش میں بیٹھ گیا۔ امام نے فرمایا کہ یہی میرا فرزند میرے بعد حجت اللہ ہوگا محمد بن عثمان کا کہنا ہے کہ ہم اس وقت چالیس افراد تھے اور ہم سب نے ان کی زیارت کی ۔امام حسن عسکری نے اپنے فرزند امام مہدی کو حکم دیا کہ وہ اندر واپس چلے جائیں اور ہم سے فرمایا: ”شما اورانخوا ھے دددے دغے راز امروز“ کہ اب تم آج کے بعد پھر اسے نہ دے کھ سکو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، پھر غیبت شروع ہوگئ (کشف الغمہ ص ۱۳۹ وشواہد النبوت ص ۲۱۳) علامہ طبرسی اعلام الوری کے ص ۲۴۳ میں

تحرے رفرماتے ہیں کہ آئمہ کے نزدےک محمد اورعثمان عمری دونوں ثقہ ہیں۔ پھراسی صفحہ میں فرماتے ہیں کہ ابوہارون کا کہنا ہے کہ میں نے بچپن میں صاحب الزمان کودےکھا ہے" کانہ القمرلےلۃ البدر" ان کا چہرہ چودھوےں رات کے چاندکی طرح چمکتا تھا۔

امام مہدی نبوت کے آئینہ میں

علامہ طبرسی بحوالہ حضرات معصومےن علیہم السلام تحرےر فرماتے ہیں کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام میں بہت سے انبیاؑ کے حالات وکےفیات نظرآتے ہیں۔اورجن واقعات سے مختلف انبیاؑ کودوچارہوناپڑا۔ وہ تمام واقعات آپ کی ذات ستودہ صفات میں دکھائی دےتے ہیں مثال کے لئے حضرت نوح ،حضرت ابراہےم ،حضرت موسیٰ ،حضرت عیسیٰ ، حضرت اےوب ،حضرت ےونس ، حضرت محمد مصطفی صلعم کولے لےجئے اوران کے حالات پرغورکےجئے ،آپ کوحضرت نوح کی طویل زندگی نصےب ہوئی حضرت ابراہےم کی طرح آپ کی ولادت چھپائی گئی ۔اورلوگوں سے کنارہ کش ہوکرروپوش ہونا پڑا۔حضرت موسیٰ کی طرح حجت کے زمین سے اٹھ جانے کا خوف لاحق ہوا ،اورانھےں کی ولادت کی طرح آپ کی ولادت بھی پوشےدہ رکھی گئی ،اورانھےں کے ماننے والوں کی طرح آپ کے ماننے والوں کوآپ کی غیبت کے بعدستایا گیا۔حضرت عیسیٰ کی طرح آپ کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا حضرت اےوب کی طرح تمام امتحانات کے بعد آپ کوفرج وکشائش نصےب ہوگی ۔حضرت ےوسف کی طرح عوام اورخواص سے آپ کی غیبت ہوگئی

حضرت یونس کی طرح غیبت کے بعد آپ کا ظہور ہوگا یعنی جس طرح وہ اپنی قوم سے غائب ہوکر بڑھاپے کے باوجود نوجوان تھے۔ اسی طرح آپ کا جب ظہور ہوگا تو آپ چالیس سالہ جوان ہوں گے اور حضرت محمد مصطفیٰ کی طرح آپ صاحب السیف ہوں گے۔(اعلام الوریٰ ص ۲۶۴ طبع بمبئی ۱۳۱۲ ہجری)

امام حسن عسکری کی شہادت:

امام مہدی علیہ السلام کی عمر ابھی صرف پانچ سال کی ہوئی تھی کہ خلیفہ معتمد بن متوکل عباسی نے مدتوں قید رکھنے کے بعد امام حسن عسکری کو زہر دے دیا۔جس کی وجہ سے آپ بتاریخ ۸ ربیع الاول ۲۶۰ ہجری مطابق ۸۷۳ء بعمر ۲۸ سال رحلت فرما گئے" وخلف من الولد ابنہ محمد" اور آپ نے اولاد میں صرف امام محمد مہدی کو چھوڑا۔ (نورالابصار ص ۱۵۲ دمعۃ الساکبۃ ص ۱۹۱) علامہ شلنجی لکھتے ہیں کہ جب آپ کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی، تو سارے شہر سامرہ میں ہلچل مچ گئی، فریاد وفغاں کی آوازیں بلند ہوگئیں، سارے شہر میں ہڑتال کردی گئی۔یعنی ساری دکانیں بند ہوگئیں۔لوگوں نے اپنے کاروبار چھوڑ دئیے۔ تمام بنی ہاشم حکام دولت، منشی، قاضی، ارکان عدالت اعیان حکومت اور عامہ خلائق حضرت کے جنازے کے لئے دوڑ پڑے، حالت یہ تھی کہ شہر سامرہ قیامت کا منظر پیش کررہا تھا۔تجہیز اور نماز سے فراغت کے بعد آپ کو اسی مکان میں دفن کردیا گیا جس میں حضرت امام علی نقی علیہ مدفون تھے۔ نورالابصار ص ۱۵۲ وتاریخ کامل صواعق محرقہ وفصول

مہمہ، جلاٗالعےون ص ۲۹۶) علامہ محمد باقر فرماتے ہیں کہ امام حسن عسکری کی وفات کے بعد نماز جنازہ حضرت امام مہدی علیہ السلام نے پڑھائی، ملاحظہ ہو، دمعہ ساکبہ جلد ۳ ص ۱۹۲ وجلاٗالعےون ص ۲۹۷) علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ نماز کے بعد آپ کو بہت سے لوگوں نے دےکھا اور آپ کے ہاتھوں کا بوسہ دیا (اعلام الوری ص ۲۴۲) علامہ ابن طاؤس کا بیان ہے کہ ۸ ربےع الاول کو امام حسن عسکری کی وفات واقع ہوئی اور ۹ ربےع الاول سے حضرت حجت کی امامت کا آغاز ہوا ہم ۹ ربےع الاول کو جو خوشی مناتے ہیں اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے (کتاب اقبال) علامہ مجلسی لکھتے ہیں کہ ۹ ربےع الاول کو عمر بن سعد بدست مختار آل محمد قتل ہوا ہے۔ (زادالمعاد ص ۵۸۵) جو عبےداللہ بن زیاد کا سپہ سالار تھا جس کے قتل کے بعد آل محمد نے پورے طور پر خوشی منائی۔ (بحارالانوار و مختار آل محمد) کتاب دمعہ ساکبہ کے ص ۱۹۲ میں ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے ۲۵۹ ہجری میں اپنی والدہ کو حج کے لئے بھےج دیا تھا، اور فرمادیا تھا کہ ۲۶۰ ہجری میں مےری شہادت ہوجائے گی اسی سن میں آپ نے حضرت امام مہدی کو جملہ تبرکات دے دئےے تھے اور اسم اعظم وغےرہ تعلےم کر دیا تھا (دمعہ ساکبہ وجلاٗالعےون ص ۲۹۸) انھےں تبرکات میں حضرت علی کا جمع کیا ہوا وہ قرآن بھی تھا جو ترتےب نزولی پر سرور کائنات کی زندگی میں مرتب کیا گیا تھا ۔(تاریخ الخلفاٗ واتقان) اور جسے حضرت علی نے اپنے عہد خلافت میں بھی اس لئے رائج نہ کیا تھا کہ اسلام میں دو قرآن رواج پاجائیں گے ۔ اور اسلام میں تفرقہ پڑ جائے گا (ازالۃ الخلفاٗ ۲۷۳) میرے نزدےک اسی سن میں حضرت نرجس خاتون کا انتقال بھی

ہوا ہے اور اسی سن میں حضرت نے غیبت اختیار فرمائی ہے۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی غیبت اور اس کی ضرورت:

بادشاہ وقت خلیفہ معتمد بن متوکل عباسی جو اپنے آباؤ اجداد کی طرح ظلم و ستم کا خوگر اور آل محمد کا جانی دشمن تھا۔ اس کے کانوں میں مہدی کی ولادت کی بھنک پڑ چکی تھی۔ اس نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت کے بعد تکفین و تدفین سے پہلے بقول علامہ مجلسی حضرت کے گھر پر پولیس کا چھاپہ ڈلوایا اور چاہا کہ امام مہدی علیہ السلام کو گرفتار کرا لے لیکن چونکہ وہ بحکم خدا ۲۳ رمضان المبارک ۲۵۹ ہجری کو سرداب میں جا کر غائب ہو چکے تھے۔ جیسا کہ شواہد النبوت، نور الابصار، دمعۃ ساکبہ، روضۃ الشہدا، مناقب الائمہ، انوار الحسینیہ وغیرہ سے مستفاد و مستنبط ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اسے دستیاب نہ ہو سکے۔ اس نے اس کے ردعمل میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی تمام بیبیوں کو گرفتار کرا لیا اور حکم دیا کہ اس امر کی تحقیق کی جائے کہ آیا کوئی ان میں سے حاملہ تو نہیں ہے اگر کوئی حاملہ ہو تو اس کا حمل ضائع کر دیا جائے، کیونکہ وہ حضرت سرور کائنات صلعم کی پیشین گوئی سے خائف تھا کہ آخری زمانہ میں میرا ایک فرزند جس کا نام مہدی ہو گا۔ کائنات عالم کے انقلاب کا ضامن ہو گا۔ اور اسے یہ معلوم تھا کہ وہ فرزند امام حسن عسکری علیہ السلام کی اولاد سے ہو گا لہذا اس نے آپ کی تلاش اور آپ کے قتل کی پوری کوشش کی۔ تاریخ اسلام جلد ا ص

۱۳ میں ہے کہ ۲۶۰ میں امام حسن عسکری کی شہادت کے بعد جب معتمد خلیفہ عباسی نے آپ کے قتل کرنے کے لئے آدمی بھیجے تو آپ سرداب (۱) "سر من رائے" میں غائب ہو گئے بعض اکابر علمأ اہل سنت بھی اس امر میں شیعوں کے ہم زبان ہیں۔ چنانچہ ملا جامی نے شواہد النبوت میں امام عبدالوہاب شعرانی نے لواقع الانوار والے واقت والجواہر میں اور شیخ احمد محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکہ میں اور خواجہ پارسا نے فصل الخطاب میں اور عبدالحق محدث دہلوی نے رسالۂ ائمہ طاہرین میں اور جمال الدین محدث نے روضۃ الاحباب میں ،اور ابو عبداللہ شامی صاحب کفایۃ الطالب نے کتاب التبیان فی اخبار صاحب الزمان میں اور سبط ابن جوزی نے تذکرۃ خواص الامہ میں اور ابن صباغ نورالدین علی مالکی نے فصول المہمہ میں اور کمال الدین ابن طلحہ شافعی نے مطالب السؤل میں اور شاہ ولی اللہ نے فضل المبین میں اور شیخ سلیمان حنفی نے ینابیع المودۃ میں اور بعض دیگر علمأ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے اور جو لوگ ان حضرت کے طول عمر میں تعجب کر کب انکار کرتے ہیں۔ان کو یہ جواب دیتے ہیں کہ خدا کی قدرت سے کچھ بعید نہیں ہے جس نے آدم کو بغیر ماں باپ کے اور عیسی کو بغیر باپ کے پیدا کیا، تمام اہل اسلام نے حضرت خضر کو اب تک زندہ مانا ہوا ہے، ادریس بہشت میں اور حضرت عیسی آسمان پر اب تک زندہ مانے جاتے ہیں اگر خدائے تعالی نے آل محمد میں سے ایک شخص کو عمر عنایت کیا تو تعجب کیا ہے؟ حالانکہ اہل اسلام کو دجال کے موجود ہونے اور قریب قیامت ظہور کرنے سے بھی انکار نہیں ہے۔

(۱) یہ سرداب، مقام "سرمن رائے" میں واقع ہے جسے اصل میں سامرأ کہتے ہیں
سامرأ کی آبادی بہت ہی قدےمی ہے اور دنیا کے قدےم ترین شہروں میں سے ایک ہے، اس سام بن نوح نے آباد کیا تھا (معجم البلدان) اس کی اصل سام راہ تھی بعد میں سامرأ ہو گیا، آب وہوا کی عمدگی کی وجہ سے خلےفہ معتصم نے فوجی کےمپ بنا کر آباد کیا تھا اور اسی کو دارالسلطنت بھی بنا دیا تھا، اس کی آبادی ۸ فرسخ لمبی تھی، اسے اس نے نہاےت خوبصورت شہر بنا دیا تھا۔ اسی لئے اس کا نام سرمن رائے رکھ دیا تھا یعنی وہ شہر جسے جو بھی دےکھے خوش ہو جائے، عسکری اسی کا ایک محلہ ہے جس میں امام علی نقی علیہ السلام نظر بند تھے بعد میں انھوں نے دلےل بن ےعقوب نصرانی سے ایک مکان خرےد لیا تھا جس میں اب بھی آپ کا مزار مقدس واقع ہے۔
سامرأ میں ہمےشہ غےر شےعہ آبادی رہی ہے اس لئے اب تک وہاں شےعہ آباد نہیں ہیں وہاں کے جملہ خدام بھی غےر شےعہ ہیں۔
حضرت حجت علیہ السلام کے غائب ہونے کا سرداب وہیں ایک مسجد کے کنارے واقع ہے جو کہ حضرت امام علی نقی اور حضرت امام حسن عسکری کے مزار اقدس کے قرےب ہے ۱۲ منہ۔
کتاب شواہد النبوت کے ص ۶۸ میں ہے کہ خاندان نبوت کے گیارھوےں امام حسن عسکری ۲۶۰ میں زہر سے شہےد کر دےئے گئے تھے ان کی وفات پر ان کے صاحبزادے محمد ملقب بہ مہدی شےعوں کے آخری امام ہوئے۔ مولوی امیر علی لکھتے ہیں کہ خاندان رسالت کے ان اماموں کے حالات نہاےت دردناک ہیں۔ ظالم متوکل نے حضرت امام حسن

عسکری کے والد ماجد امام علی نقی کو مدینہ سے سامرہ پکڑ بلایا تھا۔اور وہاں ان کی وفات تک ان کو نظر بند رکھا تھا۔ (پھر زہر سے ہلاک کر دیا تھا) اسی طرح متوکل کے جانشینوں نے بدگمانی اورحسد کے مارے حضرت امام حسن عسکری کو قید رکھا تھا ،ان کے کمسن صاحبزادے محمد المہدی جن کی عمر اپنے والد کی وفات کے وقت پانچ سال کی تھی۔خوف کے مارے اپنے گھر کے قریب ہی ایک غار میں چھپ گئے اور غائب ہو گئے۔الخ ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامہ میں لکھا ہے کہ جس غار میں امام مہدی کی غیبت بتائی جاتی ہے۔اسے میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے ۔(نورالابصار جلد ۱ ص ۱۵۲) علامہ ابن حجر مکی کا ارشاد ہے، کہ امام مہدی سرداب میں غائب ہوے ہیں۔"فلم یعرف این ذھب" پھر معلوم نہیں کہاں تشریف لے گئے۔(صواعق محرقہ ص ۱۲۴)۔

غیبت امام مہدی پر علماأہل سنت کا اجماع:

جمہور علمأ اسلام امام مہدی کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں، اس میں شیعہ اورسنی کا سوال نہیں۔ ہر فرقہ کے علماء یہ مانتے ہیں کہ آپ پیدا ہو چکے ہیں اور موجود ہیں۔ہم علماء اہل سنت کے اسماء مع ان کی کتابوں اور مختصر اقوال کے درج کرتے ہیں:

(۱)۔علامہ محمد بن طلحہ شافعی کتاب مطالب السؤال میں فرماتے ہیں کہ امام مہدی سامرہ میں پیدا ہوئے ہیں جو بغداد سے ۲۰ فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔

(۲)۔علامہ علی بن محمد صباغ مالکی کی کتاب فصول المہمہ میں لکھتے ہیں کہ امام حسن عسکری

گیارہوے ں امام نے اپنے بےٹے امام مہدی کی ولادت بادشاہ وقت کے خوف سے پرشےدہ رکھی۔

(۳)۔علامہ شیخ عبداللہ بن احمد خشاب کی کتاب تاریخ موالے دمیں ہے کہ امام مہدی کا نام محمد اور کنےت ابوالقاسم ہے۔آپ آخری زمانہ میں ظہوروخروج کریں گے۔

(۴)۔علامہ محی الدےن ابن عربی حنبلی کی کتاب فتوحات مکہ میں ہے کہ جب دنیا ظلو وجور سے بھر جائے گی تو امام مہدی ظہور کریں گے۔

(۵)۔علامہ شیخ عبدالوہاب شعرانی کی کتاب الےواقےت والجواہر میں ہے کہ امام مہدی ۱۵ شعبان ۲۵۵ ہجری میں پےدا ہوئے اب اس وقت یعنی ۹۵۸ ہجری میں ان کی عمر ۷۰۶ سال کی ہے، یہی مضمون علامہ بدخشانی کی کتاب مفتاح النجاۃ میں بھی ہے۔

(۶)۔علامہ عبدالرحمن جامی حنفی کی کتاب شواہدالنبوت میں ہے کہ امام مہدی سامرہ میں پےدا ہوئے ہیں اوران کی ولادت پوشےدہ رکھی گئی ہے وہ امام حسن عسکری کی موجودگی میں غائب ہوگئے تھے۔اسی کتاب میں ولادت کا پورا واقعہ حکےمہ خاتون کی زبانی مندرج ہے

۔

(۷)۔علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب مناقب الائمہ ہے کہ امام مہدی ۱۵ شعبان ۲۵۵ میں پےدا ہوئے ہیں امام حسن عسکری نے ان کے اذان واقامت کہی ہے اور تھوڑے عرصہ کے بعد آپ نے فرمایا کہ وہ اس مالک کے سپرد ہوگئے جن کے پاس حضرت موسی بچپنے میں تھے۔

(۸) ۔علامہ جمال الدے ن محدث کی کتاب روضۃ الاحباب میں ہے کہ امام مہدی ۱۵ شعبان ۲۵۵ میں پےداہوئے اورزمانہ معتمد عباسی میں بمقام "سرمن رائے" ازنظر برایاغائب شدلوگوں کی نظر سے سرداب میں غائب ہوگئے۔

(۹)۔علامہ عبدالرحمن صوفی کی کتاب مرأۃ الاسرار میں ہے کہ آپ بطن نرجس سے ۱۵ شعبان ۲۵۵ میں پےداہوئے۔

(۱۰) ۔علامہ شہاب الدے ن دولت آبادی صاحب تفسیر بحرمواج کی کتاب ہداے ۃ السعداء میں ہے کہ خلافت رسول حضرت علی کے واسطہ سے امام مہدی تک پہونچی آپ ہی آخری امام ہیں۔

(۱۱)۔علامہ نصر بن علی جھمنی کی کتاب موالے دالائمہ میں ہے کہ امام مہدی نرجس خاتون کے بطن سے پےداہوئے۔

(۱۲)۔علامہ ملا علی قاری کی کتاب مرقات شرح مشکوۃ میں ہے کہ امام مہدی باہوے ں امام ہیں شےعوں کا یہ کہنا غلط ہے کہ اہل سنب اہل بے ت کے دشمن ہےن۔

(۱۳)۔علامہ جوادساباطی کی کتاب براہےن ساباطیہ میں ہے کہ امام مہدی اولاد فاطمہ میں سے ہیں، وہ بقولے ۲۵۵ میں متولد ہوکرایک عرصہ کے بعد غائب ہوگئے ہیں۔

(۱۴)۔علامہ شیخ حسن عراقی کی تعرے ف کتاب الواقع میں ہے کہ انھوں نے امام مہدی سے ملاقات کی ہے۔

(۱۵)۔علامہ علی خواص جن کے متعلق شعرانی نے اےلے واقےت میں لکھاہے کہ انھوں نے

امام مہدی سے ملاقات کی ہے۔

(۱۶)۔ علامہ شیخ سعدالدےن کا کہنا ہے کہ امام مہدی پےدا ہوکر غائب ہو گئے ہیں "دورآخرزمانہ آشکارگردد" اوروہ آخرزمانہ میں ظاہر ہوں گے ۔جےسا کہ کتاب مقصداقصی میں لکھا ہے۔

(۱۷)۔علامہ علی اکبرابن اسعداللہ کی کتاب مکاشفات میں ہے کہ آپ پےدا ہوکر قطب ہو گئے ہیں۔

(۱۸)۔علامہ احمد بلاذری ااحادےث لکھتے ہیں کہ آپ پےدا ہوکر مجوب ہو گئے ہیں۔

(۱۹)۔علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے رسالہ نوارد میں ہے، محمد بن حسن (المہدی) کے بارے میں شےعوں کا کہنا درست ہے۔

(۲۰)۔علامہ شمس الدےن جزری نے بحوالہ مسلسلات بلاذری اعتراف کیا ہے۔

(۲۱)۔علامہ علاٗالدولہ احمد منانی صاحب تارےخ خمےس دراحوالی النفس نفےس اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ امام مہدی غیبت کے بعد ابدال پھر قطب ہو گئے۔

علامہ نوراللہ بحوالہ کتابیان الاحسان لکھتے ہیں کہ امام مہدی تکمیل صفات کے لئے غائب ہوئے ہیں

۲۴ علامہ ذہبی اپنی تارےخ اسلام میں لکھتے ہیں کہ امام مہدی ۲۵۶ میں پےدا ہوکر معدوم ہو گئے ہیں

۲۵ علامہ ابن حجر مکی کی کتاب صواعق محرقہ میں ہے کہ امام مہدی المنتظر پےدا ہوکر سرداب

میں غائب ہو گئے ہیں۔

۲۶ علامہ عصر کی کتاب وفیات الاعیان کی جلد ۲ ص ۴۵۱ میں ہے کہ امام مہدی کی عمر امام حسن عسکری کی وفات کے وقت ۵ سال تھی وہ سرداب میں غائب ہو کر پھر واپس نہیں ہوے

۔

۲۷ علامہ سبط ابن جوزی کی کتاب تذکرۃ الخواص الامہ کے ص ۲۰۴ میں ہے کہ آپ کا لقب القائم ،المنتظر ،الباقی ہے۔

۲۸ علامہ عبید اللہ امرتسری کی کتاب ارجح المطالب کے ص ۳۷۷ میں بحوالہ کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان مرقوم ہے کہ آپ اسی طرح زندہ باقی ہیں جس طرح عیسی ،خضر، الیاس وغیرہ ہم زندہ اور باقی ہیں۔

۲۹ علامہ شیخ سلیمان تمندوزی نے کتاب ینابع المودۃ ص ۳۹۳ میں

۳۰ علامہ ابن خشاب نے کتاب موالید اہل بیت میں

۳۱ علامہ شبلنجی نے نور الابصار کے ص ۱۵۲ طبع مصر ۱۲۲۲ میں بحوالہ کتاب البیان لکھا ہے کہ امام مہدی غائب ہونے کے بعد اب تک زندہ اور باقی ہیں اور ان کے وجود کے باقی ،اور زندہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے وہ اسی طرح زندہ اور باقی ہیں جس طرح حضرت عیسی ،حضرت خضر اور حضرت الیاس وغیرہم زندہ اور باقی ہیں ان اللہ والوں کے علاوہ دجال ،ابلیس بھی زندہ ہیں جیسا کہ قرآن مجید صحیح مسلم ،تاریخ طبری وغیرہ سے ثابت ہے لہذا "لا امتناع فی بقاۂ" ان کے باقی اور زندہ ہونے میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے علامہ

چلپی کتاب کشف الظنون کے ص ۲۰۸ میں لکھتے ہیں کہ کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان ابوعبداللہ محمد بن یوسف گنجی شافعی کی تصنیف ہے۔ (علامہ فاضل روزبہان کی ابطال الباطل میں ہے کہ امام مہدی قائم ومنتظر ہیں وہ آفتاب کی مانند ظاہر ہوکر دنیا کی تاریکی، کفر زائل کر دیں گے۔

۳۱ علامہ علی متقی کی کتاب کنزالعمال کی جلد ۷ کے ص ۱۱۴ میں ہے کہ آپ غائب ہیں ظہور کر کے ۹ سال حکومت کریں گے۔

۳۲ علامہ جلال الدین سیوطی کی کتاب درمنثور جلد ۳ ص ۲۳ میں ہے کہ امام مہدی کے ظہور کے بعد عیسیٰ نازل ہوں گے وغیرہ۔

امام مہدی کی غیبت اور آپ کا وجود وظہور قرآن مجید کی روشنی میں:

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی غیبت اور آپ کے موجود ہونے اور آپ کے طول عمر نیز آپ کے ظہور وشہود اور ظہور کے بعد سارے دین کو ایک کر دینے کے متعلق ۹۴ آیتیں قرآن مجید میں موجود ہیں جن میں سے اکثر دونوں فریق نے تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح بے شمار خصوصی احادیث بھی ہیں تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو غایۃ المقصود وغایۃ المرام علامہ ہاشم بحرانی اور ینابیع المودۃ، میں اس مقام پر صرف دو تین آیتیں لکھتا ہوں:

۱) آپ کی غیبت کے متعلق : آلم ذلک الکتاب لارےب فیہ ھدی للمتقےن الذےن ےومنون بالغےب ہے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں کہ اےمان بالغےب سے امام مہدی کی غیبت مراد ہے۔ نےک بخت ہیں وہ لوگ جوان کی غیبت پرصبر کریں گے اور مبارک باد کے قابل ہیں۔ وہ سمجھدار لوگ جوغیبت میں بھی ان کی محبت پرقائم رہیں گے۔(ےنابع المودۃ ص ۰ ۷ ۳ طبع ےےئی)

۲) آپ کے موجوداور باقی ہونے کے متعلق "جعلھا کلمۃ باقےۃ فی عقبہ" ہے ابراھےم کی نسل میں کلمہ باقیہ کو قرار دیا ہے جو باقی اور زندہ رہے گا اس کلمہ باقیہ سے امام مہدی کا باقی رہنا مراد ہےاور وہی آل محمد میں باقی ہیں۔(تفسیر حسینی علامہ حسین واعظ کاشفی ص ۲۲۶)۔

) آپ کے ظہوراور غلبہ کے متعلق "ےظھرہ علی الدےن کلہ" جب امام مہدی بحکم خدا ظہور فرمائےں گے تو تمام دےنوں پر غلبہ حاصل کرلےں گے یعنی دنیا میں سوا ایک دےن اسلام کے کوئی اور دےن نہ ہوگا۔(نور الابصار ص ۱۵۳ طبع مصر)۔

امام مہدی کا ذکر کتب آسمانی میں:

حضرت داؤد کی زبور کی آیت ۴# مرموز ۹۷ میں ہے کہ آخری زمانہ میں جو انصاف کا مجسمہ انسان آئے گا، اس کے سر پرابرسایہ فگن ہوگا۔ کتاب صفیائے پےغمبر کے فصل ۳ آیت ۹ میں ہے آخری زمانے میں تمام دنیا موحد ہوجائے گی ۔ کتاب زبور مرموز ۱۲۰ میں ہے جو آخرالزماں آئے گا، اس پر آفتاب اثر انداز نہ ہوگا۔ صحےفہ شعیا پےغمبر کے فصل ۱۱ میں ہے

کہ جب نور خدا ظہور کرے گا تو عدل و انصاف کا ڈنکا بجے گا۔ شیر اور بکری ایک جگہ رہیں گے چیتا اور بز غالہ ایک ساتھ چریں گے شیر اور گوسالہ ایک ساتھ رہیں گے، گوسالہ اور مرغ ایک ساتھ ہوں گے شیر اور گائے میں دوستی ہوگی۔ طفل شیر خوار سانپ کے بل میں ہاتھ ڈالے گا اور وہ کاٹے گا نہیں پھر اسی صفحہ کے فصل ۲۷ میں ہے کہ یہ نور خدا جب ظاہر ہوگا، تو تلوار کے ذریعہ سے تمام دشمنوں سے بدلہ لے گا صحیفہ فتجاس حرف الف میں ہے کہ ظہور کے بعد ساری دنیا کے بت مٹا دیئے جائیں گے، ظالم اور منافق ختم کر دیئے جائیں گے یہ ظہور کرنے والا کنیز خدا (نرجس) کا بیٹا ہوگا۔ توریت کے سفر انبیاء میں ہے کہ مہدی ظہور کریں گے عیسیٰ آسمان سے اتریں گے، دجال کو قتل کریں گے انجیل میں ہے کہ مہدی اور عیسیٰ دجال اور شیطان کو قتل کریں گے۔ اسی طرح مکمل واقعہ جس میں شہادت امام حسین اور ظہور مہدی علیہ السلام کا اشارہ ہے۔ انجیل کتاب دانیال باب ۱۲ فصل ۹ آیت ۲۴ رویائے ۲ # میں موجود ہے (کتاب الوسائل س ۱۲۹ طبع بمبئی ۱۳۳۹ ہجری)۔

امام مہدی کی غیبت کی وجہ:

مذکورہ بالا تحریروں سے علمائے اسلام کا اعتراف ثابت ہو چکا یعنی واضح ہوگیا کہ امام مہدی کے متعلق جو عقائد اہل تشیع کے ہیں وہی منصف مزاج اور غیر متعصب اہل تسنن کے علماء کے بھی ہیں اور مقصد اصل کی تائید قرآن کی آیتوں نے بھی کر دی، اب رہی غیبت امام

مہدی کی ضرورت اس کے متعلق عرض ہے کہ:

۱)اخلاق عالم نے ہدآیت خلق کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پےغمبر اور کثیر التعداد ان کے اوصیأ بھےجے۔پےغمبروں میں سے ایک لاکھ تےئس ہزار نوسو ننانوےں انبیاء کے بعد چونکہ حضور رسول کرےم تشریف لائے تھے۔لہذا ان کے جملہ صفات وکمالات ومعجزات حضرت محمد مصطفی صلعم میں جمع کردئےے تھے اور آپ کو خدا نے تمام انبیاء کے صفات کا جلوہ بردار بنایا بلکہ خود اپنی ذات کا مظہر قرار دیا تھا اور چونکہ آپ کو بھی اس دنیائے فانی سے ظاہری طور پر جانا تھا اس لئے آپ نے اپنی زندگی ہی میں حضرت علی کو ہر قسم کے کمالات سے بھرپور کردیا تھا یعنی حضرت علی اپنے ذاتی کمالات کے علاوہ نبوی کمالات سے بھی ممتاز ہوگئے تھے۔سرور کائنات کے بعد کائنات عالم صرف ایک علی کی ہستی تھی جو کمالات انبیاء کی حامل تھی آپ کے بعد سے یہ کمالات اوصیأ میں منتقل ہوتے ہوئے امام مہدی تک پہونچے بادشاہ وقت امام مہدی کو قتل کرنا چاہتا تھا اگر وہ قتل ہوجاتے تو دنیا سے انبیاء واوصیاء کا نام ونشان مٹ جاتا اور سب کی یادگار بےک ضرب شمشےر ختم ہوجاتی اور چونکہ انھےں انبیاء کے ذرےعہ سے خداوند عالم متعارف ہوا تھا لہذا اس کا بھی ذکر ختم ہوجاتا اس لئے ضرورت تھی کہ اےسی ہستی کو محفوظ رکھا جائے جو جملہ انبیاء اور اوصیاء کی یادگار اور تمام کے کمالات کی مظہر ہو۔

۲)خداوندے عالم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے ”وجعلھا کلمۃ باقےۃ فی عقبہ“ ابراہےم کی نسل میں کلمہ باقیہ قرار دیا ہے نسل ابراہےم دو فرزندوں سے چلی ہے ایک اسحاق

اور دوسرے اسماعےل۔ اسحاق کی نسل سے خداوند عالم جناب عیسی کو زندہ و باقی قرار دے کر آسمان پر محفوظ کر چکا تھا۔ اب بہ مقتضائے انصاف ضرورت تھی کہ نسل اسماعےل سے کسی ایک کو باقی رکھے اور وہ بھی زمین پر کےونکہ آسمان پر ایک باقی موجود تھا، لہذا امام مہدی کو جونسل اسماعےل سے ہیں زمین پر زندہ اور باقی رکھا اور انھےں بھی اسی طرح دشمنوں کے شر سے محفوظ کر دیا جس طرح حضرت عیسی کو محفوظ کیا تھا۔

۳) یہ مسلمات اسلامی سے ہے کہ زمین حجت خدا اور امام زمانہ سے خالی نہیں رہ سکتی (اصول کافی ۱۰۳ طبع نولکشور) چونکہ حجت خدا اس وقت امام مہدی کے سوا کوئی نہ تھا اور انھےں دشمن قتل کردےنے پر تلے ہوئے تھے اس لئے انھےں محفوظ و مستور کر دیا گیا۔ حدےث میں ہے کہ حجت خدا کی وجہ سے بارش ہوتی ہے اور انھےں کے ذرےعہ سے روزی تقسےم کی جاتی ہے (بحار)۔

۴) یہ مسلم ہے کہ حضرت امام مہدی جملہ انبیاء کے مظہر تھے اس لئے ضرورت تھی کہ انھےں کی طرح ان کی غیبت بھی ہوتی یعنی جس طرح بادشاہ وقت کے مظالم کی وجہ سے حضرت نوح ،حضرت ابراہےم، حضرت موسی، حضرت عیسی اور حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنے عہد حیات میں مناسب مدت تک غائب رہ چکے تھے اسی طرح یہ بھی غائب رہتے۔

۵) قیامت کا آنا مسلم ہے اور واقعہ قیامت میں امام مہدی کا ذکر بتاتا ہے کہ آپ کی غیبت مصلحت خداوندی کی بناء پر ہوئی ہے۔

۶) سورہ انا انزلنا سے معلوم ہوتا ہے کہ نزول ملائکہ شب قدر میں ہوتا رہتا ہے یہ ظاہر ہے کہ

نزول ملائکہ انبیاء واوصیاء ہی پر ہوا کرتا ہے۔امام مہدی کو اس لئے موجود اور باقی رکھا گیا ہے تا کہ نزول ملائکہ کی مرکزی غرض پوری ہو سکے، اور شب قدر میں انھےں پر نزول ملائکہ ہو سکے حدےث میں ہے کہ شب قدر میں سال بھر کی روزی وغےرہ امام مہدی تک پہونچادی جاتی ہے اور وہی اس تقسےم کرتے رہتے ہیں۔

۷) حکےم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا یہ دوسری بات ہے کے عام لوگ اس حکمت ومصلحت سے واقف نہ ہوں غیبت امام مہدی اسی طرح مصلحت وحکمت خداوندی کی بنا پر عمل میں آئی ہے جس طرح طواف کعبہ، رمی جمرہ وغےرہ ہے جس کی اصل مصلحت خداوند عالم ہی کو معلوم ہے۔

۸) امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمانا ہے کہ امام مہدی کو اس لئے غائب کیا جائے گا تا کہ خداوند عالم اپنی ساری مخلوق کا امتحان کر کے یہ جانچے کہ نےک بندے کون ہیں اور باطل پرست کون لوگ ہیں (اکمال الدےن)۔

۹) چونکہ آپ کو اپنی جان کا خوف تھا اور یہ طے شدہ ہے کہ " من خاف علی نفسہ احتاج الی الاستتار" کہ جسے اپنے نفس اور اپنی جان کا خوف ہو وہ پوشےدہ ہونے کو لازمی جانتا ہے (المرتضی)۔

) آپ کی غیبت اس لئے واقع ہوئی ہے کہ خداوند عالم ایک وقت معےن میں آل محمد پر جو مظالم کےے گئے ہیں۔ان کا بدلہ امام مہدی کے ذرےعہ سے لے گا یعنی آپ عہد اول سے لے کر بنی امیہ اور بنی عباس کے ظالموں سے مکمل بدلہ لےں گے۔(اکمال الدین)۔

غیبت امام مہدی جفر جامعہ کی روشنی میں:

علامہ شیخ قندوزی بلخی حنفی رقمطراز ہیں کے سدے رصے رفی کا بیان ہے کہ ہم اور مفضل بن عمر، ابوبصے ر، ابان بن تغلب ایک دن صادق آل محمد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دے کھا کہ آپ زمین پر بے ٹھے ہوئے رو رہے ہیں، اور کہتے ہیں کہ "اے محمد! تمہاری غیبت کی خبر نے مے را دل بے چے ن کر دیا ہے" میں نے عرض کی حضور خدا آپ کی آنکھوں کو بھی نہ رلائے بات کیا ہے کس لئے حضور گریہ کناں ہیں فرمایا۔ اے سدے ر! میں نے آج کتاب "جعفر جامع" میں بوقت صبح امام مہدی کی غیبت کا مطالعہ کیا ہے، اے سدے ر! یہ وہ کتاب ہے جس میں "علم ما کان و ما یکون" کا اندراج ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے سب اس میں لکھا ہوا ہے اے سدے ر! میں نے اس کتاب میں یہ دے کھا ہے کہ ہماری نسل سے امام مہدی ہوں گے۔ پھر وہ غائب ہو جائیں گے اور ان کی غیبت نے ز عمر بہت طویل ہوگی ان کی غیبت کے زمانہ میں مومنین مصائب میں مبتلا ہوں گے اور ان کے امتحانات ہوتے رہیں گے اور غیبت میں تاخے رکی وجہ سے ان کے دلوں میں شکوک پے دا ہوتے ہوں گے پھر فرمایا: اے سدے رسنو! ان کی ولادت حضرت موسی کی طرح ہوگی اور ان غیبت عیسی کی مانند ہوگی اور ان کے ظہور کا حال حضرت نوح کے مانند ہوگا اور ان کی عمر حضرت خضر کی عمر جے سی ہوگی (ے نابع المودۃ) اس حدے ث کی مختصر شرح یہ ہے کہ:

ا) تاریخ میں ہے کہ جب فرعون کو معلوم ہوا کہ مے ری سلطنت کا زوال ایک مولود بنی اسرائے ل کے ذرے عہ ہوگا تو اس نے حکم جاری کر دیا کہ ملک میں کوئی عورت حاملہ نہ رہنے

پائے اورکوئی بچہ باقی نہ رکھا جائے چنانچہ اسی سلسلہ میں ۴۰ ہزار بچے ضائع کئے گئے لےکن نے خدا حضرت موسی کوفرعون کی تمام تر کے بوں کے باوجود پےدا کیا، باقی رکھا اورانھےں کے ہاتھوں سے اس کی سلطنت کا تختہ الٹوایا۔ اسی طرح امام مہدی کے لئے ہوا کہ تمام بنی امیہ اور بنی عباسیہ کی سعی بلےغ کے باوجود آپ بطن نرجس خاتون سے پےدا ہوئے اورکوئی آپ کودےکھ تک نہ سکا۔

۲) حضرت عیسی کے بارے میں تمام یہودی اورنصرانی متفق ہیں کہ آپ کوسولی دے دی گئی اورآپ قتل کئے جا چکے، لےکن خداوندعالم نے اس کی ردفرمادی اورکہ دیا کہ وہ نہ قتل ہوئے ہیں اورنہ ان کوسولی دی گئی ہے یعنی خداوندعالم نے اپنے پاس بلالیا ہےاوروہ آسمان پرامن وامان خدا میں ہیں۔ اسی طرح حضرت امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں بھی لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ پےدا ہی نہیں ہوئے حالانکہ وہ پےدا ہوکر حضرت عیسی کی طرح غائب ہو چکے ہیں۔

۳ حضرت نوح نے لوگوں کی نافرمانی سے عاجز آکر خدا کے عذاب کے نزول کی درخواست کی خداوندعالم نے فرمایا کہ پہلے ایک درخت لگاؤ وہ پھل لائے گا تب عذاب کروں گا اسی طرح نوح نے سات مرتبہ کیا بالاخراس تاخےر کی وجہ سے آپ کے تمام دوست وموالی اورامےان دار کافرہوگئے اورصرف ستر مومن رہ گئے ۔ اسی طرح غیبت امام مہدی اورتاخےرظہورکی وجہ سے ہورہا ہے ۔ لوگ فرامےن پےغمبر اور آئمہ علیہم السلام کی تکذےب کررہے ہیں اورعوام مسلم بلاوجہ اعتراضات کرکے اپنی عاقبت خراب کررہے

ہیں اورشاے داسی وجہ سے مشہور ہے کہ جب دنیا میں چالےس مومن کامل رہ جائیں گے تب آپ کا ظہور ہوگا۔

) حضرت خضر جوزندہ اورباقی ہیں اورقیامت تک موجود رہیں گے اورجب کہ حضرت خضر کے زندہ اورباقی رہنے میں مسلمانوں کوکوئی اختلاف نہیں ہے حضرت امام مہدی کے زندہ اورباقی رہنے میں بھی کوئی اختلاف کی وجہ نہیں ہے۔

غیبت صغری وکبری اورآپ کے سفرأ

آپ کی غیبت کی دوحیثیت تھی، ایک صغری اوردوسری کبری، غیبت صغری کی مدت ۷۵ یا۷۳ سال تھی ۔ اس کے بعد غیبت کبری شروع ہوگئ غیبت صغری کے زمانے میں آپ کاایک نائب خاص ہوتا تھا جس کے ذرےعہ اہتمام ہرقسم کانظام چلتا تھا سوال وجواب، خمس وزکوۃ اوردیگر مراحل اسی کے واسطہ طے ہوتے تھے خصوصی مقامات محروسہ میں اسی کے ذرےعہ اورسفارش سے سفرأمقررکئے جاتے تھے۔

سب سے پہلے جنہیں نائب خاص ہونے کی سعادت نصےب ہوئی ۔ان کانام نامی واسم گرامی حضرت عثمان بن سعےدعمری تھا آپ حضرت امام علی نقی علیہ السلام اورامام حسن عسکری علیہ السلام کے معتمد خاص اوراصحاب خلص میں سے تھے آپ قبےلہ بنی اسد سے تھے آپ کی کنےت ابوعمرتھی، آپ سامرہ کے قریہ عسکر کے رہنے والے تھے وفات کے بعد آپ بغداد میں دروازہ جبلہ کے قرےب مسجد میں دفن کئے گئے آپ ک وفات کے بعد بحکم امام علیہ

السلام آپ کے فرزند، حضرت محمد بن عثمان بن سعید اس عظیم منزلت پر فائز ہوئے، آپ کی کنیت ابوجعفر تھی آپ نے اپنی وفات سے ۲ ماہ قبل اپنی قبر کھدوادی تھی آپ کا کہنا تھا کہ میں یہ اس لئے کررہا ہوں کہ مجھے امام علیہ السلام نے بتادیا ہے اور میں اپنی تاریخ وفات سے واقف ہوں آپ کی وفات جمادی الاول ۳۰۵ ہجری میں واقع ہوئی ہے اور آپ ماں کے قریب بمقام دروازہ کوفہ سرراہ دفن ہوئے۔ پھر آپ کی وفات کے بعد بواسطۂ مرحوم حضرت امام علیہ السلام کے حکم سے حضرت حسین بن روح ؓ اس منصب عظیم پر فائز ہوئے۔ جعفر بن محمد بن عثمان سعید کا کہنا ہے، کہ میرے والد حضرت محمد بن عثمان نے میرے سامنے حضرت حسین بن روح کو اپنے بعد اس منصب کی ذمہ داری کے متعلق امام علیہ السلام کا پیغام پہنچایا تھا۔ حضرت حسین بن روح کی کنیت ابوقاسم تھی آپ محلہ نوبخت کے رہنے والے تھے آپ خفیہ طور پر جملہ ممالک اسلامیہ کا دورہ کیا کرتے تھے آپ دونوں فرقوں کے نزدیک معتمد، ثقہ، صالح اور امین قرار دئے گئے ہیں آپ کی وفات شعبان ۳۲۶ میں ہوئی اور آپ محلہ نوبخت کوفہ میں مدفون ہوئے ہیں آپ کی وفات کے بعد بحکم امام علیہ السلام حضرت علی بن محمد السمری اس عہدۂ جلیلہ پر فائز ہوئے آپ کی کنیت ابوالحسن تھی، آپ اپنے فرائض انجام دئے رہے تھے، جب وقت قریب آیا تو آپ سے کہا گیا کہ آپ اپنے بعد کا کیا انتظام کریں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اب آئندہ یہ سلسلہ قائم نہ رہے گا۔ (مجالس المومنین ص ۸۹ وجزیرہ خضرا ص ۶ وانوارالحسینیہ ص ۵۵)۔ ملا جامی اپنی کتاب شواہد النبوت کے ص ۲۱۴ میں لکھتے ہیں کہ محمد السمری کے انتقال سے ۶ یوم قبل امام علیہ

السلام کا ایک فرمان ناحیہ مقدسہ سے برآمد ہوا۔جس میں ان کی وفات کا ذکر اور سلسۂ سفارت کے ختم ہونے کا تذکرہ تھا۔امام مہدی کے خط کے ءون الفاظ یہ ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"یاعلی بن محمد عظم اللہ اجر اخر انك فك فانك میت ما بےنك وبین ستة ایام فاجمع امرك ولاترض الی احد ےقوم مقامك بعدوفاتك فقد وقعت الغےبة السامة فلاظھور الا بعداذن اللہ تعالی وذلك بعد طول الامد الخ"۔

ترجمہ: اے علی بن محمد! خداوند عالم تمھارے بارے میں تمھارے بھائےوں اور تمھارے اور دوستوں کو اجر جزےل عطا کرے، تمہیں معلوم ہو کہ تم چھےوم میں وفات پانے والے ہو،تم اپنے انتظامات کرلو۔اور آئندہ کے لئے اپنا کوئی قائم مقام تجوےز و تلاش نہ کرو۔اس لئے کہ غیبت کبری واقع ہوگئی ہے اور اذن خدا کے بغیر ظہور ناممکن ہوگا۔ یہ ظہور بہت طویل عرصہ کے بعد ہوگا۔

غرضکہ چھےوم گذرنے کے بعد حضرت ابوالحسن علی بن محمد السمر ی بتاریخ ۱۵ شعبان ۳۲۹ انتقال فرما گئے۔اور پھر کوئی خصوصی سفےر مقرر نہیں ہوا اور غیبت کبری شروع ہوگئی۔

سفرأعمومی کے اسماء

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان سفرأ کے اسماء بھی درج ذیل کردئے جائیں جو انھیں نواب خاص کے ذریعہ اور سفارش سے بحکم امام ممالک محروسہ مخصوصہ میں امام علیہ السلام کا کام کرتے تھے اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے تھے۔

) بغداد سے حاجز، بلالی، عطار۔ کوفہ سے عاصمی۔ اہواز سے محمد بن ابراہیم بن مہریار۔ ہمدان سے محمد بن صالح۔ رے سے بسامی واسدی۔ آذربائے جان سے قسم بن علأ۔ نے شاپور سے محمد بن شاذان۔ قسم سے احمد بن اسحاق۔ (غایۃ المقصود جلد ا ص ۱۲۰)۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی غیبت کے بعد :

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی غیبت چونکہ خداوند عالم کی طرف سے بطور لطف خاص عمل میں آئی تھی، اس لئے آپ خدائی خدمت میں ہمہ تن منہمک ہو گئے اور غائب ہونے کے بعد آپ نے دین اسلام کی خدمت شروع فرمادی۔ مسلمانوں، مومنوں کے خطوط کے جوابات دینے، ان کی بوقت ضرورت رہبری کرنے اور انھیں راہ راست دکھانے کا فریضہ ادا کرنا شروع کردیا ضروری خدمات آپ زمانۂ غیبت صغریٰ میں بواسطۂ سُفرأ یا بلاوسطہ اور زمانہ غیبت کبریٰ میں بلاواسطہ انجام دیتے رہے اور قیامت تک انجام دیتے رہیں گے۔

۳۰۷ ہجری میں آپ کا حجرِ اسود نصب کرنا:

علامہ اربلی لکھتے ہیں کہ زمانۂ نیابت میں بعہد حسین بن روح، ابوالقاسم جعفر بن محمد بن قولویہ بارادۂ حج بغداد گئے اور وہ مکہ معظمّہ پہنچ کر حج کرنے کا فیصلہ کئے ہوئے تھے۔ لیکن وہ بغداد پہنچ کر سخت علیل ہوگئے۔ اسی دوران میں آپ نے سنا کہ قرامطہ نے حجرِ اسود کو نکال لیا ہے اور وہ اسے کچھ درست کر کے ایام حج میں پھر نصب کریں گے۔ کتابوں میں چونکہ پڑھ چکے تھے کہ حجرِ اسود صرف امام زمانہ ہی نصب کر سکتا ہے جیسا کہ پہلے آنحضرت صلعم نے نصب کیا تھا، پھر زمانۂ حجاج میں امام زین العابدین نے نصب کیا تھا۔ اسی بناء پر انھوں نے اپنے ایک کرم فرما "ابن ھشام" کے ذریعہ سے ایک خط ارسال کیا اور اسے کہہ دیا کہ جو حجرِ اسود نصب کرے اسے یہ خط دے دینا۔ نصب حجر کی لوگ سعی کر رہے تھے۔ لیکن وہ اپنی جگہ پر قرار نہیں لیتا تھا کہ اتنے میں ایک خوبصورت نوجوان ایک طرف سے سامنے آیا اور اس نے اسے نصب کر دیا اور وہ اپنی جگہ پر مستقر ہوگیا۔ جب وہ وہاں سے روانہ ہوا تو ابن ہشام ان کے پیچھے ہولئے۔ راستہ میں انھوں نے پلٹ کر کہا اے ابن ہشام، تو جعفر بن محمد کا خط مجھے دے دے۔ دیکھ اس میں اس نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ وہ کب تک زندہ رہے گا۔ اس سے یہ کہہ دینا کہ وہ ابھی تیس سال اور زندہ رہے گا یہ کہہ کر وہ نظروں سے غائب ہوگئے۔ ابن ہشام نے سارا واقعہ بغداد پہنچ کر جعفر بن قولویہ سے بیان کر دیا۔ غرضکہ وہ تیس سال کے بعد وفات پا گئے۔ (کشف الغمہ ص ۱۳۳) اسی قسم کے کئی واقعات کتاب مذکور میں موجود ہیں۔

علامہ عبدالرحمن ملا جامی رقمطراز ہیں کہ ایک شخص اسماعیل بن حسن ہرقلی جونواحی حلہ میں مقیم تھا اس کی ران پر ایک زخم نمودار ہو گیا تھا جو ہر زمانۂ بحار میں ابل آتا تھا جس کے علاج سے تمام دنیا کے اطبأ عاجز اور قاصر ہو گئے تھے وہ ایک دن اپنے بیٹے شمس الدین کو ہمراہ لے کر سید رضی الدین علی بن طاؤس کی خدمت میں گیا۔ انھوں نے پہلے تو بڑی سعی کی، لیکن کوئی چارہ کار نہ ہوا ہر طبیب یہ کہتا تھا کہ یہ پھوڑا "رگ اکحل" پر ہے اگر اسے نشتر دیا جائے تو جان کا خطرہ ہے اس لئے اس کا علاج ناممکن ہے۔ اسماعیل کا بیان ہے کہ "چون از اطبأ مایوس شدم عزیمت مشہد شریف سرمن رائے کردم" جب میں تمام اطباء سے مایوس ہو گیا تو سامرہ کے سرداب کے قریب گیا، اور وہاں پر حضرت صاحب الامر کو متوجہ کیا، ایک شب دریائے دجلہ سے غسل کرکے واپس آرہا تھا کہ چار سوار نظر آئے، ان میں سے ایک نے میرے زخم کے قریب ہاتھ پھیرا اور میں بالکل اچھا ہو گیا میں ابھی اپنی صحت پر تعجب ہی کر رہا تھا کہ ان میں سے ایک سوار نے جو سفید ریش تھے کہا کہ تعجب کیا ہے تجھے شفا دینے والے امام مہدی علیہ السلام ہیں یہ سن کر میں نے ان کے قدموں کا بوسہ دیا اور وہ لوگ نظروں سے غائب ہو گئے۔ (شواہد النبوت ص ۲۱۴ وکشف الغمہ ص ۱۳۲)۔

اسحاق بن یعقوب کے نام امام عصر کا خط:

علامہ طبرسی بحوالہ محمد بن یعقوب کلینی لکھتے ہیں کہ اسحق بن یعقوب نے بذریعہ محمد بن عثمان عمری حضرت امام مہدی علیہ السلام کی خدمت ایک خط ارسال کیا جس میں کئی سوالات مندرج تھے ۔حضرت نے بخط خود جواب تحریرفرمایا اورتمام سوالات کے جوابات تحریراعنایت فرمائے جس کے اجزأیہ ہیں:

۱)جوہمارامنکرہے،وہ ہم سے نہیں۔

۲)میرےعزیزوں میں سے جومخالفت کرتے ہیں،ان کی مثال ابن نوح اوربرادران یوسف کی ہے۔

۳)فقاع یعنی جوکی شراب کاپینا حرام ہے۔

۴)ہم تمہارے مال صرف اس لئے (بطورخمس قبول کرتے ہیں کہ تم پاک ہوجاؤاورعذاب سے نجات حاصل کرسکو۔

۵)میرےظہورکرنے اورنہ کرنے کاتعلق صرف خداسے ہے جولوگ وقت ظہورمقررکرتے ہیں وہ غلطی پرہیں جھوٹ بولتے ہیں۔

۶)جولوگ یہ کہتے ہیں کہ امام حسینؑ قتل نہیں ہوئے وہ کافرجھوٹےاورگمراہ ہیں۔

۷)تمام واقع ہونے والے حوادث میں میرے سفرأپراعتمادکرو،وہ میری طرف سے تمہارے لئے حجت ہیں اورمیں حجت اللہ ہوں۔

۸)"محمدبن عثمان" امین اورثقہ ہیں اوران کی تحریرمیری تحریرہے۔

۹) محمد بن علی مہر یار اہوازی کا دل انشاء اللہ بہت صاف ہو جائے گا اور انھے ں کوئی شک نہ رہے گا۔

۱۰) گانے والی کی اجرت و قیمت حرام ہے۔

۱۱) محمد بن شاذان بن نے عم ہمارے شےعوں میں سے ہے۔

۱۲) ابوالخطاب محمد بن ابی زےنب اجدع ملعون ہے اور ان کے ماننے والے بھی ملعون ہیں ۔میں اور میرے باپ دادا اس سے اور اس کے باپ دادا سے ہمےشہ بےزار رہے ہیں۔

۱۳) جو ہمارا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پےٹوں میں آگ بھر رہے ہیں۔

۱۴) خمس ہمارے سادات شےعہ کے لئے حلال ہے۔

۱۵) جو لوگ دےن خدا میں شک کرتے ہیں وہ اپنے خود ذمہ دار ہیں۔

۱۶) مےری غیبت کے وں واقع ہوئی ہے۔ یہ بات خدا کی مصلحت سے متعلق ہے اس کے متعلق سوال بےکار ہے۔ میرے آباؤاجداد دنیا والوں کے شکنجہ میں رہے ہیں لےکن خدا نے مجھے اس شکنجہ سے بچا لیا ہے جب میں ظہور کروں گا بالکل آزاد ہوں گا۔

) زمانۂ غیبت میں مجھ سے فائدہ کیا ہے؟ اس کے متعلق یہ سمجھ لو کہ مےری مثال غیبت میں وےسی ہے جےسے ابر میں چھپے ہوئے آفتاب کی۔ میں ستاروں کی مانند اہل ارض کے لئے امان ہوں تم لوگ غیبت اور ظہور سے متعلق سوالات کا سلسلہ بند کرو اور خداوند عالم کی بارگاہ میں دعا کرو کہ وہ جلد میرے ظہور کا حکم دے، اے اسحاق ! تم پر اور ان لوگوں پر مےرا سلام ہو جو ہدآیت کی اتباع کرتے ہیں۔ (اعلام الوری ص ۲۵۸ مجالس المومنین ص ۱۹۰، کشف الغمہ ص ۱۴۰)۔

شیخ محمد بن محمد کے نام امام زمانہ کا مکتوب گرامی

علمأ کا بیان ہے کہ حضرت امام عصر علیہ السلام نے جناب شیخ مفید ابو عبداللہ محمد بن محمد بن نعمان کے نام ایک مکتوب ارسال فرمایا ہے۔جس میں انھوں نے شیخ مفید کی مدح فرمائی ہے اور بہت سے واقعات سے موصوف کو آگاہ کیا ہے ان کے مکتوب گرامی کا ترجمہ یہ ہے:

میرے ےنےک برادراورلائق محب، تم پرے راسلام ہو۔تمھیں دےنی معاملہ میں خلوص حاصل ہے اورتم ہمارے بارے میں ےقےن کامل رکھتے ہو۔ہم اس خدا کی تعرےف کرتے ہیں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ہم درود بھےجتے ہیں حضرت محمد مصطفی اوران کی پاک آل پر ہماری دعاء ہے کہ خدا تمہاری توفےقات دےنی ہمےشہ قائم رکھے اور تمہیں نصرت حق کی طرف ہمےشہ متوجہ رکھے۔تم جو ہمارے بارے میں صدق بیانی کرتے رہتے ہو، خدا تم کو اس کا اجرعطا فرمائے۔تم نے جو ہم سے خط وکتابت کا سلسہ جاری رکھا اوردوستوں کو فائدہ پہونچایا، وہ قابل مدح وستائش ہے۔ہماری دعا ہے کہ خدا تم کو دشمنوں کے مقابلہ میں کامیاب رکھے۔اب ذرا ٹھہر جاؤ۔اورجےسا ہم کہتے ہیں اس پر عمل کرو۔ اگرچہ ہم ظالموں کے امکانات سے دور ہیں لےکن ہمارے لئے خدا کافی ہے جس نے ہم کو ہمارے شےعہ مومنین کی بہتری کے لئے ذرائع دکھائے دےئے ہیں۔جب تک دولت دنیا فاسقوں کے ہاتھ میں رہے گی۔ہم کو تمہاری خبرےں پہونچتی رہیں گی اورتمہارے معاملات کے متعلق کوئی بات ہم سے پوشےدہ نہ رہے گی۔ہم ان لغزشوں کو جانتے ہیں

جولوگوں سے اپنے نےک اسلاف کے خلاف ظاہر ہورہی ہیں۔(شاےد اس سے اپنے چچا جعفر کی طرف اشارہ فرمایا ہے) انھوں نے اپنے عہدوں کو پس پشت ڈال دیا ہے، گویا وہ کچھ جانتے ہی نہیں۔تاہم ہم ان کی رعاےتوں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ ان کے ذکر بھولنے والے ہیں اگر اےسا ہوتا توان پر مصےبتےں نازل ہوجاتےں اور دشمنوں کو غلبہ حاصل ہوجاتا ،پس ان سے کہو کہ خدا سے ڈرواور ہمارے امرونہی کی حفاظت کرو اور اللہ اپنے نور کا کامل کرنے والا ہے، چاہے مشرک کےسے ہی کراہت کریں۔تقیہ کو پکڑے رہو، میں اس کی نجات کا ضامن ہوں جو خدا کی مرضی کا راستہ چلے گا۔اس سال جمادی الاول کا مہےنہ آئے گا تو اس کے واقعات سے عبرت حاصل کرنا تمہارے لئے زمین وآسمان سے روشن آیتےں ظاہر ہوں گی۔مسلمانوں کے گروہ حزن وقلق میں بمقام عراق پھنس جائیں گے اور ان کی بداعمالےوں کی وجہ سے رزق میں تنگی ہوجائے گی پھر یہ ذلت ومصےبت شرےروں کی ھلاکت کے بعد دور ہوجائے گی۔ان کی ھلاکت سے نےک اور متقی لوگ خوش ہوں گے لوگوں کو چاہےے کہ وہ اےسے کام کریں جن سے ان میں ہماری محبت زیادہ ہو۔یہ معلوم ہونا چاہےے کہ جب موت ےکاےک آجائے گی تو باب توبہ بند ہوجائے گا اور خدائی قہر سے نجات نہ ملے گی خدا تم کو نےکی پر قائم رکھے ،اورتم پر رحمت نازل کرے۔“

میرے خیال میں یہ خط عہد غیبت کبری کا ہے،کےونکہ شیخ مفید کی ولادت ۱۱ ذیقعدہ ۳۳۶ ہجری ہے اور وفات ۳رمضان ۴۱۳ میں ہوئی ہے اور غیبت صغری کا اختتام ۱۵ شعبان ۳۲۹

میں ہوا ہے علامہ کے رحضرت شہے د ثالث علامہ نور اللہ شوشتری مجالس المومنین کے ص ۲۰۶ میں لکھتے ہیں کہ شیخ مفید کے مرنے کے بعد حضرت امام عصر نے تین شعر ارسال فرمائے تھے جو مرحوم کی قبر پر کندہ ہیں۔

ان حضرات کے نام جنھوں نے زمانۂ غیبت صغری میں امام کو دیکھا ہے

چار وکلائے خصوصی اور سات وکلائے عمومی کے علاوہ جن لوگوں نے حضرت امام عصر علیہ السلام کو دیکھا ہے ان کے اسماء میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

بغداد کے رہنے والوں میں سے (۱) ابوالقاسم بن رئیس (۲) ابوعبداللہ ابن فروخ (۳) مسرور الطباخ (۴-۵) احمد و محمد پسران حسن (۶) اسحاق کاتب از نوبخت (۷) صاحب الفرأ (۸) صاحب الصرة المختومہ (۹) ابوالقاسم بن ابی جلیس (۱۰) ابوعبداللہ الکندی (۱۱) ابوعبداللہ الجنیدی (۱۲) ہارون الفراز (۱۳) النلی (ہمدان کے باشندوں میں سے) (۱۴) محمد بن کشمر (۱۵) وجعفر بن ہمدان (دے نور کے رہنے والوں میں سے) (۱۶) حسن بن ہروان (۱۷) احمد بن ہروان (ازاصفہان) (۱۸) ابن بازشالہ (ازضمر) (۱۹) زےدان (ازقم) (۲۰) حسن بن نصر (۲۱) محمد بن محمد (۲۲) علی بن محمد بن اسحاق (۲۳) محمد بن اسحاق (۲۴) حسن بن یعقوب (ازری) (۲۵) قسم بن موسی (۲۶) فرزند قسم بن موسی (۲۷ ۹۲ ابن محمد بن ہارون (۲۸) صاحب الحصاۃ (۲۹) علی بن محمد (۳۰) محمد بن

ےعقوب کلے نی (۳۱) ابوجعفر الرقاؔ (ازقزوےن) (۳۲) مرواس (۳۳) علی بن احمد (ازفارس) (۳۴) المجروح (ازشہزور) (۳۵) ابن الجمال (ازقدس) (۳۶) مجروح (ازمرو) (۳۷) صاحب الالف دےنار (۳۸) صاحب المال والرقۃ الےضاؔ (۳۹) ابوثابت (ازنےشابور) (۴۰) محمد بن شعےب بن صالح (ازےمن) (۴۱) فضل بن برےد (۴۲) حسن بن فضل (۴۳) جعفری (۴۴) ابن الاعجمی (۴۵) شمشاطی (ازمصر) (۴۶) صاحب المولودےن (۴۷) صاحب المال (۴۸) ابورجاؔ (ازنصےبےن) (۴۹) ابومحمد ابن الوجنا (ازاہواز) (۵۰) الحصےنی (عاےۃ المقصود جلد ا ص ۱۲۱)۔

زیارت ناحیہ اور اصول کافی:

کہتے ہیں کہ اسی زمانہ غیبت صغریٰ میں ناحیہ مقدسہ سے ایک اےسی زیارت برآمد ہوئی ہے جس میں تمام شہدائے کربلا کے نام اور انکے قاتلوں کے آسمائیں۔ اس ”زیارت ناحیہ“ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اصول کافی جو کہ حضرت ثقۃ الاسلام علامہ کلےنی المتوفی ۳۲۸ کی ۲۰ سالہ تصنےف ہے وہ جب امام عصر کی خدمت میں پےش ہوئی تو آپ نے فرمایا: ”ھذا کاف لشےعتنا۔“ یہ ہمارے شےعوں کے لئے کافی ہے زیارت ناحیہ کی توثےق بہت سے علماء نے کی ہے جن میں علامہ طبرسی اور مجلسی بھی ہیں دعائے سباسب بھی آپ ہی سے مروی ہے۔

غیبت کبریٰ میں امام مہدی کا مرکزی مقام:

امام مہدی علیہ السلام چونکہ اسی طرح زندہ اور باقی ہیں جس طرح حضرت عیسیٰ، حضرت ادریس، حضرت خضر، حضرت الیاس ۔ نیز دجال بطال، یاجوج ماجوج اور ابلیس لعین زندہ اور باقی ہیں اوران سب کا مرکزی مقام موجود ہے ۔ جہاں یہ رہتے ہیں مثلا حضرت عیسیٰ چوتھے آسمان پر (قرآن مجید) حضرت ادریس جنت میں (قرآن مجید) حضرت خضراورالیاس، مجمع البحرین یعنی دریائے فارس وروم کے درمیان پانی کے قصر میں (عجائب القصص علامہ عبدالواحد ص ۱۷۶) اوردجال بطال طبرستان کے جزیرہ مغرب میں (کتاب غایۃ المقصود جلد ۱ ص ۱۰۲) اور یاجوج ماجوج بحیرۂ روم کے عقب میں دو پہاڑوں کے درمیان (کتاب غایۃ المقصود جلد ۲ ص ۴۷) اور ابلیس لعین ،استعمارارضی کے وقت والے پایۂ تخت ملتان میں (کتاب ارشادالطالبین علامہ اخوند درویزہ ص ۲۴۳) تو لامحالہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کا بھی کوئی مرکزی مقام ہونا ضروری ہے جہاں آپ تشریف فرما ہوں اوروہاں سے ساری کائنات میں اپنے فرائض انجام دےتے ہوں اسی لئے کہا جاتا ہے کہ زمانہ غیبت میں حضرت امام مہدی علیہ السلام (جزیرہ خضرا اور بحرابیض) میں اپنی اولاد اپنے اصحاب سمیت قیام فرما ہیں اور وہیں سے باعجاز تمام کام کیا کرتے اور ہر جگہ پہنچا کرتے ہیں، یہ جزیرہ خضرا سرزمین ولآیت بربر میں درمیان دریائے اندلس واقع ہے یہ جزیرہ معمور وآباد ہے، اس دریا کے ساحل میں ایک موضع بھی ہے جو بشکل جزیرہ ہے اسے اندلس والے (جزیرہ رفضہ) کہتے ہیں، کےونکہ اس

میں ساری آبادی شیعوں کی ہے اس تمام آبادی کی خوراک وغیرہ جزیرہ خضرا سے براہ بحرابیض سال میں دوبار ارسال کی جاتی ہے۔ملاحظہ ہو(تاریخ جہاں آرا۔ریاض العماء ،کفاےۃ المہدی ،کشف القناع ، ریاض المومنین ،غایۃ المقصود ،رسالہ جزیرہ خضراء وبحرابیض اورمجالس المومنین علامہ نوراللہ شوشتری وبحارالانوار،علامہ مجلسی کتاب روضۃ الشہداءعلامہ حسین واعظ کاشفی ص ۴۳۹ میں امام مہدی کے اقصائے بلاد مغرب میں ہونے اوران کے شہروں پر تصرف رکھنے اورصاحب اولاد وغیرہ ہونے کا حوالہ ہے۔امام شبلنجی علامہ عبدالمومن نے بھی اپنی کتاب نورالابصار کے ص ۱۵۲ میں اس کی طرف بحوالہ کتاب جامع الفنون اشارہ کیاہے،غیاث اللغات کے ص ۲۷ میں ہے کہ یہ وہ دریاہے جس کے جانب مشرق چین،جانب غربی یمن،جانب شمالی ہند،جانب جنوبی دریائے محیط واقع ہے۔اس بحرابیض واخضر کا طول ۲ ہزار فرسخ اورعرض پانچ سوفرسخ ہے اس میں بہت سے جزیرے آباد ہیں جن میں ایک سراندیب بھی ہےاس کتاب کے ص ۲۹۵ میں ہے کہ ”صاحب الزمان“ حضرت امام مہدی علیہ السلام کالقب ہے علامہ طبرسی لکھتے ہیں کہ آپ جس مکان میں رہتے ہیں اسے ”بیت الحمد“ کہتے ہیں۔(اعلام الوری ص ۲۶۳)۔

جزیرہ خضرا میں امام علیہ السلام سے ملاقات

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی قیام گاہ جزیرہ خضرا میں جو لوگ پہنچے ہیں۔ ان میں سے شیخ صالح، شیخ زے ن العابدے ن ملی بن فاضل مازندرانی کا نام نمایاں طور پر نظر آتا ہے۔ آپ کی ملاقات کی تصدے ق، فضل بن ے حے ی بن علی طے عی کوفی و شیخ عالم عامل شیخ شمس الدے ن نجح حلی و شیخ جلال الدے ن، عبداللہ ابن عوام حلی نے فرمائی ہے۔ علامہ مجلسی نے آپ کے سفر کی ساری وؤے داد ایک رسالہ کی صورت میں ضبط کیا ہے۔ جس کا مفصل ذکر بحارالانوار میں موجود ہے رسالہ جزیرہ خضراء کے ص ا میں ہے کہ شیخ اجل سعے د شہے د بن محمد مکی اور ے ر شمس الدے ن محمد اسداللہ شوشتری نے بھی تصدے ق کی ہے۔

مؤلف کتاب ہذا کہتا ہے کہ حضرت کی ولادت حضرت کی غیبت، حضرت کا ظہور وغے رہ جس طرح رمز خداوندی اور راز الٰہی ہے اسی طرح آپ کی جائے قیام بھی ایک راز ہے جس کی اطلاع عام ضروری نہیں ہے، واضح ہو کہ کولمبس کے ادراک سے قبل بھی امرے کہ کا وجود تھا۔

امام غائب کا ہر جگہ حاضر ہونا

احادے ث سے ثابت ہے کہ امام علیہ السلام جو کہ مظہر العجائب حضرت علی کے پوتے، ہر مقام پر پہونچتے اور ہر جگہ اپنے ماننے والوں کے کام آتے ہیں۔ علمأ نے لکھا ہے کہ آپ بوقت ضرورت مذہبی لوگوں سے ملتے ہیں لوگ انھے ں دے کھتے ہیں یہ اور بات ہے کہ انھیں پہچان نہ سکے ں۔ (غایۃ المقصو د)۔

امام مہدی اور حج کعبہ

یہ مسلمات میں سے ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام ہر سال حج کعبہ کے لئے مکہ معظّمہ اسی طرح تشریف لے جاتے ہیں جس طرح حضرت خضر و الیاس جاتے ہیں (سراج القلوب ۷۷) علی احمد کوفی کا بیان ہے کہ میں طواف کعبہ میں مصروف و مشغول تھا کہ میری نظر ایک نہایت خوبصورت نوجوان پر پڑی، میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ اور کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ آپ نے فرمایا "انا المھدی وانا القائم۔" میں مہدی آخرالزماں اور قائم آل محمد ہوں۔ غانم ہندی کا بیان ہے کہ میں امام مہدی کی تلاش میں ایک مرتبہ بغداد گیا، ایک پل سے گزرتے ہوئے مجھے ایک صاحب ملے اور وہ مجھے ایک باغ میں لے گئے اور انھوں نے مجھ سے ہندی زبان میں کلام کیا اور فرمایا کہ تم امسال حج کے لئے نہ جاؤ، ورنہ نقصان پہونچے گا محمد بن شاذان کا کہنا ہے کہ میں ایک دفعہ مدینہ میں داخل ہوا تو حضرت امام مہدی علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، انھوں نے میرا پورا نام لے کر مجھے پکارا، چونکہ میرے پورے نام سے کوئی واقف نہ تھا اس لئے مجھے تعجب ہوا۔ میں نے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا میں امام زمانہ ہوں۔ علامہ شیخ سلیمان قندوزی بلخی تحریر فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن صالح نے کہا کہ میں نے غیبت کبری کے بعد امام مہدی علیہ السلام کو حجر اسود کے نزدیک اس حال میں کھڑے ہوئے دیکھا کہ انھیں لوگ چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ (ینابیع المودة)۔

زمانہ غیبت کبری میں امام مہدی کی بیعت:

حضرت شیخ عبداللطے ف حلبی حنفی کا کہنا ہے کہ میرے والد شیخ ابراہےم حسین کا شمار حلب کے مشائخ عظام میں تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میرے مصری استاد نے بیان کیا ہے کہ میں نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔(ے نابع المودۃ باب ۸۵ ص ۳۹۲)

امام مہدی کی مومنین سے ملاقات:

رسالہ جزیرہ خضرا کے ص ۱۶ میں بحوالہ احادے ث آل محمد مرقوم ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام سے ہر مومن کی ملاقات ہوتی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ مومنین انھے ں مصلحت خداوندی کی بناء پر اس طرح نہ پہچان سکے ں جس طرح پہچاننا چاہے ے مناسب معلوم ہوتا ہے اس مقام پر میں اپنا ایک خواب لکھ دوں۔ واقعہ یہ ہے کہ آج کل جبکہ میں امام زمانہ کے حالات لکھ رہا ہوں حدے ث مذکورہ پر نظر ڈالنے کے بعد فورا ذہن میں یہ خیال پے دا ہوا کہ مولا سب کو دکھائی دے تے ہیں، لے کن مجھے آج تک نظر نہیں آئے ،اس کے بعد میں استراحت پر گیا اور سونے کے ارادے سے لے ٹا ابھی نے ند نہ آئی تھی اور قطعی طور پر نے م بے داری کی حالت میں تھا کہ ناگاہ میں نے دے کھا کہ میرے کان سے جانب مشرق تا بحد نظر ایک قوسی خط پڑا ہوا ہے یعنی شمال کی جانب کا سارا حصہ عالم پہاڑ ہے اور اس پر امام مہدی علیہ السلام برہنہ تلوار لئے کھڑے ہیں اور یہ کہتے ہوئے کہ "نصف دنیا آج ہی

فتح کرلوں گا۔" شمال کی جانب ایک پاؤں بڑھا رہے ہیں آپ کا قد عام انسانوں کے قد سے ڈےوڑھا اور جسم دوہرا ہے، بڑی بڑی سرمگےن آنکھےں اور چہرہ انتہائی روشن ہے آپ کے پٹے کٹے ہوئے ہیں اور سارا لباس سفےد ہے اور وقت عصر کا ہے۔

یہ واقعہ ۳۰ نومبر ۱۹۵۸ شب ے کشنبہ بوقت ساڑھے چار بجے شب کا ہے۔

ملا محمد باقر داماد کا امام عصر سے استفادہ کرنا:

ہمارے اکثر علماٗ علمی مسائل اور مذہبی و معاشرتی مراحل حضرت امام مہدی ہی سے طے کرتے آئے ہیں ملا محمد باقر داماد جو ہمارے عظیم القدر مجتہد تھے ان کے متعلق ہے کہ ایک شب آپ نے ضرےح نجف اشرف میں ایک مسئلہ لکھ کر ڈالا اس کے جواب میں ان سے تحرےرا کہا گیا کہ تمھارا امام زمانہ اس وقت مسجد کوفہ میں نماز گذار رہے ہیں تم وہاں جاؤ، وہ وہاں جا پہونچے ،خود بخود دروازہ مسجد کھل گیا۔ اور آپ اندرداخل ہوگئے آپ نے مسئلہ کا جواب حاصل کیا اوا آپ مطمئن ہوکر برآمد ہوئے۔

جناب بحر العلوم کا امام زمانہ سے ملاقات کرنا:

کتاب قصص العلماٗ مولفہ علامہ تنکابنی ص ۵۵ میں مجتہد اعظم کربلائے معلیٰ جناب آقا محمد مہدی بحر العلوم کے تذکرہ میں مرقوم ہے کہ ایک شب آپ نماز میں اندرون حرم مشغول تھے کہ اتنے میں امام عصر اپنے اب وجد کی زیارت کے لئے تشریف لائے جس کی وجہ سے

ان کی زبان میں لکنت ہوئی اور بدن میں ایک قسم کا رعشہ پیدا ہوگیا پھر جب وہ واپس تشریف لے گئے تو ان پر جو ایک خاص قسم کی کیفیت طاری تھی وہ جاتی رہی۔اس کے علاوہ آپ کے اسی قسم کے کئی واقعات کتاب مذکورہ میں مندرج ہیں۔

امام مہدی علیہ السلام کا حمایت مذہب فرمانا واقعہ انار:

کتاب کشف الغمہ ۱۳۳ میں ہے کہ سے د باقی بن عطوہ امامیہ مذہب کے تھے اوران کے والدزےدیہ خیال رکھتے تھے ایک دن ان کے والدعطوہ نے کہا کہ میں سخت علیل ہوگیا ہوں اوراب بچنے کی کوئی امےدنہیں۔ ہر قسم کے اطبا کا علاج کرا چکا ہوں، اے نورنظر! میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ اگر مجھے تمہارے امام نے شفادے دی ،تو میں مذہب امامیہ اختیار کرلوں گا یہ کہنے کے بعد جب یہ رات کو بستر پر گئے تو امام زمانہ کاان پر ظہور ہوا،امام نے مقام مرض کواپنا ہاتھ سے مس کردیا اوروہ مرض جاتا رہا عطوہ نے اسی وقت مذہب امامیہ اختیار کرلیا اور رات ہی میں جا کر اپنے فرزند باقی علوی کوخوشخبری دے دی۔

اسی طرح کتاب جواہرالبیان میں ہے کہ بحرین کا والی نصرانی اوراس کا وزیر خارجی تھا ،وزیر نے بادشاہ کے سامنے چند تازہ انار پےش کئے جن پر خلفاً کے نام علی الترتےب کندہ تھے اور بادشاہ کو ےقےن دلایا کہ ہمارامذہب حق ہے اور ترتےب خلافت منشأ قدرت کے مطابق درست ہے بادشاہ کے دل میں یہ بات کچھ اس طرح بےٹھ گئی کہ وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہوگیا کہ وزیر کا مذہب حق ہے اورامامیہ راہ باطل پر گامزن ہیں، چنانچہ اس نے اپنے خیال کی

تکمیل کے لئے جملہ علمأ امامیہ کو جواس کے عہد حکومت تھے بلا بھےجا اورانھےں انار دکھا کر ان سے کہا کہ اس کی رد میں کوئی معقول دلےل لاؤ ورنہ ہم تمہیں قتل کر کے تمام مذہب کو بےخ وبن سے اکھاڑ دیں گے،اس واقعہ نے علمأ کرام میں ایک عجےب قسم کا ہےجان پےدا کر دیا، بالاخرسب علماء آپس میں مشورہ کے بعد اےسے دس علمأ پر متفق ہو گئے جوان میں نسبتا مقدس تھے اور پروگرام یہ بنایا کہ جنگل میں ایک ایک عالم بوقت شب جا کرامام زمانہ سے استعانت کرے، چونکہ ایک شب کی مہلت ومدت ملی تھی ،اس لئے پرےشانی زیادہ تھی غرضکہ علماء نے جنگل میں جا کرامام زمانہ سے فریاد کا سلسلہ شروع کیا۔ دوعالم اپنی اپنی مدت،فریادوفغاں ختم ہونے پر جب واپس آئے اورتےسرے عالم حضرت محمد بن علی کی باری آئی تو آپ نے بدستورصحرا میں جا کر مصلی بچھا دیا ،اورنماز کے بعد امام زمانہ کواپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی لےکن ناکام ہوکر واپس آتے ہوئے انھےں ایک شخص راستے میں ملا اس نے پوچھا۔ کیابات ہے کےوں پرےشان ہو،آپ نے عرض کی امام زمانہ کی تلاش ہے اوروہ تشریف لانہیں رہے ۔ اس شخص نے کہا :” انا صاحب العصر فاذکرحاجتک“ میں ہی تمہاراامام زمانہ ہوں، کہوکیا کہتے ہومحمد بن علی نے کہا کہ اگرآپ صاحب العصر ہیں توآپ سے حاجت بیان کرنے کی ضرورت کیا،آپ کوخود ہی علم ہوگا۔

اس کے جواب میں انھوں نے فرمایا کہ سنو!وزیر کے فلاں کمرہ میں ایک لکڑی کا صندوق ہے اس مٹی کے چند سانچے رکھے ہوئے ہیں جب انارچھوٹا ہوتاہے وزیراس پرسانچہ چڑھادےتاہے۔اورجب وہ بڑھتاہےتواس پروہ نام کندہ ہوجاتے ہیں جوسانچہ میں کندہ

ہیں محمد بن علی! تم بادشاہ کو اپنے ہمراہ لے جا کر وزیر کے دجل وفریب کو واضح کر دو، وہ اپنے ارادہ سے باز آجائے گا اور وزیر کو سزا دے گا چنانچہ اسے ساہی کیا گیا اور وزیر برخواست کر دیا گیا۔ (کتاب بداے ع الاخبار ملا اسماعیل سبزواری ص ۱۵۰ وسفینۃ البحار جلد ا ص ۵۳۶ طبع نجف اشرف)۔

امام عصر کا واقعۂ کربلا بیان کرنا:

حضرت امام مہدی علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ ”کھیعص“ کا کیا مطلب ہے تو فرمایا کہ اس میں (ک) سے کربلا (ہ) سے ہلاکت عترت (ی) سے یزید ملعون (ع) سے عطش حسینی (ص) سے صبر آل محمد مراد ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آیت میں جناب زکریا کا ذکر کیا گیا ہے۔ جب زکریا کو واقعۂ کربلا کی اطلاع ہوئی تو وہ تین روز تک مسلسل روتے رہے۔ (تفسیر صافی ص ۲۷۹)۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے طول عمر کی بحث:

بعض مستشرقین وماہرین اعمار کا کہنا ہے کہ ”جن کے اعمال وکردار اچھے ہوتے ہیں اور جن کا صفائے باطن کامل ہوتا ہے ان کی عمریں طویل ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ علماً فقہاء اور صلحاً کی عمریں اکثر طویل دیکھی گئی ہیں اور ہوسکتا ہے کہ طول عمر مہدی علیہ السلام کی یہ بھی ایک وجہ ہو، ان سے قبل جو آئمہ علیہم السلام گزرے وہ شہید کر دیئے گئے، اور ان

پر دشمنوں کا دسترس نہ ہوا،تو یہ زندہ رہ گئے اوراب تک باقی ہیں لےکن میرے نزدےک عمر کا تقرر وتعےن دست اےزد میں ہے اسے اختیار ہے کہ کسی کی عمر کم رکھے کسی کی زیادہ اس کی معےن کردہ مدت عمر میں ایک پل کا بھی تفرقہ نہیں ہوسکتا۔

توارےخ واحادےث سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند عالم نے بعض لوگوں کو کافی طویل عمرےں عطا کی ہیں ۔عمر کی طوالت مصلحت خداوندی پر مبنی ہے اس سے اس نے اپنے دوست اور دشمن دونوں کو نوازا ہے ۔دوستوں میں حضرت عیسی ،حضرت ادرےس ،حضرت خضر وحضرت الیاس ، اوردشمنوں میں سے ابلےس لعےن ،دجال بطال ، یاجوج ماجوج وغےرہ ہیں اور ہوسکتا ہے کہ چونکہ قیامت اصول دےن اسلام سے ہے اوراس کی آمد میں امام مہدی کا ظہور خاص حیثیت رکھتا ہے لہذا ان کا زندہ و باقی رکھنا مقصود رہا ہو،اوران کے طول عمر کے اعتراض کورد اور رفع ودفع کرنے کے لئے اس نے بہت سے افراد کی عمرےں طویل کردی ہوں مذکورہ افراد کو جانے دےجئے۔عام انسانوں کی عمروں کو دےکھئے بہت سے اےسے لوگ ملےں گے جن کی عمرےں کافی طویل رہی ہیں،مثال کے لئے ملاحظہ ہو :

١)۔لقمان کی عمر ٣٥٠٠ سال ۔(٢) عوج بن عنق کی عمر ٣٣٠٠ سال اور بقولے ٣٦٠٠ سال ۔ (٣) ذوالقرنےن کی عمر ٣٠٠٠ سال۔ (٤) حضرت نوح و(٥) ضحاک و(٦) طمہورث کی عمرےں ١٠٠٠ سال۔(٧) قےنان کی عمر ٩٠٠ سال ۔(٨) مہلائےل کی عمر ٨٠٠ سال (٩) نفےل بن عبداللہ کی عمر ٧٠٠ سال۔(١٠) ربےعہ بن عمر عرف سطےع

کاہن کی عمر ۶۰۰ سال۔(۱۱) حاکم عرب عامر بن ضرب کی عمر ۵۰۰ سال۔(۱۲) سام بن نوح کی عمر ۵۰۰ سال۔(۱۳) حرث بن مضاض جرہمی کی عمر ۴۰۰ سال۔(۱۴) ارفخشد کی عمر ۴۰۰ سال ۔ (۱۵) درے دبن زے دکی عمر ۴۵۶ سال۔ (۱۶) سلمان فارسی کی عمر ۴۰۰ سال۔(۱۷) عمرو بن روسی کی عمر ۴۰۰ سال۔(۱۸) زہے ربن جناب بن عبداللہ کی عمر ۴۳۰ سال۔ (۱۹) حرث بن ضیاص کی عمر ۴۰۰ سال۔ (۲۰) کعب بن حمجہ کی عمر ۳۹۰ سال ۔(۲۱) نصر بن دھمان بن سلے مان کی عمر ۳۹۰ سال۔ (۲۲) قے س بن ساعدہ کی عمر ۳۸۰ سال۔(۲۳) عمر بن ربے عہ کی عمر ۳۳۳ سال۔(۲۴) اکثم بن ضے فی کی عمر ۳۳۶ سال ۔ (۲۵) عمر بن طفے ل عدوانی کی عمر ۲۰۰ سال تھی (غایۃ المقصو د ص ۱۰۳ اعلام الوری ص ۲۷۰) ان لوگوں کی طویل عمروں کو دے کھنے کے بعد ہرگز نہیں کہا جا سکتا کہ ”چونکہ اتنی عمر کا انسان نہیں ہوتا، اس لئے امام مہدی کا وجود ہم تسلے م نہیں کرتے ۔ کے ونکہ امام مہدی علیہ السلام کی عمر اس وقت ۱۳۹۳ ہجری میں صرف گیارہ سو اڑتالے س سال کی ہوتی ہے جو مذکورہ عمروں میں سے لقمان حکے م اور ذوالقرنے ن جے سے مقدس لوگوں کی عمروں سے بہت کم ہے۔

الغرض قرآن مجید، اقوال علمأ اسلام اور احادے ث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام مہدی پے دا ہو کر غائب ہو گئے ہیں اور قیامت کے قرے ب ظہور کریں گے، اور آپ اسی طرح زمانہ غیبت میں بھی حجت خدا ہیں جس طرح بعض انبیاء اپنے عہد نبوت میں غائب ہونے کے دوران میں بھی حجت تھے (عجائب القصص ص ۱۹۱) اور عقل بھی یہی کہتی ہے کہ آپ زندہ

اور باقی موجود ہیں کےونکہ جس کے پےدا ہونے پر علمأ کا اتفاق ہواوروفات کا کوئی ایک بھی غےرمتعصب عالم قائل نہ ہواور

طویل العمرانسانوں کے ہونے کی مثالےں بھی موجود ہوں تولامحالہ اس کا موجوداور باقی ہونا ماننا پڑے گا۔ دلےل منطقی سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے لہذاامام مہدی زندہ اور باقی ہیں۔

ان تماشواہد اور دلائل کی موجودگی میں جن کا ہم نے اس کتاب میں ذکر کیا ہے،مولوی محمد امےن مصری کا رسالہ" طلوع اسلام" کراچی جلد ۱۴ص ۵۴ # و ۹۴ # میں یہ کہنا کہ:

" شےعوں کو ابتداء روی زمین پر کوئی ظاہری مملکت قائم کرنے میں کامیابی نہ ہوسکی ،ان کو تکلےفےں دی گئےں اور پراکندہ اور منتشر کردیا گیا توانھوں نے ہمارے خیال کے مطابق امام منتظراور مہدی وغےرہ کے پرامےدعقائدا ےجاد کرلئے تاکہ عوام کی ڈھارس بندھی رہے۔"

اورملااخونددروےزہ کا کتاب ارشادالطالبین ص ۳۹۶ میں یہ فرمانا کہ:

" ہندوستان میں ایک شخص عبداللہ نامی پےدا ہوگا جس کی بےوی کا اےمنہ(آمنہ) ہوگی، اس کے ایک لڑکا پےدا ہوگا جس کا نان محمد ہوگا وہی کوفہ جا کر حکومت کرے گا......

لوگوں کا یہ کہنا درست نہیں کہ امام مہدی وہی ہیں جوامام حسن عسکری کے فرزند ہیں۔ الخ

حددرجہ مضحکہ خےز،افسوس ناک اورحےرت انگےز ہے،کےونکہ علمأ فریقین کا اتفاق ہے کہ" المھد ی من ولدالامام الحسن العسکر ی۔" امام مہدی حضرت امام حسن عسکری کے بےٹے ہیں اور ۱۵ شعبان ۲۵۵ کو پےدا ہوچکے ہیں ،ملاحظہ ہو،اسعاف الراغبےن ،وفیات

الاعیان ،روضۃ الاحباب ،تاریخ ابن الوردی ،ینابیع المودۃ ،تاریخ کامل ،تاریخ طبری ،نورالابصار،اصول کافی ،کشف الغمہ ،جلاٗالعیون ،ارشادمفید،اعلام الوری ،جامع عباسی ،صواعق محرقہ ،مطالب السول ،شواہدالنبوت ،ارجح المطالب ،بحارالانوار ومناقب وغیرہ۔

حدیث نعثل اورامام عصر:

نعثل ایک یہودی تھا جس سے حضرت عائشہ،حضرت عثمان کوتشبیہ دیا کرتی تھیں،اوررسول اسلام علیہ السلام کب بعدفرمایا کرتی تھیں:اس نعثل اسلامی کوعثمان کوقتل کردو۔(ملاحظہ ہو،نہایۃ اللغۃ علامہ ابن اثیر جزری ص ۳۲۱) یہی نعثل ایک دن حضوررسول کریم کی خدمت میں حاضر ہوکرعرض پرداز ہوامجھے اپنے خدا،اپنے دین،اپنے خلفاٗ کا تعارف کرائیے اگر میں آپ کے جواب سے مطمئن ہوگیا تومسلمان ہوجاؤں گا۔حضرت نے نہایت بلیغ اوربہترین انداز میں خلاق عالم کا تعارف کرایا،اس کے بعد دین اسلام کی وضاحت کی۔"قال صدقت۔"نعثل نے کہا آپ نے بالکل درست فرمایا پھراس نے عرض کی مجھے اپنے وصی سے آگاہ کیجئے اور بتائیے کہ وہ کون ہے یعنی جس طرح ہمارے نبی حضرت موسی کے وصی یوشع بن نون ہیں اس طرح آپ کے وصی کون ہیں؟ آپ نے فرمایا میرے وصی علی بن ابی طالب اوران کے فرزندحسن وحسین پھرحسین کے صلب سے نوبیٹے قیامت تک ہوں گے۔اس نے کہا سب کے نام بتائیے آپ نے

بارہ اماموں کے نام بتائے ناموں کو سننے کے بعد وہ مسلمان ہوگیا اور کہنے لگا کہ میں نے کتب آسمانی میں ان بارہ ناموں کو اسی زبان کے الفاظ میں دے کھا ہے، پھر اس نے ہر وصی کے حالات بیان کئے، کربلا کا ہونے والا واقعہ بتایا، امام مہدی کی غیبت کی خبر دی اور کہا کہ ہمارے بارہ اسباط میں سے لادی بن برخیا غائب ہو گئے تھے پھر مدتوں کے بعد ظاہر ہوئے اور از سر نو دےن کی بنیادیں استوار کےں ۔حضرت نے فرمایا اسی طرح ہمارا بارہواں جانشےن امام مہدی محمد بن حسن طویل مدت تک غائب رہ کر ظہور کرے گا۔اور دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔(غایۃ المقصود ص ۴ ۱۳ بحوالہ فرائد السمطےن حموےنی)۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ظہور موفور السرور:

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور سے پہلے جو علامات ظاہر ہوں گے ان کی تکمیل کے دوران ہی نصاری فتح ممالک عالم کا ارادہ کر کے اٹھ کھڑے ہوں گے اور بے شمار ممالک پر قابو حاصل کرنے کے بعد ان پر حکمرانی کریں گے اسی زمانہ میں ابوسفیان کی نسل سے ایک ظالم پےدا ہوگا جو عرب وشام پر حکمرانی کرے گا۔اس کی دلی تمنا یہ ہوگی کہ سادات کے وجود سے ممالک محروسہ خالی کر دئے جائیں اور نسل محمدی کا ایک فرزند بھی باقی نہ رہے۔چنانچہ وہ سادات کو نہایت بے دردی سے قتل کرے گا۔پھر اسی اثنا میں بادشاہ روم کو نصاری کے ایک فرقہ سے جنگ کرنا پڑے گی شاہ روم ایک فرقہ کو ہمنوا بنا کر دوسرے فرقہ سے جنگ کرے گا اور شہر قسطنطنیہ پر قبضہ کر لے گا۔قسطنطنیہ کا بادشاہ وہاں سے بھاگ کر شام میں پناہ

لے گا، پھر وہ نصاری کے دوسرے فرقہ کی معاونت سے فرقہ مخالف کے ساتھ نبرد آزما ہوگا یہاں تک کہ اسلام کی زبردست فتح نصے ب ہوگی فتح اسلام کے باوجود نصاری شہرت دیں گے کہ "صلے ب" غالب آ گئی، اس پر نصاری اور مسلمانوں میں جنگ ہوگی اور نصاری غالب آجائیں گے۔ بادشاہ اسلام قتل ہوجائے گا۔ اور ملک شام پر بھی نصرانی جھنڈا لہرانے لگے گا اور مسلمانوں کا قتل عام ہوگا۔ مسلمان اپنی جان بچا کر مدینہ کی طرف کوچ کریں گے اور نصرانی اپنی حکومت کو وسعت دے تے ہوئے خے بر تک پہونچ جائیں گے اسلامیان عالم کے لئے کوئی پناہ نہ ہوگی۔ مسلمان اپنی جان بچانے سے عاجز ہوں گے اس وقت وہ گروہ درگروہ سارے عالم میں امام مہدی علیہ السلام کو تلاش کریں گے، تا کہ اسلام محفوظ رہ سکے اوران کی جانے ں بچ سکے ں اور عوام ہی نہیں بلکہ قطب، ابدال، اور اولیأ جستجو میں مشغول و مصروف ہوں گے کہ ناگاہ آپ مکہ معظّمہ میں رکن و مقام کے درمیان سے برآمد ہوں گے۔ (قیامت نامہ قدوۃ المحدثے ن شاہ رفے ع الدے ن دہلوی ص ۳ طبع پشاور ۱۹۲۶) علمأ فریقین کا کہنا ہے کہ آپ قریہ "کرعہ" سے روانہ ہوکر مکہ معظّمہ سے ظہور فرمائے ں گے (غایۃ المقصود ص ۱۶۵، نور الابصار ۱۵۴) علامہ کنجی شافعی اور علی بن محمد صاحب کفاے ۃ الاثر کا بحوالہ ابوہرے رہ بیان ہے کہ حضرت سرور کائنات نے ارشاد فرمایا ہے کہ امام مہدی قریۂ کرعہ جو مدینہ سے بطرف مکہ تے س میل کے فاصلہ پر واقع ہے (مجمع البحرین ۴۳۵) نکل کر مکہ معظّمہ سے ظہور کریں گے، وہ مے ری ذرہ پہنے ہوں گے اور مے را عمامہ باندھے ہوں گے ان کے سر پر ابر کا سایہ ہوگا اور ملک آواز دے تا ہوگا کہ یہی امام مہدی ہیں ان کی اتباع

کروایک روآیت میں ہے کہ جبرئ ل آواز دیں گے اور" ہوا" اس کو ساری کائنات میں پہنچا دے گی اور لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے (غایۃ المقصود ۱٦٥)۔

لغت سروری ۵۳۰ میں ہے کہ آپ قصبہ خے رواں سے ظہور فرمائےں گے ۔ معصوم کا فرمانا ہے کہ امام مہدی کے ظہور کے متعلق کسی کا کوئی وقت مع ن کرنا فی الحقےقت اپنے آپ کو علم غےب میں خدا کا شرےک قرار دےنا ہے ۔ وہ مکہ میں بے خبر ظہور کریں گے ،ان کے سر پر زرد رنگ کا عمامہ ہوگا بدن پر رسالت مآب صلعم کی چادر اور پاؤں میں انھےں کی نعلےن مبارک ہوگی ۔ وہ اپنے سامنے چند بھےڑےں رکھےں گے، کوئی انھےں پہچان نہ سکے گا ۔ اور اسی حالت میں ے کہ وتنہا بغیر کسی رفےق کے کعبۃ اللہ میں آجائیں گے جس وقت عالم سیاہی شب کی چادر اوڑھ لے گا اور لوگ سو جائیں گے اس وقت ملائکہ صف بہ صف ان پر اترےں گے اور حضرت جبرئ ل ومےکائ ل انھےں نوےد الٰھی سنائےں گے کہ ان کا حکم تمام دنیا پر جاری وساری ہے ۔ یہ بشارت پاتے ہی امام علیہ السلام شکر خدا بجا لائیں گے اور رکن حجر اسود اور مقام ابراہےم کے درمیان کھڑے ہو کر بآواز بلند ندا دیں گے کہ اے وہ گروہ جو میرے مخصوصوں اور بزرگوں سے ہوا اور وہ لوگو! جن کی حق تعالی نے روئے زمین پر میرے ظاہر ہونے سے پہلے مےری مدد کے لئے جمع کیا ہے ۔" آجاؤ" یہ ندا حضرت کے ان لوگوں تک خواہ وہ مشرق میں ہوں یا مغرب میں پہنچ جائے گی اور وہ لوگ یہ آواز سن کر چشم زدن میں حضرت کے پاس جمع ہو جائیں گے یہ لوگ ۳۱۳ ہوں گے ،اور نقےب امام کہلائیں گے ۔ اسی وقت ایک نور زمین سے آسمان تک بلند ہوگا

جو صفحہ دنیا میں ہر مومن کے گھر میں داخل ہوگا جس سے ان کی طبیعتے ں مسرور ہو جائیں گی مگر مومنین کو معلوم نہ ہوگا کہ امام علیہ السلام کا ظہور ہوا ہے صبح امام علیہ السلام مع ان ۳۱۳ ،اشخاص کے جورات کوان کے پاس جمع ہو گئے تھے کعبہ میں کھڑے ہوں گے اور دے وار سے تکیہ لگا کر اپنا ہاتھ کھولے ں گے جو موسی کے ے د بےضا کی مانند ہوگا اور کہیں گے کہ جو کوئی اس ہاتھ پر بیعت کرے گا وہ اے سا ہے گویا اس نے ”ے داللہ“ پر بیعت کی۔سب سے پہلے جبرئے ل شرف بیعت سے مشرف ہوں گے۔ان کے بعد ملائکہ بیعت کریں گے۔ پھر مقدم الذکر نقبأ (۳۱۳) بیعت سے مشرف ہوں گے اس ہلچل اور اژدھام میں مکہ میں تہلکہ مچ جائے گا اور لوگ حے رت زدہ ہو کر ہر سمت سے استفسار کریں گے کہ یہ کون شخص ہے، یہ تمام واقعات طلوع آفتاب سے پہلے سرانجام ہو جائیں گے پھر جب سورج چڑھے گا تو قرص آفتاب کے سامنے ایک منادی کرنے والا ظاہر ہوگا اور با آواز بلند کہے گا جس کو تمام ساکنان زمین وآسمان سنے ں گے کہ”اے گروہ خلائق یہ مہدی آل محمد ہیں،ان کی بیعت کرو ،پھر ملائکہ اور (۳۱۳) آدمی تصدے ق کریں گے اور دنیا کے ہر گوشہ سے جوق در جوق آپ کی زیارت کے لئے لوگ روانہ ہوجائیں گے،اور عالم پر حجت قائم ہو جائے گی ،اس کے بعد دس ہزار افراد بیعت کریں گے۔اور کوئی یہودی اور نصرانی باقی نہ چھوڑا جائے گا۔صرف اللہ کا نام ہوگا اور امام مہدی کا کام ہوگا جو مخالفت کرے گا اس پر آسمان سے آگ برسے گی اور اسے جلا کر خاکستر کر دے گی۔“(نور الابصار امام شبلنجی شافعی ۱۵۵،اعلام الوری ۲۶۴)۔

علمأ نے لکھا ہے کہ ۲۷ مخلصے ن آپ کی خدمت میں کوفہ سے اس قسم کے پہونچ جائیں گے

جوحاکم بنائے ں جائیں گے جن کے اسمأ(کتاب منتخب بصائر) یہ ہیں : ے وشع بن نون ،سلمان فارسی ، ابودجانہ انصاری ،مقداد بن اسود، مالک اشتر، اورقوم موسیٰ کے ۱۵ افراد اورسات اصحاب کہف (اعلام الوری ۲۶۴ ، ارشادمفید ۵۳۶) علامہ عبدالرحمن جامی کا کہنا ہے کہ قطب ، ابدال ،عرفأ سب آپ کی بیعت کریں گے ، آپ جانوروں کی زبان سے بھی واقف ہوں گے اورآپ انسانوں اورجنوں میں عدل وانصاف کریں گے ۔(شواہدالنبوت ۲۱۶)علامہ طبرسی کا کہنا ہے کہ آپ حضرت داؤد کے اصول پراحکام جاری کریں گے،آپ کو گواہ کی ضرورت نہ ہوگی آپ ہرایک کے عمل سے بالہام خداوندی واقف ہوں گے ۔(اعلام الوری ۲۶۴)امام شبلنجی شافعی کا بیان ہے کہ جب امام مہدی کاظہور ہوگا تو تمام مسلمان خواص اورعوام خوش ومسرور ہوجائیں گے ان کے کچھ وزرأ ہوں گے جوآپ کے احکام پرلوگوں سے عمل کروائے ں گے ۔(نورالابصار ۱۵۳ بحوالہ فتوحات مکیہ) علامہ حلبی کا کہنا ہے کہ اصحاب کہف آپ کے وزرأ ہوں گے (سے رت حلبیہ) حموے نی کا بیان ہے کہ آپ کے جسم کا سایہ نہ ہوگا ۔(غایۃ المقصو دجلد ۲ ص ۱۵۰) حضرت علی کا فرمانا ہے کہ انصارواصحاب امام مہدی ،خالص اللہ والے ہوں گے (ارجح المطالب ۴۶۹) ورآپ کے گردلوگ اس طرح جمع ہوجائیں گے جس طرح شہد کی مکھی اپنے ”ے عسوب“ بادشاہ کے گردجمع ہوجاتی ہیں ۔ ارجح المطالب ۴۶۹ ایک روآیت میں ہے کہ ظہور کے بعدآپ سب سے پہلے کوفہ تشریف لے جائیں گے اوروہاں کے کثیرافرادقتل کریں گے ۔

امام مہدی کے ظہور کا سن:

خلاق عالم نے پانچ چیزوں کا علم اپنے لئے مخصوص رکھا ہے جن میں ایک قیامت بھی ہے (قرآن مجید) ظہور امام مہدی علیہ السلام چونکہ لازمہ قیامت سے ہے، لہذا اس کا علم بھی خدا ہی کو ہے کہ آپ کب ظہور فرمائے ں گے کونسی تاریخ ہوگی ۔ کونسا سن ہوگا ، تاہم احادے ث معصومے ن جو الہام اور قرآن سے مستنبط ہوتی ہیں ان میں اشارے موجود ہیں ۔علامہ شیخ مفید ،علامہ سے دعلی ،علامہ طبرسی ،علامہ شبلنجی رقمطراز ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ آپ طاق سن میں ظہور فرمائے ں گے جو ۱، ۳، ۵، ۷، ۹ سے مل کر بنے گا ۔مثلا ۱۳ سو، ۱۵ سو، ۱۷ سو، ۱۹ سو یا ایک ہزار ۳ ہزار، ۵ ہزار، ۷ ہزار، ۹ ہزار ۔اسی کے ساتھ ہی ساتھ آپ نے فرمایا ہے کہ آپ کے اسم گرامی کا اعلان بذرے عہ جناب جبرئے ل ۲۳ تاریخ کو کردیا جائے گا اور ظہور ے وم عاشورہ کو ہوگا جس دن امام حسین علیہ السلام بمقام کربلا شہے د ہوئے ہیں (شرح ارشاد مفید ۵۳۲ ،غایۃ المقصو د جلد ۱ ص ۱۶۱ ،اعلام الوری ۲۶۲ ،نور الابصار ۱۵۵) میرے نزدے ک ذی الحجہ کی ۲۳ تاریخ ہوگی کے ونکہ نفس زکیہ کے قتل اور ظہور میں ۱۵ راتوں کا فاصلہ ہونا مسلم ہے امکان ہے کہ قتل نفس زکیہ کے بعد ہی نام کا اعلان کردیا جائے ،پھر اس کے بعد ظہور ہو، ملا جواد ساباطی کا کہنا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام ے وم جمعہ بوقت صبح بتاریخ ۱۰ محرم الحرام ۱۰۰۷ میں ظہور فرمائے ں گے ۔غایۃ المقصو د ۱۶۱ بحوالہ براھے ن ساباطیہ)امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ امام مہدی کا ظہور بوقت عصر ہوگا اور وہی

عصر آےة "والعصران الانسان لفی خسر" سے مراد ہے شاہ نعمت اللہ ولی کاظمی المتوفی ۸۲۷ (مجالس المومنین ۲۷۶) جو شاعر ہونے کے علاوہ عالم اور منجم بھی تھے آپ کو علم جفر میں بھی دخل تھا۔ آپ نے اپنی مشہور پےشےن گوئی میں ۱۳۸۰ ہجری کا حوالہ دیا ہے جس کا غلط ہونا ثابت ہے کےونکہ ۱۳۹۳ ہے (قیامت نامہ قدوۃ المحدثےن شاہ رفےع الدےن ص ۳۸)۔ (والعلم عنداللہ)۔

ظہور کے وقت امام علیہ السلام کی عمر:

ےوم ولادت سے تا بظہور آپ کی کیا عمر ہوگی؟ اسے تو خدا ہی جانے لےکن یہ مسلمات سے ہے کہ جس وقت آپ ظہور فرمائےں گے مثل حضرت عیسی آپ چالےس سالہ جوان کی حیثیت میں ہوں گے، (اعلام الوری ۲۶۵، وغایۃ المقصود ص ۱۱۹،۷۶)۔

آپ کا پرچم

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے جھنڈے پر "البعۃ اللہ" لکھا ہوگا اور آپ اپنے ہاتھوں پر خدا کے لئے بیعت لےں گے اور کائنات میں صرف دےن اسلام کا پرچم لہرائے گا۔ (ےنابع المودۃ ۴۳۴)۔

ظہور کے بعد :

ظہور کے بعد حضرت امام مہدی علیہ السلام کعبہ کی دے وار سے ٹے ک لگا کر کھڑے ہوں گے۔ابر کا سایہ آپ کے سر مبارک پر ہوگا،آسمان سے آواز آتی ہوگی کہ" یہی امام مہدی ہیں" اس کے بعد آپ ایک منبر پر جلوہ افروز ہوں گے لوگوں کی خدا کی طرف دعوت دیں گے اور دے ن حق کی طرف آنے کی سب کو ہدآیت فرمائےں گے آپ کی تمام سے رت پےغمبر اسلام کی سے رت ہوگی اور انھےں کے طرے قہ پر عمل پےرا ہوں گے ابھی آپ کا خطبہ جاری ہوگا کہ آسمان سے جبرےئےل و مکائےل آ کر بیعت کریں گے،پھر ملائکہ آسمانی کی عام بیعت ہوگی ہزاروں ملائکہ کی بیعت کے بعد وہ ۳۱۳ مومن بیعت کریں گے۔ جو آپ کی خدمت میں حاضر ہو چکے ہوں گے پھر عام بیعت کا سلسلہ شروع ہوگا دس ہزار افراد کی بیعت کے بعد آپ سب سے پہلے کوفہ تشریف لے جائیں گے،اور دشمنان آل محمد کا قلع قمع کریں گے آپ کے ہاتھ میں عصاٴ موسی ہوگا جو اژدھے کا کام کرے گا اور تلوار حمائل ہوگی ۔(عین الحیات مجلسی ۹۲) تو اارے خ میں ہے کہ جب آپ کوفہ پہونچےں گے تو کئی ہزار کا ایک گروہ آپ کی مخالفت کے لئے نکل پڑے گا،اور کہے گا کہ ہمیں بنی فاطمہ کی ضرورت نہیں،آپ واپس چلے جائےے یہ سن کر آپ تلوار سے ان سب کا قصہ پاک کر دیں گے اور کسی کو بھی زندہ نہ چھوڑےں گے جب کوئی دشمن آل محمد اور منافق وہاں باقی نہ رہے گا تو آپ ایک منبر پر تشریف لے جائیں گے اور کئی گھنٹے تک رونے کا سلسلہ جاری رہے گا پھر آپ حکم دیں گے کہ مشہد حسین تک نہر فرات کاٹ کر لائی جائے اور ایک مسجد کی تعمے ر کی

جائے۔جس کے ایک ہزار در ہوں، چنانچہ اسے ساہی کیا جائے گا اس کے بعد آپ زیارت سرورکائنات کے لئے مدینہ منورہ تشریف لے جائیں گے۔(اعلام الوری ۲۶۳، ارشاد مفید ۵۳۲، نورالابصار ۱۵۵)۔

قدوۃ المحدثین شاہ رفیع الدین رقمطراز ہیں کہ حضرت امام مہدی جوعلم لدنی سے بھرپور ہوں گے تجب مکہ سے آپ کا ظہور ہوگا اور اس ظہور کی شہرت اطراف واکناف عالم میں پھیلے گی تو افواج مدینہ ومکہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گی اور شام وعراق ویمن کے ابدال اور اولیأ خدمت شریف میں حاضر ہوں گے اور عرب کی فوجیں جمع ہو جائیں گی، آپ ان تمام لوگوں کو اس خزانہ سے مال دیں گے جو کعبہ سے برآمد ہوگا۔اور مقام خزانہ کو "تاج الکعبہ" کہتے ہوں گے، اسی اثنا میں ایک شخص خراسانی عظیم فوج لے کر حضرت کی مدد کے لئے مکہ معظّمہ کو روانہ ہوگا ، راستے اس لشکر خراسانی کے مقدمہ الجیش کے کمانڈر منصور سے نصرانی فوج کی ٹکر ہوگی ، اور خراسانی لشکر نصرانی فوج کو پسپا کر کے حضرت کی خدمت میں پہنچ جائے گا اس کے بعد ایک شخص سفیانی جو بنی کلب سے ہوگا حضرت سے مقابلہ کے لئے لشکر عظیم ارسال کرے گا لیکن بحکم خدا جب وہ لشکر مکہ معظّمہ اور کعبہ منورہ کے درمیان پہنچے گا اور پہاڑ میں قیام کرے گا تو زمین میں وہیں دھنس جائے گا پھر سفیانی جو دشمن آل محمد ہوگا نصاری سے ساز باز کر کے امام مہدی سے مقابلہ کے لئے زبردست فوج فراہم کرے گا نصرانی اور سفیانی فوج کے اسی نشان ہوں گے اور ہر نشان کے نیچے ۱۲ ہزار کی فوج ہوگی ۔ان کا دارالخلافہ شام ہوگا حضرت امام مہدی علیہ السلام بھی مدینہ منورہ ہوتے

ہوے جلد سے جلد شام پہنچےں گے جب آپ کا ورود مسعود دمشق میں ہوگا ،تو دشمن آل محمد سفیانی اور دشمن اسلام نصرانی آپ سے مقابلہ کے لئے صف آرا ہوں گے ،اس جنگ میں فریقین کے بے شمار افراد قتل ہوں گے بالاخر امام علیہ السلام کو فتح کامل ہوگی ،اور ایک نصرانی بھی زمین شام پر باقی نہ رہے گا اس کے بعد امام علیہ السلام اپنے لشکرےوں میں انعام کو تقسےم کریں گے اور ان مسلمانوں کو مدینہ منورہ سے واپس بلالےں گے جو نصرانی بادشاہ کے ظلم وجور سے عاجز آکر شام سے ہجرت کر گئے تھے۔(قیامت نامہ ۴)اس کے بعد مکہ معظّمہ واپس تشریف لے جائیں گے اور مسجد سہلہ میں قیام فرمائےں گے ے(ارشاد ۵۲۳)اس کے بعد مسجد الحرام کو از سر نو بنائےں گے اور دنیا کی تمام مساجد کو شرعی اصول پر کردیں گے ہر بدعت کو ختم کریں گے اور ہر سنت کو قائم کریں گے ،نظام عالم درست کریں گے اور شہروں میں فوجےں ارسال کریں گے ،انصرام وانتظام کے لئے وزراء روانہ ہوں گے۔(اعلام الوری ۲۶۲، ۲۶۴)۔

اس کے بعد آپ مومنین، کاملےن اور کافرےن کو زندہ کریں گے،اور اس زندگی کا مقصد یہ ہوگا کہ مومنین اسلامی عروج سے خوش ہوں اور کافرےن سے بدلہ لیا جائے۔ان زندہ کئے جانے والوں میں قابےل سے لے کر امت محمدیہ کے فراعنہ تک زندہ کئے جائیں گے ،اوران کے کئے کا پورا پورا بدلہ انھےں دیا جائے گا جو جو ظلم انھوں نے کئے ان کا مزہ چکھےں گے غرےبوں ،مظلوموں اور بےکسوں پر جو ظلم ہوا ہے اس کی (ظالم کو) سزا دی جائے گی ،سب سے پہلے جو واپس لایا جائے گا وہ ےزےد بن معاویہ ملعون ہوگا اور امام حسین علیہ

السلام تشریف لائیں گے۔(غایۃ المقصود)۔

دجال اور اس کا خروج:

دجال، دجل سے مشتق ہے جس کے معنی فریب کے ہیں، اس کا اصل نام صائف، باپ کا نام صائد، ماں کا نام ہستہ عرف قطامہ ہے، یہ عہد رسالت مآب میں بمقام تیہ جو مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے، چہارشنبہ کے دن بوقت غروب آفتاب پیدا ہوا ہے، پیدائش کے بعد آنا فانا بڑھ رہا تھا، اس کی داہنی آنکھ پھوٹی تھی اور بائیں آنکھ پیشانی پر چمک رہی تھی، وہ چند دنوں میں کافی بڑھ کر دعوی خدائی کرنے لگا، سرو کائنات جو حالات سے برابر مطلع ہو رہے تھے۔ انھوں نے سلمان فارسی اور چند اصحاب کو لیا اور بمقام تہیہ جا کر اس کو تبلیغ کرنا چاہی، اس نے بہت برا بھلا کہا اور چاہا کہ حضرت پر حملہ کر دے۔ لیکن آپ کے اصحاب نے مدافعت کی، آپ نے اس سے یہ فرمایا تھا کہ خدائی کا دعوی چھوڑ دے اور میری نبوت کو مان لے علماء نے لکھا ہے کہ دجال کی پیشانی پر بخط یزدانی "الکافر باللہ" لکھا ہوا تھا اور آنکھ کے ڈھیلے پر بھی (ک،ف،ر) مرقوم تھا غرضکہ آپ نے وہاں سے مدینہ منورہ واپس تشریف لانے کا ارادہ کیا دجال نے ایک سنگ گراں جو پہاڑ کی مانند تھا حضرت کی راہ میں رکھ دیا یہ دیکھ کر حضرت جبرئیل آسمان سے آئے اور اسے ہٹا دیا ابھی آپ مدینہ پہونچے ہی تھے کہ دجال لشکر عظیم لے کر مدینہ کے قریب جا پہنچا حضرت نے بارگاہ احدیت میں عرض کی، خدایا! اسے اس وقت تک کے لئے محبوس

کردے جب تک اسے زندہ رکھنا مقصود ہے،اسی دوران میں حضرت جبرئےل آئے اورانھوں نے دجال کی گردن کو پشت کی طرف سے پکڑ کر اٹھا لیا اوراسے لے جا کر جزیرہ طبرستان میں محبوس کر دیا ہے۔ لطےفہ یہ ہے کہ جبرئےل اسے لے کر جانے لگے تو اس نے زمین پر دونوں ہاتھ مار کر تحت الثری تک کی دو مٹھی خاک لے لی،اوراسے طبرستان میں ڈال دیا جبرئےل نے حضرت سرور کائنات کے سوال کے جواب میں کہا کہ آپ کی وفات سے ۹۷۰ سال بعد یہ خاک عالم میں پھے لے گی اوراسی وقت سے آثار قیامت شروع ہوجائیں گے۔(غایۃ المقصود ۶۴،ارشادالطالبین ۳۹۴) پےغمبر اسلام کاارشاد ہے کہ دجال کومحبوس ہونے کے بعد تمےم دارمی نے جو پہلے نصرانی تھا،جزیرہ طبرستان میں بچشم خوددےکھا ہے۔ اس کی ملاقات کی تفصےل کتاب صحاح المصابےح،زہرۃ الریاض،صحیح بخاری،صحیح مسلم میں موجود ہے۔

غرضکہ اکثر روایات کے مطابق دجال حضرت امام مہدی کے ظہور فرمانے کے ۱۸ یوم بعد خروج کرے گا(مجمع البحرین ۵۶۰)وغایۃ المقصود جلد ۲ ص ۶۹)ظہور امام اورخروج دجال سے پہلے تین سال تک سخت قحط پڑے گا۔ پہلے سال ازراعت ختم ہوجائے گی دوسرے سال آسمان وزمین کی برکت ورحمت ختم ہوجائے گا تےسرے سال بالکل بارش نہ ہوگی ،اورساری دنیا والے موت کی آغوش میں پہنچنے کے قرےب ہوجائیں گے دنیا ظلم وجور،اضطراب وپرےشانی سے بالکل پرہوگی۔ امام مہدی کے ظہور کے بعد ۱۸ ہی دن میں کائنات نہاےت اچھی سطح پر پہنچی ہوگی کہ ناگاہ دجال ملعون کے خروج کا غلغلہ اٹھے گا وہ

بروآیت اخوند دروے زہ ہندوستان کے ایک پہاڑ پر نمودار ہوگا اور وہاں سے بآواز بلند کہے گا۔ ”میں خدائے بزرگ ہوں، مےری اطاعت کرو۔“ یہ آواز مشرق ومغرب میں پہنچے گی۔ اس کے بعد تین ےوم یابروآیت ۴۰ ےوم اسی مقہم رہ کرلشکر تیار کرے گا۔ پھر شام وعراق ہوتا ہوا اصفہان کے ایک قریہ ”یہودیہ“ سے خروج کرے گا۔ اس کے ہمراہ بہت بڑا لشکر ہوگا، جس کی تعداد ستر لاکھ مرقوم ہے جن، دےو، پری، شیطان ان کے علاوہ ہوں گے۔ وہ ایک گدھے پر سوار ہوگا۔ جوابلق رنگ کا ہوگا اس کے جسم کا بالائی حصہ سرخ، ہاتھ پاؤں تازانو سیاہ اس کے بعد سے سم تک سفےد ہوگا۔ اس کے دونوں کانوں کے درمیان ۴۰ میل کا فاصلہ ہوگا۔ وہ ۲۱ میل اونچا اور ۹۰ میل لمبا ہوگا اس کا ہر قدم ایک میل کا ہوگا اس کے دونوں کانوں میں خلق کثیر بےٹھی ہوگی چلنے میں اس کے بالوں سے ہر قسم کے باجوں کی آواز آئے گی، وہ اسی گدھے پر سوار ہوگا۔ سواری کے بعد جب وہ روانہ ہوگا تو اس کے داہنے طرف ایک پہاڑ ہوگا جس میں ہر قسم کے سانپ بچھو ہوں گے، وہ لوگوں کو انھےں چےزوں کے ذرےعہ سے بہکائے گا اور کہے گا کہ میں خدا ہوں جو مےرا حکم ماننے گا جنت میں رکھوں گا جو نہ مانے گا اس جہنم میں ڈال دوں گا۔ اسی طرح چالےس ےوم میں ساری دنیا کا چکر لگا کر اور سب کو بہکا کر امام مہدی علیہ السلام کی اسکےم کو ناکامیاب بنانے کی سعی میں وہ خانہ کعبہ کو گرانا چاہے گا اور ایک عظیم لشکر بھےج کر کعبہ اور مدینہ کو تباہ کرنے پر مامور کرے گا اور خود بارادہ کوفہ روانہ ہوگا اس کا مقصد یہ ہوگا کہ کوفہ جو امام مہدی کی آماجگاہ ہے اسے تباہ کردے ”چون آن لعےن نزدےک کوفہ برسد امام مہدی باستے صال

اوبرسد“ لےکن خدا کا کرنا دے کھئے کہ جب وہ کوفہ کے نزدےک پہنچے گا ،توحضرت امام مہدی علیہ السلام خود وہاں پہنچ جائیں گے، اوراسے بحکم خدا بےخ وبن سے اکھاڑ دیں گے غرضکہ گھمسان کی جنگ ہوگی اورشام تک پھےلے ہوئے لشکر پرامام مہدی علیہ السلام زبردست حملے کریں گے، بالاخروہ ملعون آپ کی ضربوں کی تاب نہ لاکرشام کے مقام عقبہٴ رفےق یا بمقام لد جمعہ کے دن تین گھڑی دن چڑھے مارا جائے گا اس کے مرنے کے بعد دس میل تک دجال اوراس کے گدھے اورلشکر کا خون زمین پرجاری رہے گا علمأ کا کہنا ہے کہ قتل دجال کے بعد امام علیہ السلام اس کے لشکرےوں پرایک زبردست حملہ کریں گے اورسب کوقتل کرڈالےں گے۔اس وقت جوکافر زمین کےکسی گوشہ میں چھپے گا، وہ آوازدے گا کہ فلاں کافر یہاں روپوش ہے۔امام علیہ السلام اسے قتل کردیں گے آخرکار زمین پرکوئی دجال کا ماننے والا نہ رہے گا ۔(ارشادالطالبین ۳۹۷ ،معارف الملۃ ۳۴۸ ،صحیح مسلم ،لمعات شرح مشکوة عبدالحق ،مرقات شرح مشکوة مجمع البحار) بعض روایات میں ہے کہ دجال کوحضرت عیسی بحکم حضرت مہدی علیہ السلام قتل کریں گے۔

نزول حضرت عیسی علیہ السلام:

حضرت مہدی علیہ السلام سنت کے قائم کرنے اور بدعت کومٹانے نے زانصرام وانتظام عالم میں مشغول ومصروف ہوں گے کہ ایک دن نماز صبح کے وقت بروآیتے نماز عصر کے وقت حضرت عیسی علیہ السلام دوفرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے دمشق کی جامع مسجد کے م

منارہ شرقی پرنزول فرمائیں گے حضرت امام مہدی ان کا استقبال کریں گے اورفرمائیں گے کہ آپ نماز پڑھئے ،حضرت عیسی کہیں گے کہ یہ ناممکن ہے ،نماز آپ کو پڑھانی ہوگی ۔ چنانچہ حضرت مہدی علیہ السلام امامت کریں گے اورحضرت عیسی علیہ السلام ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے اوران کی تصدیق کریں گے ۔(نورالابصار ۱۵۴،غایۃ المقصود ۱۰۴۔۱۰۵،بحوالہ مسلم وابن ماجہ،مشکوۃ ۴۵۸)اس وقت حضرت عیسی کی عمر چالیس سالہ جوان جیسی ہوگی ۔وہ اس دنیامیں شادی کریں گے ،اوران کے دولڑکے پیداہوں گے ایک کا نام احمداوردوسرے کا نام موسی ہوگا ۔(اسعاف الراغبین برحاشیہ نورالابصار ۱۳۵ ،قیامت نامہ ۹ بحوالہ کتاب الوفاابن جوزی ،مشکوۃ ۴۶۵ وسراج القلوب ۷۷)۔

امام مہدی اور عیسی ابن مریم کا دورہ:

اس کے بعد حضرت امام مہدی علیہ السلام اورحضرت عیسی علیہ السلام بلاد،ممالک کا دورہ کرنے اورحالات کا جائزہ لینے کے لئے برآمد ہوں گے اوردجال ملعون کے پہنچائے ہوئے نقصانات اوراس کے پیدکئے ہوئے بدترین حالات کوبہترین سطح پرلائیں گے ،حضرت عیسی خنزیرکوقتل کرنے ،صلیبوں کوتوڑنے اورلوگوں کے اسلام قبول کرنے کا انصرام وبندوبست فرمائیں گے ۔عدل مہدی سے بلاد عالم میں اسلام کا ڈنکا بجے گا اورظلم وستم کا تختہ بتاہ ہوجائے گا۔(قیامت نامہ قدوۃ المحدثین ۸ بحوالہ صحیح مسلم)۔

حضرت امام مہدی کا قسطنطنیہ کو فتح کرنا:

روآیت میں ہے کہ امام مہدی علیہ السلام قسطنطنیہ، چےن اور جبل وےلم کو فتح کریں گے ، یہ وہی قسطنطنیہ ہے جسے استنبول کہتے ہیں اور جس پر اس زمانہ میں نصاری کا قبضہ ہوگا۔ اوران کا قبضہ بھی مسلمان بادشاہ کو قتل کرنے کے بعد ہوا ہوگا۔ چےن اور جبل دےلم پر بھی نصاری کا قبضہ ہوگا اور وہ حضرت امام مہدی سے مقابلہ کا پورا انتظام کریں گے، چےن جس کو عربی میں "صےن" کہتے ہیں اس کے بارے میں روآیت کے حوالہ سے علامہ طرےحی نے مجمع البحرین کے ۶۱۵ میں لکھا ہے کہ: (۱) صےن ایک پہاڑی ہے (۲) مشرق میں ایک مملکت ہے (۳) کوفہ میں ایک موضع ہے۔ پتہ یہ چلتا ہے کہ ساری چےزےں فتح کی جائیں گی ،ان کے علاوہ سندھ اور ہند کے مکانات کی طرف بھی اشارہ ہے، بہرحال امام مہدی علیہ السلام شہر قسطنطنیہ کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہوں گے اوران کے ہمرا ہجوستر ہزار بنو اسحاق کے نوجوان ہوں گے انھےں دریائے روم کے کنارے شہر میں جا کر اسے فتح کرنے کا حکم ہوگا ،جب وہاں پہنچ کر فصےل کے کنارے نعرۂ تکبےر لگائےں گے تو خود بخود راستہ پےدا ہوجائے گا اور یہ داخل ہوکر اسے فتح کرلےں گے ،کفار قتل ہوں گے اوراس پر پورا پورا قبضہ ہوجائے گا۔ (نورالابصار ۱۵۵ بحوالہ طبرانی، غایۃ المقصود جلد ۱ ص ۱۵۲ و بحوالہ ابونعےم، اعلام الوری بحوالہ امام جعفر صادق ۲۶۴، قیامت نامہ، بحوالہ صحیح مسلم)۔

یاجوج ماجوج اور ان کا خروج:

قیامت صغری یعنی ظہور آل محمد اور قیامت کبری کے درمیان دجال کے بعد یاجوج اور ماجوج کا خروج ہوگا۔ یہ سد سکندری سے نکل کر سارے عالم میں پھیل جائیں گے اور دنیا کے امن وامان کو تباہ وبرباد کردے نے میں پوری سعی کریں گے۔

یاجوج ماجوج حضرت نوح کے بیٹے یافث کی اولاد سے ہیں، یہ دونوں چارسو قبیلہ اور امتوں کے سردار اور سربرآورہ ہیں، ان کی کثرت کا کوئی اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ مخلوقات میں ملائکہ کے بعد انھیں کثرت دی گئی ہے، ان میں کوئی ایسا نہیں جس کے ایک ایک ہزار اولاد نہ ہو۔ یعنی یہ اس وقت تک مرتے نہیں جب تک ایک ایک ہزار بہادر پیدا نہ کردیں۔ یہ تین قسم کے لوگ ہیں، ایک وہ جو تاڑ سے زیادہ لمبے ہیں، دوسرے وہ جو لمبے اور چوڑے برابر ہیں جن کی مثال بہت بڑے ہاتھی سے دی جاسکتی ہے، تیسرے وہ جو اپنا ایک کان بچھاتے اور دوسرا اوڑھتے ہیں ان کے سامنے لوہا، پتھر، پہاڑ تو وہ کوئی چیز نہیں ہے۔ یہ حضرت نوح کے زمانہ میں دنیا کے آخر میں اس جگہ پیدا ہوئے، جہاں سے پہلے سورج نے طلوع کیا تھا زمانہ فطرت سے پہلے یہ لوگ اپنی جگہ سے نکل پڑے تھے اور اپنے قریب کی ساری دنیا کو کھا پی جاتے تھے یعنی ہاتھی، گھوڑا، اونٹ، انسان، جانور، کھیتی باڑی غرضکہ جو کچھ سامنے آتا تھا سب کو ہضم کر جاتے تھے۔ وہاں کے لوگ ان سے سخت تنگ اور عاجز تھے۔ یہاں تک زمانہ فطرت میں حضرت عیسی کے بعد بروائتی

جب ذوالقرنے ن اس منزل تک پہنچے تو انھے ں وہاں کا ساراواقعہ معلوم ہوااور وہاں کی مخلوق نے ان سے درخواست کی کہ ہمیں اس بلائے بے درمان یاجوج ماجوج سے بچائے۔ چنانچہ انھوں نے دو پہاڑوں کے اس درمیانی راستے کو جس سے وہ آیا کرتے تھے بحکم خدا لوہے کی دے وار سے جو دوسو گز اونچی اور پچاس یا ساٹھ گز چوڑی تھی بند کردیا۔ اسی دے وار کو سد سکندری کہتے ہیں ۔ کے ونکہ ذوالقرنے ن کا اصل نام سکندر اعظم تھا، سد سکندری کے لگ جانے کے بعد ان کی خوراک سانپ قرار دی گئی، جو آسمان سے برستے ہیں یہ تا بظہو ر امام مہدی علیہ السلام اسی میں محصور رہیں گے ان کا اصول اور طرے قہ یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی زبان سے سد سکندری کو رات چاٹ کر کاٹتے ہیں، جب صبح ہوتی ہے اور دھوپ لگتی ہے تو ہٹ جاتے ہیں، پھر دوسری رات کٹی ہوئی دے وار بھی پر ہو جاتی ہے اور وہ پھر اسے کاٹنے میں لگ جاتے ہیں۔

بحکم خدا سے یہ لوگ امام مہدی علیہ السلام کے زمانہ میں خروج کریں گے دے وار کٹ جائے گی اور یہ نکل پڑے ں گے۔ اس وقت کا عالم یہ ہوگا کہ یہ لوگ اپنی ساری تعداد سمے ت ساری دنیا میں پھے ل کر نظام عالم کو درہم برہم کرنا شروع کردیں گے، لاکھوں جانے ں ضائع ہوں گی اور دنیا کی کوئی چے زاے سی باقی نہ رہے گی جو کھائی اور پی جاسکے ، اور یہ اس پر تصرف نہ کریں۔ یہ بلا کے جنگجو لوگ ہوں گے دنیا کو مار کر کھا جائیں گے اور اپنے تے ر آسمان کی طرف پھے نک کر آسمانی مخلوق کو مارنے کا حوصلہ کریں گے اور جب ادھر سے بحکم خدا تے ر خون آلود آئے گا تو یہ بہت خوش ہوں گے اور آپس میں کہیں گے کہ اب

ہمارا اقتدار زمین سے بلند ہوکر آسمان پر پہنچ گیا ہے۔اسی دوران میں امام مہدی علیہ السلام کی برکت اور حضرت عیسی کی دعا کی وجہ سے خداوند عالم ایک بے ماری بھیج دے گا جس کو عربی میں "نغف" کہتے ہیں یہ بے ماری ناک سے شروع ہوکر طاعون کیطرح ایک ہی شب میں ان سب کا کام تمام کردے گی پھران کے مردار کوکھانے کے لئے "عنقا" نامی پرندہ پیدا ہوگا، جو زمین کوان کی گندگی سے صاف کرے گا۔اورانسان ان کے تیر وکمان اورقابل سوختنی آلات حرب کوسات سال تک جلائیں گے (تفسیر صافی ۲۷۸، مشکوۃ ۳۶۶، صحیح مسلم، ترمذی، ارشاد الطالبین ۳۹۸، غایۃ المقصود جلد ۲ ص ۷۶، مجمع البحرین ۴۶۶، قیامت نامہ ۸)۔

امام مہدی علیہ السلام کی مدت حکومت اور خاتمہ دنیا:

حضرت امام مہدی علیہ السلام کا پایہ تخت شہر کوفہ ہوگا مکہ میں آپ کے نائب کا تقرر ہوگا۔آپ کا دیوان خانہ اور آپ کے اجرا حکم کی جگہ مسجد کوفہ ہوگی۔بیت المال، مسجد سہلہ قرار دی جائے گی اور خلوت کدہ نجف اشرف ہوگا۔(حق الیقین ۱۴۵) آپکے عہد حکومت میں مکمل امن وسکون ہوگا۔بکری اور بھیڑ، گائے اور شیر، انسان اور سانپ، زنبیل اور چوہے سب ایک دوسرے سے بے خوف ہوں گے (درمنثور سیوطی جلد ۳ ص ۲۳)۔معاصی کا ارتکاب بالکل بند ہوجائے گا اور تمام لوگ پاک باز ہوجائیں گے۔جہل، جبن، بخل کافور ہوجائیں گے۔عاجزوں، ضعیفوں کی دادرسی ہوگی۔ظلم دنیا سے مٹ جائے گا اسلام

کے قالب بے جان میں روح تازہ پے دہوگی دنیا کے تمام مذاہب ختم ہوجائیں گے ۔نہ عیسائی ہوں گے نہ یہودی ، نہ کوئی اور مسلک ہوگا ۔صرف اسلام ہوگا ۔اوراسی کا ڈنکا بجتا ہوگا آپ دعوت بالسیف دیں گے جو آپ کے درپئے نزاع ہوگا قتل کردیا جائے گا ۔جزیہ موقوف ہوگا خدا کی جانب سے شہر عکا کے ہرے بھرے مے دان میں مہمانی ہوگی ،ساری کائنات مسرتوں سے مملو ہوگی ۔غرضکہ عدل وانصاف سے دنیا بھرجائے گی ،(الیواقت الجواہر جلد ۲ ص ۱۲۷)۔

دنیا کے تمام مظلوم بلائیں جائیں گے اوران پر ظلم کرنے والے حاضر کئے جائیں گے ،حتی کہ آل محمد تشریف لائیں گے اوران پر ظلم کے پہاڑ توڑنے والے بلائے جائیں گے حضرت امام علیہ السلام مظلوم کی فریادرسی فرمائے ں گے اور ظالم کو کے فروکردار تک پہنچائے ں گے ۔حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام امور میں نگرانی کا فرے ضہ ادا کرنے کے لئے جلوہ افروز ہوں گے اسی دوران میں حضرت عیسی علیہ السلام اپنی سابقہ ارضی ۲۳ سالہ زندگی میں ۷ سالہ موجودہ ارضی زندگی کا اضافہ کرکے چالےس سال کی عمر میں انتقال کرجائیں گے اورآپ کو روضہ حضرت محمد مصطفی صلعم میں دفن کردیا جائے گا ۔(حاشیہ مشکوة ۴۶۳)،سراج القلوب ۷۷ ،عجائب القصص ۲۳) اس کے بعد حضرت امام مہدی علیہ السلا کی حکومت کا خاتمہ ہوجائے گا اورحضرت امیر المومنین نظام کائنات پر حکمرانی کریں گے جس کی طرف قرآن مجید میں ”دابۃ الارض“ سے اشارہ کیا گیا ہے اب رہ گیا یہ کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی مدت حکومت کیا ہوگی ؟اس کے متعلق سخت اختلاف ہے ارشاد مفید کے ۵۳۳ میں

سات سال اور ۷ ۵۳ میں انیس سال اور اعلام الوری کے ۲۶۵ میں ۱۹ سال، مشکوۃ کے ۴۶۲ میں ۷، ۸، ۹ سال، نور الابصار کے ۱۵۴ میں ۷، ۸، ۹، ۱۰ سال۔ غایۃ المقصود جلد ۲ ص ۱۶۲ میں بحوالہ حلیۃ الاولیا ۷، ۸، ۹ سال اور ینابیع المودۃ شیخ سلیمان قندوزی بلخی کے ۴۳۳ میں بیس سال مرقوم ہے میں نے حالات احادیث، اقوال علما سے استنباط کر کے بیس سال کو ترجیح دی ہے ہوسکتا ہے کہ ایک سال دس سال کے برابر ہوں (ارشاد مفید ۵۳۳، نور الابصار ۱۵۵) غرضکہ آپ کی وفات کے بعد حضرت امام حسین علیہ السلام آپ کو غسل وکفن دیں گے اور نماز پڑھا کر دفن فرمائیں گے، جیسا کہ علامہ سید علی بن عبدالحمید نے کتاب انوار المضیۂ میں تحریر فرمایا ہے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے عہد ظہور میں قیامت سے پہلے زندہ ہونے کو رجعت کہتے ہیں۔ یہ رجعت ضروریات مذہب امامیہ سے ہے (مجمع البحرین ۴۲۲) اس کا مطلب یہ ہے کہ ظہور کے بعد بحکم خدا شدید ترین کافر اور منافق اور کامل ترین مومنین حضرت رسول کریم اور آئمہ طاہرین، بعض انبیأ سلف برائے اظہار دولت حق محمدی دنیا میں پلٹ کر آئیں گے۔ (تکلیف المکلفین فی اصول الدین ۲۵) اس میں ظالموں کا ظلم کا بدلہ اور مظلوموں کو انتقام کا موقع دیا جائے گا اور اسلام کو اتنا فروغ دے دیا جائے گا کہ "لیظہرہ علی الدین کلہ" دنیا میں صرف ایک اسلام رہ جائے گا (معارف الملۃ الناجیہ والناریہ ۳۸۰) امام حسین علیہ السلام کا مکمل بدلہ لیا جائے گا (غایۃ المقصود جلد ا ص ۱۸۴ بحوالہ تفسیر عیاشی) اور دشمنان آل محمد کو قیامت میں عذاب اکبر سے پہلے رجعت میں عذاب ادنی کا مزہ

چکھایا جائے گا (حق الیقین ۱۴۷ بحوالہ قرآن مجید)۔شیطان سرور کائنات کے ہاتھوں سے نہر فرات پر ایک عظیم جنگ کے بعد قتل ہوگا۔آئمہ طاہرین کے ہر عہد حکومت میں اچھے برے زندہ کئے جائیں گے اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کے عہد میں جو لوگ زندہ ہوں گے ان کی تعداد چار ہزار ہوگی (غایۃ المقصو د جلد ا ص ۱۷۸) شہداء کو بھی رجعت میں ظاہری زندگی دی جائے گی تا کہ اس کے بعد جو موت آئے اس سے آیت کے حکم "کل نفس ذائقۃ الموت" کی تکمیل ہو سکے اور انھے ں موت کا مزہ نصے ب ہو جائے (غایۃ المقصو د جلد ا ص ۱۷۳) اسی رجعت میں بوعدۂ قرآنی آل محمد کو حکومت عامہ عالم دی جائے گی،اور زمین کا کوئی گوشہ اے سا نہ ہوگا جس پر آل محمد کی حکومت نہ ہو،اس کے متعلق قرآن مجید میں: "ان الارض ے رثھا عبادی الصالحون" و"نرے دان نمن علی الذے ن استضعفوا فی الارض و نجعلھم الوارثین۔" موجود ہے (حق الیقین ۱۴۶)۔

اب رہ گیا کہ یہ کائنات کی ظاہی حکومت و وراثت آل محمد کے پاس کب تک رہے گی،اس کے متعلق ایک روآیت آٹھ ہزار سال کا حوالہ دے رہی ہے اور پتہ یہ چلتا ہے کہ امیر المومنین ،حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیر نگرانی حکومت کریں گے اور دیگر آئمہ طاہرین ان کے وزرأ اور سفرأ کی حیثیت سے ممالک عالم میں انتظام و انصرام فرمائے ں گے اور ایک روآیت میں یہ بھی ہے کہ ہر امام علی الترتے ب حکومت کریں گے حق الیقین و غایۃ المقصو د ۔حضرت علی کے ظہور اور نظام عالم پر حکمرانی کے متعلق قرآن مجید میں بصراحت موجود ہے ۔ارشاد ہوتا ہے:

"اخرجنالهم دابة من الارض ۔"(پارہ۲۰ رکوع۱)

علماء فریقین یعنی شےعہ وسنی کا اتفاق ہے کہ اس آیت سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں ۔ملاحظہ ہو۔ مےزان الاعتدال علامہ ذہبی ومعالم التنز ےل علامہ بغوی وحق الیقین علامہ مجلسی وتفسیر صافی علامہ محسن فےض کاشانی اس کی طرف تورےت میں بھی اشارہ موجود ہے ۔(تذکرۃ المعصومین ۲۴۶) آپ کا کام یہ ہوگا کہ آپ اےسے لوگوں کی تصدےق نہ کریں گے جو خدا کے مخالف اور اس کی آیتوں پر ےقےن نہ رکھنے والے ہوں گے وہ صفا اور مروہ کے درمیان سے برآمد ہوں گے، ان کے ہاتھ میں حضرت سلےمان کی انگوٹھی اور حضرت موسیٰ کا عصا ہوگا جب قیامت قرےب ہوگی تو آپ عصا اور انگشتری سے ہر مومن وکافر کی پےشانی پر نشان لگائےں گے۔مومن کی پےشانی پر"ھذا مومن حقا" اور کافر کی پےشانی پر"ھذا کافر حقا" تحرےر ہو جائے گا۔ملاحظہ ہو(کتاب ارشاد الطالبین اخوند دروےزہ ۴۰۰ وقیامت نامہ قدوۃ المحدثےن علامہ رفےع الدےن ص ۱۰) علامہ لغوی کتاب مشکوۃ المصابےح کے ص ۴۶۴ میں تحرےر فرماتے ہیں کہ دابۃ الارض دوپہر کے وقت نکلے گا، اور جب اس دابۃ الارض کا عمل درآمد شروع ہو جائے گا تو باب توبہ بند ہو جائے گا اور اس وقت کسی کا اےمان لانا کارگر نہ ہوگا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی مسجد میں سو رہے تھے، اتنے میں حضرت رسول کرےم تشریف لائے، اور آپ نے فرمایا" قم یا دابۃ اللہ۔" اس کے بعد ایک دن فرمایا:" یا علی اذا

کان اخر جک اللہ الخ۔" اے علی! جب دنیا کا آخری زمانہ آئے گا تو خداوند عالم تمہیں برآمد کرے گا اس وقت تم اپنے دشمنوں کی پیشانیوں پر نشان لگاؤ گے۔(مجمع البحرین ۱۲۷) آپ نے یہ بھی فرمایا کہ "علی دابۃ الجنۃ" ہیں لغت میں ہے کہ دابہ کے معنی پیروں سے چلنے پھرنے والے کے ہیں۔(مجمع البحرین ۱۲۷)۔

کثیر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آل کی حکمرانی جسے صاحب ارجح المطالب نے بادشاہی لکھا ہے اس وقت تک قائم رہے گی جب تک دنیا کے ختم ہونے میں چالیس یوم باقی رہیں گے۔(ارشاد مفید ۱۳۷، واعلام الوری ۲۶۵) اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ چالیس دن کی مدت قبروں سے مردوں کے نکلنے اور قیامت کبری کے لئے ہوگی۔حشر ونشر، حساب وکتاب، صور پھونکنا اور دیگر لوازمات کبری اسی میں ادا ہوں گے۔(اعلام الوری ۲۶۵) اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام لوگوں کو جنت کا پروانہ دیں گے۔لوگ اس لے کر پل صراط پر سے گزریں گے۔(صواعق محرقہ علامہ ابن حجر مکی ۷۵) واسعاف الراغبین ۷۵ برحاشیہ نورالابصار) پھر آپ حوض کوثر کی نگرانی کریں گے جو دشمن آل محمد حوض کوثر پر ہوگا، اسے آپ اٹھا دیں گے۔(ارجح المطالب ۷۶۷) پھر آپ لواء الحمد یعنی محمدی جھنڈا لے کر جنت کی طرف چلیں گے، پیغمبر اسلام آگے آگے ہوں گے انبیاء اور شہداء وصالحین اور دیگر آل محمد کے ماننے والے پیچھے ہوں گے۔(مناقب اخطب خوارزمی قلمی وارجح المطالب ۷۷۴) پھر آپ جنت کے دروازہ پر جائیں گے اور اپنے دوستوں کو بغیر حساب داخل جنت کریں گے اور دشمنوں کو جہنم میں جھونک دیں گے(کتاب شفا قاضی عیاض وصواعق محرقہ)

اسی لئے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر حضرت عثمان اور بہت سے اصحاب کو جمع کر کے فرمادیا تھا کہ علی زمین اورآسمان دونوں میں میرے وزیر ہیں اگر تم لوگ خدا کو راضی کرنا چاہتے ہو تو علی کو راضی کرو، اس لئے کہ علی کی رضا خدا کی رضا اور علی کا غضب خدا کا غضب ہے ۔(مودۃ القربی ص ۵۵ ۔ ۶۲) علی کی محبت کے بارے میں تم سب کو خدا کے سامنے جواب دے نا پڑے گا اور تم علی کی مرضی کے بغیر جنت میں نہ جاسکو گے اور علی سے کہ دیا کہ تم اور تمہارے شیعہ "خیرالبریہ" یعنی خدا کی نظر میں اچھے لوگ ہیں ۔ یہ قیامت میں خوش ہوں گے اور تمہارے دشمن ناشاد و نامراد ہوں گے ،ملاحظہ ہو (کنزالعمال جلد ۶ ص ۲۱۸ وتحفۂ اثناعشریہ ۶۰۴ تفسیر فتح البیان جلد ۱ ص ۳۲۳)۔

حضرت خدیجہ تاریخ کے آئینہ میں

حضرت خدیجہ کا شمار تاریخ انسانیت کی ان عظیم خواتین میں ھوتا ھے جنھوں نے انسانیت کی بقاءاور انسانوں کی فلاح وبھبود کے لئے اپنی زندگی قربان کردی

تاریخ بشریت گواہ ھے کہ جب سے اس زمین پر آثار حیات مرتب ھونا شروع ھوئے اور وجود اپنی حیات کے مراحل سے گزرتا ھوا انسان کی صورت میں ظھور پذیر ھوا اور ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام اولین نمونہ انسانیت اور خلافت الھیہ کے عھدہ دار بن کر روئے زمین پر واردھوئے اور پھر آپکے بعد سے ھر مصلح بشریت جس نے انسانیت کے عروج اور انسانوں کی فلاح وبھبود کیلئے اسکو اسکے خالق حقیقی سے متعارف کرانے کی کوشش کی، کسی نہ کسی صورت میں اپنے دور کے خود پرست افراد کی سرکشی اور انانیت کا سامنا کرتے ھوئے مصائب وآلام سے دوچار ھوتا رھا دوسری طرف تاریخ کے صفحات پران مصلحین بشریت کے کچھ ھمدردوں اور جانثاروں کے نام بھی نظر آتے ھیں جو ھر قدم پر انسانیت کے سینہ سپر ھوگئے اور درحقیقت ان سرکش افراد کے مقابلے میں ان ھمدرد اور مخلص افراد کی جانفشانیوں ھی کے نتیجے میں آج بشریت کا وجود برقرار ھے ورنہ ایک مصلح قوم یا ایک نبی یا ایک رسول کس طرح اتنی بڑی جمعیت کا مقابلہ کرسکتا تھا جو ھر آن اسکے درپئے آزار ھو یھی مٹھی بھر دوست اور فداکار تھے جنکے وجود سے مصلحین کے حوصلے پست نھیں ھونے پاتے تھے

مرور ایام کے ساتھ پرچم اسلام آدم (ع) و نوح (ع) وعیسٰی وابراھیم علیھم السلام کے ھاتھوں سربلندی وعروج حاصل کرتا ھوا ھمارے رسول کے دست مبارک تک پھونچا اور عرب کے ریگزار میں آفتاب رسالت نے طلوع ھوکر ھر ذرہ کو رشک قمر بنا دیا، ھر طرف توحید کے شادیانے بجنے لگے از زمین تا آسمان لا الہٰ الا اللہکی صدائیں باطل کے قلوب کو مرتعش کرنے لگیں ،محمد رسول اللہ کا شور دونوں عالم پر محیط ھوگیا اور تبلیغ الٰھی کا آخری ذریعہ اور ھدایت بشری کے لئے آخری رسول رحمت بنکر عرب کے خشک صحرا پر چھاتا ھوا سارے عالم پر محیط ھوگیا دوسری طرف باطل کا پرچم شیطان ونمرود،فرعون وشداد کے ھاتھوں سے گذرتا ھوا ابولھب ،ابوجھل اور ابوسفیان کے ناپاک ھاتھوں بلند ھونے کی ناپاک کاوشوں میں مصروف ھوگیا رسول کے کلمہ توحید کے جواب میں ایذا رسانی شروع ھوگئی اورحق وباطل کی طرح برسر پیکار ھوگئے ایسے عالم میں کہ ایک طرف مکہ کے خاص وعام تھے اور دوسری طرف بظاھر ایک تنگ دست اور کم سن جوان جس کے اپنے اس کے مخالف ھوچکے تھے لیکن پیغام الٰھی کی عظمت،مصائب کی کثرت پر غالب تھی اور ھر اذیت کے جواب میں رسول اللہ کا جوش تبلیغ اور زیادہ ھوتا جاتا تھا

ایسے کسمپرسی کے عالم میں جھاں ایک طرف آپکے چچا ابوطالب نے آپ کی ھر ممکنہ مدد کی وھیں دوسری طرف آپ کی پاک دامن زوجہ حضرت خدیجہ نے آپ کی دلجوئی اور مدارات کے ذریعہ آپکو کفار مکہ سے پھنچنے والی تمام تکالیف کو یکسرہ فراموش کرنے پر مجبور کردیا حضرت خدیجہ نے آپ کی زبان سے خبر بعثت سنتے ھی امنا وصدقنا کھہ کر آپ کی رسالت کی پھلے ھی

مرحلے میں تائید کردی جناب خدیجہ کا یہ اقدام رسول اکرم کیلئے بھت حوصلہ افزاء ثابت ھوا آپکی اسی تائید وتعاون کو رسول اکرم آپ کی وفات کے بعد بھی یاد فرماتے رھتے تھے اور اکثر وبیشتر آپ کی زبان اقدس پر حضرت خدیجہ کا تذکرہ رھتا تھا (1)

عائشہ نے جب آپ کے اس فعل پر اعتراض کرتے ھوئے کھا کہ خدیجہ ایک ضعیفہ کے سوا کچھ نھیں تھی اور خدا نے آپ کو اس سے بھتر عطا کردی ھے (عائشہ کا اشارہ اپنی طرف تھا) تو حضور ناراض ھوگئے (2)

اور غضب کے عالم o میں فرمایا کہ خدا کی قسم خدا نے مجھکو اس سے بھتر عطا نھیں کی وللّٰہ لقد اٰمنت بی اذ کفر الناس ؤا وتینی اذ رفضنی الناس وصدقتنی اذ کذبنی الناس (3) خدا کی قسم وہ (خدیجہ) اس وقت مجھ پر ایمان لائی جب لوگ کفر اختیار کئے ھوئے تھے اس نے مجھے اس وقت پناہ دی جب لوگوں نے مجھے ترک کردیا تھا اور اس نے میری اس وقت تصدیق وتائید کی جب لوگ مجھے جھٹلا رھے تھے

خاندان ونام ونسب

شجر اسلام کی ابتدائی مراحل میں آبیاری کرنے والی اور وسطی مراحل میں اس کی شاخوں کو نمو بخشنے والی یہ خاتون قریش کے اصیل وشریف گھرانے میں پیدا ھوئی روایات میں آپ کی ولادت عام الفیل سے پندرہ سال قبل ذکر ھوئی اور بعض لوگوں نے اس سے کم بیان کیا ھے آپ کے والد خویلد ابن اسد بن عبدالعزی بن قصی کا شمار عرب کے دانشمندوں میں ھوتا تھا اور

آپکی والدہ فاطمہ بنت زائدہ بن رواحہ ھیں (4) آپ کا خاندان ایسے روحانی اور فداکار افراد پر مشتمل تھا جو خانہ کعبہ کی محافظت کے عھد یدار تھے جس وقت بادشاہ یمن "تبع" نے حجر اسود کو مسجد الحرام سے یمن منتقل کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت خدیجہ کے والد ذات تھی جنھوں نے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی جس کے نتیجہ میں مجبور ھوکر "تبع" کو اپنے ارادہ سے منصرف ھونا پڑا (5)

حضرت خدیجہ کے جد اسد بن عبدالعزی پیمان حلف الفضول کے ایک سرگرم رکن تھے یہ پیمان عرب کے بعض باصفا وعدالت خواہ افراد کے درمیان ھوا تھا جس میں متفقہ طور پر یہ عھد کیا گیا تھا کہ مظلومین کی طرف سے دفاع کیا جائے گا اور خود رسول اکرم بھی اس پیمان میں شریک تھے (6) "ورقہ بن نوفل" (حضرت خدیجہ کے چچازاد بھائی) عرب کے دانشمند ترین افراد میں سے تھے اور انکا شمار ایسے افراد میں ھوتا تھا جو بت پرستی کو ناپسند کرتے تھے ی (7) اور حضرت خدیجہ کو چندین بار اپنے مطالعہ کتب عھدین کی بنا پر خبردار کر چکے تھے کہ محمد اس امت کے نبی ھیں (8) خلاصہ یہ کہ اس عظیم المرتبت خاتون کے خاندان کے افراد، متفکر ، دانشمند اور دین ابراھیم کے پیرو تھے

تجارت

ایسے باعظمت افراد کی آغوش عاطفت کی پروردہ خاتون کی طبیعت میں اپنے آباواجداد کی طرح رفق ودانشمندی کی آمیزش تھی جس کے سبب آپ نے اپنے والد کے قتل کے بعد ان کی

تجارت کو بطریقہ احسن سنبھال لیا اور اپنے متفکر اور زیرک ذھن کی بنا پر اپنے سرمایہ کو روز افزوں کرنا شروع کر دیا آپ کی تجارت با تجربہ اور با کردار افراد کے توسط سے عرب کے گوشہ و کنار تک پھیلی ھوئی تھی روایت کی گئی ھے کہ "ھز اروں اونٹ آپ کے کار کنان تجارت کے قبضہ مین تھے جو مصر، شام اور حبشہ جیسے مما لک کے اطراف میں مصروف تجارت تھے" (9) جن کے ذریعہ آپ نے ثروت سرشار حاصل کر لی تھی

آپ کی تجارت ایسے افراد پر موقوف تھی جو بیرون مکہ جا کر اجرت پر تجارت کے فرائض انجام دے سکیں چنانچہ حضرت ختمی مرتبت کی ایمانداری، شرافت، اور دیانت کے زیر اثر حضرت خدیجہ نے آپ کو اپنی تجارت میں شریک کر لیا اور باھم قرار داد ھوئی اس تجارت میں ھونے والے نفع اور ضرر میں دونوں برابر شریک ھوں گے (10) اور بعض مورخین کے مطابق حضرت خدیجہ نے آپ کو اجرت پر کاروان تجارت کا سربراہ مقرر کیا تھا (11) لیکن اس کے مقابل دوسری روایت ھے جس کے مطابق رسول اللہ اپنی حیات میں کسی کے اجیر نھیں ھوئے (12) بھر کیف حضرت کاروان تجارت کے ھمراہ روانہ شام ھوئے حضرت خدیجہ کا غلام میرہ بھی آپ کے ساتھ تھا (13) بین راہ آپ سے کرامات سرزد ھوئیں اور راھب نے آپ میں علائم نبوت کا مشاھدہ کیا اور "میسرہ" کو آپ کے نبی ھونے کی خبر دی (14) تمام تاجروں کو اس سفر میں ھر مرتبہ سے زیادہ نفع ھوا جب یہ قافلہ مکہ واپس ھوا تو سب سے زیادہ نفع حاصل کرنے والی شخصیت خود پیام اکرم کی تھی جس نے خدیجہ کو خوش حال کر دیا اس کے علاوہ میسرہ (غلام خدیجہ) نے راستے میں پیش آنے والے واقعات بیان کئے جس سے حضرت خدیجہ

آنحضرت کی عظمت وشرافت سے متاثر ھوگئیں

ازدواج

حضرت خدیجہ کی زندگی میں برجستہ و درخشندہ ترین پھلو آپ کی حضرت رسالت مآب کے ساتھ ازدواج کی داستان ھے جیسا کہ سابقہ ذکر ھوا کہ "حضرت خدیجہ کی تجارت عرب کے اطراف واکناف میں پھیلی ھوئی تھی اور آپ کی دولت کا شھرہ تھا" چنانچہ اس بنا پر قریش کے دولت مند طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد چندین بار پیغام ازدواج پیش کر چکے تھے، لیکن جنکو زمانہ جاھلیت میں "طاھرہ" کھا جاتا تھا(15)اپنی پاکدامنی اور عفت کی بنا پر سب کو جواب دے چکی تھیں حضرت جعفر مرتضیٰ عاملی تحریر فرماتے ھیں "ولقد کانت خدیجہ علیھا السلام من خیرۃ النساء القریش شرفا واکثرھن مالا واحسنھن جمالا ویقال لھا سیدۃ القریش وکل قومھا کان حریصاً علی الاقتران بھا لو یقدر علیھا (16)الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم ج2/ص107)

"حضرت خدیجہ قریش کی عورتوں میں شرف وفضیلت، دولت وثروت اور حسن وجمال کے اعتبار سے سب سے بلند وبالا تھیں اور آپ کو سیدہ قریش کھا جاتا تھا اور آپ کی قوم کا ھر افراد آپ سے رشتہ ازدواج قائم کرنے کا خواھاں تھا"

حضرت خدیجہ کو حبالہ عقد میں لانے کے متمنی افراد میں "عقبہ ابن ابی معیط" "صلت ابن ابی یعاب" "ابوجھل" اور "ابوسفیان" جیسے افراد تھے جن کو عرب کے دولتمند اور باحیثیت لوگوں

میں شمار کیا جاتا تھا (17) لیکن حضرت خدیجہ باوجود یکہ اپنی خاندانی اصالت ونجابت اورذاتی مال وثروت کی بنا پر بے شمار ایسے افراد سے گھری ھوئی تھیں جو آپ سے ازدواج کے متمنی اور بڑے بڑے مھر دیکر اس رشتے کے قیام کوممکن بنانے کیلئے ھمہ وقت آمادہ تھے ھمیشہ ازدواج سے کنارہ کشی کرتی رھتی تھیں کسی شریف اور صاحب کردار شخص کی تلاش میں آپ کا وجود صحراء حیات میں حیران وسرگرداں تھا ایسے عالم میں جب عرب اقوام میں شرافت ودیانت کا خاتمہ ھو چکا تھا، خرافات وانحرافات لوگوں کے دلوں میں رسوخ کر کے عقیدہ ومذھب کی شکل اختیار کر چکے تھے خود باعظمت زندگی گذارنا اور اپنے لئے کسی اپنے ھی جیسے صاحب عزوشرف شوھر کا انتخاب کرنا ایک اھم اور مشکل مرحلہ تھا، ایسے ماحول میں جب صدق وصفا کا فقدان تھا آپ کی نگاہ انتخاب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آکر ٹھھر گئی جن کی صداقت ودیانت کا شھرہ تھا، حضرت خدیجہ نے کم ظرف صاحبان دولت واقتدار کے مقابلے میں اعلی ظرف، مجسمہ شرافت ودیانت اور عظیم کردار کے حامل رسول کو جو بظاھر تنگ دست، یتیم اور بے سھارا تھے ترجیح دے کر قیامت تک آنے والے جوانوں کو درس عمل دے دیا کہ دولت وشھرت اور اقتدار کی شرافت، عزت اور کردار کے سامنے کوئی حیثیت نھیں ھے المختصر برسراقتدار افراد کو مایوس کرنے والی "خدیجہ" نے باکمال شوق وعلاقہ ازطرف خود پیغام پیش کردیا (18) اور مھر بھی اپنے مال میں قرار دیا جس پر حضرت ابوطالب نے خطبہ نکاح پڑھنے کے بعد فرمایا "لوگوں گواہ رھنا" "خدیجہ" نے خود کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کیا اور مھر بھی اپنے مال میں قرار دیا ھے اس پر بعض لوگوں نے ابوطالب علیہ السلام

پر طنز کرتے ھوئے کھایا عجباہ! المھر علی النساء للرجل (تعجب ھے مرد عورت کے مال سے مھر کی ادائیگی کرے) جس پر حضرت ابوطالب نے ناراضگی کا اظھار کرتے ھوئے غضب کے عالم میں فرمایا، "اذا کانوا مثل ابن اخی ھذا طلبت الرجل باغلی الاثمان وان کانوا امثالکم لم یزوجوا الا بالمھر الفالی" (19) (اگر کوئی مرد میرے اس بھتیجے کے مانند ھوگا تو عورت اس کو بڑے بھاری مھر دے کر حاصل کرینگی لیکن اگر وہ تمھاری طرح ھوا تو اسکو خود گراں و بھاری مھر دیکر شادی کرنا ھوگی) ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت نے اپنا مھر (جو بیس بکرہ نقل ھوا ھے) خود ادا کیا تھا (20) اور ایک روایت کے مطابق آپ کے مھر کی ذمہ داری حضرت علی نے قبول کر لی تھی، حضرت کی عمر کے سلسلے میں تمام مورخین کا اس پر اتفاق ھے کہ حضرت خدیجہ سے آپ نے پھلی شادی 25/ سال کی عمر میں کی لیکن خود حضرت خدیجہ کی عمر کے بارے میں کثیر اختلاف وارد ھوا ھے چنانچہ 25، 28، 30 / اور 40 سال تک بھت کثرت سے روایات وارد ھوئی ھیں (21) لیکن معروف ترین قول یہ ھے کہ آپ کی عمر شادی کے وقت 40 سال تھی (22)

آیا حضرت خدیجہ (ع) رسول سے قبل شادي شدہ تھیں؟

اس مسئلہ میں کہ آیا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حبالہ عقد میں آنے سے قبل حضرت خدیجہ دوسرے افراد کے ساتھ بھی رشتہ مناکحت سے منسلک رہچکی تھیں یا نھیں تاریخ کے مختلف اوراق پر متعدد راویوں کے اقوال میں کثیر اختلاف واقع ھوا ھے چنانچہ بعض راویوں کے

نزدیک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شادی کرنے سے قبل حضرت خدیجہ شادی شدہ تھیں اورسابقہ شوھروں سے آپ کی اولادیں بھی ھوئیں تھیں

تاریخ کے مطابق آپ کے سابق شوھروں کے نام بالترتیب "عتیق بن عایذ بن عبداللہ مخزومی "اور"ابوھالہ تمیمی" ھیں (23)اس کے علاوہ خود آنحضرت کے بارے میں روایت وارد ھوئی ھے کہ" عائشہ" کےعلاوہ آپ نے کسی کنواری خاتون سے شادی نھیں کی تھی (24) لیکن یہ تمام روایات جو یہ ثابت کرتی ھیں کہ حضرت خدیجہ شادی شدہ تھیں اوررسول سے قبل بھی دوسرے کی شریک حیات رہ چکی تھیں ،دلائل اوردوسری روایات معتبرہ کی روشنی میں صحیح نظرنھیں آتیں ، بلکہ تمام تاریخ کوسیاست کے ھاتھوں مسخ کئے جانے کی ناکام کوششوں میں سے ایک کا نتیجہ ھیں

تجزیہ وتحلیل

1)ابن شھر آشوب کا بیان ھے کہ" مرتضٰی شامی میں اورابوجعفر تلخیص میں رقم طراز ھیں کھ"ان النبی تزوج وکانت عذراء" (25) نبی نے آپ سے شادی کی درحالیکہ آپ کنواری تھیں"

اس کے علاوہ اسی مطلب کی تائیداس روایت سے بھی ھوئی ھے جوثابت کرتی ھے"ان رقیہ وزینب کانتاابنتی ھالۃ اخت خدیجہ (26)رقیہ اور زینب خدیجہ کی بھن ھالہ کی بیٹیاں تھیں (نہ کہ خدیجہ کی)

2)ابوالقاسم کوفی کا بیان ھے کہ" خاص وعام اس بات پر متفق ھیں کہ تمام اشراف سر برآور دہ افراد حضرت خدیجہ سے ازدواج کے آرزومند تھے لیکن خدیجہ کے بلند معیار کے سامنے ان کی دولت کی فراوانی اورشان وشوکت ھیچ نظر آتی تھی یھی وجہ تھی کہ حضرت خدیجہ نے سب کے رشتوں کوٹھکرادیا تھا لیکن زمانے کی حیرت کی اس وقت کوئی انتھا نہ رھی جب اسی خدیجہ نے عرب کے صاحبان مال وزراور فرزندان دولت واقتدار کوٹھکرا کر حضرت رسالت مآب سے رشتہ ازدواج قائم کرلیا جن کے پاس مال دنیا میں سے کچہ نہ تھا اسی لئے قریش کی عورتیں خدیجہ سے تحیر آمیز ناراضگی کا اظھار کرتے ھوئے سوال کر بیٹھیں کہ اے خدیجہ! تو نے شرفاوامراء قریش کوجواب دے دیااور کسی کوبھی خاطر میں نہ لائی لیکن یتیم ابوطالب کوجوتنگ دست وبے روزگار ھے انتخاب کرلیااس روایت سے یہ بات واضح ھوجاتی ھے کہ حضرت خدیجہ نے مکہ کے صاحبان دولت وثروت کورد کردیا تھااور کسی سے بھی شادی کرنے پر آمادہ نھیں تھیں ،دوسری طرف اس روایت کی رد سے جوسابقا ذکر ھوئی آپ کے ایک شوھر کا نام "ابوھالہ تمیمی" ھے جوبنی تمیم کا ایک اعرابی تھا،عقل انسانی اس بات پر متحیر ھوجاتی ھے کہ کس طرح ممکن ھے کہ کوئی اشراف کے پیغام کوٹھکرادے اورایک اعرابی کواپنے شریک حیات کے طور پر انتخاب کرلے،علاوہ برایں اس سے بھی زیادہ تعجب کا مقام یہ ھے کہ خدیجہ کے اشراف کونظر انداز کرکے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو(جوخاندانی اعتبار سے بلند مقام کے حامل تھے)انتخاب کرنے پرتوقریش کی عورتیں انگشت نمائی کرتی نظر آئیں لیکن ایک اعرابی سے شادی کے خلاف عقل فعل پر، پر سخن زمانہ ساکت رہ جائے (الصحیح من سیرۃ النبی

الاعظم ج/2 ص/123) اس دلیل کی روشنی میں یہ واضح ھوجاتا ھے کہ حضرت خدیجہ نے رسول سے قبل کوئی شادی نھیں کی تھی اور اگر کی ھوتی تو زمانے کے اعتراضات تاریخ میں محفوظ ھوتے

3) بعض لوگوں نے حضرت خدیجہ کے شادی شدہ ھونے پر اس روایت سے استدلال کیا ھے کہ "راہ اسلام کا اولین شھید حارث بن ابی ھالہ فرزند حضرت خدیجہ ھے(27)

مذکورہ بالا روایت کے مقابلے میں دوسری روایات جن کی سندیں معتبر ھیں "ابوعمار اور ام عمار" کو اسلام کے پھلے شھید کی صورت میں پیش کرتے ھیں "ان اول شھید فی الاسلام سمیہ والدہ عمار" (28)(اسلام کی راہ میں پھلی شھید ھونے والی سمیہ والدہ عمار ھیں) اور ابن عباس اور مجاھد کی روایت کے مطابق "قتل ابوعمار وام عمار اول قتیلین قتلا من المسلمین" (29)

اسلام کی راہ میں شھید ھونے والے پھلے افراد ابوعمار اور ام عمار ھیں

ان روایات سے کاملاً رد ھوتی ھے کہ یہ شخص جسکو حضرت خدیجہ کے بیٹے کی حیثیت سے تاریخ کے صفحات پر مرقوم کردیا گیا ھے اسلام کی راہ میں قربان ھونے والا پھلا شھید تھا، لھذا معلوم نھیں ھے کہ اس شخص کا وجود خارجی تھا بھی یا نھیں چہ جائیکہ حضرت خدیجہ کا فرزند ھونا پایۂ ثبوت کو پھنچے

4)، روایات سے معلوم ھوتا ھے کہ حضرت خدیجہ کی ایک بھن تھیں جن کا نام ھالۃ تھا اس ھالہ کی شادی ایک فخروی شخص کے ساتھ ھوئی جس سے ایک بیٹی پیدا ھوئی جس کا نام

"ھالھ" تھا، پھراس ھالہ اولی (خواھرخدیجہ(ع)) سے ایک بنی تمیم سے تعلق رکھنے والے شخص نے شادی کرلی جوابوھند کے نام سے معروف ھےاس تمیمی سے ھالہ کے ایک بیٹا پیدا ھوا جس کا نام ھند تھااوراس شخص ابوھند تمیمی (شوھرخواھرخدیجہ) کی ایک اور بیوی تھی جسکی دو بیٹیاں تھیں "رقیہ"اور"زینب" کچہ عرصے کے بعدابوھند کی پھلی بیوی جورقیہ اورزینب کی ماں تھی فوت ھوگئی اور پھرکچہ ھی مدت کے بعد"ابوھند" بھی دنیا سے رخصت ھوگیااوراس کا بیٹا"ھند"جوھالہ سے تھااوردو بیٹیاں جواس کی پھلی بیوی سے تھیں جن کا نام تاریخ ،رقیہ اورزینب ذکرکرتی ھے"خدیجہ" کی بھن کے پاس باقی رہ گئےجن میں سے ھنداپنے باپ کی موت کے بعداپنی قوم بنی تمیم سے ملحق ھوگیااور"ھالہ"(حضرت خدیجہ کی بھن)اوراس کے شوھرکی دونوں بیٹیاں حضرت خدیجہ کے زیرکفالت آگئے،اورآنحضرت سے آپ کی شادی کے بعدبھی آپ ھی کے ساتھ رھیں اورآپ ھی کے گھرمیں دیکھا گیا تھااس لئےعرب خیال کرنے لگے کہ یہ خدیجہ ھی کی بیٹیاں ھیں اور پھران کوحضرت سے منسوب کردیا گیا لیکن حقیقت امر یہ تھی کہ رقیہ اورزینب حضرت خدیجہ کی بھن"ھالہ"کےشوھرکی بیٹیاں تھیں (الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم ج/2ص/126)

مذکورہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ بات پائے ثبوت کوپھنچی ھے کہ حضرت خدیجہ رسول کے حبالۂ عقدمیں آنے سے قبل غیرشادی شدہ تھیں اورآپ کےشوھروں اورفرزندوں کے نام جوتاریخ میں نظرآتے ھیں یاتوکسی غلط فھمی کا نتیجہ ھیں یاسیاست کے ھاتھوں عظمت رسول کوکم کرنے کی ایک ناکام کوشش،مذکورہ دلائل کےعلاوہ بھی حلّی اورنقضی جوابات دئے گئےھیں

جو تاریخ کی اس حقیقت سے پردہ اٹھانے والے ھیں لیکن یہ مختصر مضمون ان تمام دلائل اور روایات کا متحمل نھیں ھوسکتا ھے،آپ کی اولاد میں حضرت فاطمہ زھرا کے علاوہ کوئی فرزند زندہ نھیں رھا

رسول کي بعثت اور حضرت خديجه کا ايمان لانا

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبعوث بہ رسالت ھونے کے بعد عورتوں میں جس شخصیت نے سب سے پھلے آپ کی تصدیق کی اور آپ پر ایمان لائی وہ حضرت خدیجہ کی ذات گرامی ھے(30)طبری نے واقدی سے روایت کی ھے کہ"اجتمع اصحابنا علی ان اول اھل القبلۃ استجاب لرسول اللہ خدیجہ بنت خویلد(31)علماء کا اس بات پر اتفاق ھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز پر سب سے پھلے لبیک کھنے والی حضرت خدیجہ کی ذات گرامی ھے)خود رسول اکرم صلی یللہ ع لیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ھے" واللہ لقد امنت بی اذ کفر الناس واوتینی اذ رفضنی الناس وصدقتنی اذ کذبنی الناس (32)خدا کی قسم وہ (خدیجہ)مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب لوگ کفر اختیار کئے ھوئے تھے اس نے مجھے اس وقت پناہ دی جب لوگوں نے مجھے ترک کردیا تھا اور اس نے ایسے موقع پر میری تصدیق کی جب لوگ مجھے جھٹلا رھے تھے)

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ھیں:لم تجمع بیت واحد یومئذ فی الاسلام غیر رسول اللہ وخدیجہ وانا ثالثھا(33)وہ ایسا وقت تھا جب روئے زمین پر کوئی مسلمان نہ تھا بجز اس خاندان کے

جو رسول اور خدیجہ پر مشتمل تھا اور میں ان میں کی تیسری فرد تھا) ابن اثیر کا بیان ھے: اول امراء ۃ تزوجھا واول خلق اللہ اسلم بالاجماع المسلمین لم یتقد مھا وجل ولاامراء ۃ“ (34) حضرت خدیجہ پھلی خاتون ھیں جن سے آنحضرت نے رشتہ ازدواج قائم کیا اور اس امر پر بھی مسلمانوں کا اجماع ھے کہ آپ سے پھلے نہ کوئی مرد ایمان لایا اور نہ کسی عورت نے اسلام قبول کیا)

آنحضرت کي حضرت خديجه(ع) سے محبت و عقيدت

حضرت خدیجہ کی آنحضرت کی نگاہ میں محبت وعقیدت اور قدر ومنزلت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ھے کہ آپکی زندگی میں آنحضرت نے کسی بھی خاتون کو اپنی شریک حیات بنانا گوارہ نھیں کیا (35) آپ کے بارے میں حضرت کا ارشاد ھے کہ ”خدیجہ اس امت کی بھترین عورتوں میں سے ایک ھے

(36) آپ کی وفات کے بعد بھی ھمیشہ آپ کو یاد فرماتے رھے (37) عائشہ کا بیان ھے کہ مجھے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی زوجہ سے اتنا حسد نھیں ھوا جتنا خدیجہ سے ھوا حالانکہ خدیجہ کی وفات مجھ سے قبل ھوچکی تھی اور اس حسد کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت آپ کا تذکرہ بھت زیادہ فرماتے تھے (38) چنانچہ یھی سبب ھے کہ دوسری جگہ عائشہ سے روایت نقل ھوئی ھے کہ ”ایک روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدیجہ کی تعریف فرمارھے تھے مجھے حسد پیدا ھوا اور میں نے عرض کی یا رسول اللہ خدیجہ ایک ضعیفہ کے علاوہ کچھ بھی نھیں

تھی جو مرگئی اور خدا نے آپ کو اس سے بھتر عطا کردی ھے (عائشہ کا اشارہ اپنی طرف تھا) رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر ناراض ھو گئے (39) اور غضب کے عالم میں فرمایا "لا واللہ ما ابدلنی اللہ خیرا منھا منت بی اذ کفر الناس وصدقتنی اذ کذبنی الناس وواستنی بمالھا اذ حرمنی الناس ورزقنی منھا اللہ ولدا دون غیرھا من النساء" (40) خدا کی قسم خدا نے مجھکو اس سے بھتر عطا نھیں کی وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب لوگ کفر اختیار کئے ھوئے تھے اس نے میری اس وقت تصدیق کی جب لوگ مجھکو جھٹلا رھے تھے اور اس نے اپنے مال کے ذریعہ میری اس وقت مدد کی جب لوگوں نے مجھے ھر چیز سے محروم کر دیا تھا اور خدا نے صرف اسی کے ذریعہ مجھے اولاد عطا فرمائی اور میری کسی دوسری بیوی کے ذریعہ مجھے صاحب اولاد نھیں کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس جواب سے آنحضرت کی حضرت خدیجہ کیلئے محبت اور عقیدت واحترام کا اندازہ ھوتا ھے خدیجہ کا اسلام کیلئے اپنا اور سب کچھ قربان کر کے بھی اسلام کی نشر واشاعت کا جذبہ ھی تھا جس نے اسلام کو دنیا کے گوشہ وکنار تک پھنچنے کے مواقع فراھم کئے اور یھی سبب تھا کہ "حضرت نے آپ کو خدا کے حکم سے جنت کی بشارت دیدی تھی" عائشہ سے مسلم نے روایت نقل کی ھے کہ "بشر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنت خویلد ببیت فی الجنۃ" (حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدیجہ سلام اللہ علیھا کو جنت کی بشارت دی تھی) (41) حضرت خدیجہ اور ابوطالب رسول کے دو ایسے مدافع تھے جنکی زندگی میں کفار قریش کی طرف سے آپ کو کوئی گزند نھیں پھنچا لیکن رسول کے یہ دونوں جانثار ایک ھی سال بھت مختصر وقفہ سے یکے بعد دیگرے دنیا سے رخصت ھو گئے اور روایات

کے مطابق رسول پر دونوں مصیبتیں ھجرت سے تین سال قبل اورشعب ابی طالب سے باھر آنے کے کچہ روز بعد واقع ھوئیں (42) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سال کو عام الحزن قرار دیا(43)اور یہ مصیبت رسول کیلئے اتنی سخت تھی کہ رسول خانہ نشین ھو گئے اورآپ نے حضرت خدیجہ اورابوطالب کی وفات کے بعد باھر نکلنا بھت کم کردیا تھا(44)ایک روز کسی کافر نے آپ کے سر پر خاک ڈال دی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی حالت میں گھر میں داخل ھوئے آپ کی زبان پر یہ کلمات تھے" ما نالت منی قریش شیأ اکرھہ حتی مات ابوطالب"(45) قریش ابوطالب کی زندگی میں مجھکو کوئی گزند نھیں پھنچا سکے) آپ حضرت ابوطالب اورخدیجہ کی زندگی میں اطمینان سے تبلیغ میں مصروف رھتے تھے خدیجہ گھر کی چھاردیواری میں اورابوطالب مکہ کی گلیوں میں آپ کے مدافع تھے حضرت خدیجہ جب تک زندہ رھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اطمینان وسکون کا سبب بنی رھیں دن بھر کی تبلیغ کے بعد تھک کر چوراورکفار کی ایذارسانیوں سے شکستہ دل ھوجانے والا رسول جب بجھے ھوئے دل اور پژمردہ چھرے کے ساتھ گھر میں قدم رکھتا تو خدیجہ کی ایک محبت آمیز مسکراھٹ رسول کے مرجھائے ھوئے چھرے کو پھر سے ماہ تمام بنادیا کرتی تھی ،خدیجہ کی محبتوں کے زیر سایہ کشتی اسلام کا ناخدا عالمین کیلئے رحمت بنکر دنیا کی ایذارسانیوں کو بھلا کر ایک نئے جوش وجذبے اورولولے کے ساتھ ڈوبتے ھوئے ستاروں کاالوداعی سلام اورمشرق سے سر ابھارتے ھوئے سورج سے خراج لیتا ھوا ایک بار پھر خانہ عصمت وطھارت سے باھر آتا اور باطل کولرزہ براندام کرنے والی لاالہ الااللہ کی بلند بانگ

صداؤں سے مکہ کے در ودیوار ھل کررہ جاتے کفار جمع ھوتے رسول پر اذیتوں کی یلغار کردیتے لیکن انسانیت کی نجات اور انسانوں کی اصلاح کا خواب دل میں سجائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشا آیند مستقبل کے تصور میں ھر مصیبت کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کرتے رھے اور آپ کے اسی صبر وتحمل اور آپ کی پاکدامن زوجہ کے تعاون اور جانثاری سے آج ھم مسلمانان جھان پرچم توحید کے علمبردار رسول کے اس خواب اصلاح کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لئے آپ کے اس آخری جانشین کے انتظار میں سرگرداں ھیں جو زمین کو عدل وانصاف سے پر کردیگا

حوالے ــــــــ حضرت خدیجہ تاریخ کے آئینہ میں

1 صحیح مسلم/44/76/2435،ترمذی کتاب مناقب حدیث/3901،کنز العمال ج/13/ص/693

2اسد الغابہ ج/5 ص/438،مسلم فضائل صحابہ/3437،البدایہ والنھایہ ج/3 ص/158

3بحار ج/16 ص/12،اسد الغابہ ج/5 ص/439

4طبقات ابن سعد ج/1 ص/88

5سیرۃ ھشام ج/4 ص/281،الاصابہ ج/4 ص/281،طبری ج/3 ص/33

6البدایہ والنھایہ ج/2 ص/262

7سیرۃ حلیہ ج/1 ص/131،طبقات ابن سعد ج/1 ص/86،حیات النبی وسیرتہ ج/1 ص/60

8 سیرۃ ھشام ج/1 ص/259

9 البدایہ والنھایہ ج/2 ص/362، سیرۃ ھشام ج/1 ص/338

10 بحار ج/16 ص/22

11 البدایہ والنھایہ ج/2 ص/258

12 البدء والتاریخ ج/2 ص/47

13 تاریخ یعقوبی ج/1 ص/376

14 بدایہ والنھایہ ج/2 ص/358، طبری ج/2 ص/204

15 الکامل فی التاریخ ج/1 ص/472، دلائل النبوۃ ج/2 ص/66

16 سیرۃ حلبیہ ج/1 ص/135، البدایہ والنھایہ ج/2 ص/358، الکامل فی التاریخ ج/1 ص/472

17 السیرۃ النبویہ (دحلان) ج/1 ص/92

18 بدایہ والنھایہ ج/2 ص/358، بحار الانوار ج/16 ص/22

19 بحار الانوار ج/16 ص/22

20 سیرۃ حلبیہ ج/1 ص/140، طبری ج/2 ص/205

21 الصحیح من سیرۃ النبی ج/2 ص/113112، بحار الانوار ج/16 ص/14

22 سیرہ ھشام ج/1 ص227

23 البدایہ والنھایہ ج/2 ص/360، البدء والتاریخ ج/2 ص/48

24سیرہ حلبیہ ج/1ص/140،الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم ج/2ص/115

25فروغ ابدیت ج/1ص/198

26سیرہ حلبیہ ج/1ص/140

27طبری ج/3ص/36

28مناقب آل ابیطالب ج/1ص/206،الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم ج/2ص/122

29مناقب آل ابیطالب ج/1ص/26

30الاصابہ ج/1ص/293

31الاصابہ ج/4ص/335،اسد الغابہ ج/5ص/481،حیاۃ النبی ج/1ص/121

32الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم ج/2ص125

33الانساب الاشراف ج/2ص/23،الاصابہ ج/8ص/99،سیرۃ ھشام ج/1ص/

277،طبری ج/2ص/221232

34تاریخ طبری ج/2ص/232

35بحار الانوار ج/16ص/12،اسد الگابہ ج/2ص/439

36نہج البلاغہ (خطبہ قاصعہ)

37اسد الغابہ ج/5ص/434

38البدء والتاریخ ج/2ص/48،اسد الغابہ ج/5ص/360

39الاصابہ ج/8ص/101،اسد الغابہ ج/5ص/431،سنن ترمذی کتاب مناقب/3

ISLAMICMOBILITY.COM
IN THE AGE OF INFORMATION
IGNORANCE IS A CHOICE

"Wisdom is the lost property of the Believer,

let him claim it wherever he finds it"

Imam Ali (as)